کتاب شروع کرنے سے پہلی حاشیہ کتاب مندرجہ صفحہ ۷۷ ضرور پڑھ لیجیے

الحمد للہ کہ درین ایام فرخندہ
فرجام کتاب مستطاب ہمای لوق سیدلو

مسمے بہ

الارشاد الی سبیل الرشاد

فی

امر التقلید و الاجتہاد

الگ الگ عنوانات اور ابواب قائم کرنیکے بعد بسعی حافظ محمد حسن امام

جامع المبارک۔ برانڈرتھ روڈ لاہور

سنہ ۱۳۵۲ ہجری میں

باہتمام ابو رضا عطاء اللہ
پرنٹر

بار دوم

تعداد ایک ہزار

لله الحمد ہر آن چیز کہ خاطر میخواست — آخر آمد ز پس پردہ تقدیر پدید

کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد

یہ کتاب مؤلفہ جناب حکیم مولانا ابو یحییٰ محمد شاہجہانپوری طاب اللہ ثراہ وجعل الجنۃ مثواہ موضوع تقلید و اجتہاد پر ایک بے مثل اور بے نظیر کتاب ہے۔ تقلید کی پوری تاریخ من اولہ الی آخرہ اس میں درج ہے اور اہل تقلید اور اہلحدیث کے طرز عمل کا موازنہ نہایت شرح و بسط کے ساتھ مدلل طور پر کیا گیا ہے۔ اور معترضین کے جملہ اعتراضات کے شافی و مسکت جوابات دیئے گئے ہیں۔ محدثین کے کارنامے اور ان کی جملہ خدمات حدیث مشرح طور پر بیان کئے ہیں۔ گویا یہ کتاب محدثین کا انسائیکلوپیڈیا ہے۔ صرف تراجم پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ جا بجا عربی عبارتیں بھی درج ہیں۔ اس میں معلومات کا ایسا ذخیرہ ہے جو ہزاروں کتب کے مطالعے سے بھی حاصل نہیں ہو سکتا۔ حجۃ الہند حضرت شاہ ولی اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب حجۃ اللہ البالغہ کی کئی فصلوں کا ترجمہ مسلسل درج کیا گیا ہے۔ احناف کے بڑے بڑے مستند علماء مثلاً مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی شیخ عبد الحق صاحب محدث دہلوی علامہ عینی حنفی شارح صحیح بخاری ابن ہمام وغیرہ وغیرہ اور حضرات صوفیائے کرام۔ مثلاً سید عبد القادر جیلانی و محی الدین ابن عربی امام شعرانی۔ امام غزالی۔ مرزا مظہر جان جاناں وغیرہ وغیرہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے اقوال مذہب اہلحدیث کی حقانیت پر بطور شہادت پیش کیے گئے ہیں۔ سب سے بڑھ کر خوبی اس کتاب میں یہ ہے کہ اول سے آخر تک نہایت ادب سنجیدگی۔ تہذیب اور متانت کے ساتھ لکھی گئی ہے۔ اور کوئی دل آزار لفظ نام کو بھی استعمال نہیں کیا گیا۔ نہایت حزم و احتیاط سے کام لیا گیا ہے۔ ایک دفعہ آپ شروع کریں تو پھر جب تک ختم نہ کریں چھوڑنے کو دل نہیں چاہتا۔ اس کتاب سے اہلحدیث و برادران احناف دونوں یکساں طور پر مستفیض و مستفید ہو سکتے ہیں۔ نظر انصاف سے دیکھنا شرط ہے اکثر ایسے دلچسپ اور دل بہلانے والے اچھوتے مضامین ہیں جو مالا عین رأت و لا اذن سمعت کے مصداق ہیں۔ پہلی دفعہ یہ کتاب سنہ ۱۳۱۹ ہجری میں طبع ہوئی تھی۔ یعنی اس کو طبع ہوئے بیس سال گذر چکے ہیں۔ کتاب نایاب ہو چکی تھی۔ میں نے جس عالم سے اس کے اشاعت کے متعلق تذکرہ کیا اس نے میری تائید کی۔ اور کتاب کے دوبارہ طبع کرنے کی ازحد تاکید کی۔ کتاب کی بار اول کی اشاعت میں ایک نقص ضرور تھا جس سے اکثر لوگ خائف تھے کہ کتاب اول سے آخر تک ایک ہی سلسلہ میں تحریر کی گئی تھی۔ اس میں الگ الگ عنوانات اور جدا جدا ابواب نہیں تھے۔ جب تک ساری کتاب نہ پڑھی جائے مضامین کا انکشاف نہیں ہوتا تھا میں نے دو چار دفعہ اس کتاب کو تمام پڑھکر نہایت محنت و جانفشانی سے ہر ایک مضمون کے علیحدہ علیحدہ عنوانات قائم کئے ہیں۔ جس سے کتاب کے مطالعہ میں نہایت آسانی ہو گئی ہے گویا کتاب کو چار چاند لگ گئے ہیں۔ علماء اسلام کی خدمت میں التماس ہے کہ حتی الامکان اپنے حلقہ اثر میں اسکی اشاعت کے لیے سعی بلیغ فرما کر اجر جزیل کے مستحق ہوں۔ اور ذی ثروت اصحاب غیر استطاعت لوگوں میں مفت تقسیم کر کے عند اللہ ماجور ہوں۔ کتاب کے شائع کرنے میں صحت کا خاص طور پر اہتمام کیا گیا ہے کاغذ نہایت دیدہ زیب ہے لکھائی چھپائی نہایت اعلےٰ باایں ہمہ قیمت بالکل واجبی رکھی گئی ہے تاکہ عام لوگ اس سے فائدہ اٹھا سکیں۔ حجم کتاب ۲۶۰ صفحات تقطیع ۲۰×۲۶ محصولڈاک بذمہ خریدار قیمت صرف ایک روپیہ آٹھ آنہ (عہ)

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیب

المعلن
حافظ محمد حسن امام جامع المبارک برانڈرتھ روڈ لاہور سنہ ۱۹۳۳

فہرست مضامین

کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد حصہ اول و سائق العباد الی مطالب الارشاد

آہ! دُنیا کی بے ثباتی

مصنف کتاب مولوی محمد ابو یحیٰی صاحب شاہجہانپوری تو عرصہ سے دار البقا کو سدھارے ہوئے تھے حافظ محمد حسن جنہوں نے "الارشاد" کی بڑے شوق سے تبویب کی وہ بھی ۸ر نومبر ۳۳ئہ کو ہم سے جدا ہو گئے۔ اناللہ! خوشی اس بات کی ہے کہ مرحوم نے کتاب مطبوعہ کی صورت دیکھ لی۔

ناظرین سے درخواست ہے۔ کہ دونوں مرحوموں کے لئے مغفرت اور رحمت کی دعا کریں

اللھم اغفرلھم وارحمھم۔

(ابوالوفا امرتسری)

یٰقوم اتبعون اهدکم سبیل الرشاد

الارشاد الی سبیل الرشاد

فی

امر التقلید والاجتہاد

ثنائی برقی پریس امرتسر میں طبع ہوئی

ماہ رجب المرجب سنہ ۱۳۵۲ھ مطابق اکتوبر سنہ ۱۹۳۳ء

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدٰنا لھٰذا وما کنا لنھتدی لولا ان ھدٰنا اللہ لقد جاءت رسل ربنا بالحق المبین نحمدہ ونثنی علیہ ولا نحصی ثناء علیہ ونصلی علیہم ھداۃ الخلق ومعادن الصدق ولاسیما سید ولد آدم محمد ن المصطفی خاتم النبیین ۔ وعلی آلہ واصحابہ وحملۃ علمہ وحفظۃ شریعتہ ائمۃ امتہ الھادین المھدیین

اہلحدیث کے نام

امابعد کچھ عرصہ سے ہندوستان میں ایک ایسے غیر مانوس مذہب کے لوگ دیکھنے میں آرہے ہیں جس سے لوگ بالکل ناآشنا ہیں۔ پچھلے زمانہ میں شاذ و نادر اس خیال کے لوگ کہیں ہوں تو ہوں مگر اس کثرت سے دیکھنے میں نہیں آئے۔ بلکہ انکا نام ابھی تھوڑے ہی دنوں سے سنا ہے اپنے آپ کو تو وہ اہلحدیث یا محمدی یا موحد کہتے ہیں۔ مگر مخالف فریق میں انکا نام غیر مقلد یا وہابی یا لامذہب لیا جاتا ہے۔

نئے مسئلہ سے انکار کرنا انسان کا طبعی خاصہ ہے

انسان کا طبعی طور پر دستور ہے کہ ہمیشہ وہ اس بات کو جو اسکے رسم و رواج کے موافق ہے اور جس کو اپنے آبا و اجداد سے متوارث دیکھتا چلا آیا ہے اور جس وضع و طریق پر بڑھا پلا ہے اُسکو استحسان کی نظر اور قبول کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ اور اُسی کو نہایت صحیح اور بہت درست سمجھتا ہے اور جس بات کو اپنے رسم و رواج کے خلاف پاتا ہے اُس کو انکار کی نظر اور رد کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور فوراً اسپر غلط اور نادرست کا حکم لگادیتا ہے۔ اگرچہ کسی قوی تحریک پر یہ خیالات پلٹا بھی کھاتے ہیں مگر عام دستور یہی ہے اور یہ دستور کسی خاص بات کے ساتھ تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ بول چال۔ خورو نوش۔ آداب

لہ چونکہ یہ لوگ نماز میں رفع الیدین کرتے ہیں یعنے رکوع جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت ہاتھ اٹھاتے ہیں جیسا کہ تحریمہ باندھتے وقت ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں۔ بنگالہ کے عوام انکو رفع یدینی بھی کہتے ہیں ۱۲

نشست و برخاست - مراسم شادی و غمی وغیرہ سب اپنے ساتھ - انسان کی یہی حالت ہے - اپنی بولی سب بولیوں سے زیادہ فصیح اور عمدہ معلوم ہوتی ہے - اپنے ملک کا کھانا پہننا - کھانوں کی قسمیں - کھانا کھانے کھلانے کے طریقے - سب ملکوں سے زیادہ پسندیدہ اور مرغوب دکھائی دیتے ہیں - اپنے یہاں کی تہذیب اپنے ملک کی رسوم اور طرق معاشرت سب سے زیادہ اچھے اور قرین قیاس نظر آتے اور واجب الاتباع معلوم ہوتے ہیں - اسکے خلاف دوسرے ملکوں اور دوسرے شہر کی بولی کریہہ معلوم ہوتی اور اسپر ہنسی آتی ہے - دوسرے ملک کے کھانے جو اپنے یہاں کے خلاف ہیں مکروہ اور ناپسندیدہ معلوم ہوتے ہیں - دوسرے ملک کی تہذیب اور وہاں کے مراسم بیہودہ اور خلاف عقل نظر آتے ہیں جب امور دنیاوی میں رسم و رواج کی بابت طبیعت انسانی کی یہ حالت ہے تو امور مذہبی اور رسوم دینی کی بابت جو بڑے احکام اور پابندی کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں کیا حالت ہوگی - قال اللہ تعالیٰ كُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ[1] - وَقَالَ - كَذَٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ أُمَّةٍ عَمَلَهُمْ[2] -

لوگوں کے ناحق مذہبوں پر قائم رہنے کی وجہ اور نئے مذہبوں کے پیدا ہو جانیکے اسباب

اسیواسطے عام دستور دیکھا جاتا ہے کہ جب آدمی ایسا مسئلہ یا کوئی مذہب کے متعلق وہ بات جو پہلے اس نے نہیں سنی یا اسکے علم میں یا اسکے رسم و رواج میں اسکے خلاف چلا آتا ہے سنتا ہے تو کسی طرح اس بات کا اس کو اعتبار نہیں ہوتا بلکہ وہ اس کو فوراً بلا غور کیے ہوئے غلط اور غیر صحیح کہدیتا ہے - اور یہ خیال اسکا ایسا پختہ ہوتا ہے کہ اس پرانے خیال کی صحت اور نئی بات کی غلطی میں اس کو ذرا بھی شک نہیں ہوتا - جس کی وجہ سے وہ اس پیش آمدہ بات کی اصل اور حقیقت معلوم کرنے کا قصد تک نہیں کرتا کہ اس کے حق و ناحق ہونیکا اس کو حال کھلے بلکہ بجائے اسکے کہ تحقیق کرے اسمیں عیب نکالنے اور نکتہ چینی کرنے کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے - غرض وہ کسی طرح اس کو اپنے ذہن میں جگہ دینا نہیں چاہتا - یہی وجہ ہے کہ دین اسلام اور سابق کے اور دینوں میں بھی حق کے خلاف بہت سے مذہب اور طریقے باہمی نزاعات و تعصبات یا اغراض نفسانی یا کسی اور اتفاقی وجہ سے پیدا ہوکر اور کچھ عرصہ تک جاری رہ کر اور رفتہ رفتہ ترقی پکڑنے کے بعد رواج پاکر ایسے مستحکم ہو گئے کہ انکا نہ صرف عوام کے بلکہ خواص کے بھی ذہنوں سے نکلنا اور دلوں سے دور ہو جانا سخت دشوار اور ناممکن ہو گیا بلکہ ان لوگوں کو جن میں ان مذہبوں نے رواج پایا وہی مذہب اصل و صحیح اور دین آسمانی معلوم ہونے لگے اور اس کے خلاف کا باطل و ناحق ہونا ان کے ذہن میں بس گیا جس کے سبب سے انکی یہ حالت ہوگئی کہ اگر انکے سامنے ان کے مروجہ مسلک کے خلاف کوئی اس اصلی اور واقعی مسلک کو جو قدیمی تھا - اور جو نفس

[1] ہر فرقہ جو اپنے پاس ہے اس پر نگن رہا ہے (سورہ روم رکوع ۴) ۱۲ [2] اسی طرح ہم نے بھلے دکھائے ہیں ہر فرقہ کو انکے کام (سورہ انعام رکوع ۱۳)

الامری اور حق ہی پیش کرے تو انکو اپنے مروجہ مذہب کی حقانیت اور اسکے خلاف کے بطلان کے ذہن میں مستحکم ہونے کے سبب سے بالکل توجہ نہیں ہوتی کہ وہ پورے طور پر اس مذہب کی تحقیق کر کے نفس الامری حق کو معلوم کریں۔ کیا کوئی کہ سکتا ہے کہ شیعوں اور خارجیوں اور معتزلہ اور دیگران فرقوں میں جن کو ہم ناحق جانتے ہیں اور نیز ان یہود و نصاریٰ و ہنود میں کوئی ایسا فرد بشر نہیں جس کو اپنے خالق کا ڈر ہو یا یہ چاہتا ہو کہ ہم اسکے سچے دین پر قائم ہو کر اس کو راضی کریں۔ اور کیا یہ سب کے سب یہی چاہتے ہیں کہ ہم حق مذہب کے سوا کسی گمراہی کے مسلک پر رہکر عمر ضائع کر دیں اور مرکر سیدھے دوزخ میں جا پڑیں یا کیا یہ سب کے سب سخت بیوقوف اور بالکل چارپایوں کی طرح بے عقل یا مجنون ہیں اور انمیں کوئی ہوشمند اور عقل والا نہیں یا کچھ بھی علم نہیں رکھتا جو مذہب حق کی حقانیت کا ادراک کر سکے۔ ہرگز نہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ایسے صاف اور ستھرے مذہب اہل سنت والجماعت کو جسکی حقانیت نہایت آشکارا ہے اور آفتاب نیمروز کی طرح چمکنے والے سچے اور پکے دین اسلام کو جس کی خوبی سے کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا قبول نہیں کر لیتے اور سب کے سب اس طرف نہیں آجاتے۔ بڑی وجہ اسکی یہی ہے جو ابھی ہم کہہ چکے ہیں۔ یعنے اپنے آبار و اجداد سے متوارث بات کی پابندی اور اپنی ذہن نشین بات کے خلاف کو بلا غور اور اصلیت دریافت کئے ناحق سمجھ لینا۔ اور غلط کہدینا اور اُسکی اصلیت کے دریافت کا قصد تک نہ کرنا بلکہ اور عیب گیری اور نکتہ چینی کی طرف متوجہ ہو جانا۔

اختلاف میں حق کو پہنچ جانے کا عمدہ طریقہ

اسلئے ضرور اور بہت ضرور ہے (اور اگر ضرور نہیں تو ناحق مذہب والے فرقوں پر الزام لگانے اور قصوروار بتلانے کی کوئی وجہ نہیں) کہ آدمی جب کبھی کسی مذہبی اختلاف پر واقف ہو یا اس طریقہ کے جس کو وہ حق سمجھ رہا ہے کوئی خلاف کہنے والا ملے تو وہ نہایت غور اور انصاف کو کام میں لا کر اور اپنے پرانے خیالات سے پہلے خالی الذہن ہو کر اُس نئے اور پرانے طریقے کو ایک نظر اور برابر کی نگاہ سے دیکھ کر

لہ بہت سے عقلائے یورپ اور دیگر حکماء کے اقوال ہمارے پیش نظر ہیں۔ جنہوں نے برابر اسلام کی حقانیت اور اُس کی انواع و اقسام کی خوبیوں کا اقرار کیا ہے اگر ہم اُن کو نقل کریں تو ایک مستقل کتاب بنے اس باب میں جو کتابیں لکھی گئی ہیں اُنکو دیکھو۔

کہ کیونکہ وہ بھی تو اپنے خیال میں حق ہی پر قائم ہیں اور اپنے آپ کو صحیح مذہب پر خیال کرتے ہیں اب اپنا الزام ہے تو یہی ہے کہ وہ اپنے دل کو پرانے خیالات سے علیحدہ کر کے اور انکی محبت کے پردے کو اٹھا کر منصفانہ نظر سے اس بات کو جو ان کے سامنے پیش کی جاتی ہے کیوں نہیں دیکھتے۔ اگر ایسا کریں تو ضرور حق ظاہر ہو جاوے۔ چنانچہ جو ایسا کرتے ہیں وہ بے تامل راہ حق پر پہونچ جاتے ہیں۔ نو مسلمانان امریکہ اور لیورپول نے یہی طرز عمل برتا۔ اُن پر حق کھل گیا۔ اور دولت اسلام اُن کو نصیب ہوئی۔ دیکھو مسٹر الگزنڈر ویب صاحب اور مسٹر کوئلیم صاحب کی تحریرات جن میں اُن لوگوں نے اپنے قبول اسلام کی وجوہات بیان کی ہیں۔

دونوں کے محاسن اور عیوب اور ہر ایک کے دلائل و وجوہ پر غور کرے پھر دیکھے کون راجح اور صحیح معلوم ہوتا ہے ایسی صورت میں صحیح رائے قائم کرنیکا بہت اچھا موقع مل سکتا ہے کیونکہ حاکم کی نظر فریقین کے ساتھ مساوی ہونا چاہیے اگر وہ ایسا نہ کرے تو کبھی انصاف نہیں کر سکتا۔ اسی طرح اگر انسان مذہبی اختلاف کے فیصلے کے وقت اپنی آپکو پہلے سب سے علیحدہ نہ کرے اور ان مبالغوں اور زیادتیوں کو جو ہر فریق اپنے فریق مخالف پر جوڑ دیا کرتے ہیں اور تل کو پہاڑ کر کے بیان کرتے ہیں یا صحیح بات کی بُری صورت بنا کر دکھاتے ہیں نظر انداز نہ کرے اور فریقین کے اصل منشا کو خوب اچھی طرح معلوم نہ کرے۔ اور ہر ایک کے اصلی بیانات اور دعوی اور وجوہ نہ سن لے (نہ یہ کہ ایک طرفی بیان پر کفایت کر بیٹھے) انصاف نہیں کر سکتا۔ میری رائے میں اگر آدمی ان تمام مراحل طے کرنے اور نہایت نیک نیتی اور انصاف سے کام لینے کے بعد بھی حق سمجھ کر اس طریقے پر قائم رہا۔ یا اب ہوا جو نفس الامر میں حق نہیں تو وہ معذور ہے[۲] لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا۔

اہلحدیث سے نفرت ہونیکی اصلی وجہ

مجھ کو افسوس اور سخت افسوس ہے کہ اس فرقے کے معاملہ میں جس کا ذکر میں نے شروع کیا ہے اکثر لوگوں نے اس طریقۂ انصاف سے کام نہ لیا۔ بلکہ ان غلط بیانیوں اور زیادتیوں پر جو مخالفین نے ان پر جوڑ دیئے یا جن کی بنا محض غلط فہمی یا بیان کی بدعنوانی پر ہے جس سے کوئی عاقل بے نفرت کیے نہیں

اپنے مخالف کی کتاب دیکھنے سے انکار رکھنے والوں کی غلطی

(۱) ہم نہیں سمجھتے کہ وہ لوگ جو اس قسم کی تحریروں کو جو اختلافی مسائل و نزاعی مذاہب میں بطور فیصلہ یا ترجیح احد الجانبین کے منصفانہ دعوی سے لکھی جاتی ہیں یا کسی امر کی اصل حقیقت بیان کی جاتی ہے اس کے دو ورق پڑھ کر اپنے ذہن میں اپنے مخالف کی تحریر سمجھ کر چھوڑ دیتے ہیں اور دیکھنا نہیں چاہتے۔ اگر اتفاق سے عند اللہ انکا مخالف ہی حق پر ہوا تو اس اعراض کا اللہ کو کیا جواب دیں گے۔ اگر وہ ایسی سریع الفہم اور ذہنی قوت انتقالیہ رکھتے ہیں کہ دو ایک ورق کے پڑھنے سے کل رسالہ کا مطلب سمجھ گئے تو اپنی ہی سمجھ کے موافق سمجھ گئے۔ مصنف کے منشا کو تو جب تک دل سے آخر تک نہ دیکھیں کیسے سمجھ سکتے ہیں اور اگر نفس الامر میں بھی وہ حق پر ہیں تو کیا ایسی تحریرات دیکھنے میں اتنا بھی فائدہ نہیں کہ ایک مخالف فریق کے دلائل و مدارک بھی معلوم ہو جاویں گے ۱۲

(۲) اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی شخص کو مگر جو اس کی گنجائش ہے (سورہ بقرہ رکوع ۴۰)

جامع الشواہد کا تذکرہ اور اہلحدیث کا بیہودہ الزامات سے تبری

ایک صاحب نے رسالہ جامع الشواہد لکھ کر شائع کیا۔ اس میں اسی قسم کے چند عقائد و اعمال اہلحدیث کی طرف نسبت کر دیئے اور نام کے لیے اہلحدیث کے بعض رسائل کا حوالہ مع نشان صفحہ کے بھی لکھ دیا اس کو ظاہر بینوں کو اور بھی یقین ہو گیا۔ اس رسالہ سے عوام کو اہلحدیث کے ساتھ بیحد بدظنی اور نہایت برہمی پیدا ہوئی حالانکہ اس کی بنا محض غلط بیانی یا بدعنوانی پر تھی جس کتاب کا حوالہ دیا اگر کھول کر آگے پیچھے سے پڑھا جاوے تو ہرگز وہ مطلب نہیں نکلتا جو جامع الشواہد کے مؤلف دکھانا چاہتے ہیں۔ اس رسالے کے اہل حدیث کی طرف سے کئی جواب ہوئے وہ جواب ہماری نظر سے بھی گذرے۔ ایک کاشف مکائد۔ دوسرا۔ ابرار اہلحدیث والقرآن محاقی جامع الشواہد من التہمۃ والبہتان ان رسالوں کا پھر کوئی جواب مؤلف جامع الشواہد اور انکے ہم خیالوں نے نہیں دیا ہمارے استاذ بھائی جناب مولوی محمد حسین صاحب نے اپنی پرچہ اشاعۃ السنۃ کے نمبر ۵ جلد ۶ بابت ماہ مئی [illegible]ء کے سرورق پر امور مندرجہ رسالہ ہذا (جامع الشواہد) منسوبہ بجانب اہل حدیث کو لکھ کر اہل حدیث کی کتب معتبرہ سے ثابت کر دینے پر ہزار روپیہ انعام دینے کا اشتہار جاری کیا۔ آجتک کوئی نہ ثابت کر سکا۔ اگر یہ نسبت سچی تھی تو کیوں نہ ثابت کیا کہ سچے بھی بنتے اور مفت کا انعام بھی لیتے اور مخالف کو صحیح طور پر رسوا کرتے باقی بر صفحہ ۶

وہ سکتا جیسے نعوذ باللہ ـ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا کہنا ـ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تحقیر ـ شفاعت سے انکار اولیاء اللہ سے انکار ـ اماموں علیہم الرحمۃ کو گالیاں دینا ـ خالہ ـ پھوپھی سے نکاح جائز کہنا ـ وغیرہ ـ جن کی نسبت میں حلفاً اور اللہ کو گواہ کر کے کہہ سکتا ہوں کہ یہ ہرگز انکا مذہب نہیں ـ اور وہ ان سب باتوں سے بری ہیں، اعتماد کر لیا گیا ـ اسی قسم کی جھوٹی برائیاں مشہور ہونے سے لوگوں کے دلوں میں اس فرقہ کا ایک ایسا نقشہ جم گیا ـ کہ جس وقت وہ وہابی یا غیر مقلد کا لفظ سنتے ہیں تو سنتے ہی انکے ذہن میں اس کا ایک ایسا برا مفہوم گذر جاتا ہے جو رافضی یا خارجی بلکہ کافر کے سننے سے بھی نہیں گذرتا ـ اس نام کے سننے سے یا اس مذہب والے کی صورت دیکھنے سے فوراً انکے ذہن میں یہ خیال گذر جاتا ہے کہ قدیمی مذہب کے خلاف نئے تراشے ہوئے مذہب والے ـ بدعقیدہ ـ رسول سے منکر ـ اولیاء کے غیر معتقد ائمہ کے ساتھ گستاخ وغیرہ ـ ہم کو خود بھی یاد ہے جبتک ہم اس مذہب کی اصل حقیقت سے واقف نہیں ہوئے تھے ـ ہم بھی ایسا ہی سمجھتے اور بےحد نفرت رکھتے تھے ـ حالانکہ جب تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ یہ ایک خیال تھا غلط ـ اور وہ ہرگز ایسے نہیں بلکہ یہ مخالف فرقے کے تعصب نے جبکہ انکو بہت بڑا ذریعہ عوام کے مشتعل کرنے کا ـ اور انکی دلچسپ باتوں اور قرین قیاس ہدایتوں سے روکنے کا یہی ملا ـ لہذا اس سے کام لیا ـ

اہل حدیث سے بیجا تعصب کی وجہ

پس عوام کے لئے اس مذہب سے نفرت کی بجائے ایک کے دو وجہیں ہو گئیں ـ ایک تو اپنے موروثی ذہن نشین مذہب کے خلاف ہونا ـ دوسری سخت نفرت وہ باتوں کا اس مذہب میں یقین دلایا جانا ـ اس لئے عموماً اس گروہ کے ساتھ معاملے کی وہ حالت رہی جو کسی رافضی یا خارجی سے بھی نہیں کی جاتی ـ اور انکے ساتھ وہ برتاؤ برتا گیا جو کسی بدتر سے بدتر آدمی کے ساتھ نہیں برتا جاتا

(بقیہ صفحہ ۵) جامع الشواہد کا جواب ہم نے بھی لکھنا شروع کیا تھا ـ اس لیے کہ جب ہم نے ان کتابوں کو جن کا حوالہ جامع الشواہد میں دیا تھا کھول کر دیکھا اور بالکل انکے منشاء کا خلاف پایا تو ہم نے ضروری سمجھا کہ ہم اس غلطی کو ظاہر کر دیں ـ مگر جب ہم کو مذکور الصدر دو رسالے اتفاق سے مل گئے تو ہم نے انہیں کو کافی خیال کر کے اپنی تحریر کو موقوف کر دیا ـ کسی صاحب نے ایک فتویٰ اہل حدیث کی طرف منسوب کر کے شائع کر دیا جس میں سور کی چربی کی حلت اور پھوپھی خالہ سے نکاح کا جواز اور منی کے کھانے کا جواز لکھ دیا ـ جس سے دھوکے میں آ کر بہت سے لوگ یہ سب باتیں اہل حدیث کی طرف نسبت کرنے لگے ـ اس فتویٰ کا تذکرہ رسالہ کلام تسلیم میں بھی لکھا ہے ـ

حضرت مولنا سید نذیر حسین کے حج کا قصہ

جناب شیخنا حضرت مولوی نذیر حسین صاحب مد ظلہم العالی جب مکہ معظمہ کو حج کے واسطے گئے تو مشہور کر دیا کہ وہاں قید کئے گئے اور ان سے توبہ کرائی گئی ـ حالانکہ یہ بالکل غلط و خلاف واقعہ ہے ـ چنانچہ اس کی پوری تفصیل کو برادر استاذ بھائی جناب مولوی حافظ عبد اللہ صاحب محدث غازی پوری نے رسالہ الکلام المباہ میں مع نقل خط پاشائے مکہ معظمہ جو بذریعہ فوٹو گراف حاصل کیا گیا تھا لکھی ہے جس سے بالکل ان مشہور کردہ خبروں کی تکذیب ہوتی ہے **نوٹ صفحہ ہذا** ایک صاحب نے ایک رسالہ لکھ کر شائع کیا انتظام المساجد باخراج اہل الفتن والمفاسد ـ اس کے صفحہ ۲ میں اہلحدیث کی بابت لکھتے ہیں حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ ان (غیر مقلدوں) کو قتل کریں اگر وہ لاعلمی کے عذر سے توبہ کریں تو انکی توبہ قبول نہ کریں ـ عوام اہل سلام کو لازم ہے کہ مدعی و گواہ ہو کر حکام وقت

کسی عیسائی۔ ہندو۔ دہریے۔ رافضی۔ نیچری کے ساتھ ملنا جلنا۔ اٹھنا بیٹھنا۔ ایسا برا نہیں سمجھا گیا جیسا انکے ساتھ۔ ایسا بھی ہوا کہ اگر کوئی ان میں کا کسی مسجد میں چلا گیا۔ تو وہ مسجد خوب دھوئی اور پاک کی گئی بعض جگہ سنا گیا کہ مٹی بھی کھود کر نکالی گئی۔ کیا اگر کتا یا سور یا ہندو یا عیسائی مسجد میں آجائے تو ایسا کیا جاتا ہے کبھی نہیں۔ اور ایسا تو بہت ہوا کہ کسی جماعت میں جا کر شریک ہو گئے اور زور سے آمین کہہ دی تو امام اور سارے مقتدیوں کی نماز میں خلل آگیا بلکہ فاسد ہو گئی۔ اور دوبارہ ادا کی گئی تعجب ہے کہ صرف پاس کھڑے ہونیسے کیسے نماز فاسد ہو گئی۔ اگر ہو تو صرف اُسی شخص کی ہو جس نے آمین کہی لیکن اوروں کی طرف فساد کیسے متعدی ہوا۔ کیا اگر کوئی بے وضو یا جنب یا کوئی غیر مسلمان کسی نمازی کی جماعت میں اگر کھڑا ہو جائے۔ تو انکی نماز فاسد ہو جاویگی؟ ہرگز نہیں۔ مگر تعجب ہے یہ نوبت پہنچی ہم نے مانا کہ آنکے پیچھے نماز نہیں پڑھتے تو نہ پڑھو۔ مگر اس کی کوئی وجہ نہیں۔ کہ اُن کو اپنے پیچھے بھی نماز نہ پڑھنے دیجائے۔ اور نہ اپنی جماعت میں شامل ہونے دیا جائے اور نہ انکو مساجد میں آنے دیا جائے۔ حالانکہ اول الذکر (انکے پیچھے نماز نہ پڑھنے کی بھی حقیقت میں کوئی وجہ نہیں

فقہ حنفیہ کی رو سے اہلحدیث کے پیچھے نماز جائز ہے اور حنفیہ اور اہلحدیث کا دہلی میں معاہدہ

فقہ حنفی کے موافق بے تامل انکے پیچھے نماز جائز ہے[1]۔ چنانچہ ۱۲۹۸ ہجری دہلی میں علمائے فریقین کا ایک تحریری معاہدہ ہوا[2] جس میں یہ بھی اندکر ہے کہ ہر ایک فریق دوسرے کے پیچھے نماز پڑھے اور کسی کو مسجد میں آنے سے نہ روکے۔ اس معاہدہ پر کئی سربرآوردہ علمائے حنفیہ کی مہریں ہیں، اور انکی جو اہلحدیث کا رد کیا کرتے تھے۔ یہ معاہدہ فریقین کا دستخطی عدالت کمشنری دہلی میں توثیق کے لیے داخل کیا گیا۔ اگرچہ اس سے دہلی میں تعصب کو ضرور کمی ہوئی اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھنے لگے اور فی الجملہ لوگوں کو یہ بھی ظاہر ہو گیا۔ کہ یہ نفرت دہ باتیں جو مشہور کی گئی ہیں مخالفوں کی زیادتی تھی۔ مگر اس کا کوئی نمایاں اثر دوسرے شہروں پر نہ پڑا۔ اور عناد اور تعصب کی وجہ سے مسجدوں میں آنے دینا پسند نہ کیا۔

اہلحدیث اور مقلدین کے عدالتہائی سرکاری میں مقدمات اہلحدیث کا بیان انکا ڈگری پانا اور انکی چند نظیریں

آخر نوبت سرکاری عدالت تک پونچی اور جابجا مثل میرٹھ و علیگڈھ و غازیپور و بنارس وغیرہ بلکہ بعض وجوہ سے دہلی میں حکام وقت سے استغاثے ہوئے اور مقدمات کا سلسلہ عدالتہائے بالادست مثل الہ آباد و کلکتہ و لندن

---

[1] ملا علی قاری مکی نے ایک رسالہ الاقتدا رفی الاقتدا لکھا ہے جس میں مخالف مذہب والے کے پیچھے نماز کو جائز غیر مکروہ ثابت کیا ہے بشرطیکہ ارکان و شروط نماز میں کوئی کمی نہ کرے علامہ ابن عابدین رد المحتار میں جو کہ فقہ حنفی کی ایک نہایت مستند کتاب ہے اختلاف شعار کا ذکر کرکے لکھتے ہیں جس بات کی دل شہادت دیتا ہے وہ تو یہ ہے کہ مخالف کے پیچھے نماز پڑھنا جبکہ وہ فرائض کی رعایت کرتا ہو مکروہ نہیں کیونکہ بہت صحابہ و تابعین جو کہ ائمہ مجتہد تھے سب ایک امام کے پیچھے نماز پڑھتے تھے حالانکہ ان میں باہم مسئلوں کا اختلاف بھی تھا۔ دیکھو جلد ا صفحہ ۲۱۶ مطبوعہ مصر باب الامامۃ ۱۲

[2] یہ معاہدہ کئی بار طبع ہوا ہے ۱۲

تک پوچا۔ مقلدین نے اس بنا پر کہ یہ لوگ اہلسنت و جماعت یا مسلمان نہیں لہٰذا اہل سنت کی تعمیر کردہ مساجد میں کوئی استحقاق نہیں رکھتے مساجد میں آنے سے روکا حکام نے علمائے فریقین کے بیان اور ہر دو فریق کی کتب مسلمہ سے حوالے لیے اور نہایت مہذب صورت باہمی مناظرے کی قائم ہوئی۔ غیر مقلدین نے ظاہر کیا کہ ہم کو اسلام یا اہل سنت سے خارج کہنا صحیح نہیں۔ ہمارا بعینہ وہی عقیدہ ہے جو اہل سنت کا ہے ہم میں اور انمیں فرق یہ ہے کہ فقہ کا جو مسئلہ حدیث کے خلاف ہوتا ہے ہم ہمیں حدیث پر عمل کرتے ہیں اور یہ بجائے حدیث کے امام کے بتلائے ہوئے مسئلہ پر جسکا نام فقہ ہے عمل کرتے رہتے ہیں اور یہ ایسی بات نہیں جسکی وجہ سے ہم اسلام سے یا اہل سنت سے خارج ٹھیرائے جائیں (تمہیں انصاف کرو کہ کسی مسلمان کے سامنے رسول کی حدیث رکھی ہو اور اسکو یہ بھی ثابت ہو جائے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور منسوخ نہیں اور یہ بھی مسلم ہے کہ پہلے زمانہ میں حدیثیں کتابوں میں جمع نہ ہونے کے سبب سے ہر امام کو سب حدیثیں نہیں مل سکیں اور اسی واسطے اماموں نے خود وصیت کی ہے کہ جب تمہیں حدیث صحیح ملجائے اور ہمارا مسئلہ حدیث کے خلاف ثابت ہو تو حدیث پر عمل کرنا۔ ایسی صورت میں اس مسلمان کو جبکہ امام کا بتایا ہوا مسئلہ حدیث کے خلاف ہے۔ کیا کرنا چاہیے۔ کیا ایسے وقت میں بھی حدیث کو چھوڑ کر کوئی دوسری بات اختیار کرنے کے لائق ہے) غرض یہ لوگ ان چاروں اماموں میں سے کسی ایک معین امام کے مذہب کے جملہ مسائل میں تقلید کرتے ہیں قرآن و حدیث کو مقدم رکھتے ہیں جو اس سے ثابت ہو وہ لیتے ہیں خواہ کسی امام کے موافق پڑے بس یہی ہم کرتے ہیں۔ اور یہی ہمارا مذہب ہے۔ اس کے سوا جو کچھ ناپسندیدہ باتیں ہماری نسبت مشہور کی گئیں ہیں محض تہمت ہیں اس کا جو کچھ ان سے ہو سکا ثبوت دیا حکام نے فریقین کے بحث مباحثے و جرح قدح سننے کے بعد غیر مقلدوں کو ڈگری[1] دی اور تسلیم کیا کہ بیشک دلائل اور کتب مسلمہ فریقین کی رو سے یہ لوگ

نقول فیصلہ جات | [1] دیکھو فیصلہ دیوانی جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر دہلی ۵ جنوری سنہ ۱۸۹۳ء اور فیصلہ محکمہ کمشنری دہلی ۷ ستمبر سنہ ۱۸۹۳ء اور فیصلہ دیوانی جوڈیشل اسسٹنٹ کمشنر ۲۹ دسمبر سنہ ۱۸۹۳ء اور فیصلہ عدالت فوجداری نصیر آباد مجسٹریٹ درجہ اول ۳۱۔ اکتوبر سنہ ۱۸۹۴ء اور روبکار ضلع امرتسر مجسٹریٹ ضلع امرتسر ۲۷۔ اگست سنہ ۱۸۹۶ء جس میں یہ الفاظ بھی درج ہیں۔ اگرچہ مسائل ثابیہ کو مدعا علیہ (مقلد) مانے یا نہ مانے۔ لیکن بیشک وہ بہت بڑا فرقہ مسلمانوں سے ہے۔ اور فیصلہ بابو سرلیش چندر بوس صاحب منصف غازیپور ۲۳ فروری سنہ ۱۸۹۷ء منصف صاحب علم عربی میں بھی اچھی قابلیت رکھتے تھے۔ اس لئے انہوں نے خوب سمجھ کر نہایت ہی قابلانہ اور مدلل تخمیناً تین سو صفحوں پر فیصلہ لکھا۔ فیصلہ صاحب جج بہادر ضلع غازیپور ۵ نومبر سنہ ۱۸۹۷ء جو بنا بر اپیل فیصلہ منصف صاحب مذکور صادر ہوا۔ چونکہ مختصر ہے۔ اس لئے اس کے بعض الفاظ لکھتے ہیں۔ میں اپیلانٹ اس مذہب کا مقامی رہنما ہے جس کے بانی ابو حنیفہ ہیں جو ان چار مذہبوں میں سے ایک ہے۔ جو مسلمان میں پائے جاتے ہیں۔ رسپانڈنٹ فرقہ غیر مقلدین میں سے ہے۔ جو مذاہب اربعہ میں سے کسی خاص کا پابند ہونا نہیں چاہتے۔ بلکہ اس امر کا دعویٰ رکھتے ہیں کہ جو کچھ عبادات اذکار و ادائے مذہبی حدیث نبوی صلعم سے ثابت ہو انپر عمل کریں ۔۔۔ اور لکھتے ہیں ذرا بھی کوئی وجہ اس امر کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ رسپانڈنٹ کے افعال کلمہ اعتقاد اور ایمانداری کے موافق نہیں ہیں۔ اور لکھتے ہیں اپیلانٹ ہم کو زبردستی یقین دلانا چاہتا ہے۔ کہ ان چاروں

اہل سنت ہیں اور مساجد کے بھی مستحق۔ انتہائی ڈگری غیر مقلدوں کی یہی رہی اور وہی بات ثابت ہوئے

ان مقدمات سے ایک مطلب خیز نتیجہ

ان مقدمات سے سمجھدار لوگوں کے لیے ایک بہت بڑا نتیجہ نکل سکتا ہے۔ جو کسی دوسرے مباحثے اور مناظرے سے نہیں نکل سکتا تھا وہ یہ کہ ان کو راجح اور حق بات معلوم کر لینے کا اچھا موقع ہاتھ لگ گیا اسلیئے کہ اگر کسی فریق کے عالم سے پوچھتے تو ہر ایک اپنی ہی کہتا اور بالمقابل اور مناظرے سے دریافت ہونے میں یہ دقت ہے کہ بعض آدمی کم سخن اور کوتاہ بیان ہوتے ہیں گو حق پر ہوں لیکن ایک لسّان اور چالاک آدمی سے قائل ہو جاتے ہیں بعض رعب کی وجہ سے مغلوب ہو جاتے ہیں اور تحریری سلسلہ ختم ہونا مشکل ہوتا ہے ایسے موقع میں جبکہ فریقین کے علماء نے اپنے

حاشیہ بقیہ صفحہ ۸ ہیں تو کسی ایک کی پیروی کیے بغیر کوئی شخص پکا مسلمان نہیں ہو سکتا"۔ پھر مسلمات فریقین سے حوالے اور چاروں اماموں کے اقوال نقل کرنے کے بعد لکھتے ہیں: نتیجہ ان اقوال کا یہ ہے کہ اگر کوئی مسلمان بحالت اختلاف رائے اماموں کے حدیث نبوی قبول کر کے امام کے قول کو ترک کر دے تو اس سے وہ اسلام سے خارج نہیں ہو جاتا ہے بلکہ اس کے خلاف کہنا بیجا اور جہل ہے گو کہ ایسا خیال کرنا سادگی سے ہے کہ قبل چاروں اماموں کے کوئی پکا مسلمان ہوا ہی نہیں۔ اور فیصلہ اجلاس کامل ہائیکورٹ الہ آباد ۵ نومبر ۱۸۸۹ء عطاء اللہ بنام عظیم اللہ وغیرہ اس میں لکھتے ہیں لیکن انہوں نے (یعنی غیر مقلدین نے) ایک امر کو بھی ایسے ترجیح دی جان کی وجہ سے اور وجہ مذکور میری دانست میں ناممکن التردید ہے وہ بلا شبہ مسلمانوں کے ایک ایسے فرقہ میں داخل ہیں جو قدیم مذہب کے قائل ہیں اور بحیثیت مذکور مدعیان کو مسجد مذکور کے عام طور پر عبادات اور دیگر اغراض مذہبی کے لئے جن کے واسطے مسجد استعمال کی جاسکتی ہے استعمال کرنے کا اسی قدر استحقاق ہے جس قدر کہ مدعاعلیہم کو ہے مدعاعلیہم کو کوئی استحقاق ہر دیگر فرقہ کو بجز خاص اپنے فرقہ حنفیہ کے اس کے اندر جانے سے مزاحمت کرنے کا نہیں ہے۔ امر غیر اہم ہے کہ مدعیان نے فرقہ حنفیہ کو ترک کیا یا وے شروع ہی سے محمدی یا اہل حدیث یا محمدیین ہیں یا جیسا کہ مدعاعلیہم ان کو نامزد کرنا چاہتے ہیں وہابی ہیں۔ خواہ جس نام سے وہ نامزد کیے جائیں وہ سنی مسلمان متصور ہونگے۔ اور حالانکہ ان سے کہ انہوں نے فرقہ حنفی کو ترک کیا یا انہیں ان کے صحیح قدیم مذہب کے قائل ہونے میں یا ان کے سنی ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں ہو سکتا۔ اور فیصلہ اجلاس کامل ہائیکورٹ الہ آباد ۲ نومبر ۱۸۸۹ء جن کو بنام حمداللہ اس میں لکھتے ہیں بلحاظ امر واقعہ کے یہ تجویز ہوا ہے کہ مدعیان (غیر مقلد) مسلمان ہیں اور یہ تجویز نہیں ہوا ہے کہ انہوں نے کوئی ایسا کام مسجد میں کیا یا کرنا چاہا جو خلاف قانون شرع اسلام ہے اور لکھتے ہیں مقدمہ میں کوئی شہادت مطلق نہیں ہے کہ جس سے الزام مرجوعہ منجانب مدعی مقابلہ نامبردگان کے کہ وے (غیر مقلد) مسلمان نہیں ہیں ثابت ہوئے وے اپنے کو محمدی جو کہ عربی لفظ واسطے مسلمانوں کے ہے کہتے ہیں۔ اور اگر مدعی نامبردگان کو وہابی کہتا ہے تو نسبت اس امر کوئی ثبوت نہیں ہے کہ وے کسی فرقہ خلاف مذہب میں داخل ہیں۔ اور فیصلہ پریوی کونسل نفس کرم وغیرہ بنام مولا بخش وغیرہ

۲۹-۳۰ جنوری، ۳۱ فروری ۱۹۰۱ء اس میں لکھتے ہیں تجاویز اہم حکام عالی مقام کو در اصل حسب ذیل معلوم ہوتی ہیں۔

(الف) مدعیان اس فرقے کے ہیں جو عامل بالحدیث یا اہل حدیث کہلاتا ہے (ب) عامل بالحدیث بھی سنی ہیں۔ اور سنت جماعت میں داخل ہیں (ج) کوئی سند اس بات کے کہنے کی نہیں ہے کہ عامل بالحدیث حنفی کی نماز میں شامل نہیں ہو سکتے اس قسم کے اور بھی چند فیصلے ہیں ان تمام فیصلجات میں حکام نے جن کو کسی کی طرفداری سے کوئی غرض نہیں۔ فریقین کے علماء کا اظہار لے کر اور فریقین کی مسلم کتابوں سے تحقیق کر کر اہل حدیث کو ڈگری دی اور تسلیم کیا کہ یہ لوگ پکے مسلمان ہیں۔ اور اصل طریقہ اسلام پر ہیں۔ اور اہل سنت ہیں اور مسلمانوں کی مسجدوں کے مستحق ہیں۔ اور کوئی وجہ اس کی نہیں کہ ان کے پیچھے نماز ناجائز ہو۔

(۹ تا ۱۲ و ۳۳ تا ۴۸ صفحات تک حمایت اسلام پریس لاہور میں باہتمام (شیخ) حسن الدین پرنٹر چھپی)

اپنے مبلغ علم کو خرچ کرکے اور نہایت اطمینان اور مہلت کے ساتھ اپنے ثبوت پیش کیئے اور ہر ایک فریق نے اپنے سربرآوردہ علمار کو جمع کرکے مجموعی قوت صرف کرکے اپنا حوصلہ پورا کر لیا۔ اور ثالثوں نے بلا رو و رعایت جو کہ فیصلہ کرنے میں تجربہ کار اور ایک غیر مذہب ہے جس کو کسی کی جانب داری منظور نہیں فیصلہ دیا اور پھر ایک عدالت نے نہیں۔ بلکہ متعدد اور بڑی عدالتوں اور بڑے بڑے حذاق نے فیصلہ دیا گو ان کا ذاتی قول دین کے معاملہ میں ہیچ ہے۔ مگر فریقین کے دلائل کو دیکھ کر فریقین کی کتب کی رو سے فیصلہ کیوں نہیں کر سکتے ہیں خصوصاً جبکہ وہ ان کتب سے واقف ہو چکے ہیں اور اسکے موافق مقدمات کرتے رہتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ ایسی صورت میں بحسب ظن غالب ڈگری دار کی حقیقت کا ثبوت ہوتا ہے۔ اسکے علاوہ تقریری مناظرے بھی بہت سے واقع ہوئے۔ ایک عظیم الشان مناظرہ ۱۳۰۵ھ میں بمقام مرشد آباد ہوا جس میں فریقین کے صدہا اہل علم جمع تھے جس کی روئداد فریقین نے چھاپ کر شائع کی۔ اور تحریری رسائل کا سلسلہ بھی خوب جاری ہوا۔

بہت سے علما کا اہلحدیث کے موافق ہوجانا اور بہتوں کا مجبورانہ انکے اصول کو تسلیم کرنا

اس سب کا نتیجہ یہ ہوا کہ اگر ہندوستان کے کل اہل علم کو شمار کرکے دیکھا جائے تو نصف حصہ سے زائد علمار کا وہ گروہ نکلے گا جو اس مذہب کی حقانیت کا قائل ہو گیا۔ گو سب کے سب علما اسکے موافق کاربند نہ ہوئے اگر ایسا ہوتا تو عوام کے لیے بہت اچھا نتیجہ نکلتا۔ بعض تو اپنے خیال کے موافق بعض مصالح دینی کی وجہ سے اور بعض بمقتضائے بشریت دنیاوی خوف یا طمع کی وجہ سے پورے طور پر اظہار نہ کر سکے اور طریقہ مروجہ پر قائم رہے جن سے عام لوگوں کو کوئی بڑا فائدہ نہ پہنچ سکا۔ بلکہ جب تک خلوت کے موقع میں اور بہت کچھ کہہ سن کر اور اچھی طرح اُن کا اطمینان کرا کر نہ پوچھا جائے اور وہ اپنا ما فی الضمیر ظاہر نہ کریں عوام اُنکو مقلد اور غیر مقلدوں کا مخالف سمجھتے رہتے ہیں حالانکہ وہ مخالف نہیں بلکہ حقانیت کے مقر ہیں اس مخالف گروہ علما میں بھی اکثر ایسے ہیں جو اس مذہب کے اصول و فروع کو مجبورانہ طور پر تسلیم کرتے ہیں اور بجز اسکے کوئی عیب بتا نہیں سکتے کہ

مولوی رشید احمد صاحب کا تعصب اہلحدیث سے

چنانچہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی سرگروہ احناف دیوبندیہ جن کو اہل حدیث کے ساتھ ایک خاص تعصب بھی ہے جس کی وجہ سے وہ نہایت سخت سخت الفاظ کے ساتھ اہل حدیث کو اپنی تحریروں میں یاد فرمایا کرتے ہیں۔ چنانچہ رسالہ سبیل الرشاد میں اہلحدیث کی نسبت لکھتے ہیں۔ ضلالت میں پڑ گئے افسوس صد افسوس ایسی ہی سمجھ نے انکو خراب کیا دیکھو صفحہ مطبوعہ مجتبائی سنہ ۱۳۱۰ھ کیا جہل نے جہلار کو خراب کیا ہے جہلار زمانہ صفحہ خود رائے جہال نادان صفحہ اس قوم کی یہ جہالت کے کلام خود گمراہی کے آثار ہیں صفحہ ایسے جہال صفحہ حالانکہ جس بنا پر وہ انکی نسبت فرماتے ہیں وہ خود غلطی پر مبنی ہے اور اسی تعصب کی وجہ سے انہوں نے اس رسالہ میں سخت مسامحات کیئے ہیں مولوی رشید احمد صاحب کا فتویٰ اس بنا پر ہے کہ حدیث پر عمل کرنا۔ فاتحہ خلف الامام پڑھنا۔ رفع یدین۔ آمین بالجہر۔ سینہ پر ہاتھ باندھنا جائز ہے دیکھو صفحہ ۱۱

اہلحدیث کے نیک نیت ہونے یا اماموں کو بُرا کہنے کا جواب

یہ لوگ جو آمین بالجہر اور رفع الیدین وغیرہ کرتے ہیں اور حدیث کے عامل بنتے ہیں نیک نیتی سے نہیں کرتے۔ بلکہ فساد کے لیے اور اپنی شہرت کے لیئے کرتے ہیں یا اماموں کو بُرا کہتے ہیں اور اپنے آپکو اُن سے بڑھ کر سمجھتے ہیں جبھی تو انکا کہنا نہیں ملتے وغیرہ وغیرہ (جنکا ذکر ہم آگے انشاء اللہ کریں گے) حالانکہ نیت کا حال تو اللہ ہی کو معلوم ہے باقی بُرا کہنا محض اتہام ہے جس کی اصلیت بس یہی ہے کہ جو قول انکا حدیث رسول اللہ صلعم کے خلاف ہوتا ہے حدیث کی وجہ سے اُس کو چھوڑ دیتے ہیں جو دراصل انکا خلاف ہی نہیں بلکہ یہ تو انکی عین وصیت ہے کہ جس کی بابت وہ بڑی تاکید کے ساتھ حکم دیگئے۔ پس حدیث ملنے پر حدیث لینا یہ انکی عین منشاء ہے۔ بلکہ نہ لینا ہی انکی مخالفت ہے تو صحیح حدیث کو چھوڑ کر امام کے قول پر جو حدیث کے خلاف ہی چلنے والا اللہ اور رسول کا مخالف تو ہو ہی گیا۔ اماموں کا بھی مخالف ہوا۔ اور اگر خلاف ہی کرنے سے بُرا کہنا یا اپنے آپ کو افضل سمجھنا لازم آتا ہے تو حنفی جو باقی تینوں اماموں اور دیگر صدہا ائمہ اور صحابہ کا جو ہزاروں مسئلوں میں حنفی مذہب کے موافق نہیں خلاف کرتے ہیں تو کیا یہ اُن کو برا کہتے ہیں یا اپنے آپکو ان سے بڑھ کر سمجھتے ہیں اور خود امام صاحب کے شاگردوں نے امام صاحب کا ایک تہائی مسئلوں میں خلاف کیا اور فقہائے حنفیہ نے بہت سے مسائل[۲] میں امام ابو حنیفہ صاحب کے قول کے خلاف فتوی دیا تو کیا اس وقت امام صاحب کو بُرا خیال کیا۔ یا اپنے آپ کو اُن سے بڑھ کر سمجھا۔ اور کیوں ایسا کیا۔ غرض اکثر مخالف علماء بھی بمجبوری اُنکے اصول و فروع مذہب کو تسلیم کرتے ہیں۔ اور بجز بالائی باتوں کے اور کوئی حیلہ انکار کا نہیں پیدا کر سکتے۔ اور حق تو یہ ہے کہ جس کسی کو سچی سچی اصلیت ان لوگوں کے مذہب کی معلوم ہو جائے تو عالم کیا کوئی مسلمان بھی اُنکے مذہب کی حقانیت میں شک نہیں کر سکتا[۳]

بقیہ حاشیہ ؎ چنانچہ آپ سبیل الرشاد میں لکھتے ہیں البتہ جو مواقع اجتہاد کے نہیں وہاں ظاہر حدیث پر عمل میں مضائقہ نہیں جو صاف صاف حکم ہیں انتہے ص ۳ ہرگز تارک قرأۃ خلف الامام کی صلوۃ فاسد و ناقص نہ ہوگی۔ جیسا کہ قاری کی نماز میں نقصان نہیں کہ ہر ایک امام اور علمائے صحابہ اور تقریر فخر عالم علیہ السلام پر عامل ہے کسی کو دوسرے پر گنجائش طعن کی نہیں انتہی ص ۲ اسی طرح رفع الیدین اور آمین بالجہر اور سینہ پر ہاتھ باندھنے کی سنت کا اقرار کیا ہے ص ۲۹ تقلید غیر شخصی کا کتاب و سنت سے ثابت ہونیکا اقرار ہے تقلید شخصی کے سوا اتباع مذہب کے عمل کرنے کا بھی قرآن و حدیث سے ثابت ہونیکا اقرار ہے ص ۲ اور لکھتے ہیں بعد ثبوت اس امر کے کہ مسئلہ اپنے امام کا خلاف کتاب و سنت کے ہے ترک کرنا ہر مومن کو لازم ہے ص ۴ ۱۲ حواشی صفحہ ہذا ؎۱ ردالمحتار میں ہے فحصل المخالفۃ من الصاحبین فی نحو ثلث المذہب ہیٰ جلد ۱ جس نسخہ سے ہم نے نقل کیا ہے اس میں یہی تھا ورنہ مشہور دو تہائی خلاف ہے ۱۲

؎۲ ردالمحتار میں لکھنؤ میں تصریح کی فقہانے کہ ذوی الارحام کے تمام مسائل میں امام محمد کے قول پر فتوی ہے اور قضا کے متعلق جو مسائل ہیں ان میں ابو یوسف کے قول پر فتوے ہے ص ۵۳ جلد ۱ ۱۲

؎۳ اگرچہ یہ بات تو ایسی واقعی اور بین ہے کہ کسی ثبوت

دیکھو صفحہ نمبر ۱۲

اہلحدیث کے عقائد و اعمال اور انکا خلاصۂ مذہب

کیونکہ انکا مذہب وہی ہے جو اسلام تعلیم دیتا ہے انکے عقائد و اعمال بعینہا وہی ہیں جو اللہ کا کلام اور رسول کی حدیث بتاتی ہے (اس سے وہ علیحدہ ہونا نہیں چاہتے) جیسا کہ سلف اہل سنت و الجماعت سے چلے آتے ہیں وہ اللہ وحدہ لاشریک لہ کو تمام عیبوں سے پاک اور ساری خوبیوں کے ساتھ موصوف سمجھتے ہیں۔ ذات و صفات کسی بات میں کسی کو اس کا شریک نہیں کرتے۔ محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو تمام عالم سے افضل اور سب کا سردار جانتے ہیں نہ کوئی انکا سا ہوا اور نہ آیندہ ہوگا۔ اسی طرح فضیلت صحابہ اور ان میں ترتیب مراتب کا جیسا کہ کتب اہل سنت میں درج ہے عقیدہ رکھتے ہیں کرامات اولیاء کو حق جانتے ہیں ائمہ اربعہ و دیگر ائمہ حدیث وغیرہم کو پیشوائے امت اور اپنا ہادی اور راہنما یقین کرتے ہیں غرض انکے عقائد وغیرہ وہی ہیں جو اہل سنت کے ہیں ان میں کسی طرح کا فرق نہیں۔ وہ ہر مسئلہ میں (اللہ کے کلام پاک) قرآن مجید اور اس کے رسول کی) حدیث شریف کی پیروی کرنا چاہتے ہیں ہاں یہ ضرور ہے کہ وہ کسی بات کی رسم و رواج کو دیکھ کر یا اس کو آبا و اجداد سے ہوتے ہوئے چلا آتا پا کر صحیح و حق باور نہیں کر لیتے بلکہ وہ ہر بات کی اصل و حقیقت دریافت کرنا چاہتے ہیں جس بات کی سند قرآن و حدیث سے پاتے ہیں اسپر کاربند ہوتے ہیں جس بات کا قرآن و حدیث سے پتہ نہیں چلتا گو وہ کیسی ہی مروج ہو اور لوگ اسے پرانے وقتوں سے ہوتی چلی آتی بتائیں مگر وہ اسے اختیار کرنا نہیں چاہتے اور نہ اس کو دین میں شامل سمجھتے ہیں وہ ہر ایک کو اسکے مرتبہ پر رکھنا چاہتے ہیں ولی کو ولی اور واجب التعظیم سمجھتے ہیں اور کیسے نہ سمجھیں حدیث قدسی میں خود اللہ تعالیٰ ہی نے فرما دیا ہے مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ[1] مگر ولی کو خدا بنانا نہیں چاہتے نہ اسکو عالم الغیب سمجھتے ہیں اور نہ متصرف فی العالم سمجھتے ہیں یعنی یہ کہ وہ کسی کے نفع نقصان کے مالک ہیں (ہاں کسی زندہ بزرگ سے دعا کی درخواست کرنا اس کا انکار نہیں یہ خود رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت ہے) نہ بجائے اللہ کے نام کے کسی بزرگ کے نام کی تسبیح پڑھنا چاہتے نہ کسی بزرگ کی قبر کو سجدہ وغیرہ کرنا یا نیاز چڑھانا جائز سمجھتے ہیں۔

بقیہ حاشیہ صلہ دینے کی محتاج نہیں تاہم اگر کسیکو شک ہے تو آجکل اہلحدیث کے دشمنکے ساتھ بدظنی ہی عقائد کے متعلق مولفات کو دیکھو۔ نواب صدیق حسن خانصاحب مرحوم کی عقائد میں چند تالیفیں ہیں۔ مثلاً عقیدۃ السنی فتح الباب لعقائد اولی الالباب اور ہمارے استاد بھائی جناب مولوی عبداللہ صاحب پنجابی کی کتاب عقیدہ محمدیہ کو دیکھو ان کتابوں میں کہیں ان باتوں کا جو مخالف نسبت کرتے ہیں پتہ و نشان بھی نہیں بلکہ اسکے خلاف موجود ہے جیسا کہ اہل سنت کے عقائد ہیں

[1] جو میرے ولی کے ساتھ عداوت کرے اسکے ساتھ میں لڑائی کا اعلان کرتا ہوں۔ صحیح بخاری وغیرہ ۱۲

غرض عوام ناواقفوں کی طرح اولیاء اللہ سے وہ معاملہ کرنا نہیں چاہتے جو اللہ سے کرنا چاہیئے
ہاں وہ معاملہ کرنا چاہتے ہیں جو اس کے اولیاء کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ اسی طرح وہ کسی عالم کو
نبی کے مرتبہ پر پہنچانا نہیں چاہتے۔ جیساکہ نبی خطا سے معصوم ہیں اور جو کچھ وہ فرمائیں بلا
چون وچرا اسکے سامنے سر تسلیم خم ہے اور جو جس نبی کی امت[1] میں ہے اُس کو اسی نبی کی تابعداری
تمام امور میں لازم ہے اور ہر چھوٹے اور بڑے مسئلہ میں اسی کے حکم و فرمان کی تلاش ضروری
ہے اسکے سامنے اوروں کے ...... قول ساقط الاعتبار و ناقابل عمل ہیں۔ اسی طرح
کسی عالم کے ساتھ معاملہ کیا جائے کہ اسی کے مذہب اور عندیہ کی تلاش تمام واقعات و مسائل
میں پیش نظر ہو اور جو کچھ وہ فرمائیں بلا تحقیق اور بغیر دلیل دریافت کیئے ہوئے واجب التسلیم
رہے اور اُسی کی منشا اور رائے کی ہر مسئلہ میں جستجو ہو۔ اُسکے سوا اور تمام علماء کے اقوال اسکے
سامنے ساقط اور ناقابل عمل ہیں۔ وہ جو کہہ دے اسی پر عمل ہو۔ گویا وہ عالم یا امام معصوم ہے
اور نبی کی طرح جو کچھ کہدے وہی صحیح ہے وہ لوگ اس طرح کسی عالم کو اپنی طرف سے ٹھہرا کر
ایسا معاملہ کرنا نہیں چاہتے۔ بلکہ وہ کہتے ہیں کہ سارے حقانی علماء اور امام ہمارے ہادی
اور احکام الٰہی کے بتانے والے ہیں اور سب ہی ہمارے پیشوا ہیں۔ جو مسائل کہ اتفاقیہ ہیں
اس میں تو کچھ کلام نہیں۔ جن مسائل میں انکے اندر اختلاف ہے اور یہ ظاہر ہے کہ اختلاف میں
عند اللہ حق ایک ہی ہوتا ہے اور ہمارا مقصود اصلی تابعداری احکام الٰہی کی ہے نہ کسی دوسرے
کی تو ضرور ہے کہ ہم اپنی پہنچ اور وسعت بھر تحقیق[2] کریں کہ کس کا قول قرآن و حدیث کے رو سے
زیادہ قوی اور راجح ہے جو غالب ثابت ہو اس پر عمل کریں اور جو اُسکے خلاف ہے اُس کو چھوڑ دیں
اور ہمیشہ اس کا قصد رکھیں اور ویسے کسی ایک کے بلا تحقیق کیئے ہوئے التزام کرکے پیچھے ہو لینے او
باقی سب علماء کے اقوال ساقط الاعتبار قرار دے لینے کی کوئی وجہ نہیں بہر حال وہ یہی چاہتے
ہیں کہ ہر بات قرآن و حدیث کے موافق کریں اور اسی کو مقدم رکھیں اور برادرست اسی سے
حجت پکڑیں۔ ایسا نہ ہو کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اسکے خلاف کسی کے قول کو لیں
ہاں جو بات قرآن و حدیث سے نہ مل سکے اس میں صحابہ کرام اور ائمہ عظام کے قول کو اختیار

---

[1] پہلے زمانے میں انبیاء خاص خاص قوموں کی طرف بھیجے جاتے تھے اور اُس وقت میں ایسا ہی ہوتا تھا جب نبی آخر الزمان مبعوث ہوئے تو وہ تمام عالم کے لیے نبی کرکے بھیجے گئے۔ اب انکے وقت میں کسی دوسرے نبی کی انکے خلاف تابعداری جائز نہیں ۱۲

[2] اس کی زیادہ تفصیل انشاءاللہ تعالےٰ آگے آئے گی۔

کر سکتے ہیں۔ الحاصل ان غیر مقلدوں کا مذہب ہے قرآن و حدیث۔ جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو اسی پر عقیدہ ہے۔ اگر عقائد کے متعلق ہے اور اُسی پر عمل ہے اگر اعمال کے متعلق ہے۔ قرآن و حدیث کے خلاف کوئی رسم و رواج ہو یا کسی بزرگ یا عالم کا قول ہو وہ قرآن و حدیث ہی کو لیتے ہیں اس کے خلاف نہیں لیتے۔ وہ صاف صاف اسی طریقہ پر چلتے ہیں اور چلنا چاہتے ہیں جو اسلام کی تعلیم اور اُس کا اصل منشاء ہے اور جو کہ زمانہ صحابہ اور تابعین اور ان چاروں اماموں کے وقت میں اور ان کے بعد بھی چوتھی صدی تک رہا جس کو چوتھی صدی کے بعد تقلید کے عموماً رواج پانے کے سبب سے لوگ بھول گئے۔ اور اس سے بے خبر ہو جانے کی وجہ سے اس کو ناحق اور خلاف طریقہ اسلام ایک مسلک سمجھنے لگے حالانکہ وہ ہی اصل طریقہ تھا جس کی اسلام نے تعلیم دی تھی اور ایک جماعت بندگان الٰہی اسکی پابند ہمیشہ ہی سے چلی آ رہی ہے اور اب تھوڑے دنوں سے ہندوستان میں کچھ زیادہ ہو گئی۔ جس سے لوگ ناواقفیت کی وجہ سے متعجب ہیں۔ پس غیر مقلدوں کا یہی عقیدہ ہے اور یہی اُنکا طرز عمل ہے۔

مقلدین کا اہل حدیث کو غیر اور بُرا سمجھنے میں بڑی غلطی کرنا۔

اب جو اُنکو اسلام سے خارج یا اہل سنت سے باہر کہا جاتا ہے اگر نفس الامر میں یہ باتیں اسلام سے خارج کر دینے والی یا اہل سنت سے باہر کر دینے والی ہیں تو بیشک وہ نہ مسلمان ہیں نہ اہل سنت ہیں مگر ہم نہیں جانتے کہ اگر ایسے لوگ مسلمان یا اہل سنت نہ ہوں تو پھر کون ہے وہ جو مسلمان یا اہل سنت کہلانے کے لائق ہے اور جیسا کہ مقلدین انکو اپنے دائرۂ حق سے خارج اور بالکل باطل سمجھتے ہیں اگر مقلدین ان باتوں میں سے کسی بات کا صحیح طور انکار کر سکتے ہیں تو خیر جو چاہیں سو کہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ اُن کو اپنے سے بالکل غیر اور سخت بدخیال کریں لیکن ہم تو جہاں تک دیکھتے ہیں یہ جو باتیں ہم نے لکھیں خود مقلدین کو ان کے اقرار سے چارہ نہیں اور جب ایسا ہے تو مقلدین کیوں اُن کو بدترین خلائق سمجھتے ہیں۔

ف ۱ اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ اجماع و قیاس شرعی سے انکار ہے نہیں۔ بلکہ وہ بھی قرآن و حدیث ہی کی شاخ ہیں ۱۲۔

ف ۲ یہ خیال نہ کرنا چاہیئے کہ کسی عالم نے قصداً قرآن و حدیث کا خلاف کیا یا جان بوجھ کر خلاف مسئلے بتلائے یہ کسی عالم کا کام نہیں بلکہ جس کسی عالم کا ایسا قول ہے وہ خطاء اجتہادی ہے جس میں وہ معذور ہیں اور ان پر کوئی الزام نہیں۔ بلکہ اس میں بھی ان کو ایک اجر ضرور ملے گا۔ قرآن و حدیث کے خلاف ہو جانے کے چند وجوہ ہیں جن میں سے بعض کی تفصیل ہم آگے انشاء اللہ تعالے ذکر کریں گے۔ لیکن زمانہ سابق کے عالم سے کسی خاص وجہ سے اگر خطا ہو گئی تو ہم کو جائز نہیں کہ ہم جاننے کے بعد بھی اُسی پر اڑے رہیں۔ اور اس کے صحیح بنانے کے لیے کوئی نہ کوئی بات بنائیں وہ معذور تھے اور ہم معذور نہیں ۱۲۔

ف ۳ یہ سارا بیان مفصل طور پر آگے آتا ہے ۱۲۔

اہلحدیث کیطرف اولیار اللہ کے نہ ماننے کی نسبت کیوں جاتی ہے بڑی وجہ

ان اہلحدیث کا یہی حفظ مراتب جو وہ اولیار اور علمار کے ساتھ برتتے ہیں کہلاتا ہے کہ یہ لوگ اولیار کے قائل نہیں۔ یا اماموں کو برا کہتے ہیں۔ اولیار کا قائل نہ ہونا یا اماموں کو برا کہنا صرف یہی ہے کہ اولیار کی پرستش نہیں کرتے اور اماموں کے ساتھ معصوموں کا سا برتاؤ نہیں برتتے۔ اسکی مثال ایسی ہے جیسے شیعہ اہل سنت کی نسبت کہتے ہیں کہ یہ لوگ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو برا کہتے ہیں اور انکی توہین کرتے ہیں۔ برا کہنا اور توہین یہی ہے کہ شیخین سے افضل نہیں کہتے اسکے سوا کیا کوئی سنی حضرت علی کو حقیقت میں برا کہتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اس قسم کی تہمتیں کوئی نئی بات نہیں ہے پہلے بھی ہمارے بزرگوں پر طرح طرح کی تہمتیں جوڑی گئی ہیں۔

ائمہ اربعہ اور امام صاحب صاحب پر چند تہمتیں

چنانچہ ائمہ اربعہ[۱] کی نسبت کئی ناپسندیدہ باتیں لوگوں نے جوڑ دی تھیں اور خود امام اعظم صاحب کی نسبت تہمت لگائی گئی تھی کہ وہ[۲] کرامات اولیار کے قائل نہیں اور یہ بھی مشہور تھا کہ متدع اور نئی نئی باتیں نکالنے والے ہیں اور یہ[۳] بھی مشہور تھا کہ قیاس کی بنا پر دانستہ حدیث کا رد کرتے ہیں حالانکہ یہ سب غلط تھا کوئی ربانی عالم ایسا نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ان بچارے اہلحدیث[۴] پر بھی بہتان باندھے گئے۔ وہ حدیث و قرآن کو اپنا دین و ایمان سمجھتے ہیں رسول ہی کے اتباع کے لئے یہ ساری بدنامی اور مصیبت سہتے ہیں۔

اہلحدیث کسی امام کو برا نہیں کہہ سکتے اگر فرضاً کوئی کہے تو وہ ہم سے خارج ہے

پھر بھلا وہ کس طرح ایسا کر سکتے ہیں کہ ائمہ کو برا کہیں۔ قرآن و حدیث میں ایک طرح سے نہیں بلکہ مختلف طور پر اس کی ممانعت ثابت ہو رہی ہے۔ اول تو عموماً کسی مومن کو گالی دینا فسق بتایا ادنی مومن کو برا کہنا فسق ہے۔ دوسرے عموماً اموات کو برا کہنا صریح منع ہے۔ تیسرے عام مومن پر بہتان باندھنا حرام ہے چوتھے عموماً محسن کی شکر گزاری واجب ہے پھر بھلا کس کا منہ ہے کہ وہ ان ائمہ کو جو پیشوایان مومنین اور مسلمانوں کے افراد کاملین سے ہیں کوئی گالی دے یا برا کہے یا انکی برائی کرکے انپر بہتان باندھے اسلیے کہ وہ بڑے بڑے پاکیزہ نفوس تھے ہم جو عیب گیری کریں وہ اس سے پاک تھے برا کہنا تو درکنار ہم انکے شکریہ ہی سے سبکدوش نہیں ہو سکتے۔ انہی کی سعی کی خدمتوں کا نتیجہ ہے جو آج ہم دین کو کیسا آسانی کے ساتھ منقح اور مرتب پا رہے ہیں اس سب کے بعد بڑا مردود ہوگا جو انکو برا کہے۔ اہل حدیث کا ہرگز یہ

۱؎ دیکھو ردالمحتار حاشیہ درمختار جلد اول صفحہ ۲ مطبوعہ مصر مطبع یمنیہ ۱۲ ۲؎ دیکھو ردالمحتار جلد اول صفحہ ۳۱۷ بحث استقبال قبلہ ۱۲ ۳؎ دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۴۳ مطبوعہ مجتبائی دہلی از مختصر تاریخ بغداد ۱۲ ۴؎ دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۴۴ از عقود الجمان ۱۲

کام نہیں اور اگر بالفرض کوئی ایسا ہو بھی تو یہ اُسکا ذاتی فعل ہے جس کا وہ خود ذمہ وار ہے اور اُسی کے نفس پر اُسکا وبال ہے اُسکے اس فعل سے جو اہلحدیث کے اصول مذہب کے خلاف ہے اہلحدیث کے مذہب پر کوئی دھبہ نہیں آسکتا جیسا کہ کسی مسلمان کے جھوٹ بولنے یا چوری یا زنا وغیرہ کرنے سے اسلام پر دھبہ نہیں آسکتا بلکہ اُسکا الزام خاص اس شخص کی ذات تک محدود رہیگا نہ یہ کہ اسلام جھوٹوں چوروں زناکاروں کا مذہب کہلائے۔ بلکہ اگر غیر مقلدوں میں سے کوئی اس قسم کا پایا بھی جائے تو وہ قابل اعتبار افراد ہی سے خارج ہے جسکا فعل ساقط الاعتبار ہو وہ بہ نسبت اسکے کہ اہلحدیث کہا جائے زیادہ مستحق ہو کہ اہلحدیث سے خارج ٹھیرایا جائے چنانچہ پیغمبر صاحب نے خود بعض بعض جرموں پر لیس منا فرمایا۔

اہلحدیث کیطرف کوئی بیجا بات منسوب نہیں ہوسکتی اور انکا مذہب کسی حال میں غلط نہیں ہوسکتا۔

غرض اس قسم کی تمام وہ ناپسندیدہ باتیں جو اہلحدیث کیطرف منسوب کی جاتی ہیں اگر نفس الامر میں وہ قرآن و حدیث سے ثابت ہیں تو اُنکے ساتھ عیب گیری جائز نہیں۔ بلکہ اس صورت میں عیب گیری کرنیوالا

جامع الشواہد کے جواب اور فتح المبین کی شکایت اور اس کے جواب

۵۱ رسالہ جامع الشواہد میں بعض باتیں اس قسم کی بھی ذکر کردی ہیں جو در اصل صحیح ہیں مگر ان کو بُرے عنوان میں لا کر اور بدنما بنا کر نسبت کردیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے مگر ایسی عیب گیری کو کوئی دیدہ در پسند نہیں کرتا اگر نقص بیانی و بدعنوانی کو کام میں لا کر عیب گیری کا قصد کیا جائے تو کوئی مذہب اس سے بچ نہیں سکتا۔ بلکہ اکثر وہ باتیں جو جامع الشواہد میں بغرض عیب گیری اہلحدیث کی طرف نسبت کی ہیں اس کے جواب میں مؤلف جامع الشواہد کے مذہب میں اُنکا ہونا اچھی طرح سے ثابت کردیا گیا جہانتک ہم کو معلوم ہے اہلحدیث کی طرف سے جامع الشواہد کے چار جواب شائع ہو چکے ہیں عمارۃ المساجد مؤلفہ مولنا محمد سعید صاحب مدظلہ بنارسی۔ جامع الفوائد مؤلفہ مولنا عبید اللہ صاحب مرحوم کاشف المکائد مؤلفہ مولانا عبد الغنی صاحب جوناگڈھی۔ ابرار اہل حدیث۔ والقرآن مؤلفہ جناب مولانا حافظ عبد اللہ صاحب مدظلہ غازیپوری۔ یہ جواب نہایت خوب اور قابل دید ہے ہم نہیں جانتے انکا آجتک کسی نے جواب دیا ہو۔ بہر حال مؤلف جامع الشواہد کی اس نسبت سے جو غرض ہو وہ کسی طرح حاصل نہیں ہوتی۔ مؤلف الفتح المبین سے تعجب ہے کہ انہوں نے ضمیمہ میں بلا تحقیق رسالہ جامع الشواہد کو بڑے شد و مد کے ساتھ بغرض اظہار عقائد و مسائل غیر مقلدین و بغرض اظہار کذب اشتہار مولوی محمد حسین صاحب لاہوری جس کا ذکر ہم پہلے لکھ چکے ہیں ذکر کیا اور اس اشتہار پر بہت کچھ تعجب ظاہر کیا۔ کیونکہ جامع الشواہد میں حوالہ بہ نشان صفحات موجود ہے۔ افسوس ہے مؤلف مذکور نے نظر تحقیق سے ذرا کام نہ لیا۔ اگر وہ ان رسائل کو جو جامع الشواہد کے جواب میں لکھے گئے ملاحظہ فرماتے تو سارا تعجب نکل جاتا اور یہ کل اعتراض انکو بدلنے پڑتے لیکن باوجودیکہ وہ ان امور کو جو جامع الشواہد میں اہلحدیث کی طرف نسبت کیے ہیں۔ کفریات کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں (دیکھو صفحہ ۲۵ مطبوعہ نجم العلوم لکھنؤ ۱۳۱۱ھ) اس فرقے کے پیچھے جس کو وہ فرقہ ظاہریہ کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں اور جسکا مصداق سوا ان غیر مقلدوں کے کوئی ہے بھی نہیں، اپنے نماز پڑھنے کا بھی معمول بتلاتے ہیں دیکھو صفحہ ۲۶۔ اس سے خود ثابت ہے کہ ان کو اس نسبت کا یقین نہیں ورنہ کافر کے پیچھے نماز کیسی اور نہ جامع الشواہد کے حکم عدم جواز نماز کا ان لوگوں کے پیچھے جو اس نے بطور نتیجہ کے ان عقائد و اعمال پر مرتب کیا ہے اعتبار ہے۔ الفتح المبین مذکور کے (جس پر اہلحدیث کے فریق مخالف کو بڑا ناز ہے) اہلحدیث کی طرف سے کئی جواب طبع ہو کر شائع ہو چکے۔ فوز المحققین۔ خلاصۃ البراہین۔ الکلام المبین بسوط جواب قابل دید ہیں اور ہم نے نہیں سنا کہ اس کا اس وقت تک کسی نے جواب لکھا ہو۔ صاحب فتح المبین بھی باوجود (دیکھو صفحہ ۱۷۔

سخت مخالف اسلام ہے اور اگر ثابت نہیں تو اُنکی نسبت اہلحدیث کیطرف صحیح نہیں کیونکہ یہ دراصل اُن کا
مذہب نہیں ہے اور نہ وہ اسکے قائل ہیں اور اگر ثابت نہیں ہے اور غلطی سے وہ اسکے قائل ہیں تو یہ اُنکی اجتہادی
غلطی ہے ہم کسی کو اسکے ساتھ مقید کرنا نہیں چاہتے ہم تو خالص قرآن وحدیث کے اتباع کی ہدایت
کرتے ہیں نہ کسی کے اجتہاد ورائے کی تقلید کی۔ بلکہ ہم تو نہایت خوش ہیں اور ممنون احسان ہو کر
سننا چاہتے ہیں کہ ہم جس بات کے قائل ہیں کوئی اسکی غلطی اور اسکا قرآن وحدیث کے مخالف ہونا
ثابت کردے تاکہ ہم غلطی سے بچ جائیں اور ہم بڑی مسرت کے ساتھ اسکے قبول کرنے کو موجود ہیں اور ہم کو
کسی بات پر ہٹ کیونکر ہو سکتی ہے اسلیے کہ ہمارا مقصود قرآن وحدیث ہی ہے۔ جو بات قرآن وحدیث
سے ثابت ہوگئی وہی ہمارا مذہب ہے پھر ہم اُسکے خلاف پر کیوں ہٹ کرنے لگے۔ ہٹ تو جب ہوتی
کہ ہم کو کسی خاص شخص کے اقوال کی پابندی منظور ہوتی اور پھر اس شخص کے قول کی مخالفت قرآن
وحدیث سے کوئی ثابت کرتا تو بیشک ہم کو تکلفات کرنے پڑتے اور ایسے حیلے بنانے پڑتے جس سے
وہ مخالفت رفع ہو جاتی اور ہمارے مقتدا کا قول مخالف نہ ثابت ہو سکتا جیسا کہ مقلدین کو کرنا
پڑتا ہے۔ اگر کہیں سے تقلید شخصی کا وجوب یا جواز صحیح طور پر قرآن وحدیث سے ثابت کردیا جاوے
تو ہم نہایت مسرت کے ساتھ اسکے قبول کرنے کو موجود ہیں اور پھر کس لئے ہم کو یہ ساری مصیبتیں

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۶ اثبات خلاف اہل حدیث میں بڑی کوشش کے اصول مذہب اہل حدیث سے انکار نہ کر سکے اور مجبورانہ انہیں تسلیم کرنا پڑا چنانچہ صفحہ ۲۷ میں لکھتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ حنفیہ تقلید شخصی کو واجب نہیں جانتے ہیں محققین حنفیہ نے جس مسئلہ میں ان کو خلاف حدیث معلوم ہوا ترک کردیا ہے۔ پھر اہلحدیث بیچارے کیا بُرا کرتے ہیں وہ بھی تو یہی کرتے ہیں۔ اور صفحہ ۲۹ میں لکھتے ہیں جن لوگوں کو درجہ اجتہاد حاصل ہوا انکے واسطے سعی در تحقیق مسئلہ کی محال نہیں یا جن کو بعض مسائل میں مرتبہ اجتہاد ہو وہ بھی اُن تقلید سے خارج ہیں اُنکے واسطے بھی ان مسائل میں تقلید واجب نہیں انتہے اور صفحہ ۳۱ میں لکھتے ہیں البتہ جو ایسا شخص ہو کہ گو اُس کو بالفعل ملکہ استنباط نہیں مگر لیاقت و ذکاوت ایسی رکھتا ہے کہ اس سے امید ہے کہ اگر علم حاصل کریگا تو درجہ تحقیق کو پہنچ جائیگا۔ اُس شخص کو بیشک درجہ تحقیق حاصل کرنا چاہیے نہ تقلید کرنا انتہے اور صفحہ ۳۲ میں لکھتے ہیں حنفیہ کسی کی نسبت یہ دعویٰ نہیں کرتے کہ اُن کو کل حدیثیں بالیقین پہنچی تھیں خواہ امام صاحب ہوں یا امام مالک الخ انتہے فتح مبین پر اکثر علماء حنفیہ نے اپنی مہریں کی ہیں تو یہ سارے اقرار ان سب کو مسلم ہیں لحاصل اہلحدیث کا وہ مذہب ہے جس سے صحیح طور پر کوئی انکار نہیں کرسکتا اور فریق مخالف بھی انہیں تسلیم کرتا ہے جیسا کہ ہم پہلے کہہ چکے۔ مگر افسوس ہے کہ بحث ومناظرہ کے وقت تو مجبورانہ ان سب باتوں کو تسلیم کرتے ہیں مگر عموماً انکے ساتھ کاربند نہیں ہوتے اور یہی زیادہ تر وجہ ہے باہم خلاف رہنے کی چنانچہ توضیح اسکی آگے آتی ہے ۱۲۔

حاشیہ صفحہ ہذا ۱ے غالباً ناظرین کو اس تقریر سے اچھے طور پر ثابت ہوگیا ہوگا کہ اہلحدیث کا باعتبار اصول کے وہ مذہب ہے جو کسی وقت میں غلط نہیں ہو سکتا کوئی اُنکی کسی مسئلہ کی جس کو وہ اپنی تحقیق کے موافق حق سمجھ رہے ہیں اگر غلطی ثابت کرکے کتاب وسنت سے اُسکا خلاف ثابت کردے اور وہ اُسکو اختیار کریں تاہم اُن کا کوئی حرج نہیں اسلیے کہ یہی ان کا عین مذہب ہے اور وہ اپنے اصل مذہب سے ذرا نہیں ہٹے بلکہ اور زائد اس پر قائم ہوگئے اور اگر کوئی مذہب تقلید کی حقانیت کتاب اور سنت سے ثابت کردے اور وہ اس کو اختیار کریں جب بھی اُنکا کوئی نقصان نہیں اس لیے کہ اب بھی وہ اپنے اصل مذہب پر قائم ہیں یعنی کتاب وسنت کی پر صفحہ ۱

پہنچی پڑیں۔

ایک التماس سُننے کے قابل بالآخر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر غیر مقلد نفس الامر میں ویسے ہی ہیں جیسا کہ مشہور کیا گیا ہے اور واقع میں انکا مذہب ان قبیح اور ناپسندیدہ باتوں کا حکم دیتا ہے جو اُنکی طرف نسبت کی جاتی ہیں تو ہم ان سے بری ہیں اور ہم بھی انکو مردود سمجھتے ہیں مگر ہم نہایت عجز کے ساتھ اپنے انصاف پسند ناظرین سے سوال کرتے ہیں کہ ایک شخص اپنے آپکو مسلمان اہل السنۃ و الجماعۃ کہتا ہے اور اُسکا عقیدہ بھی وہی ہے جو اہل سنت کا ہے یعنی یہ کہ اللہ وحدہ لاشریک لہ ہی کذب وغیرہ عیوب سے پاک ہے کوئی چیز اجسام وغیرہا سے اس کی مثل نہیں اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین شفیع المذنبین ہیں اور آنحضرت اور تمام انبیاء تبلیغ احکام میں معصوم ہیں اور آنحضرت کے خلفاء راشدین کی خلافت برحق ہے اور اہل بیت عظام اور صحابہ کرام کی محبت داخل ایمان ہے اور ائمہ اربعہ اور تمام مجتہدین اور مشائخ عظام اور اولیائے کرام سب اسکے مقبول بندے اور واجب التعظیم ہیں۔ جو اللہ و رسول نے حلال کیا حلال ہے اور جو حرام کیا حرام ہے قرآن و حدیث میں امور آخرت جزا و سزا کے متعلق جو کچھ بیان فرمایا سب حق ہے۔ اس سے جو کچھ اللہ نے مراد رکھا ہم اس پر یقین رکھتے ہیں اور اسکے ظاہر معنے کے ساتھ اقرار کرتے ہیں اور بھی تمام امور میں وہی عقیدہ رکھتا ہے جو اہل سنت کا ہے اور وہ شخص نماز میں رفع الیدین کرتا ہے اور آمین بآواز بلند جہری نماز میں کہتا ہے اور سینہ پر ہاتھ باندھتا ہے اور کہتا ہے کہ میں یہ جو کچھ کرتا ہوں اسوجہ سے کرتا ہوں کہ مجھ کو ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ایسا کرتے تھے اور وہ ان سب باتوں کی سند حدیث وغیرہ کی ان کتابوں سے دیتا ہے جو تمام علماء اسلام اہل السنت والجماعۃ کے نزدیک معتبر اور مقبول ہیں اور انہیں کتابوں سے مقلدین ائمہ اربعہ بھی جب ان کو کسی بات کی دلیل لانی ہوتی ہے لاتے ہیں اور اپنے بحث مباحثہ میں اور مخالف کے مقابلہ میں ان ہی سے حجت پکڑتے ہیں اور ان مقلدین کی معمول بہا فقہ و اصول کی کتابوں میں جابجا ان ہی کتابوں کو

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱ ہدایت پر عمل کر رہے ہیں اور اپنے اصل مذہب سے ذرا جدا نہیں ہوئے۔ برخلاف فریق مخالف کے کہ جب کوئی مسئلہ انکا خلاف قرآن وحدیث کے ثابت کیا جاتا ہے تو اسکے ترک میں کیا کچھ اُن کو پیس و پیش کرنا ہوتا ہے اور اگر ترک کریں تو انکا امام کا مذہب چھوڑنا پڑتا ہے۔ اگر کوئی عذر کرے کہ ایسے مسئلہ کے ترک کی بابت امام کی خود ہدایت ہے لہذا مذہب چھوڑنا لازم نہ آیا تو اول تو اگر ایسا کریں تو پھر ہم کو چنداں بحث نہیں دوسرے یہ شق بھی خدشہ سے خالی نہیں جس کا ذکر کرکے انتشار اللہ آتا ہے اور جو مذہب تقلید کا حق کے خلاف ہونا قرآن وحدیث سے ثابت کر دیا جائے تو اس فریق کا اصل مذہب ہی جاتا رہے اہل قرآن و اہل حدیث کا مذہب کسی صورت میں غلط نہیں ہو سکتا اور فریق مخالف کے مذہب کو یہ بات حاصل نہیں ۱۲ حاشیہ صفحہ ہذا

سلہ اگرچہ یہ بات باقی بر صفحہ ۱۹

حوالے موجود ہیں وہ ان معتبر اور مسلم کتابوں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان افعال کا ثبوت اور انکا غیر منسوخ ہونا ثابت کرتا ہے۔ اسی طرح اُس شخص کے اور بھی مسائل ہیں جو ان چار مشہور اماموں سے اگر کسی ایک کے خلاف ہیں تو دوسرے کے ضرور مطابق ہیں مثلاً جو مسئلہ اُسکا امام ابو حنیفہ رح صاحب کے خلاف ہے تو امام مالک رح یا امام شافعی رح یا امام احمد رح کے ایک یا تینوں کے ضرور مطابق ہے اور جو امام مالک رح کے خلاف ہے تو امام ابو حنیفہ رح وغیرہ کے مطابق ہے اور اگر ہزاروں میں سے کوئی مسئلہ ایسا ہو کہ چاروں کے مطابق نہ ہو تو ان دیگر صدہا اماموں و مجتہدوں میں سے جو اہل سنت میں گذرے ہیں ضرور کسی نہ کسی کے مطابق ہوتا ہے بہرحال وہ جو کہتا یا کرتا ہے ایسا نہیں کہ وہی اکیلا اُسکا قائل ہو بلکہ انہیں مقبول اور مقتدا اماموں میں سے جن کو سب تسلیم کرتے ہیں کوئی نہ کوئی پہلے اُسکا قائل ہو چکا ہے۔ اور وہ ایسا بھی نہیں کرتا کہ سب مذہبوں میں سے آسان آسان باتیں چھانٹ لے یا جس وقت جس مذہب پر چاہے عمل کرنے لگے اور آزادوں کی طرح غیر مقید ہو جائے بلکہ وہ تابع دلیل کے ہے جس کا مذہب دلیل کی رو سے قوی ثابت ہو جائے اُسی کو اختیار کرتا ہے خواہ مشکل ہو یا آسان اور پھر اس سے وہ نہیں ہٹتا۔ ہاں اگر اُس کو کسی طور سے یہ ثابت ہو جائے کہ وہ بات جو پہلے اختیار کی تھی غلطی سے اُس کو قوی سمجھا تھا اور اب یہ بات جو اسکے خلاف ہے قوی ثابت ہوئی (جیسا کہ تمام ائمہ سے وقتاً فوقتاً مسائل میں رجوع ثابت ہوا ہے) اسی کو اختیار کر لیتا ہے۔ غرض وہ تابع قرآن و حدیث کے ہے جو کچھ وہ کرتا ہے یہی سمجھ کر تا ہے کہ یہی حکم اللہ اور

بقیہ حاشیہ صفحہ ۱۸ کتب حدیث پر صحیح و غلط کا مدار حنفیہ کو بھی مسلم ہے یہ روز روشن کی طرح ایسی ظاہر ہے کہ اس میں ذرا بھی محل شک نہیں تاہم ہم ایک قول طحطاوی کا جو اعلےٰ درجہ کے معتبر علماء حنفیہ سے ہیں نقل کرتے ہیں وہ تحریر فرماتے ہیں ناقلت ما و قوقت علے انہ علی صراط مستقیم وکل واحد من ھذہ الفرق یدعی انہ علیہ قلت لیس ذلک بالادعاء بل بالنقل عن جہابذۃ الصنعۃ وعلماء اھل الحدیث الذین جمعوا صحاح الاحادیث فی امور رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم واحوالہ وافعالہ وحرکاتہ وسکناتہ واحوال الصحابۃ والانصار والذین اتبعوھم باحسان مثل الامام البخاری ومسلم وغیرھما من الثقات المشھورین الذین اتفق اھل المشرق والمغرب علی صحۃ ما اوردوہ فی کتبھم من امور النبی صلی اللہ علیہ والہ وسلم واصحابہ ثم بعد النقل ینظر الی الذی تمسک بھدیھم واقتفی اثرھم واھتدی فی الاصول والفروع فیحکم بانہ من الذین ھم ھم وھذا ھو الفارق بین الحق والباطل انتہی ملخصاً یعنے حق و باطل کی تمیز کا مدار انہیں حدیث کی کتابوں پر مثل صحیح بخاری و صحیح مسلم وغیرہما کے ہے جن کی صحت و اعتبار پر تمام دنیا کا اجماع ہے انہیں ائمہ حدیث کی روایت کے مطابق اصول و فروع میں نبی صاحب اور اُنکے اصحاب کے جو پیرو ہے وہ حق پر ہے اور جو نہیں باطل پر ہے فقط دیکھو طحطاوی انہیں حدیث کی کتابوں پر اصول و فروع میں تمیز حق و باطل کا مدار رکھتے ہیں۔

رسول کا ہے اور سند بھی اس کی ایسی کتابوں سے دیتا ہے جس کو سب تسلیم کرتے ہیں تو ایسا شخص مسلمان ہے یا نہیں اور اہلسنت ہی یا نہیں اور حق پر ہے یا نہیں اور مسجد میں آنے دینے کے لائق ہی یا نہیں اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے یا نہیں اگر جواب اثبات کے ساتھ دیا جائے تو پھر کیا کلام ہے۔

اہلحدیث کے ناحق ٹھیرانے پر صحابہ و ائمہ دین پر چند سخت الزامات

اور اگر نفی کے ساتھ ہی تو اسکی وجہ بیان ہونی چاہیے اگر وجہ ترک تقلید شخصی ہے تو کہنا پڑیگا کہ وہ لاکھوں کروڑوں مسلمان جن میں عوام و خواص سب شامل ہیں جو ان چاروں اماموں سے پہلے اور اُنکے وقت میں اور اُنکے بعد مدت دراز تک رہے جو تقلید کرنا تو بڑی بات ہے بہت سے تقلید کے نام سے بھی ناواقف تھے مسلمان نہوں اسکے علاوہ ائمہ اربعہ اور دیگر ہزاروں ائمہ[1] جنہوں نے تقلید سے منع کیا سخت گنہ گار ٹھہریں۔ اور نیز وہ ہزاروں لاکھوں مقبول اور مسلم بزرگان دین جو اس بیچ کے زمانہ میں گزرے ہیں۔ جنکا تذکرہ ہم آگے کریں گے جو تقلید نہ کرتے تھے۔ اور نیز امام ابو یوسف و امام محمد وغیرہم جنہوں نے امام صاحب کے اقوال کے خلاف بہت سے مسائل آنکی دلیل قوی سمجھ کر اختیار کیے مسلمان نہوں بلکہ خود رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم پر سخت الزام رہیگا کہ انہوں نے ایسی ضروری بات کو کیوں نہ صاف طور پر بتا دیا کہ ہمارے پیچھے چار امام ہونگے ہر ایک پر فرض ہوگا کہ وہ انہیں سے ایک کے مذہب کا تمام مسائل میں پابند ہو۔ اور جب اللہ و رسول نے خود ہی نہیں بتایا اور نہ کسی کو اس بات کی تکلیف دی کہ تم[2] حنفی شافعی وغیرہ ہو تو ہم نہیں جانتے کہ کوئی حنفی یا شافعی نہ بننے سے کیونکر اسلام یا اہل سنت سے خارج ہو سکتا ہے۔

اہلحدیث اور مقلدین بالاجمال

بلکہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے شخص کو اعلی درجہ کی ہدایت پر نہ کہا جائے بلکہ یہی مسلک ہے جس کے ہم حامی ہیں اور ایسے ہی لوگ ہیں جنکی طرف سے ہم لوگوں کی بدگمانیوں کو دفع کرنا چاہتے ہیں اور ان ہی کا نام اہلحدیث ہے یہی لوگ خالص افراد اسلام ہیں جو اسلام کے اصلی طریقہ پر ہیں اور اسلام کے دنیا میں قدم رکھنے کے وقت سے چلے آتے ہیں۔ شروع شروع جب اسلام ظہور پذیر ہوا تو یہی اسکے افراد تھے اور یہی مسلمان کہلاتے تھے اور جو انکا مسلک ہے وہی اسلام کی تعلیم تھی اور ہے مگر زمانہ کے دور میں کچھ ایسے اتفاقات پیش آئے جن سے اصلی رنگ میں کچھ کچھ تغیرات پیدا ہوئے جنہوں نے رفتہ رفتہ ترقی پکڑ کر ایک علیحدہ مذہب قائم کر دیا جس پر چلنے والے اس اصلی صاف و سیدھے راستے سے کسی قدر دائیں بائیں نکل گئے جو مقلد کہلائے اور اس نئے طریقے کے عموماً مروج ہو جانے اور مدت تک اسی طرح رہنے کی وجہ سے

[1] ائمہ اربعہ اور بعض دیگر ائمہ کے اقوال آگے آتے ہیں ۱۲۔ [2] مفصل آگے آتا ہے

اکثر لوگ اس اصلی راہ کو بھول گئے۔ اور اس سے ناواقف ہو گئے بلکہ اس کو غلط سمجھنے لگے۔

رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانے کا طرز عمل

تفصیل اس اجمال اور توضیح اس مقال کی یہ ہے کہ

اللہ جل شانہ نے جب محمد مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عالم کی ہدایت کے لیے مبعوث فرمایا (جب کہ اقسام شرک وکفر سے دنیا گندی ہو رہی تھی اور پہلے انبیا علیہم السلام کے دین طرح طرح کے بدعات پیدا ہونے کی وجہ سے اپنی اصلی صورت سے بدل کر کچھ اور ہی رنگ پکڑ گئے تھے اور تمام روئے زمین کو جہالت کی ظلمت گھیرے ہوئے تھی اور ضرورت تھی کہ کوئی ہادی بھیجا جاوے پس نبی آخر الزمان کو تمام عالم کیطرف رسول بنا کر بھیجا) اور آپ نے تبلیغ رسالت اور تعلیم اسلام کی خدمت انجام دینی شروع کی اور انجام کو پہنچائی (اور اسلام کا نور عالم میں چمکا اور لوگ صراط مستقیم پر ڈالدیئے گئے) تو اس زمانہ کا دستور تھا کہ جو کوئی مسلمان ہوتا تھا پیغمبر صاحب کو جو کچھ کرتے دیکھتا یا فرماتے سنتا سوائے ان امور کے جن میں پیغمبر صاحب کی خصوصیت ثابت ہو کرنے لگتا جب کسی کو کوئی نیا واقعہ پیش آتا پیغمبر صاحب سے دریافت کر لیتا وہ بلا ضرورت مسائل دریافت نہ کرتے تھے ہاں پیغمبر صاحب کی جو حدیث پاتے ضرور یاد کر لیتے تھے اور جو کچھ جانتے تھے عمل میں اُسپر نہایت پختگی کے ساتھ مستعد رہتے تھے اور بہت ہی سیدھے اور صاف لوگ تھے پیغمبر صاحب کے ساتھ بھی عقیدت میں بڑے راسخ الاعتقاد تھے اور آپکی بیحد تعظیم وادب کرتے تھے انکو دلوں میں بیان سے باہر پیغمبر صاحب کی محبت سمائی ہوئی تھی وہ فرط محبت وعقیدت کی وجہ سے آپکے کھکھار وتھوک وناک کے فضلہ کو بھی زمین پر نہ گرنے دیتے تھے بلکہ جب آپ دفع کا قصد فرماتے تھے وہ دوڑ کر اپنے ہاتھوں میں لے لیتے اور اپنے بدن پر مل لیتے اسی طرح وہ آپ کے وضو کے پانی کے لیئے دوڑتے تھے اور اسکے لینے میں اسقدر جلدی کرتے تھے کہ انکے آپس میں کشت وخون ہو جانے کا خوف ہو جاتا اور لے کر اپنے بدن پر ملتے اور اگر خود نہ مل سکا تو دوسرے کے ہاتھ کی تری لیکر مل لیتے

صحابہ کی آپکے ساتھ محبت اور خوش عقیدگی اور عمل بالسنہ

لہ یہ بات ایسے تواتر سے ثابت ہے جس میں شک کی گنجائش ہی نہیں اور یہ واقعات بھی جو یہاں ذکر کیے گئے اسکے شاہد ہیں ۲ دیکھو حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مطبع صدیقی ۱۲۸۶ھ صفحہ ۱۴۲ از دارمی ۱۲ ۳ اسکے شواہد حدیث کی کتابوں میں ہزار ہا موجود ہیں جنکو ذکر کی حاجت نہیں اور آگے جو لکھا اُس کے لیے دیکھو صحیح بخاری مع فتح الباری پارہ ۱۱ صفحہ ۸۰ مطبوعہ مطبع انصاری ۱۳۰۳ھ وغیرہ ۱۲

آپکی صداقت کی دلیل صحابہ کی استقامت جان نثاری اور شیدائیت عرب کی جہالت آپکی تعلیم کا معجزانہ اثر صحابہ کا سنت رسول پر والہانہ عمل پیرا ہوتا۔

بعض[1] کا ذکر ہے کہ آپ نے پچھنے لگوا کر خون انکو پھینکنے کو دیا۔ انہوں نے بجائے پھینکنے کے وہ خون خود ہی پی لیا کسی[2] جہاد میں ایک صحابی نے ڈھال نہ ہونے کے سبب اپنا ہاتھ آپکے روئے مبارک کے سامنے بطور ڈھال کے کر دیا کہ آپکے چہرے مبارک پر تیر نہ لگنے پائے انکو ہاتھ پر تیر لگنے شروع ہوئے مگر انہوں نے اپنا ہاتھ نہ ہٹایا حتے کہ کچھا دپر ستر ہبر کر لگے اور سارا ہاتھ زخمی ہو کر بیکار ہو گیا۔ مگر انکا ہاتھ سامنے سے نہ ہٹا۔ عام دستور ہے کہ جس کسی کے ساتھ عقیدت رکھی جاتی ہے جسقدر دور دراز کے رہنے والوں اور بعد کے آنے والوں کو ہوتی ہے اسقدر اُسکے پاس رہنے والوں (اور خصوصا ہر وقت کے ساتھ رہنے والوں) اور ہمعصر لوگوں کو نہیں ہوتی مگر جب ہم پیغمبر صاحب کے ساتھ صحابہ کی عقیدت و محبت کو دیکھتے ہیں تو ہم کو بڑی حیرت ہوتی ہے جسقدر وہ لوگ آپکے ساتھ عقیدت و محبت رکھتے تھے اور آپکی فرمانبرداری میں سرگرم تھے ہم نہیں خیال کر سکتے کہ اس سے زائد اور بھی ممکن ہے۔ بعد کے آنیوالے جسقدر کرتے ہیں اور کر سکتے ہیں صحابہ کسی طرح اُن سے کم نہیں تھے بلکہ اُن سے بہت زائد تھے اور یہ ایک بین دلیل آپ کی حقانیت اور بیغرضی کی ہے اگر آپ تصنع کرتے ہوتے یا بنے ہوئے نبی ہوتے اور آپکی تعلیم وغیرہ خود غرضی کے لیئے ہوتی تو کسی طرح ایسا نہیں ہو سکتا تھا کہ ہر وقت و ہر لحظہ کے پاس رہنے والے اور ہر طرح کے رازدار ایسا کرتے انہوں نے آپکے پیچھے نہ جان کو جان سمجھا نہ مال کو مال۔ جان و مال و عزت آبرو و اولاد سب آپ پر فدا کر دی گھر باہر چھوڑا اولاد و عزیز و اقارب کو چھوڑا مگر آپکا ساتھ اور آپکی فرمانبرداری کو نہ چھوڑا انہوں نے سخت سخت مصیبتیں سہیں اور مہینوں بھوکے رہتے تھے دنوں تک ایک ایک چھوہارے پر دن بسر کرتے تھے پتے کھا کھا کر دن گزارتے اور پھر ایسے فقر و فاقہ میں آپکے حکم کی تعمیل کے لیے برابر جہاد کرتے رہتے تھے۔ زبان سے کہنا تو بہت آسان ہے مگر جس نے تجربہ کیا ہے وہی جانتا ہے کہ بھوک کی تکلیف کیسا سخت بیقرار کرنیوالا عذاب اور ناقابل برداشت مصیبت ہے مگر انہیں کا ایمان تھا کہ وہ ایسی حالت پر بھی ذرا نہیں گھبراتے تھے۔ اور سخت بھوک کی حالت میں جہاد کرتے رہتے تھے بعض صحابہ کا ذکر ہے کہ انکی بھوک کے مارے یہ حالت ہوتی تھی کہ کھڑے سے گرتے تھے اور لوگ سمجھتے تھے کہ یہ مجنون ہو گئے حالانکہ

---

[1] بزار و طبرانی او حاکم اور بیہقی اور ابو نعیم وغیرہم نے روایت کیا دیکھو تلخیص الحبیر ابن حجر عسقلانی صفحہ ۱۰ مطبوعہ مطبع انصاری ۱۳۰۷ھ ۱۲۔

[2] دیکھو صحیح بخاری و فتح الباری پارہ ۱۶ صفحہ ۲۹ یہ قصہ احد کے دن کا حضرت طلحہ کا ہے اس میں حضرت طلحہ کی ایک انگلی بھی اڑ گئی تھی نام نہ لکھنے میں اس طرف اشارہ ہے کہ گو واقعہ ایک خاص کا ہے مگر یہ تخصیص اتفاقی ہے ورنہ تقریباً سب ہی صحابہ کی کم و بیش آپکے اوپر جان نثاری اور محبت کی یہی حالت تھی ۱۲ [3] ان سب باتوں کے متعلق مفصل حالات کتب حدیث و سیر میں موجود ہیں ہزاروں قصے ہیں ایک دو ہوں تو انکا نشان بتایا جائے ۱۲ [4] دیکھو صحیح بخاری مع فتح پارہ ۲۲ صفحہ ۲۵۹ اور پارہ ۱۰ صفحہ ۵۲۹ اور پارہ ۲۶ صفحہ ۱۱۵ وغیرہ ۱۲ [5] دیکھو صحیح بخاری مع فتح پارہ ۲۶ صفحہ ۱۱۵ اور شمائل ترمذی

جنون وغیرہ کچھ بھی نہ تھا بھوک کی بیہوشی ہوتی تھی مگر ایسے میں بھی آپکا ساتھ نہ چھوڑتے تھے بلکہ وہ اتنی دیر کے
لیے کہ کچھ کھانے کے لیے کما لائیں غیر حاضری برداشت نہ کر سکتے تھے اور آپکی فرمانبرداری کے سامنے اپنی
عیش و آرام و ذاتی منافع کے فوت ہونے کی بال برابر پرواہ نہ کرتے تھے۔ انکو بجز آخرت کی سچی
تمنا کے جو کچھ مصیبتیں سہتے تھے اسکے سوا کسی دنیاوی نفع کی امید نہ تھی صدق اللہ تعالیٰ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ
اللّٰہِ وَالَّذِیْنَ مَعَہٗٓ اَشِدَّاۗءُ عَلَی الْکُفَّارِ رُحَمَاۗءُ بَیْنَھُمْ تَرٰھُمْ رُکَّعًا سُجَّدًا یَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰہِ وَ
رِضْوَانًا[1] ہم نہیں جانتے کہ آپنے[2] ایسی جاہل و وحشی قوم میں جو اپنی پیاری بیٹی کو وتی اولاد کو بلا قصور
اپنے ہاتھوں سے مار ڈالتے تھے زندہ بچوں کو گاڑ دیتے تھے اپنی بیبیوں کو غیروں کے پاس گرو رکھتے تھے۔
اپنی جوروؤں[3] کو دوسرے قوی مردوں کے پاس قوی بچہ لینے کے لیئے بھیجتے تھے۔ بات کی بات میں
ہزاروں خون کر ڈالتے تھے۔ کونسی ایسی روح پھونک دی تھی جس سے وہ ایسے شائستہ اور مہذب
بن گئے جس سے دنیا نے تہذیب حاصل کی۔ وہ روح تھی سچے دین کی اور یہ آپکا ایک قوی معجزہ ہے
جس کا کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا۔ غرض صحابہ کی آپ پر گرویدگی ایک حیرت انگیز انکی محبت اور
عقیدت کا نمونہ ہے اور جیسی انکو محبت تھی ویسے ہی آپکے اتباع اور آپ کی سنتوں پر عمل میں سرگرم
تھے۔ انکی محبت ہم جیسوں اور ہمارے زمانے کے لوگوں کی سی نہ تھی کہ زبانی محبت کے بڑے بڑے دعوے
مگر اتباع سنت اور اطاعت احکام کا نام بھی نہیں بلکہ سنت کے نام سے نفرت۔ حالانکہ سچی محبت یہی ہے
کہ محبوب کی ہر بات کے ساتھ محبت کرے اور اسی کی چال چلے صحابہ صرف امور دینی میں نہیں بلکہ ویسے
بھی آپکی چال و ڈھال و ہر بات میں آپکی پیروی کرنا چاہتے تھے آپ نے ایک خاص[4] ضرورت سے
انگوٹھی بنوائی اور پہنی سب نے انگوٹھیاں بنوا کر پہن لیں جب آپنے اسکو اتار کر پھینک دیا سب نے اتار کر
پھینک دیں بعض[5] کا ذکر ہے کہ جہاں کہیں سفروں میں آپ اترے یا کہیں قضا حاجت کی وہ بلا ضرورت
وہاں اترتے اور قضا حاجت کے لیے بیٹھ جاتے آپکے قول و فعل میں انکو کسی توجیہ اور تاویل یا دریافت
علت و سبب کی ضرورت نہ تھی جو کرتے دیکھا کرنے لگے۔ ایک مرتبہ[6] آپ نعلین پہنے ہوئے نماز پڑھتے تھے

---

[1] محمد رسول اللہ کے ہیں اور جو انکے ساتھ ہیں زور آور ہیں کافروں پر نرم دل ہیں آپس میں تو دیکھے انکو رکوع اور سجدہ میں ڈھونڈتے ہیں اللہ کا فضل اور اُس کی خوشی۔ سورہ فتح رکوع ۴۔ [2] یہ بیان خود قرآن مجید میں اور مفصل کتب تفسیر و حدیث میں موجود ہے ۱۲ [3] دیکھو صحیح بخاری پارہ ۲۱ صفحہ ۶ مطبوعہ مطبع انصاری ۱۲ [4] صحیح بخاری پارہ ۲۴ صفحہ ۹۳ مطبوعہ انصاری پریس ۱۲ [5] حضرت ابن عمرؓ کے حالات صحیح بخاری اور شفاء قاضی عیاض میں دیکھو۔ شفا میں حضرت ابن عمر کا ایک قصہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ سفر میں اپنی سواری کی اونٹنی کو ایک جگہ گھماتے تھے کسی نے وجہ پوچھی تو جواب دیا میں نے رسول اللہ کو اس جگہ گھماتے دیکھا میں نے بھی ویسا ہی کر دیا اور کچھ میں نہیں جانتا۔ شفا میں اسی قسم کے اور بھی قصے لکھے ہیں حضرت ابن عمرؓ کا ایک قصہ ذہبی کے قول میں بھی بعض طبقہ سابعہ آگے آتا ہے ۱۲ [6] سنن ابی داؤد باب الصلوٰۃ فی النعل صفحہ ۹۶ نولکشوری ۱۳۰۵ھ ۱۲۔

آپ نے نماز میں نعلین اتار دین سب نے اتار دیں۔ آپکے اتارنے کی وجہ تو یہ تھی کہ بحسب اتفاق آپکی نعلین میں کچھ ناپاکی لگی تھی جبرائیل نے نماز میں آکر خبر دی آپ نے اتار دین مگر انھوں نے آپکو اتارتے دیکھ کر بلا وجہ اتار دین۔ ایک[۱] روز آپنے خطبہ فرمانے کے لئے منبر پر چڑھ کر حاضرین سے ارشاد فرمایا بیٹھ جاؤ ایک صحابی باہر سے آرہے تھے انہوں نے مسجد کے دروازہ پر آپ کا یہ ارشاد سنا۔ وہیں دروازہ پر بیٹھ گئے جب پیغمبر صاحب کی اپر نظر پڑی تو اُن کو اندر بلایا۔ حضرت ابوبکر[۲] رضہ و حضرت عمر رضہ کے ایک مرتبہ بحسب اتفاق آپکے حضور میں زور سے بولنے پر ممانعت کا حکم آیا اسکے بعد سے ہمیشہ دونوں (با وجودیکہ حضرت عمر بہت بھاری آواز کے آدمی تھے) آپکے حضور میں ایسے آہستہ بولتے تھے کہ مشکل سے انکی بات سمجھ میں آتی تھی۔

پیغمبر صاحب کے زمانے اور ابوبکر رض کے زمانہ کا طرز عمل

اگر ہم صحابہ کے اس قسم کے حالات لکھیں تو ایک مستقل کتاب بنجائے ہم کو جو یہاں پر کہنا ہے وہ یہ ہے کہ صحابہ اتباع سنت میں بڑے مستعد تھے اور اُنکا دستور یہی تھا کہ ہر بات میں خواہ وہ چھوٹی ہو یا بڑی جو اُنکو آپ سے ثابت ہوتا تھا اسپر عمل کرتے تھے۔ اور گو ایسا بھی ہوتا ہو کہ بعض صحابہ عند الضرورت خصوصاً جو کہ تازہ اسلام اور ناواقف تھے دوسرے واقف کاروں سے کسی وقت کوئی مسئلہ دریافت کرتے ہوں مگر سب کے مرجع آپ ہی تھے اور سوا آپکے اور کسی کا کوئی مذہب مقرر نہ تھا۔ پیغمبر صاحب کی وفات کے بعد خلیفہ ہوئے ابوبکر رض۔ حضرت ابوبکر تمام صحابہ سے اعلم[۳] اور سب سے زیادہ ذکی تھے۔ اور کیوں نہ ہوتے وہ ہمیشہ حضر و سفر میں اول سے آخر تک برابر پیغمبر صاحب کے ساتھ رہے۔ کبھی آپ سے جدا نہ ہوئے الا ماشاء اللہ اسواسطے فیضان صحبت کا جو حصہ انکو نصیب ہوا دوسرے کو نہ ہوا اور خدا داد فہم مزید بران۔ حضرت ابوبکر رضہ کا اپنے زمانہ خلافت میں یہ دستور[۴] تھا۔ کہ جب کوئی واقعہ پیش آتا یا کسی مسئلہ کی ضرورت ہوتی تو اول کتاب اللہ میں نظر کرتے اگر اس سے مسئلہ مل گیا تو خیر ورنہ حدیث رسول اللہ صلعم سے جو انکے سینہ میں تھیں ڈھونڈتے اگر اس میں مل گیا تو خیر ورنہ اوروں سے پوچھتے پھرتے کہ میرے سامنے یہ واقعہ پیش آیا ہے تم میں سے کسی کو اسکی بابت کوئی حدیث رسول معلوم ہے اگر کسی کے پاس حدیث ملجاتی تو اسی کو اختیار کرتے اور حدیث کے ملجانے پر اللہ کا شکر کرتے اگر موجودین سے کسی کے پاس نہ ملتی اور وہ اپنی حد جستجو کو ختم کر چکتے تو سربرآوردہ لوگوں کو جمع کرکے اُنکی رائی و اجتہاد پر نظر کرتے۔ اگر سب کے سب ایک بات پر متفق الرای ہوجاتے تو اسی کو لیتے۔ اور خود بھی اجتہاد کیا کرتے تھے۔

---

[۱] سنن ابی داؤد ابواب الجمعہ صفحہ ۱۵۵ ۱۲ [۲] صحیح بخاری مع فتح الباری پارہ ۲۰ صفحہ ۱۲۱ اور تقریباً سب ہی صحابہ کی یہی حالت تھی دیکھو شفا قاضی عیاض ۱۲۰
[۳] سیوطی تاریخ الخلفاء میں لکھتے ہیں انہ اعلم الصحابۃ و اذکاھم الخ صفحہ ۳۸ و ۳۹ ۱۲ [۴] تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۳ ۔ ازالۃ الخفا صفحہ ۲ مطبوعہ نظامی ۱۲۹۱ اور سنن ابی داؤد باب فی الجدۃ صفحہ ۴ جلد دوم اور انصاف باب سبب الاختلاف بین اہل الحدیث صفحہ ۳۰ مطبوعہ جدید

حضرت عمرؓ اور جملہ صحابہ کا دستور عمل اور اسوقت میں تقلید شخصی کا نہ ہونا

اسی طرح حضرت عمرؓ کا بھی دستور رہا اور یہی دستور تقریباً بقیہ صحابہ کا بھی تھا جو کوئی کہیں کا حاکم یا مفتی یا قاضی ہوتا اسی طرح کرتا جب کوئی حادثہ پیش آیا اگر انکو علم میں اسکی بابت کوئی آیت یا حدیث ہوئی تو اُسکے موافق عمل درآمد کیا خود نہ معلوم ہوئی دوسروں سے تلاش کی۔ پتہ لگ گیا تو خیر ورنہ اجتہاد سے کام لیا۔ حضرت عمرؓ قرآن و حدیث کے نہ پانے کی صورت میں حضرت ابوبکرؓ کے فیصلہ کو بھی تلاش کرتے تھے۔ حضرت عمرؓ بھی کبار علمائے صحابہ میں سے تھے بلکہ اگر حضرت ابوبکرؓ کے بعد انہیں کو بقیہ صحابہ سے افقہ و اعلم کہا جائے تو نادرست نہ ہوگا۔ حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ باوجودیکہ اپنے اپنے وقت میں بقیہ افراد مسلمین سے اعلم اور بڑے بڑے مجتہد تھے (اور انکے وقت میں تعداد مسلمین کی بھی بہت بڑھ گئی تھی۔ خصوصاً حضرت عمرؓ کے وقت میں تو بڑی بڑی فتوحات ہوئیں۔ اور اعداد مسلمین اور رقبہ مملکت اسلام بہت ہی وسیع ہوگیا ۲۲ھ ہجری میں افریقہ و اندلس بھی ممالک اسلام میں شامل ہوگیا تھا اور یہ کوئی عاقل نہیں کہہ سکتا کہ تمام قدیمی مسلمان اور نومسلم سب کے سب مجتہد اور عالم تھے۔ بلکہ کوئی شک نہیں کہ خواص کے افراد کم ہوتے ہیں زیادہ تر عوام ہی ہوتے ہیں) مگر ایسا نہیں کیا گیا کہ تمام عوام و خواص کو یا صرف عوام کو حضرت ابوبکرؓ یا حضرت عمرؓ یا کسی دوسرے مجتہد و امام کی تقلید پر آمادہ یا مجبور کیا جاتا اور نہ از خود ان لوگوں نے ایسا کیا بلکہ صحابہ و تابعین سب کا دستور یہی

---

۱ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۲۴ ۲ کنز العمال جلد ۳ اور سنن دارمی اور افتراق الامم صفحہ ۱۰۴ اور الانصاف صفحہ ۳۹ ۱۲ ۳ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۰۳ ۱۲ ۴ حضرت عمرؓ کے موافقات کثیرہ اور پیغمبر صاحب کا خواب میں انکو بچا ہوا دودھ دینا اور اس سے مراد علم بتانا اور انکے محدث ہونیکی حدیث اخرجہا البخاری وغیرہ اور حدیث ان اللہ جعل الحق علی لسان عمر و قلبہ اخرجہا الترمذی وغیرہ۔ اسپر دال ہیں اور اسکے اور بھی بہت شواہد ہیں حضرت ابن مسعودؓ کا قول ہے اگر تمام عرب کا علم ایک پلہ میں رکھا جائے اور عمرؓ کا علم دوسرے پلہ میں تو عمرؓ کا علم بھاری رہیگا۔ دیکھو استیعاب ابن عبد البر و ازالۃ الخفاء ۱۲ ۵ حضرت عمرؓ کے کل ممالک مقبوضہ کا رقبہ الفاروق حصہ دوم میں بائیس لاکھ پندرہ ہزار تیس میل مربع بتایا ہے ۱۲ ۶ تاریخ الخلفاء سیوطی صفحہ ۱۵۳ ۱۲ ۷ ہم جو کچھ لکھ رہے ہیں اس سے صرف ایک واقعی حالت اور نفس الامری سرگذشت اس زمانے کی بتانا چاہتے ہیں تاکہ قدیم اسلام اور اہل اسلام کا نقشہ دکھلائیں اور یہ کہ تقلید شخصی کا مذہب کب سے شروع ہوا۔ لہذا ہمارے کلام پر اس اعتراض کے وارد کرنے کا کوئی موقع نہیں کہ اس زمانے میں تقلید کی ضرورت نہ تھی اس لئے کہ قرب زمانہ کی وجہ سب واقف تھے یا یہ کہ اس زمانے میں تقلید شخصی اس وجہ سے نہ ہو سکتی تھی کہ اس وقت تک کسی کا مذہب مدون نہ ہوا تھا کہ جس کا حاصل کرنا آسان ہوتا اور سب کو اُسکا پابند کیا جاتا لہذا اس زمانے میں تقلید شخصی نہ ہونیکے خاص وجوہ تھے۔ پس اس زمانے کا ذکر فضول ہے کیونکہ اس اعتراض کا اگر موقع تھا تو اسی وقت تھا کہ ہم اس زمانے میں تقلید نہ ہونے کو اس زمانے کی تقلید کے عدم جواز پر بطور استدلال کے پیش کرتے اور یہ کہتے کہ چونکہ اس زمانے میں تقلید شخصی نہ تھی لہذا اس زمانے میں بھی نہ ہونی چاہیے پس اس کے جواب میں اُس زمانے اور اس زمانے کا فرق دکھایا جاتا۔ علاوہ اسکے یہ اعتراض فی نفسہ بھی صحیح نہیں اس لئے کہ تابعین و تبع تابعین اور زمانہ مابعد کے لوگ جنہوں نے خود پیغمبر صاحب سے استفادہ نہیں کیا تھا۔ انکو ضرورت تھی کہ کسی نہ کسی کے ذریعہ سے احکام شرعی کو معلوم کرتے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ سب کے سب عالم و مجتہد نہ تھے اور یہ بھی ظاہر ہے کہ مسائل میں اختلاف زمانہ صحابہ ہی سے شروع ہو گیا تھا۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ اسوقت تقلید کی ضرورت ہے اور اُس وقت نہ تھی جو اس وقت کا حال ہے وہی اس وقت کا حال تھا۔ فرق صرف اسقدر ہے کہ اس وقت تھوڑے واسطوں سے پیغمبر صاحب تک سلسلہ پہونچ دیکھو صفحہ ۲۶

رہا اپنے آپکو مسئلہ معلوم ہوا اسپر عمل کیا نہ معلوم ہوا جس سے معلوم ہو گیا عمل کر لیا جس سے اتفاق پڑا دریافت کر لیا کسی کی کوئی تخصیص یا قید نہ تھی ہر شخص اپنے شوق و توفیق کے موافق احادیث رسول معلوم کرنے میں جہاں سے اور جس سے ملتیں حصہ لیتا اور اس پر عمل کرتا انکا طریقہ تھا **عمل بالحدیث** شاہ ولی اللہ صاحب انصاف[۱] میں تحریر فرماتے ہیں صحابہ اور تابعین سے بطور تواتر کے ثابت ہے کہ اُن کو جب کوئی حدیث پہنچتی تھی تو بلا کسی شرط کے وہ اس پر عمل کرنے لگتے تھے۔ انتہی اور سب کے سب ایک ہی روش پر تھے گو بعض بعض مسائل میں اختلاف بھی تھا مگر فرقے و مذہب علٰحدہ علٰحدہ قائم نہ تھے اور جیسے وہ لوگ عمل میں ایک سیدھے اور صاف طریقہ (عمل بالحدیث) پر تھے اسی طرح اس وقت میں عقائد کی سطح بھی نہایت ہی مستوی و ہموار تھی قرآن و حدیث میں صفات الٰہی اور امور آخرت وغیرہا عقائد کے متعلق جو کچھ وارد ہوا اسکے ظاہر کے موافق عقیدہ رکھتے تھے اور زبان سے اُسکا اقرار کرتے تھے اور اُس کی کیفیت و تفصیل میں اپنی طرف سے کوئی گفتگو نہیں کرتے تھے اس وقت تک عقائد کے متعلق جو باتیں مذکور ہیں نہ ان میں کوئی موشگافیاں پیدا ہوئی تھیں اور نہ تاویلیں پیدا کی گئی تھیں غرض **اعمال و عقائد** ہر ایک کی طرف سے سب مسلمان ایک ہی جماعت تھی اور پورے طور پر **وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيعًا وَّلَا تَفَرَّقُوا**[۲] کے مصداق ہو رہے تھے جو کہ شارع کا مقصود اصلی ہے۔

مذہب شیعہ کی ابتدا | اسلام میں سب سے اول خلاف جسکی بنا پر تفرق ہو کر اور مذہبی خلاف ٹھیر کر آئندہ کے لیے

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۵ سکتا تھا وزمانہ بعد میں زائد ہے۔ اور مدون نہ ہونے کا عذر بھی غیر صحیح ہے اگر تقلید کی جاتی تو جس مجتہد کی تقلید کی جاتی اُس کے مذہب اور مذہب کی سب ہی کو تلاش ہوتی اور سب ہی اسکے حاصل کرنے کی کوشش کرتے پس ایک کو دوسرے سے بآسانی معلوم ہو جاتا اور سب اپنے حوادث و واقعات میں اس پر عمل کر سکتے۔ آنحضرت پیغمبر صاحب کے فرمان و ارشادات بھی تو مدون نہ تھے۔ پھر ان پر کیسے سب کے سب عمل کرتے تھے۔ حضرت عمر رض نے اپنے زمانے میں اشاعت علم کے ذرائع بہت پیدا کیے تھے۔ جا بجا علماء تعلیم کے لیے مقرر کیے۔ برابر بذریعہ خطوط و کتابت اطراف ممالک میں علمی مضامین پہنچا کرتے تھے۔ دیکھو کتب تراجم و تذکرے۔ اور الفاروق شبلی نعمانی حصہ دوم جس میں انہوں نے حضرت عمر رض کا بانی فقہ اور اصول ہونا تسلیم کیا ہے صفحہ ۲۱۶ وغیرہ اور لکھتے ہیں چونکہ مسائل فقہیہ سے ہر شخص کو سروکار کام پڑتا ہے اس لیے حضرت عمر رض نے اس کو اسقدر اشاعت دی کہ آج باوجود بہت سے نئے وسائل پیدا ہو جانے کے یہ نشر و اشاعت ممکن نہیں صفحہ ۱۳۳ اور لکھتے ہیں فقہ کے جسقدر مسائل حضرت عمر سے بروایات صحیحہ منقول ہیں اُنکی تعداد کئی ہزار تک پہنچتی ہے ان میں سے تقریباً ہزار مسئلے ایسے ہیں جو فقہ کے مقدم و اہم مسائل ہیں دیکھو ازالۃ الخفاء شاہ ولی اللہ صفحہ ۲۳۵ مقصود ملامی یہ کہ کا انہو سا الغرض تقلید شخصی کی اگر اس وقت ضرورت ہے تو اس وقت بھی تھی اور اگر تقلید شخصی اختیار کی جاتی تو کوئی وجہ ایسے نہ ہو سکنے کی نہیں پس اعتراض مذکور غیر صحیح ہے ۱۲

۱ حاشیہ صفحہ ہذا صفحہ عبارت یہ ہے وقد تواتر عن الصحابۃ والتابعین انہم کانوا اذا بلغہم الحدیث یعملون بہ من غیر ان یلاحظوا شرطا انتہی ۱۲

۲ مضبوط پکڑو اللہ کی رسی سب مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو یعنے ایک ہو کر رہو فرقے فرقے نہ بنو سورۂ آل عمران رکوع ۱۱ ۱۲

مذہبًا ایک علیحدہ فرقہ قائم ہو گیا یہ ہے کہ بزمانہ خلافت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ ایک یہودی تھا عبداللہ بن سبا نامی معروف با بن السوداء وہ مسلمانوں کے شہروں میں آکر مسلمانوں کو بہکایا کرتا تھا۔ مگر جب اُس کی کچھ پیش نہ گئی تب وہ ایک داؤ چلا۔ پہلے مسلمان بنا اور ۳۳ سنہ ھ میں بصرہ کے اندر آکر ٹھہرا اور لوگوں سے اختلاط پیدا کیا اور انکو چند نئے قسم کے مسائل (صاف صاف نہیں بلکہ مجمل طرز سے دلپذیر الفاظ میں) سکھانا شروع کیئے بصرہ کے حاکم تھے عبداللہ بن عامر۔ رفتہ رفتہ اُن کو خبر پونچی انہوں نے اُس کو طلب کیا اور اس سے پوچھا تم کون ہو۔ کہا اہل کتاب میں سے تھا۔ دین اسلام پسند آیا مسلمان ہو گیا ہوں اور تمہاری حدود مملکت کے اندر رہنا اچھا معلوم ہوا اس واسطے یہاں آکر رہنے لگا۔ پھر انہوں نے اسکے مسائل کی تحقیقات کی۔ ان کو جعلی پاکر اسکے اخراج کا حکم دیا وہاں سے نکل کر کوفہ میں جا کر رہا وہاں بھی یہی قصہ پیش آیا تب مصر میں اقامت اختیار کی اور وہاں بھی وہی طرز عمل اختیار کیا لوگوں سے کہا بڑے تعجب کی بات ہے کہ یہ تو تسلیم کیا جاتا ہے کہ عیسٰے دوبارہ دنیا میں آوینگے اور یہ صحیح نہ ہو کہ ہمارے پیغمبر محمد صلے اللہ دوبارہ دنیا میں آویں۔ بعض لوگ اُس کی یہ بات مان گئے اور یہ رجعت کا مسئلہ قائم ہوا۔ پھر لوگوں سے بیان کیا کہ ہر نبی کا کوئی نہ کوئی وصی ہوتا ہے اور ہمارے نبی کا بھی کوئی ضرور وصی تھا وہ علی بن ابی طالب ہیں اور وہی مستحق خلافت ہیں اور اس سے بڑھ ظالم کون ہے جو رسول کی وصیت کو جاری نہ ہونے دے اور عثمان تو بلا استحقاق خلیفہ ہو گئے غرض اس نے فساد اٹھانے کی غرض سے شیخین اور حضرت عثمان کی طرف سے لوگوں کو بدظن و بدعقیدہ کرنا چاہا اور اُس میں بہت کچھ سعی کی اور جا بجا اپنے بھیدی مقرر کیئے کہ انہوں نے رفتہ رفتہ ہر جگہ کے لوگوں کے دلوں میں وہاں کے عمال اور حاکموں کا ظالم ہونا جمایا تاکہ مسلمانوں میں فساد برپا ہو اور بغاوت قائم ہو حتے کہ تمام بلاد سے ایک شور اُٹھ کر دار الخلافہ مدینہ منورہ کو پونچا جسکا (بعد ایک طویل قصہ کے) انتہائی انجام یہ ہوا کہ ملک میں بغاوت قائم ہوئی اور حضرت عثمان رض ۳۵ سنہ میں شہید کیئے گئے (انا للہ) اگرچہ اس بغاوت اور حضرت عثمان رض کی شہادت کی اور بھی مؤید باتیں پیدا ہو گئیں تھیں مگر اصلی اور بڑا سبب ابن السوداء کا اندرونی فساد تھا۔ ابن السوداء جو اسلام کا سخت بدخواہ تھا اور اسلام کے اندر فتنہ انگیزی چاہتا تھا اپنی چال میں خوب کامیاب ہوا اور اسکے ان جعلی مسائل کا نتیجہ یہ ہوا کہ ایک بہت بڑا مذہب علیحدہ قائم ہو گیا اور جماعت عظیم اُسکی قائل ہو کر مذہبًا ایک دوسرا فرقہ ٹھہری جسکا نام شیعہ یا رافضی ہوا اس مذہب کی بنیاد تو ابن السوداء

۱؎ اوراق الامم صفحہ ۱۰۵ وغیرہ ۱۲

سے قائم ہوئی اور اسی وقت سے تشیع شروع ہوا مگر وقتاً فوقتاً ٹین جیسی ترقی ہوتی گئی شاخیں پھوٹتی گئیں چنانچہ اب شیعوں کے بڑے بڑے بیس فرقے ہیں اور ویسے تو تین سو تک نوبت پہنچ گئی حضرت عثمان رضؓ کے بعد جب حضرت علی رضؓ خلیفہ ہوئے تو روافض میں کا ایک غالی فرقہ پیدا ہوا جو حضرت علی رضہ کے ساتھ حد سے متجاوز محبت کا دعوے رکھتا تھا۔ انکو حضرت علی مرتضے رضؓ نے سخت عذاب دیکر جان سے مارا۔ اس بات کی کہ علیؓ وصی رسول ہیں خود حضرت علی نے تکذیب کی جیساکہ ابن عساکر کی روایت میں مصرح مذکور ہے مگر ابن السوداء کی تو غرض ہی اور تھی، افسوس تو ان پر ہے جو اس کی اصلی غرض سے بے خبر رہ کر اسکے دام میں مبتلا ہو گئے اور ابن السوداء نے اہل بیت کی محبت کی ٹٹی میں شکار کھیلا۔ یہ تو ظاہر ہے کہ کسی مذہب کو مقبولیت نہیں ہو سکتی اور نہ لوگ اس کو مان سکتے ہیں جب تک کہ وہ خوشنما بنا کر نہ دکھایا جاوے اور اس میں کوئی نہ کوئی بات عام پسند اور دلگیر نہ ہو اسی وجہ سے ان تمام مذاہب میں جو وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے کوئی بات ایسی ضرور دکھائی گئی جو دلپذیر اور لوگوں کو قابو میں لانے والی ہو۔ مذہب تشیع میں اہلبیت کی محبت اور ان کی حق رسی کو آگے رکھ لیا۔ اور کچھ شک نہیں کہ ایسی ملمع کاری والی باتیں جو کلمۂ حق ارید بہا الباطل کے مصداق ہیں محققانہ نظر سے دیکھنے والے اور اس طرز عمل کے برتنے والے کے سامنے جو ہم پہلے لکھ چکے ہیں کبھی چھپ نہیں سکتیں۔ چونکہ تشیع کی ابتدا ابن السوداء سے ہے اور اس کا قیامگاہ تھا مصر اس لیے تشیع کا زور مصر سے اُٹھا۔ اور وہ مصر میں بہت

ف۱ افتراق الامم صـ۱۳ ۱۲ ف۲ جن لوگوں کو حضرت علی نے جلادیا اخرجہ البخاری والترمذی وغیرہما لمعات وغیرہ میں ان سے یہی لوگ مراد بتائی ہیں جو حضرت علی ہی کو (نعوذ باللہ) رب بتاتے تھے اور دیکھو فتح الباری پارہ ۲۸ صـ۲۳۵ ۱۲ ف۳ تاریخ الخلفاء صـ۱۷۵ و ۱۷۶ ۱۲۔

ف۴ مذہب تقلید میں جو بات خوش آیند اور عام پسند ہے جس سے وہ عموماً خوش منظر اور قابل قبول معلوم ہوتا ہے اپنا غایت انکسار و تواضع اور اس عالم کی جسکی تقلید کی جائے نہایت تعظیم اور اسکے ساتھ بیحد حسن ظن یعنی یہ کہ قرآن وحدیث کو وہی خوب سمجھتے تھے اور اسرار شریعت سے واقفیت انہیں کا حصہ تھا۔ اجتہاد و استخراج مسائل و فہم قرآن وحدیث انہیں کا کام تھا۔ جو کر گئے ہم کو کہاں ایسا علم یا لیاقت یا سمجھ کہ ہم قرآن وحدیث کو سمجھ سکیں یا ان کی باتوں میں دخل دیں اگر ہم ان کی کسی بات کو ضعیف یا مرجوح کہیں تو ہماری مثل وہی ہے چھوٹا منہ بڑی بات انکا علم بہت وسیع تھا۔ انکی کوئی بات قرآن وحدیث کے خلاف ہونا دراز عقل ہے۔ ہم لوگ جاہل و بیعلم ہیں ہم کو تو انہیں کی تقلید چاہیئے۔ غرض اپنا انکسار اور انکی کمال عظمت کا اظہار، اسی وجہ سے اپنے فریق مخالف کو گستاخ متکبر بتاتے ہیں۔ اگرچہ اپنا انکسار اور ائمہ کی تعظیم نہایت مستحسن امر ہے جس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا۔ مگر اس کی بھی ایک حد ہے تحقیق حق کے موقع میں اگر اسی کو پیش نظر رکھا جائے تو کبھی حق دریافت نہیں ہو سکتا۔ یہی طرز عمل اگر ہمیشہ برتا جاتا تو کبھی کوئی متاخر عالم اپنے متقدم کا خلاف نہ کرتا۔ اس کے علاوہ ہم نہیں سمجھ سکتے جب وہی علماء جن کے ساتھ حسن ظن ہے باہم مختلف ہیں تو اب ہم کو کیا کرنا چاہیے درانحالیکہ یہ بھی یقین ہے کہ حق پر عنداللہ ان میں سے ایک ہی ہے ۱۲۔

ف۵ یعنے بات تو صحیح ہے مگر نتیجہ غلط پیدا کیا گیا۔ ف۶ افتراق الامم صـ۱۰۴ و ۱۰۵ ۱۲

مذہب تشیع کی ابتداء

غالب رہا حتے کہ ۵۶۳ھ میں سلطان صلاح الدین نے دولت اسماعیلیہ کو نیست و نابود کر کے مصر کو تشیع سے صاف کیا۔ تشیع نے زمانہ مابعد میں بجد ترقی کی اور اس کے فتنہ نے اسلامی دنیا کو باہم جنگ و جدال پیدا کر کے سخت سخت نقصان پہنچائے۔

خارجی۔ قدری۔ جہمیہ۔ معتزلہ

جیسا کہ ہم نے تشیع کی ابتدا بیان کی اسی طرح اور تمام مذاہب اور فرقے جو ہم دیکھ رہے ہیں وقتاً فوقتاً پیدا ہوئے۔ مثلاً ۳۷ھ میں حضرت علی رضہ اور معاویہ رضہ کی باہم فوج کشی ہوئی اور آخر میں دو پنچوں کی پنچایت پر فیصلہ ٹھہرا اس موقع پر حضرت علی رضہ کے لشکر کے کچھ لوگ تحکیم (پنچائت) کے مسئلہ کے مخالف ہو کر علیحدہ ہو گئے اور اس میں انہوں نے سخت تشدد اختیار کیا اور افراط تشدد کی وجہ سے حضرت علی رضہ اور انکے ساتھ والوں کو مشرک و کافر کہنے لگے اور مضمون آیت اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ سے استدلال کیا۔ یہ لوگ حضرت عثمان رضہ اور انکے جو حضرت عثمان رضہ کے قصاص کے مطالبہ میں حضرت علی سے لڑے پہلے ہی سے سخت مخالف تھے اور اب حضرت علی سے بھی مخالف ہو گئے اور حرورا میں جا کر ایک علیحدہ اپنی جماعت قائم کی یہ لوگ خارجی کہلائے۔ یہاں سے خارجیوں کے مذہب کی ابتدا ہوئی اور وقتاً فوقتاً انکے مذہب میں اضافے ہوتے رہے اور نئے نئے مسائل داخل ہوتے گئے اب انمیں بھی کوئی بیس فرقے ہیں حضرت علی رضہ نے ابن عباس رضہ کو انکے ساتھ مناظرہ کرنے اور ان کو سمجھانے بھیجا اکثر انمیں کے تو سمجھ گئے اور اپنے خیالات سے رجوع کر کے واپس آ گئے اور کچھ اپنی ہٹ پر قائم رہے آخر ان سے حضرت علی نے بمقام نہروان میں قتال کیا جن کے بارے میں پیغمبر صاحب کی وہ پیشین گوئی جس میں ایک ایسی جماعت نکلنے کی خبر ہے جو قرآن کی خوب تلاوت کریں گے اور بڑی طویل طویل نمازیں پڑھیں گے مگر ایمان سے بے بہرہ ہونگے پوری ہوئی[۲] خارجیوں میں کے ایک

---

۱ تاریخ الخلفاء صفحہ ۱۲۳۔ اقتراق الامم صفحہ ۱۱۷ و ۱۲۰ فتح الباری پارہ ۲۸ صفحہ ۲۳۴ و ۲۳۵ باب قتال الخوارج ۱۲

غیر مقلدوں کو بعض حدیثوں کا مصداق ٹھہرانے میں فاحش غلطی۔

۲ صحیح بخاری باب من ترک قتال الخوارج للتالف میں ہے۔ ابو سعید خدری روایت کرتے ہیں کہ ایک دفعہ پیغمبر صاحب (کچھ مال) تقسیم فرما رہے تھے کہ بنی تمیم کے قبیلہ کا ایک شخص ذو الخویصرہ کا بیٹا عبد اللہ نامی آیا (صحیح بخاری کتاب المغازی باب بعث علی میں ہے آنکھیں اسکی دھنسی ہوئیں گالوں کی ہڈی اٹھی ہوئی۔ پیشانی ابھری ہوئی داڑھی گھنی۔ سر گھٹا ہوا۔ تہمد اونچا) اور کہنے لگا یا رسول اللہ انصاف سے بانٹو آپ نے جواب دیا افسوس میں نہ انصاف کروں گا تو پھر کون کریگا حضرت عمر رضہ نے عرض کیا مجھ کو اجازت ہو تو میں اس منافق کی گردن مار دوں آپ نے فرمایا جانے دو فرمایا اس کے ساتھ کچھ لوگ ہونگے (کتاب المغازی والی روایت میں ہے اس کی نسل سے ایک قوم نکلے گی) جنکی نماز کے سامنے تم اپنی نماز کو اور روزے کے سامنے اپنے روزے کو حقیر سمجھو گے وہ قرآن کی تلاوت کرتے ہونگے مگر دین سے ایسے نکل جائیں گے جیسے تیر کمان سے صاف نکل جائے (بعض روایت میں ہے بت پرستوں کو چھوڑ کر مسلمانوں کو قتل کریں گے) انکی علامت یہ ہے کہ ان میں ایک شخص ہو گا کہ ایک ہاتھ اسکا مثل پستان باقی بر صفحہ ۳

ایک شخص نے حضرت علی کو ۴۰ھ میں شہید کیا۔ بزمانہ خلافت عبد الملک بن مروان بصرہ میں ایک شخص معبد بن خالد جہنی ظاہر ہوا جس نے تقدیر کا انکار کیا۔ یہاں سے قدریوں کی ابتدا ہوئی۔ بصرہ کے بہت لوگ اسکے تابع ہو گئے۔ جب فتنہ زائد بڑھا تو ۸۰ھ میں حجاج نے عبد الملک بن مروان کے حکم سے اُس کو سولی دی۔ مگر وہ تو ایک فرقہ قائم ہو چکا تھا جو باقی رہا حضرت ابن عمر کو جب ان لوگوں کے عقیدے کی خبر پہنچی تو بہت کچھ ان لوگوں سے بیزاری ظاہر کی۔ اسی طرح اخیر صدی پر ایک شخص بلاد مشرقیہ میں سے جہم بن صفوان نامی ظاہر ہوا جس نے صفات الٰہی کا انکار کیا۔ یہاں سے مذہب جہمیہ قائم ہوا اور اسی طرح ہجرت سے دو صدی بعد مذہب اعتزال بھی شروع ہوا۔

نئے نئے فرقوں کے پیدا ہونے کے اسباب

غرض اسی طور سے وقتاً فوقتاً یہ تمام مذاہب و فرقے جو ہم دیکھ رہے ہیں پیدا ہوتے گئے اور ابتدا تو انکی کسی کی بد باطنی یا چالاکی یا خود غرضی یا تعصب یا غلط فہمی یا کسی اور اتفاقی وجہ سے ہوئی مگر آہستہ آہستہ اس کو ترقی ہوتی رہی اور تھوڑے بہت لوگ اس میں مبتلا ہوتے رہے حتی کہ رواج نے تھوڑے دنوں کے بعد ایک مستقل مسلک اور پورا مذہب بنا کر کھڑا کر دیا۔ ظاہر ہے کہ رواج یافتہ بات کی ابتدائی حالت کچھ ہوتی ہے اور ترقی و رواج کے بعد وہ کچھ اور ہی رنگ پکڑ جاتی ہے جس سے اصلی حقیقت اس کی نامعلوم ہو جاتی

بقیہ حاشیہ صفحہ ۲۹ عورت کے (گوشت کا لوتھڑا) ہوگا (ایک دوسری روایت میں ہے عضد بلا ذراع کے ہوگا عضد کے کنارہ پر پستان کی طرح ہوگا اور اُس پر سفید بال ہونگے) یہ لوگ اس وقت ظاہر ہونگے جب مسلمان) لوگوں میں پھوٹ ہو رہی ہوگی (صحیح مسلم میں ہے جب میری امت دو فریق ہو رہی ہوگی۔ انکے قتل میں مشغول وہ فریق ہوگا جو ان دونوں فریق میں زیادہ حق کے قریب ہوگا۔ طبری کی روایت میں علامت اُن کی سر منڈانا بھی بتائی ہے) صحیح بخاری کے باب قتال الخوارج میں بروایت حضرت علی اس طرح ہے کہ پیغمبر صاحب نے ارشاد فرمایا عنقریب آخر زمانہ میں ایک قوم نکلے گی۔ نئی عمر والے۔ عقل کے کوتاہ۔ قرآن سے دلیل پکڑا کریں گے مگر ان کا ایمان انکی گردن کی ہنسلیوں سے تجاوز نہ کریگا۔ ابو سعید کہتے ہیں میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے یہ حدیث پیغمبر صاحب سے سنی اور یہ بھی گواہی دیتا ہوں کہ حضرت علی نے ان لوگوں کو قتل کیا اور میں حضرت علی کے ساتھ (مقاتلہ میں) شریک تھا اور وہ شخص بھی ان میں پایا گیا اسی حلیے کے مطابق جیسا کہ پیغمبر صاحب نے بتایا تھا (طبری کی روایت میں ہے حضرت عائشہ کے سامنے اس حلیہ کے شخص کے مقام نہروان میں قتل ہونے پر پچاس آدمیوں نے گواہی دی) صحیح مسلم میں ہے جب حضرت علی کے حروراء والے مقابل ہوئے تو حضرت علی نے بیان فرمایا کہ پیغمبر صاحب ایک قوم کی بابت پیشین گوئی فرما گئے ہیں بلا شبہ وہ باتیں میں انہیں پاتا ہوں انتہی سہل بن حنیف بھی اس پیشین گوئی کا مصداق انہیں خوارج کو بتاتے تھے۔ الحاصل اس سے کوئی اہل علم انکار نہیں کر سکتا کہ اس پیشین گوئی کے مصداق خوارج ہیں اور یہ پیشین گوئی پوری ہو چکی چنانچہ شراح حدیث برابر اسکی تصریح کرتے آئے اور آخر زمانہ کا لفظ جو بعض روایت میں وارد ہوا اس سے مراد آخر زمانہ خلافت راشدہ ہے چنانچہ خوارج کا قصہ خلافت راشدہ کے (جسکی کل مقدار تیس سال بتائی گئی ہے) اٹھائیسویں سال واقع ہوا۔ علامہ ابن حجر عسقلانی اسی معنی کو پسند کرتے ہیں۔ فتح الباری پارہ ۲۸ صفحہ ۳۶ ہم کو بعض حضرات پر سخت تعجب ہے کہ وہ اس حدیث کو بعض منکروں کو میکر عوام کو غلطی میں ڈالنے کے لیے اہلحدیث کو اسکا مصداق ٹھیراتے ہیں اور اہل حدیث کے رد میں اس قسم کی احادیث پیش کرتے ہیں اول تو اہلحدیث کا مذہب اسی زمانہ سے ہے جبسے کہ اسلام ہے۔ پھر آخر زمانے میں نکلنے کے کیا معنے۔ دوسرے جو علامتیں اس حدیث میں بتائی گئی ہیں ان سے اہلحدیث کو ذرا بھی تعلق نہیں اور تحلیق کے مسئلہ کی تو بعض علماء اہلحدیث نے بالکل ہی مخالفت کی ہے۔ فتح المبین کے ضمیمہ میں

ہے اور اس کا رسم و رواج اسکے پیرو وں کو دکھاتا ہے کہ یہی مذہب قدیم ہے اور یہی اصلی اور صحیح طریقہ ہے اور ایسا بھی ہوتا ہے کہ کوئی بات کسی خاص مصلحت یا کسی مناسب وجہ کی بنا پر شروع ہوتی ہے اور بعد رواج کے اسکی اصلی منشا تو نظر انداز ہو جاتی ہے اور وہ اپنی ایک مستقل صورت قائم کر لیتی ہے یہ نئے نئے مذاہب جو پیدا ہوئے صحابہ تو اُن سے محفوظ رہے۔ مگر بعض بعض بدعات انکے سامنے شروع ہو گئی تھیں جس کے رد کرنے میں انہوں نے کوئی دقیقہ باقی نہ رکھا

اہل سنت کا قدیم زمانے میں طرز عمل | اسی طرح تابعین اور تبع تابعین بھی جو قدم بقدم صحابہ کے اس اصلی و سیدھے رستہ پر چلے آتے تھے انکار کرتے رہے جو ان مستحدث فرقوں کے مقابلہ میں[1] اہل السنۃ و الجماعۃ کہلائے باقی ان اہلسنت کا اصول (عقائد) و فروع (اعمال) میں وہی طریقہ تھا جو ہم پہلے لکھ آئے ہیں۔ چھوٹے بڑے سب قرآن و حدیث پر عمل کا قصد رکھتے تھے اور جس کو جس عالم سے اتفاق پڑتا مسئلہ کی تحقیق کر لیتا نہ کسی کی تخصیص تھی نہ کسی مولوی۔ امام[2] کے نام کا مذہب مقرر تھا۔ اور اس زمانے کا علم بھی زبانی تھا جس کے خزانے انہیں کے سینے تھے مدینہ کے تابعین میں سے سات[3] اماموں نے باعتبار کثرت علم و خدمت افتا کے بہت زائد شہرت پائی

ل شرح عقائد نسفی مطبوعہ نولکشور صٰٹ وغیرہ شیخ المشائخ حضرت شاہ عبد القادر جیلانی رح غنیۃ الطالبین میں فرماتے ہیں فعلی المؤمن اتباع السنۃ والجماعۃ فالسنۃ ما سنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم والجماعۃ ما اتفق علیہ اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ لاہور صٰ۱۰۹ یعنے سنت سے مراد سنت رسول ہے اور جماعت سے جماعت صحابہ اور توضیح تلویح میں ہے اہل السنۃ والجماعۃ وھم الذین طریقتہم طریقۃ الرسول مطبوعہ نولکشور صٰ۳۵ یعنے اہل سنت والجماعۃ وہ ہیں جنکا طریقہ طریقہ رسول ہے

ک جیسا کہ تفصیل آگے آتی ہے علامہ قاضی شوکانی یمانی القول المفید میں تحریر فرماتے ہیں۔ ہر عالم جانتا ہے کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین کسی کے مقلد نہ تھے اور نہ کسی عالم کے نام کے مذہب کی طرف منسوب تھے بلکہ ناواقف لوگ عالم سے حکم شرعی جو کہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم سے ثابت ہو دریافت کیا کرتے تھے۔ اور علماء حکم شرعی کو لفظاً یا معناً روایت کر کے فتوی دیتے تھے لہذا انکا عمل روایت پر ہوتا نہ کسی کی رائے پر عبارت یہ ہے وقد علم کل عالم انھم (اھل القرون الثلاثۃ) لم یکونوا مقلدین ولا منتسبین الی فرد من افراد العلماء بل کان الجاھل یسأل العالم عن الحکم الشرعی الثابت فی کتاب اللہ و سنۃ رسولہ فیفتیہ بہ ویرویہ لہ لفظاً او معنے فیعمل بذالک من باب العمل بالروایۃ لا بالرای انتہی تبع تابعین کا زمانہ دو صدی ہجری کے بعد تک رہا ہے چنانچہ آگے انشاء اللہ مفصل آ دیگا ۱۲

لفظ امام کی تحقیق[3] امام کے معنے لغت کے پیشوا کے ہیں۔ عرب میں بڑے عالم کو امام بولتے ہیں۔ ہر ملک کی ایک اصطلاح ہوتی ہے جیسے بنگالہ میں بڑے عالم کو مولنا کہتے ہیں۔ اور افغانستان میں ملا۔ عرب سے نکل کر امام کا لفظ اور ملکوں میں بھی مستعمل ہوا لیکن عوام کی نظروں میں اب وہ ایک ایسے عہدہ کا نام ہو گیا جس کا محل سوا مقتدمین کے چند شخاص مخصوصہ کے اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور نہ وہ اب کسی پر بولا جا سکتا ہے گویا وہ ایک ایسے مرتبہ کا نام ہے جو ختم ہو چکا ۱۲ ھے نام نامی انکے یہ ہیں۔ سالم بن عبد اللہ۔ خارجہ بن زید۔ عروہ بن زبیر رض سلیمان بن یسار۔ سعید بن المسیب۔ قاسم بن محمد۔ عبید اللہ بن عبد اللہ ہذلی۔ اور بعض نے بجائے سالم کے ابو سلمہ بن عبد الرحمن بن عوف کو۔ اور بعض نے ابو بکر بن عبد الرحمن بن الحارث کو شمار کیا ہے۔ دیکھو خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال ۱۲

جو فقہاء سبعہ کے نام سے مشہور ہیں۔

اس امت میں ائمہ و مجتہدین کا بکثرت ہونا انکے سوا اور بہت سے انہیں کے وقت میں امام و مجتہد تھے۔ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین اور ائمہ اربعہ کے ہمعصر اور انکے بعد کے زمانہ میں جسقدر امام اور مجتہدین طبقہ بعد طبقہ (جو مقتدائے وقت اور مرجع خلائق تھے) گزرے ہیں انکا شمار تو اللہ ہی کو معلوم ہے۔ مگر جس نے تاریخ الاسلام للذہبی۔ تذکرۃ الحفاظ للذہبی۔ کامل ابن الاثیر۔ تاریخ ابن خلکان۔ فوات الوفیات۔ تاریخ ابن الوردی۔ طبقات ابن رجب۔ نفح الطیب للمقری۔ الدرر الکامنہ لابن حجر۔ کتاب ابن الدباغ۔ کتاب ابن المفضل کتاب الحافظ ابن حجر المسمی بہ انباء الغمر کتاب ابن فہد مکی۔ کتاب الشیخ جلال الدین سیوطی۔ البدر الطالع وغیرہا دیکھی ہیں وہ جانتا ہے کہ امت محمدیہ میں ایک ایک وقت میں کتنے کتنے مجتہد و امام گزرے ہیں جنہوں نے دین کی خدمتیں کیں اور پیشوا بنے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں امام ایسے گزرے ہیں (یہ بھی ہمارے پیغمبر صاحب کا ایک معجزہ ہے کہ انکی امت میں اسقدر اور ایسے ایسے عالم ہوئے) جو اجتہاد کے بڑے بڑے پایہ پر پہونچے اور بہت سے صاحب مذہب مستقل کہلائے (مگر جنکا زمانہ مساعد ہوا اور اسباب موافق مہیا ہو گئے انکا نام آگے کو بھی چلا اور عوام و خواص سب نے انکو جانا اور جن کو یہ باتیں نصیب نہ ہوئیں نہ وہ آگے کو بہت مشہور ہوئے اور نہ سوا خواص کے عموماً لوگ انسے واقف ہوئے بلکہ عالم لوگ یہی سمجھتے رہے کہ سوا انکے جن کو ہم جانتے ہیں اور کوئی امام نہیں ہوا اور یہی ساری دنیا کے لیے امام کرکے بھیجے گئے) ان اماموں کے اگر ہم صرف نام ہی شمار کرانا چاہیں تو اسکے لیے ایک مستقل کتاب چاہیئے مگر اس موقع پر محض **طبقات ذہبی** سے اجمالی مضمون اسکے متعلق نقل کرنا فائدہ سے خالی نہیں سمجھتے امام ذہبی نے طبقات کے <u>پہلے طبقہ</u> میں حفاظ صحابہ کو اور سب سے پہلے حضرت ابوبکرؓ کو ذکر کیا پھر طبقہ ثانیہ کا ذکر کرکے لکھتے ہیں اس قرن فاضل میں اہل علم اور ائمہ مجتہدین وغیرہم کی ایک **خلق عظیم** تھی اور کیا عجب جن کو ہم نے ذکر کیا اور علماء ان سے بھی زیادہ علم والے اور بڑھ کر ہوں جن کو ہم نے نہیں ذکر کیا اس وقت اسلام غالب اور زور پر تھا اور تمام روئے زمین پر پھیل گیا تھا۔ اور بلاد ترک اور اقلیم اندلس عرض تسعین تک خلافت ولید میں فتح ہو گئے تھے۔ تمام امت انہیں کے زیر حکم تھی۔ انکی کثرت اموال و جیوش اور قوۃ سلطنت اور فراوانی خزانہ کا حال لکھ کر **طبقہ ثالثہ** کا ذکر کیا یہ طبقہ جماعت وسطی تابعین کا ہے اسی میں ابوالشعثاء جابر بن زید کو ذکر کرکے انکے ترجمے میں لکھتے ہیں۔ انکی حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے طواف میں ملاقات ہوئی ابن عمرؓ نے ان سے کہا اے جابر تم بصرہ کی جماعت علماء میں سے ہو تم سے فتوے پوچھے جاتے ہیں تو بغیر قرآن ناطق یا سنت ماضیہ کے فتوی نہ دیا کرو اگر تم

ایسا نہ کرو گے تو تم خود بھی ہلاک ہو گے اور دوسروں کو بھی ہلاک کرو گے ذہبی لکھتے ہیں کہ اس وقت ممالک اسلام میں علما تابعین بہ تعداد کثیر موجود تھے اور اُن کے نام بھی بتائے۔ پھر طبقۂ رابعہ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں اس طبقہ کے زمانہ میں دولت اسلام بنی امیہ سے ۱۳۲ھ میں نکل کر عباسیوں کے ہاتھ میں گئی۔ اس انقلاب میں خون کے ندی نالے بہ گئے اور خراسان اور عراق اور شام وغیرہ میں ایک عالم تہ تیغ ہوا جن کا شمار اللہ ہی کو معلوم ہے اور فلاں فلاں علماء نے وفات پائی جو حفاظ وقت و فقہائے زمانہ تھے اور لکھتے ہیں کہ اسی زمانہ میں بصرہ میں اعتزال اور مذہب قدریہ ظاہر ہوا۔ اور خراسان میں مقاتل بن سلیمان نکلا جس نے صفات الٰہی کے اثبات میں اس درجہ مبالغہ کیا کہ جسمیت تک نوبت پہنچا دی (یہاں سے مذہب مجسمہ کا شروع ہوا) اور ان مبتدعین کے مقابلہ پر علماء تابعین اور ائمہ سلف کھڑے ہوئے اور لوگوں کو انکی بدعت میں مبتلا ہونے سے روکا۔

کتب احادیث کے جمع ہونے کی تاریخ

اور علماء کبار نے **تدوین سنن** (حدیث) اور جمع فروع (مسائل) اور تصنیف عربیہ (فنون ادب) شروع کی پھر (آگے بڑھ کر) یہ (سلسلہ تالیف و تصنیف) ہارون رشید کے زمانہ میں ترقی پکڑ گیا اور لغت کی کتابیں بنیں اور علماء کا حفظ پر جو مدار تھا گھٹنے لگا۔ کیونکہ اب کتابوں پر بھروسہ ہونے لگا۔ اس سے پہلے صحابہ اور تابعین کا علم سینوں میں رہا کرتا تھا۔ اور سینے ہی اُنکے علم کے خزانے تھے۔ پھر طبقہ خامسہ کی طرف متوجہ ہوئے اسمیں حضرت امام ابو حنیفہ صاحب کو ذکر کیا۔ اسی میں **ابن جریج۔ سفیان ثوری** کو بھی گنا اس طبقہ میں کچھ اوپر ستر امام شمار کرائے اس کے بعد لکھتے ہیں میں نے اتنے ہی اماموں پر اختصار بغرض تخفیف کیا ورنہ امام اس طبقہ میں انکے سوا اور بھی تھے) انتہٰے۔ ذہبی نے جو اس موقعہ پر تدوین کتب کی طرف اشارہ کیا۔ مناسب ہے کہ ہم بھی کچھ اور مختصر تفصیل یہاں پر ذکر کر دیں۔ علامہ جلال الدین سیوطی تاریخ الخلفاء میں امام ذہبی کا ایک قول بابت واقعات سنہ ایک سو تینتالیس کے ذکر کرتے ہیں ذہبی فرماتے ہیں اس وقت ۱۴۳ھ میں علماء اسلام نے تدوین حدیث، و فقہ و تفسیر شروع کی تو مکہ میں تصنیف کرنے والے **ابن جریج** تھے اور مدینہ میں امام مالک امام مالک صاحب نے موطا تصنیف کیا۔ اور شام میں **اوزاعی** اور بصرہ میں **ابن ابی عروبہ** اور حماد بن سلمہ

ف دیکھو صفحہ ۲۶۳ جلال الدین سیوطی نے کتاب الوسائل الی معرفۃ الاوائل میں بھی اسکی تشریح لکھی ہے اس میں ابن حجر اور عراقی کا قول نقل کیا ہے کہ یہ لوگ (مالک و اوزاعی وغیرہ) ایک ہی وقت میں تھے نہیں معلوم سب سے پہلے کس نے تصنیف کی مگر یہ ایک ہی زمانہ تھا کوئی برس دو برس ہو ۱۲

وغیرہما اور یمن میں معمر اور کوفہ میں سفیان ثوری اور ابن اسحاق نے مغازی جمع کی اور امام ابو حنیفہ نے فقہ و رائے کو جمع کیا پھر کچھ عرصہ کے بعد ہشیم اور لیث اور ابن لہیعہ نے تصنیفات کیں پھر ابن مبارک اور ابو یوسف اور ابن وہب نے کتابیں لکھیں) تدوین کتب اور ترتیب ابواب کی کثرت ہوئی۔ کتب عربیت و لغت و تاریخ جمع کی گئیں۔ اس سے پہلے ائمہ اپنی اپنی یاد پر کلام کیا کرتے تھے یا غیر مرتب پرچوں سے روایت کرتے تھے۔ انتہی حافظ الحدیث علامہ ابن حجر عسقلانی مقدمہ فتح الباری میں تحریر فرماتے ہیں احادیث نبویہ پیغمبر صاحب اور صحابہ اور کبار تابعین کے زمانہ میں کتابیں بنا کر مدون و مجتمع نہ کی گئی تھیں دو وجہ سے اول تو یہ کہ شروع شروع حدیثوں کے لکھنے کی ممانعت کی گئی تھی چنانچہ صحیح مسلم میں اس مضمون کی حدیث مذکور ہے۔ ممانعت اس وجہ سے تھی کہ کہیں قرآن و حدیث میں اختلاط نہ ہو جائے۔ دوسری وجہ ان لوگوں کی قوت حافظہ اور سیلان ذہن ہو (اس وجہ سے اُن کو لکھنے اور جمع کرنے کی ضرورت نہ تھی بلکہ ویسے ہی انکا کام بآسانی چلتا تھا) اور ایک وجہ یہ بھی تھی کہ اکثر وہ لکھنا جانتے بھی نہ تھے۔ پھر اخیر زمانہ تابعین میں جب کہ علماء دور دراز ممالک میں منتشر ہوئے اور بدعات روافض و خوارج و منکران تقدیر زائد ہوئیں تو تدوین آثار اور تبویب اخبار شروع ہوئی پس سب سے اول جمع کرنے والے حدیث کے ربیع بن صبیح اور سعید بن ابی عروبہ وغیرہما ہیں۔ یہ ہر ہر باب کو علیحدہ لکھتے تھے۔ پھر کبار طبقہ ثالثہ (تبع تابعین) اٹھے انہوں نے احکام کو جمع کیا۔ چنانچہ (مدینہ میں) امام مالک نے مؤطا لکھا جس میں اہل حجاز کی قوی قوی حدیثیں لانے کا قصد رکھا۔ اور انکے ساتھ صحابہ و تابعین اور انکے بعد کے لوگوں کے فتوے بھی شامل کیے اور مکہ میں ابن جریج نے کتاب تصنیف کی اور شام میں امام اوزاعی اور کوفہ میں سفیان ثوری اور بصرہ میں حماد بن سلمہ نے پھر انکے بعد بہت سے اُنکے معاصرین انہیں کی طرز پر تصنیف کرنے لگے حتیٰ کہ بعض ائمہ کی رائے ہوئی کہ حدیث نبوی (بلا اختلاط اور چیز کے) جمع کریں اور یہ دو صدی کے ختم کا ذکر ہے تو عبید اللہ بن موسیٰ کوفی نے ایک مسند لکھی اور مسدد بن مسرہد بصری نے ایک مسند جمع کی اور اسد بن موسیٰ اموی نے ایک مسند طیار کی اور نعیم بن حماد نزیل مصر نے ایک مسند تصنیف کی پھر اور ائمہ بھی انکے بعد انہیں کے نشان قدم پر چلے تو حفاظ میں سے مشکل سے کوئی

۱؎ رائے سے یہ مطلب نہیں کہ محض اپنی رائے و عقل سے دین بنا دیا اس پر تو یہ ایک ایسی بات ہے جس کو کوئی مسلمان نہیں کر سکتا چہ جائیکہ [illegible]

۲؎ جیسا امام کہ جن کے علم و تقویٰ سے دنیا واقف ہے بلکہ اسکے معنے قیاس کیا گیا وہی مقصود ہیں جو آئندہ ہم اہل الرائے کی تحقیق پر لکھنے والے ہیں

۳؎ یہ اصطلاح ذہبی کے طبقات کی اصطلاح سے علیحدہ ہے مقدمہ فتح الباری الفصل الاول من المقدمہ صفحہ ۲ مطبوعہ مطبع فاروقی دہلی ۱۲

بعد ذہبی اور انکے کلام میں اکثر ذہبی [illegible]

امام نکلے گا۔ جس نے اپنی احادیث کو مسند کے طور پر جمع نہ کیا ہو۔ منجملہ ان جمع کرنیوالوں کے امام احمد بن حنبل اور اسحاق بن راہویہ اور عثمان بن ابی شیبہ وغیرہم ہیں اور بعض نے ابواب و مسانید دونوں طرز پر تصنیف کیا جیسے ابوبکر بن ابی شیبہ ہیں۔

امام بخاری کا مختصر حال

(اب آئیے فخر المحدثین امام بخاری) امام بخاری صاحب نے جب ان تصانیف کو دیکھا اور ان کو پرتال اور ان میں ہر قسم کی صحیح وضعیف حدیث مختلط پائیں تو ان کا قصد یہ ہوا کہ صرف صحیح صحیح احادیث کو جمع کر دیں جن میں کسی کو شک نہ ہو۔ امام بخاری کے استاد امام اسحاق بن راہویہ نے بھی ایسی کتاب لکھنے کی فرمائش کی تھی یہ بھی بخاری کے اس ارادے کی وجہ پڑی۔ اور معتبر اسناد سے ثابت ہوا ہے کہ امام بخاری نے بیان کیا۔ کہ میں نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ میں آپکے حضور میں کھڑا ہوا ہوں اور میرے ہاتھ میں پنکھا ہے جس سے آپ سے (مکھیوں وغیرہ کو) دفع کرتا ہوں۔ اسکی معبرین نے تعبیر دی کہ پیغمبر صاحب کی طرف جو جھوٹی احادیث منسوب کی جاتی ہیں تم ان کو دفع کروگے۔ اس نے مجھ کو ایسی کتاب لکھنے پر (اور بھی) آمادہ کر دیا۔ بخاری کہتے ہیں میں نے اس کتاب کو چھ لاکھ احادیث سے چن کر لکھا ہے۔ امام بخاری نے جب یہ کتاب تصنیف کی تو اس کو (بغرض استصواب) (امام احمد اور یحییٰ ابن معین اور علی بن المدینی) وغیرہ پر جو اس وقت بڑے بڑے پایہ کے ائمہ حدیث میں سے تھے۔) پیش کی تو سبھی نے پسند کی اور اسکی تمام احادیث کی صحت کی شہادت دی ہاں صرف چار حدیث میں ان کو کلام ہوا عقیلی کہتے ہیں (تحقیق کے بعد ثابت ہوا) کہ ان میں بھی امام بخاری ہی کا پلہ غالب ہے اور وہ چار حدیثیں بھی صحیح ہیں۔ محمد بن ابی حاتم وراق نے امام بخاری کو خواب میں دیکھا کہ وہ پیغمبر صاحب کے پیچھے پیچھے چل رہے ہیں اور جہاں پر سے نبی صاحب قدم اٹھاتے ہیں وہیں پر یہ قدم رکھتے ہیں (یہ انکی پوری پوری اتباع اور حق رسی کی صورت دکھائی گئی (علامہ عبد الواحد طواویسی کہتے ہیں میں نے پیغمبر صاحب کو خواب میں دیکھا کہ حضور مع ایک جماعت صحابہ کے ایک مقام پر کھڑے ہوئے ہیں میں نے سلام کرنے کے بعد عرض کیا یا رسول اللہ آپ یہاں کھڑے کیوں ہیں فرمایا محمد بن اسمعیل (بخاری) کا منتظر ہوں۔ پھر چند روز کے بعد مجھ کو امام بخاری صاحب کی وفات کی خبر ملی۔ میں نے شمار جو کیا تو انکی وفات کا وہی وقت نکلا جس وقت میں نے پیغمبر صاحب کو منتظر کھڑا ہوا دیکھا تھا امام بخاری کو جب قبر میں رکھا تو اس سے مشک کی سی خوشبو آنے لگی اور برابر آتی رہی لوگوں نے مٹی اٹھا

ے خاتمہ مقدمہ صہ۵۲۲ ۱۲

اُٹھا کر لیجانا شروع کی آخر بغرض حفاظت اس پر جنگلہ لگا دیا گیا۔ امام بخاری ایکسو چورانوے میں پیدا ہوئے تھے اور دوسو چھپن میں انتقال فرمایا۔ انتہے

علم حدیث کا مکمل ہوجانا۔ اسی عرصہ مین اور اس کے قریب تر ملنے میں اکثر کتب حدیث تصنیف ہوئیں[1] اور احادیث جو منتشر تھیں مدون و مجتمع ہو کر ضبط میں آگئیں (ان پچھلوں کی تالیفات نے ان اگلوں کے اکثر مولفات سے جنہوں نے شروع زمانہ تدوین میں تصنیف کی تھیں مستغنی کر دیا دو وجہ سے ایک تو یہ کہ مابعد کے زمانہ میں تجربہ ہوجانے کی وجہ سے پچھلون کی مولفات جودت اور حسن ترتیب مین اگلون سے زائد مفید واقع ہوئیں۔ دوسرے پچھلوں کو جسقدر معلومات کی فراہمی ہوئی اگلوں کے افراد کو اُس کی آدھی تہائی بھی نہ ہوسکی جیسا کہ ہم آگے ثابت کریں گے) اور آگے بڑھ کر علم حدیث ایک کامل اور وسیع فن ہوگیا اور اسکے فنون اور متعلقات کی تنقیح و توضیح سے بہت کچھ ترقی حاصل کی جس سے علم حدیث اپنی کمال وضاحت کو پونچ گیا[2] کہ ایک معمولی لیاقت والے کے لیئے بھی اس میں کوئی محل وقت در جائے اشکال باقی نہیں رہی صرف توجہ صادق اور طلب صحیح کی ضرورت رہ گئی۔ اب ہم پھر امام ذہبی کے سلسلہ کلام کو لیتے ہیں طبقہ خامسہ کے بعد ذہبی نے طبقہ سادسہ کو ذکر کیا اس طبقہ میں ننانوے امام شمار کرائے منجملہ اُنکے

امام ابو یوسف کا آخر تمام اُن اقوال سے جو قرآن حدیث کے خلاف تھے انتقال کے وقت رجوع کرنا

امام ابو یوسف کو ذکر کرکے انکا یہ قول بھی نقل کیا کہ میں نے جسقدر فتوے دیئے تھے سوا اُنکے جو قرآن وحدیث کے موافق تھے میں سب سے رجوع کرتا ہوں اسی طبقہ مین یحیے بن سعید قطان اور عبداللہ بن وہب[3] فہری کو جو کہ ایک مجتہد کامل تھے گنا ہے۔ لکھتے ہیں اُس وقت میں **اصحاب حدیث** کے گروہ کے گروہ موجود تھے۔ مثل (امام) ترمذی وغیرہ کے اسی طرح مشائخ کے بھی گروہ کے گروہ تھے مثل **شقیق بلخی** وغیرہ کے۔ اور سلطنت **ہارون رشید** اور **برامکہ** کے قبضہ مین تھی انکے بعد **امین** اور امین کے بعد دو صدی کے ختم پر جب **مامون** خلیفہ ہوئے تو تشیع چمک اُٹھا اور

---

[1] علامہ ابن الجزری مقدمہ جامع الاصول میں لکھتے ہیں فکان غایۃ ھذا العلم الی زمان البخاری ومسلم ومن کان فی عصرھما انتہی ۱۲

[2] در مختار مین علوم کی تین قسمیں بتائی ہیں اور فن حدیث کو اس قسم میں بتایا ہے جس علم کے قواعد مقرر ہوگئے اور قواعد پر فروعات متفرع کردیئے گئے اور اسکے مسائل کی توضیح کردی گئی۔ اور وہ اپنے نہایت کمال کو پونچ گیا یعنے اب اس میں کوئی حالت منتظرہ باقی نہیں رہی تخریج ابن عابدین لکھتے ہیں کیونکہ محدثین جزاہم اللہ نے اسماء الرجال میں کتابیں بنائیں اور انکے نسب اور انکے ایام وجوہ فرق بیان کیئے اور انکی فقہ وغیر فقہ علیحدہ علیحدہ کرکے دکھا دیئے۔ کوئی ایک لاکھ کے حافظ تھے۔ کوئی تین لاکھ کے صحابہ رسول کا حصر و شمار کیا احکام احادیث اور ان سے مرادیں بیان کیں۔ پس فن حدیث کی حقیقت خوب روشن ہوگئی انتہی بلفظہ ملخصاً حاشیہ در مختار مقدمہ ص ۳۶ ۲۷ مطبوعہ مصر انکی مضمون کی توضیح آگے آتی ہے ۱۲

[3] لکھتے ہیں کان ثقۃ حجۃ حافظا مجتہدا لا یقلد احدا مات سنہ ۱۹۹ھ انتہی

خوب زور پڑ گیا۔ اور حکمت اوائل اور منطق یونان کا عربی میں ترجمہ ہوا اور کواکب کے حالات دیکھنے کے لیے آلات رصدیہ بنائے گئے۔ اب لوگوں کو ایک نیا علم ہاتھ لگا۔ جو تعلیم نبوت اور پہلے زمانہ کے اہل مومنین کی توحید (و عقائد) سے غیر ہے۔ اس سے پہلے کے مسلمان عافیت میں تھے۔ اس وقت میں روافض و معتزلہ کی شوکت قوی ہو گئی اور مامون نے مسلمانوں کو قرآن کے مخلوق کہنے پر مجبور کیا اور علماء کو اذیتیں پہنچائیں۔ ذہبی اسکے متعلق کچھ نصیحت اور اظہار افسوس کے بعد طبقہ سابعہ کو ذکر کرتے ہیں لکھتے ہیں کہ اس طبقہ میں حفاظ حدیث بہت تھے میں صرف سربر آوردہ لوگوں کو ذکر کرتا ہوں چنانچہ سو امام ذکر کیے انہیں میں شعبی بصری کو بھی ذکر کیا۔

امام ابوحنیفہ کا بہت سے مسائل سے رجوع کرنا

ان سے کسی نے کہا (امام) ابوحنیفہ رحنے بہت سے مسائل سے رجوع کیا۔ (یعنے پہلے کچھ فرمایا بعد اسکے پہلی بات کو چھوڑ کر اسکے خلاف فرمایا) شعبی نے جواب دیا عالم رجوع اسی وقت کرتا ہے کہ اس کا علم وسیع ہو۔ انہیں کا قول ہے دین باتوں کا نام نہیں ہے بلکہ دین حدیث سے حاصل ہوتا ہے اسی طبقہ میں امام شافعیؒ کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ حافظ حدیث تھے علل حدیث سے خوب واقف تھے۔ اور قاضی حفص بن عبداللہ نیشاپوری کے ذکر میں لکھتے ہیں کہ کبھی رائے سے فیصلہ نہیں کرتے تھے (بلکہ حدیث کے موافق چلتے تھے) ذہبی نے انہیں کے واسطے سے روایت کیا کہ کسی نے حضرت ابن عمر رضہ سے حج تمتع کی بابت سوال کیا ابن عمر رضہ نے فرمایا حلال ہے سائل نے کہا آپ کے والد (حضرت عمر) تو منع کرتے تھے ابن عمر رضہ نے فرمایا گو میرے باپ نے منع کیا مگر جب پیغمبر صاحب نے اس کو کیا ہے تو ہم اپنے باپ کی تابعداری کریں یا پیغمبر صاحب کی۔ اس طبقہ کے بعد طبقہ ثامنہ کو ذکر کیا۔ اس طبقہ میں امام ابن حبان کو لکھ کر انکا مقولہ ذکر کیا کہ دنیا میں کوئی مبتدع نہیں جو اصحاب حدیث سے بغض نہ رکھتا ہو اور جب آدمی کوئی بدعت کرتا ہے تو حدیث کا لطف اسکے دل سے نکل جاتا ہے انہوں نے ۲۵۶ھ میں انتقال کیا۔ پھر لکھتے ہیں ان مذکورین کے سوا انہیں جیسے غالبًا اور نکلیں جن کو ہم نے نہیں ذکر کیا کیونکہ اس وقت میں ایک ایک مجلس میں دس دس ہزار حدیث لکھنے والے جمع ہوتے تھے جو فن حدیث کے اندر مشغول رہنے والے تھے جن میں تقریبًا دو سو امام ایسے تھے جو لوگوں کو فتوے دینے کے لیے ظاہر ہو کر بیٹھے۔ اور وہ اسکی اہلیت رکھتے تھے۔ بعد طبقہ ثامنہ کے طبقہ تاسعہ کو ذکر کیا اس طبقہ میں ایک سو چھ اماموں کو ذکر کیا جن میں ابو داؤد ظاہری متوفی ۲۷۰ھ اور امام ابو داؤد صاحب سنن متوفی ۲۷۵ھ کو بھی ذکر کیا۔ ابو داؤد کا یہ مقولہ بھی ذکر کیا کہ میں نے پانچ لاکھ حدیث رسول لکھی ہیں ان سے

انتخاب کرکے یہ سنن بنائی جس میں چار ہزار آٹھ سو حدیث ہیں۔ علامہ ذہبی اس طبقہ کے ختم پر لکھتے ہیں۔ اس وقت اور اسکے قریب قریب کے زمانہ میں ائمہ حدیث نبوی کی خلق کثیر موجود تھی جنکا ہم دسواں حصہ بھی ذکر نہ کرسکے ہاں زیادہ تر میری تاریخ کبیر میں مذکور ہیں۔

تقلید کا شروع اور پہلے طرز عمل کا تبدل

اور اسی طرح اس وقت میں اہل الرائے وفروع (فقہاء) کی ایک جماعت اور کتنے سرداران معتزلہ اور شیعہ اور اصحاب کلام موجود تھے، جو آرائے معقول پر چلے اور سلف کا جو طریقہ احادیث کے ساتھ تمسک کا تھا اس کو چھوڑ دیا اور اس وقت سے فقہاء میں تقلید ظاہر ہوئی اور (طریقہ) اجتہاد گھٹنے لگا فسبحان من لہ الخلق والامر انتہے[1] اب اسوقت سے کہ دو صدی کے بعد کا زمانہ ہے) مذہب تقلید شروع ہوا۔ اس سے پہلے عموماً اہل اسلام اہل سنت کا وہی مذہب تھا جو پہلے ہم لکھ چکے ہیں۔ ان میں نہ اس طرح خاص خاص اماموں کے نام کا مذہب مقرر تھا اور نہ انکی تقلید کی جاتی تھی۔ علامہ سند بن عنان مالکی تحریر فرماتے ہیں (مذہب) تقلید[2] ایک بدعت ہے جو (بعد کے زمانہ میں) پیدا کیا گیا۔ اس لیے کہ ہم یقیناً جانتے ہیں کہ صحابہ رضہ کے زمانہ میں کسی خاص شخص کے نام کا مذہب نہ تھا جس کو پڑھا پڑھایا جاتا ہوا اور اس کی تقلید کی جاتی ہو بلکہ وہ لوگ

لہ عبارت یہ ہے نقد کان فی ہذا العصر وما قاربہ من ائمۃ الحدیث النبوی صلی اللہ علیہ وسلم فی الدنیا خلق کثیر ما ذکرنا عشرہم وہنا واکثرہم مذکورون فی تاریخی الکبیر وکذلک کان فی ہذا الوقت خلق من اہل الرای والفروع وعدد من اساطین المعتزلۃ والشیعۃ واصحاب الکلام الذین مشوا اراء المعقول واعرضوا عما علیہ السلف من التمسک بالآثار النبویۃ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وظہر فی الفقہاء التقلید وتناقص الاجتہاد فسبحان من لہ الخلق والامر انتہی یہ عبارت تذکرۃ الحفاظ مطبوعہ مطبع دائرۃ المعارف نظامیہ جلد دوم کے صفحہ ۲۰۳ میں ہے ہم جسوقت اس رسالہ کو مرتب کر رہے تھے اس وقت ہمارے پاس تذکرۃ الحفاظ موجود نہ تھا ہم نے جو عبارات تذکرے کی نقل کی ہیں وہ تاج المکلل سے لکھی ہیں التاج المکلل میں تذکرے کی یہ عبارات نقل ہیں۔

سہ عبارت یہ ہے اما التقلید فہو قبول قول الغیر من غیر حجۃ۔ وہو بضاف نفسہ بل هو بدعۃ محدثۃ لانا نعلم بالقطع ان الصحابۃ رضوان اللہ علیہم لم یکن فی زمانہم وعصرہم مذہب لرجل معین یدرس ویقلد وانما کانوا یرجعون فی النوازل الی الکتاب والسنۃ او الی ما یتمحض بینہم من النظر عند فقد الدلیل وکذلک تابعوہم ایضا یرجعون الی الکتاب والسنۃ فان لم یجدوا نظروا الی ما اجمع علیہ الصحابۃ فان لم یجدوا اجتہدوا واختار بعضہم قول صحابی فراٰہ الاقوی فی دین اللہ تعالی ثم کان القرن الثالث وفیہ ابو حنیفۃ ومالک والشافعی وابن حنبل فان مالکا توفی سنۃ تسع وسبعین ومائۃ وتوفی ابو حنیفۃ رح سنۃ خمسین ومائۃ وفی ہذہ السنۃ ولد الامام الشافعی وولد ابن حنبل سنۃ اربع وستین ومائۃ وکانوا علی منہاج من مضی لم یکن فی عصرہم مذہب رجل معین یتدارسونہ وعلی قریب منہم کان اتباعہم فکم من قولۃ لمالک ونظرائہ خالف فیہا اصحابہ ولو نقلنا ذلک لخرجنا عن مقصود ہذا الکتاب ما ذاک الا لجمعہم آلات الاجتہاد وقدرتہم علی ضروب الاستنباطات ولقد صدق اللہ نبیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فی قولہ خیر القرون قرنی ثم الذین یلونہم ثم الذین یلونہم ذکر بعد قرنہ قرنین والحدیث فی صحیح البخاری فالعجب لاہل التقلید کیف یقولون ہذا ہو الامر القدیم وعلیہ ادرکنا الشیوخ وہو انما حدث بعد مائتی سنۃ من الہجرۃ وبعد فناء القرون الذین اثنی علیہم الرسول صلی اللہ علیہ وآلہ واصحابہ وسلم انتہی ۱۲

واقعات میں قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے اور قرآن و حدیث سے نہ ملنے کی صورت میں جس طرف انکی بصیرت پہنچتی اسی طرح تابعین کرتے رہے یعنے قرآن و حدیث کی طرف رجوع کرتے تھے اگر قرآن و حدیث سے نہ ملتا اجماع صحابہ کی طرف نظر کرتے اگر اجماع بھی نہ ملتا تو خود اجتہاد کرتے اور بعض کسی صحابی کے قول کو قوی سمجھ کر اختیار کر لیتے۔ پھر قرن ثالث (تبع تابعین کا زمانہ) آیا اسی قرن میں (امام) ابوحنیفہ رح اور (امام) مالک رح اور (امام) شافعی رح اور (امام) احمد بن حنبل ہوئے۔ کیونکہ مالک رح نے ایک سو اناسی ۱۷۹ میں وفات پائی اور (امام) ابوحنیفہ رح نے ڈیڑھ سو ۱۵۰ میں اور اسی سال میں (امام) شافعی رح پیدا ہوئے۔ اور (امام) احمد رح ایک سو چونسٹھ ۱۶۴ میں پیدا ہوئے۔ یہ چاروں بھی پہلوں ہی کے طریقہ پر تھے انکے زمانے میں ابھی کسی خاص شخص کا مذہب مقرر نہ تھا جس کو آپس میں درس دیتے ہوں۔ اور انہیں کے طرز عمل کے قریب قریب انکے اتباع کا بھی طرز عمل تھا۔ بہت سے امام مالک اور انکے ہم پلہ اماموں کے قول ہیں جن میں انہیں کے شاگردوں نے انکا خلاف کیا۔ اگر ہم انکو نقل کریں تو اس کتاب سے جو مقصود ہے وہ رہجائیگا ان شاگردوں نے (اس آزادی کے ساتھ) خلاف اسی واسطے کیا کہ وہ (مقلد نہ تھے) بلکہ آلات اجتہاد کے جامع تھے اور استنباط مسائل کے طریقوں پر قادر تھے (بہرحال قرون ثلثہ میں مذہب تقلید پیدا نہ ہوا تھا) اور اللہ نے اپنی نبی کو انکے اس قول میں سچا کر دیا کہ بہتر سب قرون میں اہل زمانہ میرے ہیں پھر جو انکے بعد والے ہیں پھر جو انکے بعد والے۔ اپنے زمانے کے بعد صرف دو زمانوں کا ذکر کیا۔ یہ حدیث صحیح بخاری میں ہے

اہل تقلید پر تعجب کہ وہ اپنے مذہب کو قدیم سمجھتے ہیں۔

پس اہل تقلید سے تعجب ہے کہ وہ کیسے کہتے ہیں کہ یہ (تقلید والا) مذہب ہم قدیم ہے اور یہی ہم بزرگوں سے دیکھتے چلے آئے ہیں۔ حالانکہ وہ ہجرت سے دو سو برس بعد پیدا ہوا بعد گزرنے ان قرون کے جنکی رسول نے تعریف کی انتہے۔ اسی طرح شیخ صالح فلانی مدنی استاد شیخ محمد عابد سندی نے بھی ایقاظ ہمم اولی الابصار میں اور علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں لکھا ہے اور اسی کے قریب قریب علامہ ابن حزم اندلسی اور علامہ ابوطالب مکی اور شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے تحریر فرمایا چنانچہ انکے اقوال ہم آگے ان شاء اللہ ذکر کرینگے انکے علاوہ اور بھی بہت علماء کے اقوال سے اسکی تصریح نکلتی ہے غرض اس سے کسی ذی علم کو انکار نہیں اور نہ کوئی انکار کرسکتا ہے کہ مذہب تقلید پیغمبر صاحب سے تقریباً دو سو برس بعد پیدا ہوا [illegible] پہلے مسلمانوں کا جن میں عوام اور خواص عالم و جاہل آجکل کی طرح تقسیم کے لوگ موجود تھے یہ مذہب نہ تھا

جوان مقلدوں کا مذہب ہے) بلکہ عموماً انکا طرزِ عمل وہی تھا جو کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں جو اہلحدیث کا طریقہ ہو جن کو مقلدین بہت بُری نگاہوں سے دیکھتے ہیں)

تقلید کے شروع ہونے کے وجوہ

اب رہی یہ بات کہ یہ پیدا کیونکر ہوا اور اسقدر اس نے ترقی کیسے پکڑی ہم اس کو بھی منصفانہ طریقے سے بطور ایک امر واقعی کے بیان کرتے ہیں۔ یہ تو ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں کہ بسا اوقات ایسا ہوا ہے اور ہوتا ہے کہ کوئی طریقہ یا طرز عمل کسی اتفاقی وجہ سے یا کسی خاص مصلحت کی بنا پر شروع ہوتا ہے مگر کچھ عرصہ کے بعد وہ اتفاقی وجہ اور وہ خاص مصلحت تو بالکل معدوم ہو جاتی ہے اور وہ طریقہ اور وہ طرز عمل اپنی ایک مستقل شکل قائم کر لیتا ہے۔ اس قسم کی باتوں کی ابتدائی حالت تو کچھ ہوتی ہے لیکن بعد کو وہ کچھ اور ہی رنگ پکڑ جاتی ہے۔ یہ بات دینی امور کے ساتھ خاص نہیں ہے بلکہ اس بارہ میں دینی و دنیاوی رسوم دونوں ہی یکساں حالت رکھتی ہیں ہماری اس قیمتی اور محقق بات کو وہ شخص کبھی بیقدری کی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا۔ جس نے کبھی اپنے ملک کی رسوم و رواج کے اصل کی تحقیقات کی طرف تھوڑی سی بھی توجہ کی ہے اور یہ دیکھنا چاہا ہے کہ ان رسوم کی ابتدا کیونکر ہوئی ہے اور انکی ابتدائی حالت کیا تھی اور اب کیا ہے۔ بہت سے مراسم شادی و غم وغیرہ ہمارے پیش نظر ہیں جو کسی خاص ضرورت یا مصلحت سے یا بمقتضار وقت عقلا نے ایجاد کیئے تھے۔ لیکن اب انکی اصلی وجہ نظر انداز ہے اور گو بعد کے زمانہ میں انکی اصلی منشار کے خلاف ہی کیوں نہ لازم آتا ہو مگر وہ ایک ایسی لازمی امور قرار پا گئے جو کسی طرح چھوڑے نہیں جا سکتے۔ اسی طرح ہم بہت سی ایسی رسوم پیش کر سکتے ہیں جو دینی حیثیت سے دیکھی جاتی ہیں کہ وہ ابتدا میں کسی غیر قوم کی صحبت اور مخالطت سے پیدا ہو گئیں یا پہلے زمانہ میں کسی بزرگ یا صاحب رائے نے کسی خاص ضرورت یا مقتضار وقت یا اس وقت کی کسی مصلحت کی بنا پر یا اپنی رائے میں کسی وجہ سے ویسا ہی مناسب سمجھ کر یا اتفاقی طور پر کیں اور وہ حسب اتفاق کچھ دنوں جاری رہیں۔ انکے بعد چونکہ لوگ انکی اصلی منشار سے بالکل بے خبر ہو گئے لہذا ان رسم کو امور دینی اور شعائر اسلامی سمجھنے لگے حالانکہ دین میں نہ انکی کوئی اصل ہے اور نہ شارع نے کہیں انکا حکم دیا چنانچہ مقلدین بھی اس سے انکار نہیں کر سکتے اور صرف بعض میں باستثنار بعض کے سب ہی انکا بدعت ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ کیا تیجہ۔ دسویں بیسویں، چالیسویں۔ چھماہی۔ برسی۔ سات جمعراتوں۔ عرس فاتحہ۔ مروجہ وغیرہ رسوم[1] کو جو میت کے بعد کیئے جاتے ہیں۔ اور محفل میلاد

---

[1] کیا خوب کسی نے کہا ہے۔ کفر گیرد کاملے ملت شود۔ ہر چہ گیرد علتی علت شود۔ مگر یہ صرف بطور نظیر و استشہاد کے پیش کیا گیا ہے ورنہ علما امور پر کفر کا لفظ بولنا نہیں چاہتے۔ اور نہ ہمیں ایسا سمجھتے ہیں ۱۲۔

شریف اور اس میں تولد کے ذکر کے وقت قیام اور **مصافحہ** بعد العصر و معانقہ بعد العید کو نہیں دیکھتے (اسی قسم کی اور اس سے بڑھ کر اور بھی بہت باتیں ہیں جو اسلام میں مثل دیگر ادیان کے وقتاً فوقتاً خاص خاص وجوہ سے رواج پا گئیں اور جن کا رواج پانا ایک شدنی امر اور لازم تھا۔ اس لئے کہ خود پیغمبر صاحب اس کی بابت پیشین گوئی[۲] کر چکے ہیں جو ٹل نہیں سکتی)۔

اہل حدیث اور اہل الرائے کے معنی

یہی حالت اس مذہب تقلید کی بھی ہے۔ تبع تابعین کے زمانہ میں یا اس سے کچھ پہلے اور زمانہ مابعد میں کچھ علماء ایسے خیال کے ہوئے جو روایت حدیث سے (بخوف کچھ زیادتی کمی ہو جانے یا کسی قدر غلطی میں پڑ جانے کے) ڈرتے اور حدیث کے شغل سے بچتے تھے۔ یہ لوگ مسائل میں ضرورت کے وقت بہ نسبت حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے روایت کرنے کے بہتر سمجھتے تھے کہ اپنے سے پہلے کسی عالم یا اپنے وقت کے مشہور عالم کے قول سے سند پکڑ کر سبکدوش ہو جاویں یہ لوگ مسائل میں زیادہ تر اقوال علماء پر اعتماد کرتے تھے اگر ان علماء کے اقوال سے جن پر وہ اعتماد کرتے تھے صریح مسئلہ نہ نکلتا تو اس سے تخریج اور استنباط کرتے یہ لوگ اہل الرائے کہلائے اور وہ لوگ جنہوں نے تتبع احادیث اور مسائل میں جہاں تک ہو سکا حدیث رسول ہی پر اعتماد کیا جو کہ اصلی طریقہ ہے انکے مقابلہ میں **اہل الحدیث** کہلائے شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ[۳] میں تحریر فرماتے ہیں۔ اہل الرائے سے وہ لوگ مراد ہیں جنہوں نے اجماعی اکثرو

اہل دیوبند پر تعجب

ف۱ ہندوستان میں مقلد مولویوں میں سے دیوبندی المذہب مولوی بہ نسبت دوسرے فریق کے تعداد کی رو سے زائد ہیں وہ مسبب کے سبب ان تمام مراسم کا بدعت و خلاف طریقہ سلف ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ دوسرے فریق کے مولویوں کو ان مراسم میں سے بعض کے بدعت ہونے سے انکار ہے لیکن نظر تحقیق سے کام لینے کے بعد دیوبندیوں کی رائے کے اس بارہ میں صحیح ہونے اور فریق مقابل کی رائے کے غلط ہونے میں شک نہیں رہتا دیوبندی المذہب فریق سے تعجب ہے کہ باوجودیکہ ان تمام مراسم کا بدعت ہونا تسلیم کرتے ہیں تقلید شخصی کا بدعت ہونا تسلیم نہیں کرتے حالانکہ دونوں ایک ہی حالت رکھتی ہیں ان مراسم کے بدعت ہونے کی بجز اسکے کوئی وجہ نہیں کہ ان میں چند باتیں کہ اپنی طرف سے اور خاص خاص خصوصیات کا بحیثیت دینی التزام کر لیا گیا جس خصوصیت کے التزام کا شارع نے حکم نہیں دیا۔ یہی بات تقلید شخصی والے مذہب میں بھی موجود ہے ایک امام کی تمام مسائل میں پابندی اور یہی خصوصیت کا التزام کہیں شارع نے اس کا حکم نہیں دیا۔ پس جو وجہ ان مراسم کی بدعت ہونے کی ہے وہی بعینہ مذہب تقلید میں بھی موجود ہے لہذا کوئی وجہ نہیں کہ انکا بدعت ہونا تسلیم کیا جائے اور اس کا نہ کیا جائے۔ باقی تفصیل آگے انشاء اللہ مذکور ہوگی ۱۲

تقلید کا سنت یہود سے ہونا بموجب حدیث صحیح

ف۲ چنانچہ فرمایا لتتبعن سنن من قبلكم شبرا بشبر و ذراعا بذراع حتى لو دخلوا جحر ضب تبعتموهم قلنا يا رسول الله اليهود والنصارى قال فمن (صحیح بخاری پارہ ۲۹ صفحہ ۶۲۵) یعنی تم پہلی امتوں کے سارے طریقے اختیار کرو گے۔ چونکہ تقلید کا طریقہ یہود میں گذر چکا تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے انکے بارے میں ارشاد فرمایا ہے اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله۔ اور علامہ شوکانی نے الفتح الربانی میں ثابت کیا ہے کہ تقلید سنت یہود سے ہے اور تقلید کے طریقہ کی ابتدا یہود سے ہوئی۔ لہذا ضرور تھا کہ اس امت کے بھی کچھ نہ کچھ لوگ اس مسلک پر ضرور ہوتے ۱۲

ف۳ صفحہ ۱۶۳-۱۶۰ مطبوعہ صدیقی پریس ۱۲۸۶ھ

کے اتفاقی مسائل کے سوا اور مسائل میں کسی پہلے شخص کے قاعدے (اقوال) پر تخریج اختیار کی
تو زیادہ تر ان لوگوں کا یہی شغل رہا یعنے ایک مسئلہ کا حکم دوسرے مسئلے کے حکم سے مشابہت
کی وجہ سے نکالنا (یعنے قیاس کرنا) اور پھر پھار کر اسی شخص کے قاعدے میں داخل کر دینا بغیر اسکے کہ احادیث
اور آثار کا تتبع کریں۔ انتہے۔ اور شاہ صاحب نے باب الفرق بین اہل الحدیث واصحاب الرائے میں اہل
الحدیث کے بیان کے بعد تحریر فرماتے ہیں۔ اور ان اہل الحدیث کے مقابل امام مالک اور سفیان
اور انکے بعد کے زمانہ میں کچھ لوگ تھے جو (قیاس و استنباط سے مسئلہ بنانے اور فتوی دینے سے
پرہیز نہ کرتے تھے۔ اور کہتے تھے فقہ (فروعی مسائل) پر دین کی بنا ہے لہذا اس کی اشاعت ضروری
ہے اور یہ لوگ حدیث رسول (اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے روایت کرنے اور رسول اللہ صلعم
تک (مسئلہ کی سند) پہنچانے سے ڈرتے تھے شعبی کہتے تھے ہم بات کو رسول سے نیچے کسی عالم کے
قول پر ختم کر دین یہی زیادہ ہم کو پسند ہے اس لیئے کہ نقل میں کچھ زیادتی یا کمی ہو تو رسول صلعم
کی حدیث میں نہ ہو اور ہی کی بات میں ہو ابراہیم کا مقولہ ہے میں (کسی مسئلہ کے بتانے میں) یہ
کہدوں عبد اللہ (بن مسعود) نے (اس طرح) کہا۔ یا علقمہ نے کہا۔ یہ ہم کو زیادہ پسند ہے (اس سے
کہ حدیث رسول اللہ صلعم سے استدلال کروں) انتہے شاہ صاحب اسی قسم کے کچھ اور اقوال وغیرہ
ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ انکے پاس احادیث رسول اور آثار صحابہ اسقدر نہ تھے جن سے استنباط مسائل
اس طور پر کر سکتے جس طور پر کہ اہل حدیث (جن کے پاس احادیث وآثار بہت فراہم تھے) کرتے
تھے اُن کے دلوں نے اس بات کو بھی قبول نہ کیا کہ اپنے شہر کے علماء وفقہاء کے سوا اور اور
شہروں کے علماء کے اقوال کو دیکھیں۔ اور اُن کو جمع کریں اور اُن میں (راجح و مرجوح معلوم
کرنے کے لیئے) بحث کریں بلکہ انہوں نے (براہ کسر نفسی) اپنے آپ کو اس لائق ہی نہ سمجھا اور
اپنے اماموں کے حق میں (جن کے اقوال کو وہ لیتے تھے) معتقد رہے کہ وہ تحقیق کے اعلے درجہ پر
پونچے ہوئے ہیں۔ ان کے دلوں کا رجحان اپنے ہی اساتذہ کی طرف رہا چنانچہ علقمہ کا قول
ہے۔ کیا کوئی عبد اللہ (بن مسعود) سے بھی بڑھکر ہے اور (امام) ابوحنیفہ صاحب کا مقولہ ہے
ابراہیم (نخعی) سالم سے افقہ ہیں۔ اور صحابیت کے فضل کا اگر خیال نہ ہو تو میں علقمہ کو (حضرت)
ابن عمرؓ سے افقہ کہدوں۔ ان لوگوں کو فطانت و ذہانت و سرعت انتقال ذہن ایسا
حاصل تھا جس سے وہ (سارے) مسائل کے جواب اپنے اساتذہ کے اقوال پر تخریج کر کے بتانے

لہ ازالۃ الخفاء ۱۵۶ ۱۲ سلہ یہ امام ابوحنیفہ کے استاذ الاستاذ ہیں ۱۲ سہ صفحہ ۱۵۶ ۱۲

پر قادر تھے اور (بات یہ ہے کہ) ہر شخص پر وہ کام جس کے لیئے وہ ہے ضرور آسان ہوتا ہے اور ہر شخص اپنے مسلک کو پسند کرتا ہے توان لوگوں نے (مسائل) فقہ کو تخریج کے قاعدہ پر مرتب کیا۔ انتہے تخریج کی مفصل شرح تو ہم انشاء اللہ العزیز آگے لکھیں گے مگر خلاصہ یہ ہے کہ اپنے اماموں کے صریح قول سے مسئلہ نکل آیا تو اسی کو اختیار کیا۔ اگر صریح نہ نکلا تو انہیں کے اقوال سے استنباط کیا۔ الحاصل اہل الرائے کا دستور تھا حدیث کا شغل کم کرنا اور مسائل میں متقدمین کے اقوال پر اعتماد کرنا اور انہیں کو سند میں لانا۔ اس طرز عمل نے لوگوں کو علماء کے اقوال پر بھروسہ کر لینے اور انہیں کو حجت سمجھ لینے کی تعلیم کی یہیں سے تقلید پیدا ہوئی۔ یہ طرز عمل ابتداءً تو ایک نیک نیتی اور خاص احتیاط پر مبنی تھا لیکن بعد کو جب کہ احادیث جمع ہوگئیں اور روایت حدیث کا بار گران اللہ تعالے کے دلیر بندوں کے ایک دوسرے گروہ نے اپنے سر پر لے کر اُس کو انجام و کمال کو پہنچا دیا (اسی کا طفیل ہے کہ آج تک دین محفوظ۔ اور حق و ناحق ممتاز رہا اور رہے گا) کوئی وجہ نہ تھی کہ حدیث رسول اللہ صلعم کو محل استدلال سے نظر انداز کیا جاتا اور ہر موقع میں علماء کے اقوال پر اعتماد اور انہیں کو دلیل و سند قرار دیا جاتا مگر وہ ایک دستور تھا جو پڑ چکا جس نے لوگوں کو علماء کی تقلید اور انہیں کے اقوال پر کاربند رہنے کا طریقہ سکھا دیا۔ اور دلائل شرعیہ کے ساتھ استدلال اور اُنکی طرف توجہ کی ترک کا عادی بنا دیا پھر تو وہ ایک مستقل مسلک بن گیا ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایک ذی علم جس کے سامنے قرآن و حدیث موجود ہے اور وہ قرآن و حدیث کو سمجھتا بھی ہے اس کو بھی یہی چاہیے کہ کسی نہ کسی اپنے سے پہلے کی تقلید کرے اور جب کوئی واقعہ پیش آئے تو قرآن و حدیث کو چھوڑ کر اسی پہلے کے قول سے اس کا حکم تلاش کرے اور اُس پر کاربند ہو۔ پس اہل الرائے کا وتیرہ تھا جس نے اس طریقہ کی بنا ڈالی۔ لیکن پہلے زمانہ کے اہل الرائے اپنی خاص احتیاط کے خیال کی بنا پر معذور تھے مگر ما بعد کے لوگوں نے اُنکی اصلی وجہ کو جس کے سبب سے وہ ایسا کرتے تھے نظر انداز کر دیا اور بلا اصلی منشاء کے لحاظ کیئے ہوئے یہی کرنے لگے جو وہ لوگ[1] کرتے تھے نہیں بلکہ اس سے بھی زائد اور بہت زائد۔ اس لیے کہ اس طرز عمل کو روز بروز جیسا زمانہ گزرتا گیا اور اس کے سالکوں کو ترقی ہوتی گئی (چنانچہ ہم آگے ذکر کریں گے) اس کو بھی ترقی ہوتی گئی اور اُس کا استحکام بڑھتا گیا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ پورا پورا ایک مذہب ہی قائم ہوگیا جس کو

---

[1] چنانچہ متقدمین میں عملاً ...... عام طور پر یہی ہو رہا ہے گو زبان سے ایسا نہ کہیں اس سے انکار کریں مگر کرتے ایسا ہی ہیں اور ایسا ہی کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ جب کسی عالم کو اس طرز عمل کے خلاف کرتا ہوا دیکھتے ہیں تو اُنکے دشمن ہو جاتے ہیں جیسا کہ برابر علماء اہلحدیث کے ساتھ ہو رہا ہے ۱۲

تقلید اور اس پر چلنے والوں کو مقلد کہتے ہیں۔ لیکن یہ یاد رکھنا چاہیے کہ پہلے زمانہ کے اہل الرائے مقلد نہ تھے اور نہ انکا مذہب تقلید تھا (تقلید تو اس طرز عمل کی ترقی اور استحکام کے بعد ظہور میں آئی) ورنہ تسلیم کرنا پڑے گا کہ جناب امام ابو حنیفہ صاحب بھی مقلد ہوں کیونکہ وہ بھی اسی اہل الرای کی محتاط جماعت میں تھے۔ حالانکہ امام ابو حنیفہ صاحب کا مقلد ہونا کون تسلیم کرسکتا ہے اسلیے کہ مسلم ہے کہ مجتہد کو تقلید قطعاً حرام ہے[1] اور امام صاحب کا اجتہاد میں جو پایہ تھا معلوم ہے۔

ائمہ اربعہ اور دیگر علماء کے اقوال بابت ممانعت تقلید

دیگر امام صاحب تقلید سے منع فرمایا کرتے تھے تو جس چیز سے منع فرماتے خود اس کو کیوں کرتے (ائمہ اربعہ اور دیگر اماموں نے اپنی نور بصیرت سے دیکھ لیا تھا کہ کیا عجب اس طرز عمل سے لوگ مذہب تقلید پیدا کرلیں لہذا وہ سب کے سب بنظر احتیاط اور بطور حفظ ماتقدم اس سے برابر ممانعت کرتے رہے[2] ہے اور صاف صاف ہدایت کر گئے

---

[1] ردالمحتار صفحہ ۳۲ اور کتب اصول میں جابجا تصریح موجود ہے منجملہ انکے نوع تحقیق حدیقہ صفحہ ۳۳ نولکشوری ہ اور امام صاحب کے اہل الرائے ہونے کا ذکر آگے آتا ہے ۱۲

[2] حجۃ اللہ البالغہ میں لکھتے ہیں (امام) ابو حنیفہ سے روایت ہے کہ انہوں نے فرمایا جو شخص میری دلیل نہ معلوم کرے اس کو میرے قول پر فتوی دینا نہیں لائق ہے (یعنے تقلیداً میرے قول کو بلا تحقیق کیئے ہوئے نہ لینا چاہیئے) اور آپ جب فتوی دیتے تھے تو فرما دیتے تھے کہ یہ رائے نعمان کی یعنے میری ہے اور ہم نے اپنی بوسع میں اسی کو بہتر پایا۔ اب اگر کسی کو اس سے بھی بہتر ملے تو وہی ٹھیک ہے اور امام مالک رح فرماتے تھے کہ سوا رسول اللہ صلعم کے کوئی نہیں جس کی ساری باتیں واجب التسلیم ہوں (لہذا تمام باتوں میں کسی کی پیروی نہیں کی جاسکتی جب تک یہ نہ تحقیق کرلیا جائے کہ کونسی بات حق و واجب التسلیم ہے اور کونسی نہیں) اور امام شافعی نے مزنی سے کہا کہ میری تقلید نہ کر ساری باتوں میں اور اپنے لیے خود تحقیق کر کیونکہ دین کا معاملہ ہے اور فرماتے تھے سوا رسول اللہ صلعم کے کسی کا قول حجت نہیں اور امام احمد نے فرمایا میری تقلید کر اور نہ مالک کی اور نہ اوزاعی کی اور نہ نخعی کی اور نہ کسی اور کی اور جہاں سے انہوں نے مسائل لیے تم بھی لو یعنے کتاب و سنت سے اور امام ابو یوسف اور (امام) زفر اور انکے سوا اور اماموں سے بھی مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کسی کو حلال نہیں کہ ہمارے قولوں پر فتوے دے جب تک کہ یہ نہ جان لے کہ ہم نے کہاں (اور کس دلیل) سے کہا (یعنے ہماری تقلید نہ کرے کیونکہ تقلید کہتے ہیں بلا دلیل مان لینے کو) امام صاحب کے شاگرد کے شاگرد عصام بن یوسف سے کسی نے کہا کہ تم (امام) ابو حنیفہ رح صاحب کا بہت خلاف کیا کرتے ہو انہوں نے جواب دیا اس وجہ سے خلاف کرتا ہوں کہ (امام) ابو حنیفہ رح کو جو فہم دی گئی تھی ہم کو نہیں دی گئی انہوں نے اپنی فہم سے جو سمجھا ہم نہیں سمجھ سکتے اور ہم کو جائز نہیں کہ انکے قول پر فتوی دیں جب تک خود نہ سمجھ لیں (یعنے ہم تقلید نہیں کرسکتے۔ انتہی صفحہ ۱۶۲ و ۶۳ اور حجۃ اللہ البالغہ میں یہ بھی ہے کہ خلیفہ منصور نے زمانہ حج میں امام مالک سے ملے اور کہا میں نے قصد کیا ہے کہ تمہاری تالیفات کو لکھوا کر تمام ممالک اسلام میں بھیجدوں اور حکم کردوں کہ انہیں پر عمل کیا جاوے اور انکے سوا اور کسی کے قول پر عمل نہ ہو امام صاحب نے جواب دیا کہ اے امیر المومنین ایسا نہ کرو کیونکہ لوگوں کے پاس اگلے علماء کے اقوال پہونچے ہیں اور انہوں نے احادیث سنی ہیں اور روایات نقل کی ہیں اور جس گروہ کو جو پہونچ چکا ہے اس نے اس کو اختیار کیا ہے تو آپ ہر ایک کو اس کے مختار (اور تحقیق) پر رہنے دیں انتہے صفحہ ۱۵ دیکھو امام مالک صاحب تو اپنی تقلید شخصی کیئے جانے سے روکا اور اس کو پسند نہ کیا۔ ان اقوال کے سوا ممانعت تقلید میں ائمہ اربعہ سے اور بھی بہت اقوال اور ائمہ اربعہ کے سوا دیگر اور علماء سے بکثرت منقول ہیں (جن کی نقل کی ہم یہاں گنجائش نہیں پاتے) ہم جتنے کہ بہت محققین نے تقلید کی نہی پر اجماع ہونے کا دعوی کیا۔ جلال الدین سیوطی نے بھی کتاب الرد علی من اخلد الی الارض میں امام ابو حنیفہ رح و مالک رح و شافعی رح کی نسبت ذکر کیا ہے کہ انہوں نے کسی کو اپنی تقلید کی اجازت نہیں دی بلکہ اس سے منع کیا۔ اس کے متعلق محققین کے کچھ اقوال آگے بھی آتے ہیں ۱۲

کہ کبھی تقلید نہ اختیار کر لینا مگر افسوس ہے کہ اس پر بھی لوگوں نے نہ مانا اور نام کو تو انکی پیروی کرتے ہیں مگر کرتے وہی ہیں جس سے انہوں نے منع کیا تھا اس کے علاوہ مذہب تقلید بعد کو ظہور پذیر ہوا اور اہل الرائے پہلے سے ہیں

تقلید کے شیوع کا زمانہ

شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں جان لینا چاہئے کہ چوتھی صدی سے پہلے کے لوگ کسی ایک مذہب معین کی تقلید پر جمع نہ تھے ابو طالب مکی قوت القلوب میں لکھتے ہیں یہ کتابیں (اور خاص خاص مذہبوں کے نام کے) مجموعے مُحدث (نئے نکالے ہوئے) ہیں۔ اور (قرآن و حدیث کے سوا لوگوں کے اقوال کے ساتھ قائل ہونا اور کسی ایک معین مذہب کے فتوی دینا اور اسی کے قول کو اختیار کرنا اور اسی کو ہر موقع میں پیش کرنا اور اسی کے مذہب کے موافق فقہ حاصل کرنا (جیسا کہ مقلدین کرتے ہیں) قدیم سے لوگ اس پر نہ تھے نہ پہلے طبقے والے (صحابہ) نہ دوسرے طبقے والے (تابعین) انتہے (شاہ صاحب لکھتے ہیں) میں کہتا ہوں دونوں طبقوں کے بعد لوگوں میں کچھ تخریج پیدا ہوئی۔ مگر چوتھی صدی والے ایک معین مذہب کی تقلید خالص اور اسی کے حاصل کرنے اور اسی کے نقل کرنے پر مجتمع نہ تھے چنانچہ تحقیق سے ظاہر ہوتا ہے بلکہ ان میں عوام و علماء سب ہی قسم کے لوگ تھے، عوام کا دستور تھا کہ اجماعی مسائل میں جن کے اندر کسی مسلمان کو یا جمہور مجتہدین کو خلاف نہیں شارع ہی کی تقلید (اتباع) کرتے تھے۔ وضو، غسل، نماز، زکوٰۃ وغیرہ کے طریق اپنے ماں باپ یا اپنے شہر کے اساتذہ سے سیکھ لیتے تھے اور جب کوئی نیا واقعہ پیش آتا تو بلا تعیین کسی مذہب کے جو عالم مل گیا اس سے فتوے پوچھ لیتے تھے اور خواص کا دستور تھا کہ اہل الحدیث حدیث کا شغل رکھتے تھے انکو احادیث رسول اور آثار صحابہ اتنی پہونچ جاتی تھیں کہ ان کو پھر کسی دوسری چیز کی ضرورت نہ رہتی تھی (اور حدیث بھی کیسی) بہت بہت سی سندوں سے اور صحیح جس پر کوئی نہ کوئی مجتہد عمل بھی کرتے رہے اور ہم نہیں جانتے (ایسی حدیث پر عمل چھوڑنے والا عند اللہ کیا عذر کر سکتا ہے۔ یا (اگر حدیث نہ ملی تو) جمہور صحابہ اور تابعین کے ایسے اقوال متظاہرہ جن کے ساتھ مخالفت کرنے کی کوئی وجہ نہیں ملجاتے تھے اور اگر کسی مسئلہ میں کوئی نقل ایسی نہ ملی جس سے اطمینان حاصل ہو جائے تعارض کے ہونے اور کسی وجہ ترجیح کے ظاہر نہ ہونے کے سبب سے تو پہلے زمانہ کے کسی عالم کا قول اختیار کر لیتے اور اگر مختلف قول ملتے تو جس کو زیادہ مضبوط خیال کرتے لے لیتے خواہ وہ قول م‍ہ

لہ عبارت یہ ہے اعلموا ان الناس کانوا قبل المائۃ الرابعۃ غیر مجمعین علی التقلید الخالص لمذہب واحد بعینہ قال ابو طالب المکی الخ صفحہ ۱۵۷ تا صفحہ ۱۵۹ باب حکایۃ حال الناس قبل المائۃ الرابعۃ الخ

کے عالموں سے کسی کا ہو یا کوفہ کے عالموں میں کا دغرض کسی کی تعیین و تخصیص نہ تھی) اور تخریج والے (اہل الرائے) اس مسئلہ کو صریح نص سے نہیں پاتے تھے اس کو (اپنے پہلوں کے اقوال سے) تخریج کرتے تھے (اور انکے) مذہب (کے نکالنے اور پیدا کرنے میں اجتہاد کرتے تھے یہ لوگ اپنے اساتذہ کے مذہب کی طرف نسبت کیئے جاتے تھے چنانچہ کہا جاتا تھا فلاں شافعی ہے (یعنی امام شافعی کے اقوال پر تخریج کرتا ہے اور فلاں حنفی ہے بلکہ بعض وقت اہل حدیث کو بھی کسی پہلے کے ساتھ زیادہ مسائل میں بطور توارد کے ہموافق ہو جانے کی وجہ سے نسبت کر دیا جاتا تھا۔ جیسا کہ نسائی اور بیہقی امام شافعی کی طرف نسبت کر دیئے جاتے تھے۔ اس وقت میں قاضی و مفتی وہی بنایا جاتا تھا جو مجتہد ہو اور فقیہ بھی مجتہد ہی کو بولتے تھے۔ (الحاصل اس وقت تک تقلید شخصی کا رواج نہ عوام میں تھا نہ خواص میں ۔)

تقلید کے پیدا ہونے کے چند دیگر اسباب

ان طبقوں کے بعد ایک دوسری قسم کے لوگ ہوئے جو سیدھے راستے کو چھوڑ کر) دائیں بائیں نکل گیے اور اُن میں چند (نئی باتیں پیدا ہو گئیں منجملہ اُنکے ایک یہ کہ وہ تقلید پر مطمئن ہو کر بیٹھ رہے اور (صورت اس کی یہ ہوئی کہ) تقلید ان کے دلوں میں چیونٹی کی سی ہلکی چال سے گھسی اور ایسی آہستہ آہستہ گھسی کہ) خود ان کو بھی نہ معلوم ہوا۔ اور سبب اس کا ہوا فقہار کی باہمی نزاع اور مجادلے۔ کیونکہ فقہار کی جب آپس میں فتووں کے اندر نزاعین واقع ہوئیں تو جو کوئی فتوے دیتا دوسرا اس کا رد کرتا پس یہ بحث کسی طرح ختم نہ ہوتی جب تک کہ متقدمین میں سے کسی عالم کا صریح قول نہ پیش کیا جائے (اس وجہ سے علمار سابقین کے اقوال و آرار پر اعتماد کرنے اور اُن سے سند پکڑنے اور انہیں پر عمل درآمد کرنے کی عادت پڑ گئی اور پھر یہی اصل طریقہ اسلام نظر آنے لگا) اور ایک سبب تقلید کے جاری ہونے کا قاضیوں کی بے انصافی بھی واقع ہوئی کیونکہ اکثر قاضی جب ظلم کرنے لگے اور خود اعتماد کے لائق نہ رہے) کہ اُنکے بتائے ہوئے مسائل کو منصفانہ نظر سے مستنبط سمجھا جائے) تو خود اُنکے بتائے ہوئے مسائل قبول نہیں کیئے جاتے تھے جب تک کہ کسی پہلے عالم کا قول پیش نہ کریں کہ جس میں کسی کو تردد باقی نہ رہے (لہذا ضروری ہو گیا کہ پہلے عالموں کے قول پر اعتماد کیا جائے۔ اور جب اس کا رواج پڑ گیا تو پھر کوئی قابل اعتماد ہو یا نہ ہو طریقہ ہی یہ قائم ہو گیا کہ پہلے زمانہ کے عالم کا قول پیش کیا جایا کرے اور وہی مدار کار ٹھہرے پس طریقہ تقلید چل نکلا) اور ایک سبب واقع ہوا لوگوں کی بے علمی اور فتوی پوچھنا ایسوں سے جن کو نہ حدیث کا علم نہ طریقہ تخریج کا جیسا کہ اکثر متاخرین میں شائع ہے چنانچہ ابن الہمام وغیرہ نے اس کو بیان کیا اس وقت میں غیر مجتہد کو فقیہ بولنے لگے۔ تمام ہوا قول شاہ صاحب کا۔ پھر شاہ صاحب ان لوگوں کے فقہی وغیرہ

علوم کے اشتغال کے ذکر کرنے کے بعد لکھتے ہیں انکے بعد قرون خالص تقلید پر بڑھے پلے جو حق کو باطل سے اور جدال کو استنباط سے علیحدہ تمیز نہیں کرسکتے تھے۔ انتہی۔ پھر شاہ صاحب لکھتے ہیں اس کے بعد جو زمانہ آتا گیا وہ پہلے کی نسبت فتنہ میں زائد اور تقلید (کے رواج) میں بڑھ کر اور لوگوں کے دلوں سے (اسکی) امانت (یعنے اس اصلی طریقہ) کو نکالنے والا ہوتا گیا حتے کہ لوگ امور دین (کو شرعی دلائل سے نکالنے) کی بحث چھوڑنے پر مطمئن ہو کر بیٹھ رہے اور کہنے لگے اِنَّا وَجَدْنَا آبَاءَنَا عَلٰی اُمَّةٍ وَّاِنَّا عَلٰی آثَارِهِمْ مُّقْتَدُوْنَ [1] اور ہم (افسوس کرتے ہیں کہ) اس کی شکایت سوا اللہ تعالے کے اور کس سے کریں انتہی شاہ صاحب نے تقلید کے پھیلنے کے سوا اس سبب سے جو ہم نے لکھا اور بھی کئی سبب بیان کیے۔

مذہب تقلید کے پیدا ہونے کا ٹھیک زمانہ اور پیغمبر صاحب کی پیشین گوئی

بہر حال کوئی بھی وجہ ہو اس میں کوئی شک نہیں کہ اس کا رواج پیغمبر صاحب سے بہت زمانے کے بعد ہوا اور جیسا کہ دین میں وقتاً فوقتاً اور نئی نئی باتیں پیدا ہوئیں اسی طرح یہ بھی ایک نیا طریقہ نکل کر قائم ہوا۔ اس سے پہلے ابتدا میں تقریباً ایک سو برس تک تو کل ہی مسلمان اور اس کے بعد بھی مدت تک اکثر [2] مسلمان وہی طریقہ رکھتے تھے جو اہل حدیث کا ہے جن کو آج کل غیر مقلد کہتے ہیں پیغمبر صاحب کی پیشین [3] گوئی کے موافق قرون ثلثہ تو جو تقریباً دو سو بیس [4] ہجری تک باقی رہے اس طریقے (مذہب تقلید) سے محفوظ رہے بعد کو یہ رنگ شروع ہوا اور ترقی کرنے لگا مگر چوتھی صدی میں بھی عام رواج اس کا نہ ہونے پایا تھا۔ پیغمبر صاحب سے چار سو برس بعد اس کو پوری ترقی ہو گئی۔

صرف ائمہ اربعہ کی تقلید کیجانے کی وجہ

اب رہی یہ بات کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک اور امام شافعی رح اور امام احمد بن حنبل رح ہی کی تقلید کی جاتی ہے سوا انکے اور جو ہزاروں لاکھوں مجتہد و امام گزرے اور کسی کی تقلید نہیں کی جاتی اور نیز ان چار مذہبوں کے مقرر ہونے کی کیا وجہ ہوئی تو بات یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ جو عالم مجتہد جہاں کہیں ہوئے وہ اپنے قرب

---

[1] ہم نے اپنے باپ دادوں کو ایک طریقے پر پایا ہے اور ہم انہیں کے طریقے کی پیروی کرنا چاہتے ہیں ۱۲ [2] اکثر اس واسطے کہا کہ اس وقت میں کچھ کچھ اہل الرائے بھی ہو گئے تھے ۱۲ [3] یعنے وہ جو آپنے بہ نسبت آیندہ زمانہ کے قرون ثلثہ کی خیریت کی بابت ارشاد فرمایا ہے جس کو امام بخاری اور امام مسلم وغیرہم نے روایت کیا ۱۲ [4] دیکھو فتح الباری پارہ ۱۴ باب فضائل اصحاب النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صفحہ ۳۵۳ عبارت یہ ہے واتفقوا ان اخر من کان من اتباع التابعین ممن یقبل قوله من عاش الی حدود العشرین ومائتین وفی هذا الوقت ظهرت البدع ظهورا فاشیا الی قوله وتغیرت الاحوال تغیرا شدیدا یعنے تبع تابعین دو سو بیس تک زندہ رہے بس اسی وقت سے بدعتیں پھیلنے لگیں اور دین میں) بہت کچھ تغیر (و تبدل) واقع ہو گیا

وجوار (اور بعض دور دراز کے لوگوں کے بھی) مرجع بنے کہ لوگ انکی طرف مشکلات مسائل میں رجوع کرتے اور ضرورت کے وقت ان سے مسائل دریافت کرتے وہ جب تک زندہ موجود رہے لوگوں کی حاجات ان سے پوری ہوتی رہیں۔ اور لوگ اُنکی طرف رجوع کرتے رہے اور جب وفات پائی اور انتقال کر گئے لوگوں کی حاجت روائی کے لیئے کوئی نہ کوئی اللہ کے بندے مستعد رہتے ہی تھے ایک ایک مقام پر کئی کئی عالم بھی ہوتے تھے وہ لوگ جیسا اُنکی طرف رجوع کرتے تھے اِن کی طرف رجوع کرنے لگے۔ اور ان گزرے ہوؤں کا کچھ دنوں تک ذکر و تذکرہ رہ کر تھوڑے عرصے کے بعد سوائے خواص کے اور اُن کے جن کو فن تاریخ سے دلچسپی ہے یا اُن کے ساتھ اُن کا کوئی سلسلہ قائم ہے جاننے والا یا ان کا ذکر و تذکرہ کرنے والا بھی نہ رہتا تھا مگر بعض علما کے لیئے ایسے اسباب مہیا ہوئے اور زمانے نے موافقت کی کہ اُن کا نام نامی پیچھے بھی مشہور رہا اور علی قدر شہرت و موافقت اسباب عوام و خواص میں اُن کا ذکر و تذکرہ جاری رہا اور بعد کو بھی بہت سے لوگ اُن کے نام لینے والے اور اُنکے بتائے ہوئے مسائل پر چلنے والے باقی رہے اور بعض کو ایسی ترقی ہوئی کہ وہ صاحب مذہب کہلائے اور اُن کے نام کا مذہب چلا یہ اس طرح ہوا کہ جب اُن کی زائد شہرت ہوئی اور ان کے بہت سے معتقد اور پیرو ہوئے بکثرت اُن کی طرف مسائل میں رجوع ہوا اور اُن کو مسائل صریح نصوص یا اجتہاد و استنباط سے بتانے پڑے اور اُن کے معتقدین نے وہ مسائل محفوظ کیئے اور ایک دوسرے سے نقل کرنے لگے پس اس قسم کے مسائل ان مجتہدوں کا مذہب شمار ہوئے اور وہ مجتہد امام و صاحب مذہب کہلائے۔ اس طرح کے بھی عالم اس امت میں سیکڑوں ہزاروں گذرے ہیں۔ علما کے طبقات اور تذکرے دیکھو

ائمہ اربعہ کے سواہت سے دیگر اصحاب مذہب کے نام

چنانچہ جن ائمہ کا ذکر ہم ذہبی کے کلام سے پہلے کر آئے ہیں بہت سے ان میں کے اسی وصف کے تھے تاہم بعض کے نام نامی ہم پھر اس جگہ ذکر کیئے دیتے ہیں ان مشہور چاروں اماموں کے نام تو معلوم ہی ہیں انکے سوا امام زہری، امام شعبی۔ امام عطار بن ابی رباح قرشی۔ طاؤس۔ حسن بصری۔ محمد بن سیرین۔ قتادہ۔ ضحاک۔ لیث۔ مکحول شامی۔ سلیمان اعمش۔ ابو عبید ابن وہب۔ ابراہیم نخعی۔ حماد۔ سفیان ثوری۔ اوزاعی۔ ابن مبارک۔ ابن ابی لیلی۔ اسحاق بن راہویہ محمد بن جریر طبری۔ داؤد بن علی ظاہری۔ ابو ثور وغیرہم انکے اور ان کے بعد کے زمانہ میں انہیں کے وصف کے

ا مگر یہ رواج اطو تقلید شخصی نہ تھا چنانچہ تفصیل آگے آتی ہے ۱۲ ۲ ہم چاہتے تھے کہ کتب تواریخ و تراجم سے ان بزرگوں کے کچھ کچھ حالات لکھتے تاکہ ناظرین کو معلوم ہوتا کہ یہ لوگ کیسے کیسے بڑے مجتہد و امام اور صاحب مذہب مستقل اور لوگوں کے مقتدا تھے مگر بخوف طوالت اس کو بازرہے ۱۲

اور بھی بہت سے علماء ہوئے ان علماء و ائمہ میں سے علی حسب موافقتِ اسباب و مساعدتِ وقت کسی کا نام زیادہ مشہور ہوا۔ اور کسی کا انکی نسبت سے کم۔ کسی کا نام زیادہ دنوں چلا اور انکے نام لینے والے اور انکے اجتہاد پر چلنے والے مدتوں رہے۔ یا اب تک چلا جاتا ہے اور کسی کا نام تھوڑے دنوں چل کر ان کا نام اور اُن کا مذہب اور ان کے مذہب کے نام لینے والے اور اس پر چلنے والے صفحۂ روزگار سے مٹ گئے اور سوائے خاص آدمیوں کے کوئی جاننے والا نہ رہا۔ وہ اسباب جو ان ائمہ کی شہرت و عروج بقاء نام اور اُن کے مذہب کے قیام کے باعث ہیں اگرچہ بہت ہیں مثلاً اُن کی نیک نیتی۔ ذاتی خوبیاں۔ کثرت تلامذہ عمدہ تصانیف۔ مگر سب سے زیادہ مؤثر اور سب سے بڑا قوی سبب اس کا اپنے معتقدوں اور مخلص[۱] شاگردوں کا وہ جن کا قصد ہو اپنے استاد کے نام کو روشن کرنا اور ان کے نام کے مذہب کو فروغ دینا) ملکی خدمات اور معزز عہدوں کے ساتھ ممتاز ہونا اور سلطنت کے ساتھ رسوخ حاصل کرنا اور ملک میں با اختیار ہونا ہے چنانچہ جس امام و مجتہد کے لیے یہ بات مہیا ہوگئی ان کے نام و مذہب نے خوب فروغ پایا اور برابر پھیلتا گیا اور جب قوت و بقاء سبب سلسلہ اس کا آیندہ کے لیے قائم ہوگیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ تو جس[۲] مذہب کے اصحاب مشہور ہوئے اور خدمت قضاء اور افتاء ان کے سپرد ہوئی اور ان کی تصانیف لوگوں میں مشہور ہوئیں اور لوگوں نے اُن کو پڑھا پڑھایا تو وہ اطراف عالم میں پھیل گیا۔ اور ہمیشہ روز بروز پھیلتا رہا اور جس مذہب کے اصحاب غیر مشہور ہوئے اور قاضی و مفتی نہ بنائے گئے اور لوگ اُنکی طرف نہ متوجہ ہوئے وہ مذہب کچھ دنوں کے بعد مٹ گیا انتہے

حنفی مذہب کے پھیلنے کے وجوہات

ان چار اماموں اور اُن کے مذہبوں کے لیے اتفاق سے یہی قوی و مؤثر سبب مہیا ہوگیا۔ جس سے ان کے مذہب چل نکلے اور آئندہ کے لیئے ان کا سلسلہ قائم ہوگیا شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں (امام) ابو[۳] حنیفہ رحؒ کے شاگردوں میں سب سے زائد مشہور (امام) ابو یوسف رحؒ تھے وہ (خلیفہ) ہاروں رشید کے وقت میں قاضی القضاۃ مقرر ہوگئے

---

[۱] مثل مشہور ہے پیراں نمی پرند مریداں می پرانند۔ مگر واضح رہے کہ یہ مثل تھوڑی مناسبت سے استشہاد کے طور پر پیش کی گئی عموماً اور بعینہٖ ایسا ہونا مراد نہیں ۱۲ [۲] عبارت یہ ہے فای مذہب کان اصحابہ مشہورین ووسد الیہم القضاء والافتاء واشتہر تصانیفہم فی الناس ودرسوا درسا ظاہرا انتشر فی اقطار الارض ولم یزل ینتشر کل حین وای مذہب کان اصحابہ خاملین ولم یولوا القضاء والافتاء ولم یرغب فیہم الناس اندرس بعد حین حجۃ اللہ ص ۱۵۲ باب الفرق بین اہل الحدیث الخ ۱۲ [۳] عبارت یہ ہے وکان اشہر اصحابہ (ابی حنیفۃ رح) ذکرا ابو یوسف رح فولی قضاء القضاۃ ایام ہارون الرشید فکان سببا لظہور مذہبہ والقضاء بہ فی اقطار العراق والخراسان وما وراء النہر حجۃ اللہ ص ۱۵۱ باب اسباب اختلاف مذاہب الفقہاء ۱۲

بہ سبب ہوگیا (امام ابو حنیفہ رح کے مذہب کے پھیلنے اور اسی کے موافق فیصلجات ہونے کا اضلاع عراق وخراسان وماوراء النہر میں انتہے۔ علامہ قاضی ابن خلکان فرماتے ہیں ابو یوسفؒ نہ ہوتے تو (امام) ابو حنیفہ رح کی شہرت نہ ہوتی۔ انتہے۔ امام ابو یوسفؒ قضاء کے سبب سے اعلیٰ عہدے پر ممتاز ہوئے۔ خلیفہ ہارون رشید کے تمام ممالک محروسہ کی (جو ایک نہایت وسیع سلطنت تھی) قضاء کا کل سررشتہ انکے ہاتھ میں تھا یہی جس کو چاہتے قاضی ومفتی مقرر کرتے اور کچھ ایسےؒ واقعات پیش آئے تھے جس سے خلیفہ کو اُن سے بیحد انس ہوگیا تھا۔ اور ان کو سلطنت کے ساتھ نہایت رسوخ حاصل تھا امام ابو یوسف امام صاحب کے بڑے مخلص شاگرد تھے (اور اُن کو ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا اسلئے کہ امام صاحب نے ان کو نہ صرف تعلیم دی تھی بلکہ وہؒ انکی برابر اعانت ودستگیری فرمایا کرتے تھے اگر امام صاحب ان کی مالی مدد نہ فرماتے تو امام ابو یوسف علم نہ حاصل کرسکتے) لہذا

---

(۱) عبارت یہ ہے لولا ابو یوسف ماذکر ابو حنیفۃ رح ۱۲ (۲) شبلی نعمانی صاحب ابو یوسف کے تذکرے میں لکھتے ہیں خلیفہ مہدی عباسی نے ۱۶۶ھ میں ان کو قضا کی خدمت دی مہدی کے بعد اسکے جانشین ہادی نے بھی ان کو اسی عہدے پر بحال رکھا لیکن ہارون رشید نے ان کی لیاقتوں سے واقف ہوکر تمام ممالک اسلامیہ کا قاضی القضاۃ مقرر کیا اور یہ وہ عہدہ تھا جو اس وقت تک اسلام کی تاریخ میں کسی کو نصیب نہیں ہوا تھا۔ بلکہ زمانہ مابعد میں بھی بجز قاضی احمد بن ابی داؤد کے اور کسی کو نصیب نہیں ہوا قاضی صاحب نے سررشتہ قضاء میں جو ترقیاں کیں ان کی تفصیل خود انکی لائف لکھی جائے تو لکھی جاسکتی ہے۔ سیرۃ النعمان صفحہ ۲۹ اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ قاضی ابو یوسف قاضی القضاۃ تھے اور قضاء کا تمام سررشتہ انکے اہتمام میں تھا۔ چونکہ ہارون رشید نے قاضی صاحب کی بغیر اطلاع حفص کو (جو ابو یوسف کے استاذ بھائی اور امام صاحب کے ارشد تلامذہ میں سے تھے) مقرر کردیا اس لیے ان کو نے انجمد خیال ہوا اور حسن بن زیاد سے کہا کہ حفص کے فیصلے ہمارے مرافعہ میں آئیں تو اُن کو نکتہ چینی کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ سیرۃ النعمان صفحہ ۳۰ (۳) انہوں نے چند مسائل خلیفہ کی خواہش کے موافق جن میں ویسا ہی ہونے کی خلیفہ کو بہت خواہش تھی بتا دیئے تھے۔ دیکھو تاریخ الخلفاء سیوطی وغیرہ اس وجہ سے خلیفہ انکی بہت خاطر کرتے تھے بلکہ یہ بھی کہدیا تھا کہ یہ کبھی معزول نہ ہونگے۔ دیکھو تاریخ ابن خلکان ۱۲ (۴) نعمانی صاحب لکھتے ہیں ان کو (ابو یوسف کو) اگرچہ بچپن سے لکھنے پڑھنے کا ذوق تھا لیکن باپ کی مرضی نہ تھی۔ وہ چاہتے تھے کہ کوئی پیشہ سیکھیں۔ اور گھر میں چار پیسے کما کر لائیں تاہم قاضی صاحب جب موقع اور فرصت پاتے علماء کی صحبت میں جا بیٹھتے۔ ایک دن امام ابو حنیفہ کے حلقہ درس میں حاضر تھے کہ انکے باپ پہنچے اور وہاں سے زبردستی اٹھا لائے گھر پر آکر سمجھایا کہ بیٹا! ابو حنیفہ کو خدا نے رزق کی طرف سے اطمینان دیا ہے تم اُن کی ریس کیوں کرتے ہو۔ قاضی صاحب نے مجبوراً لکھنا پڑھنا چھوڑ دیا۔ اور باپ کے ساتھ رہنے لگے۔ امام ابو حنیفہ نے دو چار دن کے بعد لوگوں سے پوچھا کہ "یعقوب (امام ابو یوسف کا نام) اب نہیں آتے" ان کو امام صاحب کی جستجو کا حال معلوم ہوا تو حاضر ہوئے اور ساری کیفیت بیان کی امام صاحب نے چپکے سے ایک تھیلی حوالہ کی گھر پر آکر دیکھا تو اس میں سو درہم تھے امام صاحب نے ان سے یہ بھی کہدیا کہ جب خرچ ہوچکے تو مجھ سے کہنا۔ اسی طرح برابر اُنکی مدد دیتے رہے یہاں تک کہ قاضی صاحب نے تمام علوم میں کمال حاصل کیا اور استاذ وقت بن گئے (سیرۃ النعمان) صفحہ ۲۹۵ و ۱۲۔

انہوں نے اپنے استاذ کا نام روشن کرنا چاہا اور کیا اور اُنکے نام کا مذہب تمام ممالک مشرق میں پھیلا دیا اور اس کو گویا قانون[1] سلطنت قرار دیدیا چنانچہ برابر نظام سلطنت بیشتر انہیں اصول پہ قائم رہا جس کے سبب سے اس مذہب کو نہایت شہرت ہوئی اور آگے کے لیے اس کا سلسلہ بڑے[2] استحکام کے ساتھ قائم ہو گیا۔ اور جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ زمانہ کے بعد اکثر سلاطین اسی مذہب کے نام لیوا اور اسی کے حامی رہے۔ وہ مذہب و طریقہ جو چل نکلا اور لوگ اس سے مانوس ہو گئے یا کچھ عرصہ تک

---

[1] نعمانی صاحب لکھتے ہیں یہ مسائل جو فقہ حنفی کے نام سے موسوم ہیں نہایت تیزی سے تمام ملک میں پھیل گئے عرب میں تو ان کے مسائل کو چنداں رواج نہ ہوا۔ کیونکہ مدینہ میں امام مالک اور مکہ میں اور ائمہ ان کے حریف مقابل موجود تھے۔ لیکن عرب کے سوا تمام ممالک اسلامی میں جن کی وسعت سندھ سے ایشیائے کوچک تھی عموماً انہیں کا طریقہ جاری ہو گیا ہندوستان سندھ کابل بخارا وغیرہ میں تو انکے اجتہاد کے سوا کسی کا اجتہاد تسلیم بھی نہیں کیا جاتا دوسرے ممالک میں گو شافعی و حنبلی فقہ کا رواج ہوا لیکن فقہ حنفی کو دبا نہیں سکا البتہ بعض ملکوں میں وہ بالکل معدوم ہو گیا اور اس کے خاص اسباب تھے مثلاً افریقہ میں ۴۰۰ھ تک امام ابو حنیفہ رح کا طریقہ تمام اور طریقوں پر غالب تھا۔ لیکن معز بن بادیس نے ۴۰۶ھ ہجری میں جب وہاں کی مستقل حکومت حاصل کی تو حکومت کے زور سے تمام ملک میں مالکی فقہ کو رواج دے دیا کہ آج تک قائم ہے۔ ایک خاص بات یہ ہے کہ عنان حکومت جن لوگوں کے ہاتھوں میں رہی وہ اکثر حنفی ہی فقہ کے پابند تھے۔ خلفائے عباسیہ تو اس بحث سے خارج ہیں۔ کیونکہ یہ خاندان جب تک اوج پر رہا یہ لوگ تلوار کے ساتھ قلم کے بھی مالک رہے یعنے ان کو خود دعوے اجتہاد تھا اور کبھی کسی کی تقلید نہیں کی۔ تنزل کے بعد وہ اس قابل ہی نہیں رہے کہ ان کے حالات سے کسی ملکی اثر کا اندازہ کیا جائے تاہم ان میں اگر کسی نے تقلید گوارا کی تو ابو حنیفہ رح ہی کی کی۔ عبداللہ بن المعتز جو فن بدیع کا موجد تھا۔ اور خلفائے عباسیہ میں سب سے بڑا شاعر اور ادیب تھا۔ حنفی المذہب تھا۔ سیرۃ النعمان صفحہ ۲۰۴ و صفحہ ۲۰۵ اور لکھتے ہیں عباسیہ کے تنزل کے ساتھ جن خاندانوں کو عروج ہوا۔ اکثر حنفی تھے خاندان سلجوقی جس نے ایک وسیع مدت تک حکومت کی اور جن کے دائرہ حکومت کی وسعت طول میں کاشغر سے بیت المقدس تک اور عرض میں قسطنطنیہ سے بلاد خزر تک ہو بجی بھی حنفی تھا۔ محمود غزنوی جس کے نام سے ہندوستان کا بچہ بچہ واقف ہے فقہ حنفی کا بہت بڑا عالم تھا۔ نور الدین زنگی کا نام چھپا ہوا نہیں ہے۔ اگرچہ وہ شافعی و مالکی فقہ کی بھی عزت کرتا تھا۔ لیکن وہ خود اور اس کا خاندان مذہباً حنفی تھا۔ صلاح الدین خود شافعی تھا۔ لیکن اس کے خاندان میں بھی حنفی المذہب موجود تھے۔ الملک المعظم عیسی بن عبد الملک العادل جو ایک وسیع ملک کا بادشاہ تھا۔ علامہ ابن خلکان اس کے حالات میں لکھتے ہیں۔ حنفی مذہب میں غلو رکھتا تھا" صفحہ ۲۰۵ ، ۲۰۹ ملخصاً۔ اسی کے قریب قریب علامہ شامی رح نے بھی رد المحتار حاشیہ در مختار میں لکھا ہے دیکھو صفحہ ۴۲ جلد اول مقدمہ ۱۲

نظام سلطنت انکے اوپر قائم رہا پچھلے سلاطین کا اسی پر کاربند ہونا اور اسی کی طرف منسوب و مائل رہنا کوئی قابل تعجب امر نہیں اس لیے کہ عموماً سلاطین کو انتظام ملکی اور حفظ دولت کے سوا ایسے امور کی تحقیق و بحث کم ہوا کرتی ہے الا ماشاء اللہ۔

مذاہب اربعہ کے پھیلنے کے دیگر وجوہات

امام ابو یوسف رح کے سوا امام صاحب کے اور شاگرد بھی معزز عہدوں پر مامور ہوئے جنہوں نے اپنے استاذ کے نام اور مذہب کی اشاعت وحمایت کی اسی طرح امام مالک رح کا مذہب بھی جاری ہوا حکم بن ہشام اموی جن کا لقب تھا منتصر سنہ ۱۸۰ھ میں اندلس کے خلیفہ ہوئے انہوں نے یحییٰ بن یحییٰ اندلسی کو نہایت با اختیار عہدے پر ممتاز کیا خلیفہ ان سے بہت ہی تخصیصی برتاؤ برتتے تھے، اور خود ان کے دروازے پر آتے تھے ملک میں انکو وہ عزت حاصل تھی جو کسی کو نہ تھی تمام محکمہ قضاء و افتاء کا انہیں کے اختیار میں تھا سارے

مذہب حنفی پھیلنے کی وجہ بیان میں شبلی نعمانی کی غلطی

۱ء نعمانی صاحب لکھتے ہیں تمام ممالک اسلامی میں جن ائمہ کی فقہوں نے رواج پایا وہ صرف چار ہیں امام ابو حنیفہ رح مالک رح شافعی رح احمد بن حنبل رح ص۲۰ دوسرے مقام پر لکھتے ہیں امام صاحب کا درس گاہ ایک قانونی مدرسہ تھا جس کے طلبا نہایت کثرت سے ملکی عہدوں پر مامور ہوئے ص۲۰ اور ایک جگہ امام صاحب کے سینکڑوں شاگردوں کا عہدۂ قضا پر مامور ہونا ظاہر کیا ہے ص۲۰ جیسا کہ ہم نے بزور حکومت ان مذاہب کے زور پکڑنے اور جاری ہونے کی بابت لکھا علامہ ابن حزم نے بھی ایسا تحریر فرمایا ہے چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ دو مذہبوں نے سلطنت کے زور سے ابتداء ہی میں رواج عام حاصل کیا ایک ابو حنیفہ رح کا مذہب کیونکہ جب قاضی ابو یوسف کو قاضی القضاۃ کا منصب ملا تو انہوں نے حنفی لوگوں کو عہدۂ قضا پر مقرر کیا دوسرا امام مالک کا مذہب اندلس میں کیونکہ امام مالک کے شاگرد یحییٰ مصمودی خلیفہ اندلس کے نہایت مقرب تھے اور کوئی شخص بے انکے مشورہ کے عہدۂ قضا پر مقرر نہیں ہو سکتا تھا۔ وہ صرف اپنے ہم مذہبوں کو مقرر کراتے تھے۔ دیکھو تاریخ ابن خلکان ترجمہ یحییٰ مصمودی۔ شبلی صاحب اس کو ابن حزم کی ظاہر بینی بتا کر اس سے اس بنا پر انکار کرتے ہیں کہ قاضی ابو یوسف کے فروغ سے پہلے پچاس برس کا زمانہ گذر چکا تھا جس میں امام ابو حنیفہ کے مذہب نے قبول عام حاصل کر لیا تھا۔ اور انکے سینکڑوں شاگرد قضاء کے عہدوں پر مامور ہو چکے تھے انتہی ص۲۰۷ لیکن یہ ایک ہیں مولوی شبلی صاحب کی اس نکتہ چینی کو سوائے کسی ظاہر بین کے کوئی دقیق نظر سے دیکھنے والا پسند نہیں کر سکتا۔ چند وجوہ سے۔ اول قبل قاضی ابو یوسف کے ایسا قبول ہونا مسلم نہیں۔ جس کو دعوی ہے ثبوت دینا چاہیے۔ دوسرے کلام اس رواج عام میں ہے جس کا اثر آگے کے لیے بھی پڑے اور آیندہ کے واسطے اس کا استحکام ہو اور ظاہر ہے کہ یہ رواج اسی ذریعہ سے ہوا ورنہ ویسی شہرت وقبول تو اور مجتہدوں وعالموں کو بھی حاصل ہوئی کہ انکے زمانے میں اور کچھ عرصے تک انکے بعد بھی انکا مذہب چلا مگر اس قسم کے اسباب جن کو مہیا نہ ہوئے کچھ دنوں کے بعد انکا مذہب مندرس ہو گیا۔ جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں پس قاضی صاحب سے پہلے مذہب کو جو شہرت وقبول حاصل ہوئی (اگر حاصل ہوئی تو) وہ مقصود ابن حزم کے منافی نہیں۔ تیسرے ابن حزم کے اصل مقصود کے اندر امام ابو یوسف کی کوئی تخصیص نہیں مقصود تو یہ ہے کہ شاگردوں کے معزز عہدوں پر مامور ہونے اور ملک میں با اختیار ہونے اور سلطنت کی تائید نے مذہب کو رواج عام دیا تو ابو یوسف سے پہلے اگر رواج عام حاصل تھا تو ان سینکڑوں شاگردوں کے عہدۂ قضا پر مامور ہونے کی وجہ سے تھا جن کا نعمانی صاحب کو خود اقرار ہے جو ابن حزم کا عین مقصود ہے ۱۲ نمبر ۲ بر صفحہ ۵۳

بلاد اندلس میں بغیر انکی رائے کے کہیں کوئی قاضی مفتی مقرر نہ ہوتا تھا۔ امام یحییٰ بن یحییٰ امام مالک صاحب کے مخلص شاگرد تھے۔ انہوں نے اپنے استاذ کے نام و مذہب کو فروغ دینا چاہا اور اس کو جاری کیا۔ لہذا لوگ امام مالک کے مذہب کو اختیار کرنے لگے۔ اور بلاد اندلس میں امام مالک کا نام اور ان کا مذہب پھیل گیا۔ اس سے پہلے اندلس کے لوگ زیادہ تر امام اوزاعی کو مانتے تھے۔ اب سلطنت کے زور سے اوزاعی کا مذہب اٹھ گیا۔ اور امام مالک کا مذہب پھیل گیا افریقہ میں پہلے اصلی دستور کے موافق عموماً عمل بالحدیث جاری تھا۔ عبداللہ بن فروخ فارسی نے امام ابوحنیفہ رح کا مذہب وہاں پونچایا۔ اور بعض قضاۃ کے ذریعہ سے اس کو فروغ ہوگیا۔ پھر قضا علامہ سحنون بن سعید تنوخی کے ہاتھ آئی انہوں نے امام مالک کے مذہب کی اشاعت کی حتی کہ معز بن بادیس جبکہ ۴۰۶ھ میں افریقہ کے حاکم ہوئے بزور حکومت انہوں نے تمام ملک میں مالکی فقہ کو رواج دیدیا۔ غرض حکومت کا زور تھا جس نے تمام ممالک اندلس و افریقہ میں مالکی فقہ کو رواج دیدیا۔ ان ممالک میں کوئی مفتی قاضی نہیں ہو سکتا تھا جب تک مالکی فقہ کا نام لینے والا نہ ہو۔ اور عوام کو بھی بمجبوری زیادہ تر اسی کی طرف رجوع کرنا پڑا۔ اس لئے تمام بلاد مغربیہ (افریقہ و اندلس) میں امام مالک کا نام اور ان کا مذہب پھیل گیا اور اس کی بنیاد خوب مستحکم ہوگئی جیسا کہ بلاد مشرقیہ (خراسان وغیرہ و افغانستان وہندوستان) میں امام ابوحنیفہ کا نام اور ان کا مذہب پھیلا۔ اور اس کی بنیاد مستحکم ہوئی۔ کم و بیش یہی اسباب امام شافعی اور امام احمد رح کے لیے بھی بہم ہوئے جن سے انکے نام اور ان کے مذہب نے شہرت پائی اور آیندہ کے لیے اس کا سلسلہ قائم ہوا یہ سبب جس سے یہ چار امام اور ان کے مذہب عام طور پر قائم ہوئے اور ان کا سلسلہ آگے کیلئے چل نکلا۔ اور دیگر ائمہ اور ان کے مذہبوں اور ان کے اصحاب کو بہم نہ ہوا لہذا وہ زیادہ دنوں باقی نہ رہ سکے اور کچھ دنوں کے بعد معدوم یا گمنام ہوگئے۔ ان چاروں مذہبوں کی روز بروز ترقی اور عام مقبولیت اور انکے سوا کی کمی اور نابود ہونے کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ ابتدا میں جب حکام وقت کی توجہ اور حمایت سے عوام و خواص کو اپنے حوادث و واقعات میں زیادہ تر انہیں کی طرف رجوع کرنا پڑا تو ان مذہبوں کا دائرہ روز بروز وسیع ہوتا گیا۔ کیونکہ جب روزمرہ نئے نئے حوادث ان مذہبوں کے سامنے پیش ہوتے رہے اور ان کا حکم ان مذاہب کے اصحاب کو بتانا پڑا تو انہوں نے جب ان نئے حوادث

حاشیہ صفحہ ۵۲ ؎۲ دیکھو افتراق الامم یعنی ضیعۃ الاکوان وغیرہ صفحہ ۳۰ اور تاریخ ابن خلکان۔ ترجمہ یحییٰ مصمودی اندلسی ۱۲

کے احکام صاحب مذہب کے صریح قول میں نہ پائے تو انکے اقوال سے تخریج کر کے ان کے احکام پیدا کیے اور استنباط کر کے ان کے جواب دیئے اور وقتاً فوقتاً جو جو احکام متخرج و مستنبط ہوتے گئے وہ جمع ہو کر ضبط میں آتے رہے تو دن بدن ان مذہبوں کی ترقی و تکمیل ہوتی رہی اور بہ نسبت دیگر مذاہب کے یہ مذاہب اکثر حوادث کے احکام بتانے کے لیے کافی ثابت ۱ه ہوتے گئے۔ کیونکہ ان میں بہت سے مختلف واقعات کے احکام متخرج ہو کر ضبط ہو چکے تھے لہٰذا انہیں کی طرف رجوع و رغبت اور دیگر مذہبوں سے استغنا اور بے رغبتی ہوتی گئی۔ اور نیز جب یہ مذاہب ایک ۲ه زمانہ تک مرجع اور معمول بہ رہے تو اب وہ مانوس ہو گئے اور طبعی اور اصلی مذہب معلوم ہونے لگے اور لوگ انکے عادی بن گئے اور یہ ایک مستقل وجہ مقبولیت اور عام طور پر مروج رہنے کی ہے غرض کہ منجملہ اور بہت سے اماموں مجتہدوں اور ان کے مذہبوں کے صرف ان چار اماموں کے نام اور ان کے مذہب کے باقی رہنے اور عام طور پر مروج ہو جانے اور اوروں کے گمنام اور نا معلوم ہو جانے کی بڑی وجہیں یہ ہوئیں۔ ورنہ حقیقت میں یہ سارے امام و مجتہد تقریباً یکساں ہی تھے اور کم و بیش سب ہی نے استنباط احکام اور تحقیق مسائل میں ویسی ہی کوششیں کیں، جیسے ۳ه ان ائمہ اربعہ نے کیں۔

مذاہب اربعہ کی تقلید کا اللہ نے حکم نہیں دیا

اور کہیں اللہ و رسول نے بھی حکم نہ دیا تھا۔ کہ فلاں و فلاں چار امام ہونگے انہیں کی پیروی کی جائے اور انہیں کے مذہبوں کو اختیار کیا جائے اور ان کے سوا اور کسی امام و مجتہد کے بتائے ہوئے مسائل کا اعتبار نہ کیا جائے (یہ کچھ نہ تھا صرف زمانہ کا دور تھا جس نے ان چار کو باقی رکھا اور انکے ساتھ موافقت کی اور باقی کے ناموں کو فنا کر دیا) اور یہ ایک ایسی صاف بات ہے جس میں ادنی واقفیت رکھنے والا بھی شک نہیں کر سکتا تاہم علماء نے اس خیال سے کہ صرف ان ائمہ کی تقلید کے مروج ہو جانے کے سبب سے عوام غلطی میں پڑ رہے ہیں اور سمجھتے ہیں کہ چاروں مذہب اللہ نے مقرر کیے ہیں اور ہر ایک مسلمان پر ان میں سے کسی ایک کا پابند رہنا ضروری ہے انکی بھی تصریح کر دی ۴ه ملا علی قاری مکی شرح عین العلم میں تحریر فرماتے ہیں ۵ه یہ تو ظاہر ہے کہ اللہ سبحانہ و تعالے نے کسی کو

۱ه لیکن اندرونی حالات ان مسائل کے آگے آئیں گے ۱۲ ۲ه چنانچہ بحر العلوم کے قول میں آگے آتا ہے ۱۲

۳ه حقیقت میں یہ بات ان لوگوں کی تصریح کی محتاج نہیں اگر وہ نہ لکھتے یا اس کے خلاف لکھدیتے تاہم وہ ایک نفس الامری بات ہے ۱۲

۴ه عبارت یہ ہے من المعلوم ان الله سبحانہ وتعالی ما کلف احدا ان یکون حنفیا او مالکیا او شافعیا او حنبلیا بل کلفہم ان یعملوا بالسنۃ ان کانوا علماء او یقلدوا العلماء ان کانوا جہلاء ۱۲

حکم نہیں دیا کہ وہ حنفی بنے یا مالکی بنے یا شافعی بنے یا حنبلی بنے بلکہ سب کو اسی کا مکلف کیا کہ اگر خود علم ہو تو (اپنے علم کے موافق) حدیث پر عمل کرے اور اگر بے علم ہو تو عالموں کی تقلید کرے (خواہ کوئی عالم ہو) انتہی اور علامہ ابن حزم اندلسی فرماتے ہیں وہ کونسی بات ہے جس نے (امام) ابو حنیفہ اور (امام) مالک اور (امام) شافعی کو خاص کردیا کہ انہیں کی تقلید کی جائے اور ابو بکرؓ و عمرؓ و عثمانؓ و علیؓ و ابن مسعودؓ و ابن عباسؓ و عائشہؓ اور سعید بن المسیبؒ اور زہریؒ اور نخعیؒ اور طاؤسؒ اور حسن بصریؒ کی نہ کی جائے انتہی اور مولانا عبد العلی بحر العلومؒ لکھنوی شرح مسلم الثبوت میں اس قول کے جواب میں کہ صحابہ کی تقلید نہ چاہیئے اس لیے کہ انکے اقوال خود شرح کے محتاج ہیں۔ بلکہ تقلید ائمہ اربعہ کی چاہیئے جنہوں نے مسائل کو چھانٹا اور شرح و تفصیل کی اور مسائل کے علیحدہ علیحدہ ابواب مقرر کیئے ایسا

ؔ دیکھو حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۴ ؔ چنانچہ عبارت شرح بحر العلوم کی مع مسلم کے یہ ہے قال الامام اجمع المحققون على منع العوام من تقليد اعيان الصحابة رضوان الله تعالى عليهم اجمعين فان اقوالهم قد يحتاج فى استخراج الحكم منها الى تنقية كما فى السنة ولا يقدر العوام عليه بل يجب عليهم اتباع الذين سبروا اى تعمقوا وبوبوا اى دووا ابوابا لكل مسئلة علحدة فهذبوا مسئلة كل باب ونقحوا كل مسئلة عن غيرها وجمعوا بينها بجامع وفرقوا بفارق وعللوا اى اوردوا لكل مسئلة مسئلة علة وفصلوا تفصيلا يعنى يجب على العوام تقليد من تصدى بعلم الفقه لا لاعيان الصحابة وعليه ابتنى ابن الصلاح منع تقليد غير الائمة الاربعة هم الامام الهمام امام الائمة ابو حنيفة الكوفى والامام مالك والامام الشافعى والامام احمد رحمهم الله تعالى وجزاهم الله عنا احسن الجزاء لان ذلك المذكور لم يدر فى غيرهم وفيه ما فيه فى الحاشية قال القرافى انعقد الاجماع على ان من اسلم فله ان يقلد من شاء من العلماء من غير نكير واجمع الصحابة على ان من استفتى ابا بكر وعمر اميرى المومنين فله ان يستفتى ابا هريرة ومعاذ بن جبل وغيرهما ويعمل بقولهم من غير نكير فمن ادعى برفع هذين الاجماعين فعليه البيان فقد بطل بهذين الاجماعين قول الامام وقوله اجمع المحققون لا يفهم منه الاجماع الذى هو الحجة حتى يقال يلزم تعارض الاجماعين بل الذى يكون مختارا عند احد ويكون الجماعة متفقين عليه يقال اجمع المحققون على كذا ثم فى كلامه خلل آخر وهو ان التبويب لا دخل له فى التقليد ولكن التفصيل فان المقلد ان فهم مراد الصحابى عمل والا سأل عن مجتهد آخر فافهم وبطل بهذا قول ابن الصلاح ايضا ثم فى كلامه خلل آخر اذ المجتهدون الآخرون ايضا بوبوا مثل الائمة الاربعة وانكار هذا مكابرة وسوء ادب بل الحق انما منع من منع من تقليد غيرهم لانه لم يبق رواية مذهبهم محفوظة حتى لو وجد رواية صحيحة من مجتهد آخر يجوز العمل بها الا ترى ان المتاخرين افتوا بتحليف الشهود واقامة لموقع التزكية على مذهب ابن ابى ليلى فافهم ۱۲-

سوائے ائمہ اربعہ کے اور کوئی معلوم نہیں ہوتا لہٰذا انہیں کی تقلید کرنا چاہیئے" تحریر فرماتے ہیں۔ (محب اللہ بہاری مولف مسلم الثبوت) حاشیہ مسلم الثبوت) پر لکھتے ہیں عراقی نے کہا اس بات پر اجماع ہو چکا ہے کہ جو کوئی مسلمان ہو علماء میں سے جس کی چاہے تقلید (تابعداری) کرے کوئی ممانعت نہیں (اس اجماع سے ائمہ اربعہ کی تخصیص کا دعوے باطل ہو گیا) اور صحابہ نے اس بات پر اجماع کیا جس نے امیر المومنین حضرت ابو بکر رض یا حضرت عمر رض سے فتوے لیا اُس کو اختیار ہے حضرت ابو ہریرہ رض یا معاذ بن جبل رض وغیرہ سے فتوی لے اور ان کے قول پر عمل کرے کوئی ممانعت نہیں (اس سے تقلید شخصی اور تخصیص مذہب کی باطل ہوئی) اور جس کو ان دونوں اجماعوں کے رفع ہو جانے کا دعوے ہو اُس کو ثبوت دینا چاہیے۔ حاشیہ ختم ہوا۔ غرض ان دونوں اجماعوں سے ائمہ اربعہ کی تخصیص اور صحابہ کی تقلید کی ممانعت والا قول باطل ہو گیا اور اس قول میں ایک خلل اور بھی ہے وہ یہ کہ (ائمہ اربعہ کے سوا اور کی تقلید کی ممانعت کی بنا ر جو تبویب و تفصیل پر رکھی ہے تو) تبویب و تفصیل کو تقلید میں کیا دخل۔ اس لیے کہ صحابی کی تقلید کرنیوالا اگر مراد صحابی کی سمجھ لے گا اس پر عمل کرے گا۔ ورنہ کسی دوسرے مجتہد سے دریافت کرے گا۔

ائمہ اربعہ کے سوا دیگر ائمہ نے بھی تبویب مسائل کی

اور ایک خلل اور بھی ہے وہ یہ کہ ائمہ اربعہ کی طرح دوسرے مجتہدوں نے بھی (تبویب و تفصیل مسائل میں) کوششیں کین ہیں جس کا انکار مکابرہ اور ائمہ مجتہدین کے ساتھ) بے ادبی کرنا ہے پس صحیح یہ ہے کہ جس نے ائمہ اربعہ کے سوا اور کی تقلید کو منع کیا تو اس خیال سے منع کیا کہ اور مجتہد و کے مذہب کی روایت محفوظ نہیں ہے حتےٰ کہ اگر کسی مجتہد سے کوئی روایت صحیح مل جائے تو بر ابر اس پر عمل درست ہو گا۔ چنانچہ متاخرین (حنفیہ) نے (ایک مسئلہ میں) ابن ابی لیلی کے مذہب کو قبول کیا ہے۔ ختم ہوا کلام بحر العلوم کا ملخصاً۔ ائمہ اربعہ کے سوا بیسیوں مجتہد ہیں جن کے مذہب کے مسائل صحیح روایتوں کے ساتھ بکثرت منقول ہیں محدثین کی کتابوں[1] کو دیکھو جنھوں نے مجتہدین کے مذاہب اور ان کے اختلافات کو بیان کیا محدثین نے جو مذہب کسی کے ذکر کیئے تو بلا معتبر اسناد کے نہیں ذکر کیئے۔ ترمذی نے جسقدر مذاہب لکھے ہیں آخر کتاب میں سب کی اسنادیں بتادین۔ اسی طرح اور محدثین کا بھی حال ہے۔ پس یہ خیال بھی صحیح نہیں کہ اور

بعض ان کتابوں کے نام جن میں مذاہب علماء مذکور ہیں

[1] دیکھو جامع ترمذی شرح ترمذی للحافظ العراقی مصنف ابن ابی شیبہ استذکار، تمہید لابن عبد البر کتاب المغنی لابن قدامہ۔ فتح الباری شرح صحیح البخاری۔ نیل الاوطار۔ وغیرہا۔ ان کتابوں میں صحابہ و تابعین و دیگر ائمہ مجتہدین کے مذاہب و اختلافات اور ان کے مجتہدات بہت وضاحت کے ساتھ اور معتبر ذریعوں سے لکھے ہیں ۱۲۔

مذاہب کی روایتیں محفوظ نہیں۔ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کی طرح اور مذاہب میں صاحب مذہب کے اقوال پر برابر اضافے اور تخریجیں نہیں ہوئیں جس کی وجہ ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں

عوام کی غلط فہمی کہ ان مذاہب کو من عند اللہ سمجھتے ہیں

بہر حال ہم کو جو یہاں کہنا ہے وہ یہ ہے کہ شرعی طور پر ان چار اماموں اور انکے مذاہب کی تخصیص کی کوئی وجہ نہیں اور جیسا کہ عوام کا خیال وطرز عمل ہے کہ ان چاروں اماموں اور انکے مذہبوں کو اللہ کیطرف سے مقرر کیا ہوا اور ہر مسلمان پر واجب الاتباع سمجھتے ہیں۔ صحیح نہیں۔ بلکہ ایسا صرف رواج اور وجوہ مذکور بالا کے سبب سے ہوا۔

اصحاب مذاہب اربعہ کا باہم چشمک رکھنا۔

ان چاروں مذاہب کے اصحاب آپسمیں چشمک[۵۱] بھی رکھتے تھے۔ اور اپنے مذہب کے فروغ دینے اور دوسرے کے زیر کرنے کی تدبیریں وکوششیں کیا کرتے تھے۔ اور چاہتے تھے کہ ہمارا ہی مذہب منظور نظر سلاطین رہے۔ اور اسی کے موافق نظام سلطنت ہو۔

سلطنت کا چار مذہب کی حمایت کرنا

چنانچہ[۵۲] استاذ ابو حامد اسفرائینی نے جب خلیفہ ابو العباس القادر باللہ کے دربار میں رسوخ پایا تو خلیفہ سے اسبات کی منظوری حاصل کرلی کہ ابو محمد بن الکفانی حنفی قاضی بغداد کو معزول کر کے بجائے انکے ابو العباس خامل یا مازری شافعی کو قاضی مقرر کیا جائے بیچارے قاضی ابو محمد صاحب کو خبر بھی[۵۳] نہیں۔ آخر وہ معزول ہوئے اور مازری قاضی مقرر کیے گئے اور ابو حامد اسفرائینی نے ادھر **سلطان محمود بن سبکتگین** کو (جو اسوقت اعظم السلاطین تھے) لکھ بھیجا کہ خلیفہ نے محکمہ قضا کا حنفیوں سے نکال کر شافعیوں کو دیا ہے (لہذا آپ کو بھی اپنے ممالک کیلئے اسپر عملدرآمد کرنا چاہیے) اس انقلاب سے **خراسان** میں بھی شور[۵۴] اٹھا اور بغداد (دار الخلافہ) کے لوگ بھی مختلف ہو کر دو فریق ہو گئے اور ملک میں فساد وفتنہ پھیل گیا۔ آخر خلیفہ کو سابق دستور کے موافق بدلنا پڑا اور مازری کو معزول کر کے الکفانی کو قضا دی یہ سنہ ۳۹۳ھ کا واقعہ ہے اسی طرح برابر ایک دوسرے پر حملے کرتے رہتے تھے۔ کبھی کوئی غالب ہو جاتا تھا کبھی کوئی۔ اور جھگڑے قضیے ہوتے رہتے تھے۔ آخر[۵۵] سنہ ۶۶۴ھ **شاہ بیبرس** بندقداری نے چاروں مذہب کے چار قاضی مقرر کیے اس سے پہلے مصر میں سوائے شافعی المذہب کے کوئی قاضی مقرر نہ کیا جاتا تھا وجہ اس کی یہ تھی کہ مصر میں پہلے تو تشیع غالب تھا۔ سلطان صلاح الدین نے جب دولت شیعیہ کا ازالہ کر کے مصر میں اہل سنت کا قدم جمایا تو چونکہ سلطان **صلاح الدین** شافعی المذہب تھے لہذا انہوں نے محکمہ قضا صدر الدین ماراتی شافعی کے ہاتھ میں دیدیا۔ پس اقلیم مصر میں سوا شافعی المذہب کے کوئی قاضی نہ ہو سکتا تھا۔ سلطان مذکور اگرچہ

---

۵۱ چنانچہ اسکے متعلق کچھ بیانات آگے آتے ہیں ۱۲ ۵۲ جنیۃ الاکوان صفحہ ۴۰ مطبوعہ نظامی پریس کانپور سنہ ۱۲۹۴ھ ۵۳ کیونکہ حنفی کب چاہتے تھے کہ شافعی المذہب قاضی مقرر ہو ۱۲ ۵۴ جنیۃ الاکوان صفحہ ۱۰۵۔ رد المحتار حاشیہ درمختار میں بھی اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ دیکھو مقدمہ صفحہ ۴۲۔

امام شافعی کے مذہب کے معتقد تھے۔ مگر انہوں نے جہاں فقہائے شافعیہ کے لیے مصر میں مدرسہ کھولا ایک مدرسہ فقہائے مالکیہ کے لیے بھی کھولدیا تھا۔ اس وجہ سے مصر میں مالکی مذہب بھی چل نکلا تھا۔ اُدھر سلطان نورالدین محمود زنگی حنفی مذہب کے بڑے حامی تھے اُنکے سبب سے بلاد شام میں حنفی مذہب خوب زوروں پر تھا۔ اُنہیں کے اثر سے مصر میں بھی حنفی مذہب پھیلنے لگا مگر قضا مصر میں شافعیوں ہی کے ہاتھ میں تھی حتیٰ کہ جب سلطنت بُنگ بیبرس کے ہاتھ آئی تو انہوں نے ہر مذہب کا ایک ایک قاضی مقرر کیا۔ ایک شافعی ایک مالکی ایک حنفی ایک حنبلی۔ اُسوقت سے آیندہ کے لیئے یہی دستور جاری ہوگیا۔ اور اب سے گویا سرکاری طور پر چاروں مذاہب تسلیم کرلیے گئے اور ان چاروں مذہبوں کی سلطنت حامی ہوگئی (اُنکے سوا اگر کوئی تھا اُنکا کوئی پرسان حال نہ تھا) لہٰذا اُن کو ترقی نہ ہوتی تو کس کو ہوتی (اور دوسرے بیچارے گمنام اور نابود نہ ہوتے تو کیا ہوتے)۔

چاروں مصلوں کا حرمین میں قائم ہونا

چنانچہ ایسا ہی ہوا اور برابر اُن کو روز بروز ترقی ہوتی رہی۔ آخر سلطان فرج بن برقوق نے جو کہ اشہر ملوک چراکسہ کہے جاتے ہیں اوائل نویں صدی[۱] میں مسجد کعبہ شریف کے اندر چاروں مذہب کے چار مصلے بھی قائم کردیئے اور اچھی طرح سے دین محمدی کو چار حصوں اور چار جماعتوں پر تقسیم کردیا۔ اگرچہ اس احداث پر اس وقت کے حق شناس علماء[۲] نے مخالفت بھی کی۔ مگر جس بات کی

---

[۱] دیکھو ارشاد السائل الی دلیل المسائل للعلامۃ الشوکانی عبارت یہ ہے عمارۃ المقامات بمکۃ المکرمۃ بدعۃ باجماع المسلمین احدثہا اشر ملوک الجراکسۃ فرج بن برقوق فی اوائل المائۃ التاسعۃ من الھجرۃ وانکر ذلک اھل العلم فی ذلک العصر ووضعوا فیہ مؤلفات ۱۲۔

کسی بدعت کا مکہ میں ہونا اسکی صحت کی دلیل نہیں

[۲] زمانہ مابعد کے علمانے بھی اِن مصلوں کے قائم کرنیکو امر زبون اور بدعت کہا ہے چنانچہ مولانا شاہ عبدالعزیز صاحب محدث دہلوی تفسیر فتح العزیز میں تحت آیۂ وما اللہ بغافل عما تعملون کے اسکو بدعت لکھتے ہیں۔ اور مخالف فریق کو بھی اسکے اقرار سے چارہ نہیں۔ چنانچہ مولوی رشید احمد صاحب سرگروہ احناف دیوبند سبیل ارشاد میں تحریر فرماتے ہیں۔ البتہ چار مصلے جو مکہ معظمہ میں مقرر کئے ہیں لاریب یہ امر زبون ہے کہ تکرار جماعات و افتراق اس سے لازم آگیا کہ ایک جماعت کے ہوتے دوسرے مذہب کی جماعت بیٹھی رہتی ہے اور شریک جماعت نہیں ہوتی۔ اور مرتکب حرمت ہوتے ہیں مگر یہ تفرقہ آئمہ دین حضرات مجتہدین سے نہ علمائے متقدمین سے بلکہ کسی وقت میں سلطنت میں کسی وجہ سے یہ امر حادث ہوا ہے کہ اسکو کوئی اہل علم اہل حق پسند نہیں کرتا۔ پس یہ طعن نہ علماء اہل حق مذاہب اربعہ پر ہے بلکہ سلاطین پر ہے کہ مرتکب اس بدعت کے ہوئے انتہیٰ دیکھو صفحہ ۳۳ اس سے ثابت ہوا کہ مخالف فریق کو بھی تسلیم ہے۔ کسی بات کا مکہ میں ہونا اس بات کو نہیں چاہتا کہ وہ عند اللہ بھی صحیح ہو بس عوام کا یہ خیال کہ تقلید شخصی عند اللہ حق نہ ہوتی تو مکہ مدینہ میں کیوں کی جاتی۔ کوئی وجہ صحت کی نہیں رکھتا حرمین شریفین کی بزرگی اور وہاں کے ذاتی فضایل سے کوئی مسلمان انکار نہیں کرسکتا بلکہ ہم تو مدینہ کے بھی حرم ہونے کے قائل ہیں کیونکہ حدیث میں اس کا حرم ہونا آیا ہے۔ اور حنفیہ اس کو حرم نہیں مانتے مگر اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ وہاں کے سب باشندے خطاء سے معصوم اور غلطی سے پاک ہیں یا وہاں کوئی ناجائز بات نہیں ہوسکتی ملا علی قاری مکی حنفی مرقات شرح مشکوٰۃ میں لکھتے ہیں اگر متقدمین ان متاخرین کو دیکھتے جیسے ہمارے زمانہ کے غفلت کرنے والے لوگ ہیں تو وہ حرمین شریفین کی مجاورت کی حرمت کا حکم لگا دیتے (حرمین میں) ظلم کے شایع ہوجانے اور جہل کی کثرت ہوجانے اور بری باتوں اور بدعات کے پھیل جانے اور اکل حرام و شبہات کیوجہ سے ملا علی قاری نے خاص بدعات حرمین کے بارہ میں ایک رسالہ بھی لکھا ہے۔ عینی (جن پر حنفیہ کو بہت ناز ہے) شرح صحیح بخاری میں اُس حدیث کی شرح میں جس میں ایمان کا مدینہ کی طرف

اتنے دنوں سے تمہید جم رہی ہو اور اب ایک با اختیار بادشاہ کے ذہن میں ٹھن گئی ہو وہ کیسے ٹل سکتی تھی چنانچہ تونہ ٹلی

تقلید شخصی کے قائم ہونے کی ایک وجہ

اور اس کا اثر ان مذہبوں کے استحکام اور انکی تقلید کی بابت عموماً لوگوں پر ایسا پڑا جو کسی دوسرے ذریعہ سے مشکل پڑ سکتا تھا۔ اور عوام کے ذہنوں میں یہ بات اچھے طور پر قائم ہوگئی کہ یہ چاروں مذہب اور انکی تقلید اصلی طریقہ اسلام اور عین حکم الٰہی ہے جسکی مخالفت کسی مسلمان کو جائز نہیں۔ اور جس نے اسکا خلاف کیا اس نے اسلام اور اصل طریقہ اسلام کا خلاف کیا حالانکہ اسکی اصلیت صرف اسیقدر ہے جو معلوم ہو چکی اور چونکہ ان چاروں مذاہب کا سلسلہ مجموعی ہیئت سے کہ چاروں بلکر ایک سمجھی جاویں جاری نہیں ہوا جیسا کہ اوپر ظاہر ہو چکا اگر ایسا ہوتا تو چار کہلاتے ہی کیوں بلکہ ہر ایک دوسرے سے علیحدہ اور دوسرے کا حریف و مقابل تھا اور ہر ایک کے پیرو اور معتقدین اور اصحاب علیحدہ علیحدہ تھے لہٰذا جس طرح جدا جدا ان مذاہب کو استحکام ہوا اسی طرح ان مذاہب اور ان کے اماموں کی تقلید شخصی بھی قائم ہوئی۔ جو شخص جس امام کا معتقد و پیرو و طرفدار تھا اسی امام کی طرف منسوب ہوا اور اسکا مقلد کہلایا۔ اور ہر موقع و حادثے میں اُسی امام کے فرمودے اور عندیئے کو تلاش کرنے لگا اور جوں جوں زمانہ گزرتا گیا ہر ایک کو اپنے منسوب الیہ کی حمایت اور اُسکے مذہب کی پاسداری اور اُسکی محبت و طرفداری بڑھتی گئی۔ یوں تقلید شخصی قائم و مستحکم ہوگئی۔

پہلے زمانہ میں تقلید شخصی کا التزام نہ ہونا

اگرچہ پہلے زمانہ میں جبکہ ان مذاہب کے فروغ کا ابتدائی زمانہ تھا اور انکے سوا اور مجتہدوں کے مذاہب پر بھی عملدرآمد ہوتا تھا لوگوں کو کسی خاص امام یا مجتہد کی تخصیص ملحوظ نہ تھی بلکہ ہر مجتہد و امام اپنے قرب و جوار یا دور دراز کے لوگوں کا مقتدا ہوتا تھا ایک ایک شہر میں کئی کئی امام و مجتہد بھی ہوتے تھے اور لوگ اُنکی طرف بلا تعیین و تخصیص رجوع کرتے تھے اور جس عالم سے چاہتے تھے مسئلہ معلوم کر لیتے تھے اگر کہیں سفر میں جانے کا اتفاق پڑتا تو وہاں کے اہل علم سے اپنے حوائج رفع کرتے غرض اُن کو کسی امام و مجتہد اور اُسکے مذہب کی خصوصیت مد

(بقیہ حاشیہ صفحہ ٥٨) سیکھنے کا ذکر ہے لکھتے ہیں یہ بات پیغمبر صاحب کے وقت میں اور اُن کی قریب کے زمانوں میں یعنی قرون ثلاثہ تک۔ اور اس کے بعد تو احوال بگڑ گئے اور بدعات کی کثرت ہوگئی خصوصاً ہمارے زمانہ میں۔ انتہے۔ بہر حال کسی عمل یا کسی مسلک کا حرمین شریفین میں ہونا اُس کے حق ہونے کیلئے سند نہیں ہو سکتا۔ ایک زمانہ میں تمام شرفاء مکہ زیدی شیعہ ہوگئے تھے اور وہاں کی امارت بھی انہیں کے ہاتھ تھی دیکھو صواقع علامہ نصر اللہ کابلی۔ چنانچہ رسالہ غایۃ الکلام فی ابطال عمل مولد و القیام میں اسکو مفصل لکھا ہے ہم نے بھی اُسی سے نقل کیا ١٢ ؎ شیخ ابن عبد السلام فرماتے ہیں ہمیشہ لوگوں کا دستور یہی رہا کہ بلا تقیید کسی مذہب کے جس عالم سے اتفاق پڑ جاتا تھا مسئلہ دریافت کرتے تھے اور پوچھنے والا کسی سے پوچھے کوئی اُسپر اعتراض نہ کرتا برابر یہی ہوتا رہا یہانتک کہ یہ مذاہب اور ان مذاہب پر تعصب کے ساتھ تقلید کرنے والے ظاہر ہوئے (تو پھر یہ بات جاتی رہی۔ حجۃ اللہ صفحہ ١٦٠ فصل مسائل متفرقہ۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب عقد الجید صفحہ ٩٨ میں فرماتے ہیں شیخ عبد الوہاب شعرانی نے اصحاب مذاہب کے زمانت

نظر نہ تھی بلکہ اُن کو صرف حکم شرعی معلوم کرنا ہوتا تھا اور اللہ اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان خواہ کسی رہبر سے ہاتھ لگے۔ مگر جب ان مذاہب اربعہ نے برخلاف دیگر مذاہب کے خاص ترقی حاصل کی اور آئندہ کے لیے اپنا استحکام پیدا کیا تو جس طریق اور جس طرز عمل سے اُنکا سلسلہ مستحکم ہوا اُس کے لیئے اس طرح تقلید شخصی کا قائم ہو جانا ایک لازمی نتیجہ تھا اور کچھ شک نہیں کہ اسی طرح ہوا بھی ظاہر ہے کہ جس ملک میں جس مذہب نے رواج پایا اُس کو رواج دیا گیا دیگر طریقے وہاں سے اگر بالکل رخصت نہیں ہوئے تو کمزور اور مضمحل تو ضرور ہی ہو گئے اور وہاں کے لوگ عموماً اُسی رواج یافتہ مذہب کی پیروی کرنے لگے اور اپنے تمام حوادث و واقعات میں اسی مذہب کی طرف رجوع کرتے رہے۔ اور وہی انکا مذہب قائم ہو گیا۔ اور کچھ عرصہ تک اسی طرح رہنے کے بعد اسکے ساتھ مانوسیت اور اُس کی مورو ثیت کی وجہ سے اُسکی محبت اور اُس کی پاسداری اور اُسی کی تخصیص بڑھ گئی اور بڑھتے بڑھتے یہ ہونے لگا کہ ہمارے امام کے نزدیک یہ ہے اور ہمارے مذہب میں اس طرح ہے اور ہر امام کا مذہب اس کے پیروؤں میں دوسرے سے علیحدہ اور ممتاز بطور مستقل شریعت کے قائم ہو گیا اور ہر ایک کو دوسرے کا مذہب اپنے سے غیر اور خلاف معلوم ہونے لگا اور پھر ہر ایک مذہب والا بمقابلہ دوسرے کے اپنے مذہب کی افضلیت و اولویت کے وجوہ و دلائل قائم کرنے لگا۔

مذاہب اربعہ کی باہم بحث کیطرف سلاطین کی توجہ ہر ایک کا اپنے مذہب کے ترجیح دینے میں افراط و تفریط سے کام لینا اور اپنے امام کی مدح اور دوسرے کی مذمت کرنا

اور اس قسم کے بحث مباحثوں کو بہت کچھ ترقی ہو گئی خصوصاً جبکہ بعض سلاطین[1] کو اس قسم کے مباحث کی طرف توجہ پیدا ہوئی تو ہر ایک مذہب کے لوگوں نے اپنے مذہب کے کچھ نہ کچھ وجوہات عقلی یا نقلی پیدا کر کے اس کو راجح ثابت کیا اور بعض نے تو اس مقصود کے حاصل کرنے کے لیے یہانتک افراط و تفریط سے کام

بقیہ صفحہ ۵۹ لیکر اپنے وقت تک کی ایک جماعت عظیم علماء مذاہب سے نقل کیا کہ وہ بلا التزام مذہب معین کے فتوی دیتے اور عمل کرتے تھے اور یہ ایسے طور پر نقل کیا جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ وہ بات ہے جس پر اگلے پچھلے علماء کا برابر عملدرآمد رہا ہے حتے کہ یہ بات ایک ایسی متفق علیہ ہو گئی جسکو سبیل المؤمنین کہہ سکتے ہیں جس کا خلاف جائز نہیں انتہے اس کے متعلق ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں۔ اسی طرح بلا تعیین مذہب کے عمل و فتوی کا ہونا ان تمام قرون اولی کے اندر حنفیہ کو بھی مسلم ہے چنانچہ اُنکے اقوال معیار الحق میں ذکر کیے گئے ہیں ۱۲

[1] دیکھو حجۃ اللہ البالغہ صفحہ ۱۵۰ امام شافعی رح و امام ابو حنیفہ رح کے مسائل پر بحث و باہم وجوہ ترجیح جو زیادہ تر کتب فقہ و اصول میں مذکور ہیں اور امام مالک و امام احمد کے مسائل سے اس قدر تعرض نہیں اُسکی یہی وجہ یہی ہے کہ سلاطین کو اسیطرف زیادہ تر توجہ پیدا ہوئی تھی جیساکہ شاہ صاحب نے ذکر کیا۔ میزان شعرانی میں علماء شافعیہ و حنفیہ کی ایک جماعت کا حال لکھا ہے کہ وہ رمضان کے روزے نہیں رکھتے تھے اس لئے کہ قوی رہیں تاکہ ایک دوسرے سے مناظرہ کرے اور ایک دوسرے فریق کا جواب دے اور اسکو زیر کرے۔ اگر روزے رکھینگے تو کمزور ہو جائینگے اور مناظرے و مباحثے میں ڈھیلے پڑ جائینگے دیکھو صفحہ ۲۹ مطبوعہ مصر ۱۲

لیا کہ اپنے امام کی مدح وغیرہ اور دوسرے مذہب کے امام کی مذمت میں حدیثیں بنا کر مشہور کیں کسی نے اپنے امام کے لیے مبالغہ آمیز محامد اور دوسرے مذہب کے امام کی نسبت ایسے ناشائستہ الفاظ

ف کسی نے یہ حدیث بنائی یکون فی امتی رجل یقال له ابو حنیفة هو سراج امتی کسی نے یہ حدیث بنائی ان سائر الانبیاء یفتخرون بی وانا افتخر بابی حنیفة من احبه فقد احبنی ومن ابغضه فقد ابغضنی کسی نے یہ بنائی لو کان فی امتی موسی و عیسی مثل ابی حنیفة لما تهودوا ولما تنصروا کسی نے یہ بنائی سیاتی بعدی رجل یقال له النعمان بن ثابت الکوفی ویکنی بابی حنیفة یحیی دین الله وسنتی علی یده کسی نے یہ بنائی یجیء فی امتی رجل یقال له ابو حنیفة وبین کتفیه خال الخ کسی نے یہ بنائی الا انبئکم برجل من کوفتکم هذه یکنی بابی حنیفة قد ملئ قلبه علما وحکما ویهلک قوم فی آخر الزمان الغایة علیهم التنا فریقال لهم البنانیة کما هلکت الرفضة بابی بکر وعمر کسی نے یہ بنائی یکون فی امتی رجل یقال له محمد بن ادریس اضر علی امتی من ابلیس یہ وہ احادیث ہیں جو حنفیہ نے امام ابو حنیفہ صاحب کی مدح اور امام شافعی صاحب کی مذمت میں بنائیں اسیطرح شافعیہ نے اپنے مقابلے میں اپنے امام کی تعریف اور دوسرے کی مذمت میں بنائی ہونگی یہ اپنے امام کی حد درجہ کی پیچ وحمیت تھی جو ایسا کرائی تھی۔ لیکن بعد ازاں پھر انہیں کے ہم مشرب علماء کو بجبر اسباب کے تسلیم کرنے اور کہنے کے کوئی چارہ نہوا کہ یہ احادیث موضوع اور جھوٹی ہیں دیکھو مؤلفات شیخ قاسم حنفی وملا علی قاری وشیخ عبد الحق دہلوی ومولانا عبد الحی لکھنوی۔ ہمارے زمانے کے جن لوگوں کو اس قسم کی حدیثوں اور جھوٹی دلیلوں کے ساتھ اپنے مخالف فریق کو زیر کرنے کی دلچسپی ہے وہ اگر مذکور الصدر حدیث میں بجائے البنانیة کے الوہابیة ترمیم کر دیں تو ان کو زیادہ مفید ہوگا۔ حافظ ابن حجر عسقلانی نے جہاں اسباب وضع حدیث کے بیان کئے وہاں ایک وجہ یہ بھی لکھی ہے کہ مقلدین نے بھی شدت تعصب کی وجہ سے حدیثیں بنائیں چنانچہ لکھتے ہیں والحامل للواضع علی الوضع اما عدم الدین۔ او فرط العصبیة کبعض المقلدین انتہی مختصراً نزہة النظر صفحہ ۴۸ مطبوعہ فاروقی پریس ۱۲

ف کوئی کہتا ہے امام ابو حنیفہ صاحب کا وہ مرتبہ ہے کہ خضر علیہ السلام بھی اُن سے پڑھتے تھے چنانچہ پانچ برس تک امام صاحب کی زندگی میں روزمرہ صبح کو حاضر ہو کر امام صاحب سے علم حاصل کرتے رہے جب امام صاحب کی وفات ہوگئی تو خضر نے بارگاہ الٰہی میں بڑی تضرع کی آخر اجازت ملی کہ قبر پر جا کر سیکھ آیا کریں تو پچیس برس تک امام صاحب کی قبر شریف پر حاضر ہو کر تحصیل علم کرتے رہے۔ بعض یہ بھی کہتے ہیں کہ خضر نے جو امام صاحب سے علم شرع محمدی حاصل کیا تھا وہ انہوں نے امام قشیری کو سکھا دیا امام قشیری نے کتابیں تصنیف کر کے ایک صندوق میں بند کرا کر دریائے جیحون میں ڈالدیں۔ جب عیسی علیہ السلام نزول فرمائینگے تو انہیں کتابوں کو نکلوا کر ان پر عملدرآمد کرینگے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ امام مہدی بھی حنفی مذہب کے مقلد ہونگے۔ کوئی لکھتا ہے مسجد کوفہ میں مسند افادہ پر جب آپ بیٹھتے تھے تو ہزار شاگرد انکے گرد ہوتے تھے اور ۴۰ مستعد مجتہد پاس موجود رہتے تھے جب کوئی مسئلہ تخریج کرتے تو ان سے مشورہ و مباحثہ کرتے بعد مہینے دو مہینے کے جب خوب ٹھیک درست ہو جاتا تب حکم نفاذ کا جاری کرتے۔ اسطرح پر تدوین فقہ کی مدت تیس برس بتائی جاتی ہے۔ ہم نہیں کہسکتے اس مجلس شوریٰ کا بیان کہاں تک صحیح ہے لیکن اسکی کچھ حقیقت ہمارے استاذ بھائی مولانا عبد العزیز صاحب رحیم آبادی نے خود نے کتاب حسن البیان میں بیان کی ہے۔ امام صاحب کی عبادت کے بیان میں مبالغہ کے ساتھ انواع عبادات کو اسطرح بیان کیا ہے کہ عادۃً انکا جمع کرنا خصوصاً ایسے شخص کو جسکو اتنا بڑا شغل علمی ہو ایک غیر ممکن الوقوع امر ہے یہ تمام باتیں اور حدیثیں جو ہم نے لکھیں کتب فقہ ومناقب میں دیکھو اگرچہ امام صاحب یا کسی دوسرے امام کے واقعی فضائل سے کسی سمجھدار کو انکار نہیں اور نہ کوئی انکار کی وجہ ہے بلکہ انکا ایسا ہونا اسلام کی زینت کا باعث ہے مگر مقصود یہاں پر صرف اسقدر ہے کہ مقلدین نے کیسے خلاف واقع بیانات سے کام نکالنا چاہا ۱۲

ف امام شافعی صاحب کی نسبت اسلیے بھی زائد بد ہونیکا جو لفظ بولا گیا وہ تم ابھی دیکھ چکے اور بعض نے جہل کے اقسام بیان کر کے جہل کی اس قسم میں جسمیں بندہ آخرت میں معذور نہیں رکھا جا سکتا (بلکہ عذاب دیا جائیگا) کافروں و باغیوں و معتزلہ و مبتدعہ کے کے ساتھ امام شافعی صاحب کو بھی شریک کر دیا دیکھو نور الانوار صفحہ ۳۰۰ انوار محمدی پریس۔ انہوں نے اس موقع پر امام شافعی کو نہ صرف جاہل کہا بلکہ ایسا جاہل ٹھہرایا جو مواخذہ اخروی سے بری نہیں اہل حدیث پر ائمہ کو برا کہنے کا بیجا الزام اور اسکی اصلی وجہ۔ افسوس آپ جو چاہیں سو کہیں کچھ حرج نہیں اور سب جائز ہے اور اہل حدیث بیچاروں پر مفت میں الزام ہے کہ وہ ائمہ کو برا کہتے ہیں اصل بات یہ ہے جو بات یا لفظ اپنے مرکوز خاطر کے خلاف سنتے ہیں وہ بری ہی معلوم ہوتی ہے گو نفس الامر میں وہ کوئی بری بات نہو۔ اور چونکہ اہل حدیث سنی سے بدظنی ہے اسوجہ سے یہ لوگ اگر کوئی اچھی بات بھی کہیں یا کوئی تحقیقی امر لکھیں تو وہ بھی برا ہی لگتا ہے اور یہی کہا جاتا ہے کہ امام صاحب کی توہین کی غرض سے کہا اور انکو برا کہدیا۔ والی الله المشتکی ۱۲

بولے جو کسی طرح زیبا نہ تھے۔ کسی نے اپنے مذہب کی ترجیح ثابت کرنے کے لیے عمداً اصولؔ کے ایسے قواعد ممہد کیے جس سے اپنے مذہب کے مسائل چسپاں ہو جائیں اور مخالف کی بات کا رد ہو جائے گو ان قواعد سے کوئی دوسرا محذور ہی لازم آتا ہو الغرض اس طور پر ان مذاہب اربعہ کی تقلید شخصی قائم ہوئی اور ہر ایک مذہب کے پیرو اس مذہب کے مقلد ٹھہرے کیونکہ اگر یہ لوگ تخصیص کے ساتھ ایک امام کے پابند نہ ہوتے بلکہ دیگر ائمہ کے اقوال پر بھی بلا لحاظ خصوصیت عمل کرتے رہتے یا براہ راست خود قرآن و حدیث سے استدلال کر کے عمل کیا کرتے تو وہ پیرو یا مقلد اس امام اور اس مذہب کے کیوں کہلاتے بجائے اسکے وہاں تو ہر مذہب علیحدہ علیحدہ تخصیص کے ساتھ قائم ہو گیا۔ اور ہر فریق خصوصیت کو ساتھ اپنے امام کی تقلید کرنے لگا اور دن بدن اس کو ترقی اور پختگی ہوتی گئی اور اسی کے ساتھ تعصب بھی بڑھتا گیا اور یہ ایک **مستقل وجہ** ہے مذہب تقلید کے شروع ہونے اور پھیلنے کی۔

تقلید شخصی کے قائم ہونے کی ایک اور وجہ

اور زمانہ مابعد میں مذہب تقلید کے عام طور پر پھیلنے اور اسکے استحکام و ترقی پانے کی ایک قوی وجہ یہ ہوئی کہ اکثر سلطنت کا مذہب تقلید رہا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے اور چونکہ زیادہ سلاطین حنفی ہوئے اس وجہ سے حنفی مذہب کی تقلید کو سب سے زیادہ ترقی ہوئی اور جب سلطنت کا مذہب تقلید رہا۔ تو رعایا کا زیادہ تر اسی مذہب پر ہونا اور اسی طرف مائل رہنا ایک لابدی اور ضروری الوقوع امر تھا کیونکہ اول تو بادشاہ و سلطنت کا کسی وضع یا مسلک پر ہونا قطع نظر دوسری باتوں کے لوگوں کو اپنی طرف کھینچنے کے لیے کافی ہے کیا تم اپنے زمانے کے میلان طبع کو نہیں دیکھتے باوجود شرعی مزاحمت اور علما کے روکنے کے کسقدر لوگ انگریزی وضع قطع۔ چال۔ ڈھال طرز معاشرت۔ آداب اکل و شرب اقسام کھانوں وغیرہ کی طرف جھکے چلے جاتے ہیں اور بلا کسی ضرورت یا معتد

قواعد اصول فقہ اور دلائل کتب فقہ کا کچھ حال ؎ اصول فقہ کی کتابوں میں باستثنا ء خاص خاص اصول قواعد کے اکثر قواعد خصوصاً مناظرات و مجادلات کے موقعوں پر اسی قسم کے ہیں کہ اپنی موافقت اور مخالف کے رد کی رعایت سے لکھے گئے ہیں۔ گو بعض ناظرین اس بات کو جنکے کان پہلے اس سے آشنا نہیں ہوئے ہیں تعجب کی نگاہ سے دیکھیں گے مگر وہ شخص جنکو ان کتب پر تحقیقی اور غائر نگاہ ہے کبھی اس بات میں تعجب نہیں کرے گا۔ ہم کو اگر فرصت ہوئی تو انشاء اللہ ہم ایک مستقل تصنیف میں اس باب کو مفصل بیان کرینگے اور کچھ بیان اسکے متعلق آگے بھی آتا ہے۔ کتنی جگہ ہدایہ وغیرہ کی طرز استدلال و جواب کی بھی یہی حالت ہے۔ مخالف کے دلائل اپنی طرف سے قائم کر کے اپنے اصول کے موافق اسکے جواب دیتے ہیں۔ مخالف کی کتاب میں دیکھا جائے تو کہیں اس دلیل کا جو اسکی طرف سے قائم کر کے جواب دیا ہے پتہ نہیں بلکہ وہاں اور ہی دلائل مذکور ہوتے ہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ مناقشات و دلائل پچھلوں کے پیدا کیے ہوئے ہیں اور حقیقت میں بنا مذہب کی انپر نہیں۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں لکھتے ہیں بعض لوگ گمان کرتے ہیں کہ مذہب کی بنا ان مناقشات جدلیہ پر ہے جو مبسوط سرخسی اور ہدایہ تبیین وغیرہ میں مذکور ہیں اور یہ نہیں جانتے کہ یہ باتیں سب سے پہلے معتزلہ نے پیدا کیں (جو عقاید میں معتزلی تھے اور فروعات میں حنفی) پھر متاخرین نے اسکو پسند رکھا عبارت یہ ہے ومنھم من یزعم ان بناء المذاھب علی ھذہ المحاورات الجدلیۃ المذکورۃ فی مبسوط السرخسی والھدایۃ والتبیین ونحو ذلک ولا یعلم ان اول من اظھر ذلک فیھم المعتزلۃ ولیس علیہ بناء۔۔۔

بہ نفع کے اُسی کی طرف مائل ہیں۔

مذاہب اربعہ اور اُنکے تقلید کے فروغ کی ایک اور وجہ

دوسرے ظاہر ہے کہ سرکاری مذہب کے اختیار کرنے میں ملکی خدمات۔ معزز عہدے عزو جاہ۔ رجوع خلائق۔ وغیرہ جو ہاتھ آسکتے ہیں خلاف میں نہیں آسکتے تیسرے سرکاری طریقہ اور مروج مسلک عموماً باعث امن و عافیت ہوتا ہے۔ اُسکے خلاف میں ذلت و مصائب و آفات کا سامنا ہوتا ہے۔ چوتھے جس نے اس وسطی زمانہ کے سلاطین کی تواریخ دیکھی ہے وہ جانتا ہے کہ کسی مسلمان کو کسی مسلمان بادشاہ کی کسی امر میں مذہبًا مخالفت کیسی دشوار تھی۔ غرض اس میں کوئی شبہ نہیں کہ سلطنت کا مذہب و مسلک رعایا میں بہت زور کے ساتھ اشاعت پاتا ہے اور اسی بنا پر یہ قول مشہور رہے الناس علے دین ملوکھم۔ شیعہ سنی کے انقلاب سلطنت کی تاریخ دیکھو سلطنت کے پلٹنے سے عام رعایا کا رنگ کسقدر بدل جاتا تھا اسی طرح کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ عموماً سرزمین ایران پر جتنے پیدا ہوتے ہیں وہ سب ہی کجرائے اور بے سمجھ پیدا ہوتے ہیں کہ وہاں جو پیدا ہوتا ہے وہ شیعہ ہی ہو جاتا ہے اور وہاں سب شیعہ ہی شیعہ نظر آتے ہیں اور دوسرے ممالک کی سرزمین پر سب مستقیم الرائے اور صحیح ذہن کے پیدا ہوتے ہیں کہ جو اُسکے خلاف حق مذہب کو نہیں اختیار کرتے بلکہ سنی ہی ہوا کرتے ہیں وقس علی ہذا اصل میں یہ کچھ نہیں بلکہ اس میں بڑا دخل سلطنت کے مذہب کو ہے۔ الحاصل ان چاروں مذہبوں اور انکی تقلید شخصی کے شروع ہونے اور پھیلنے کی یہ اصلی وجوہ و اسباب ہیں اور یہ اسکی اصلیت ہے

رواج کی وجہ سے مذاہب اربعہ کی تقلید کو من عند اللہ سمجھنا ورنہ اللہ نے کہیں انکا حکم نہیں دیا

مگر مدت سے اس طرح پر رواج چلے آنے اور زمانہ دراز کے گذرنے نے لوگوں کو اسکی اصلی حالت سے بالکل بیخبر کردیا اور وہ سمجھتے رہے کہ مذہب تقلید اور ان چار مذہبوں سے کسی ایک کی جملہ مسائل میں پابندی کرنا اصلی و قدیمی مذہب اور عین حکم اللہ و رسول ہے اور اُس سے ذرا سا بھی علیحدہ ہونا الحاد و بیدینی ہے حالانکہ یہ کچھ بھی نہیں کہیں اللہ نے اور اسکے رسول نے ان چاروں اماموں کی تقلید کو واجب کیا اور نہ اُن کو نبیوں کی طرح تقلید کیے جانے کے لیے بنا کو بھیجا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے۔ اور طوالع الانوار حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں کہ ایک[1] مجتہد معین کی تقلید کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں نہ شریعت کی رو سے نہ عقل کی رو سے چنانچہ اس بات (کو کہ تقلید شخصی کے وجوب پر کوئی دلیل نہیں) حنفیہ میں سے شیخ ابن الہمام نے (شرح ہدایہ) فتح القدیر میں اور اپنی اصول کی

[1] عبارت یہ ہے ووجوب تقلید مجتہد معین لا حجۃ علیہ لا من جہۃ الشریعۃ ولا من جہۃ العقل کما ذکرہ الشیخ ابن الہمام من الحنفیۃ فی فتح القدیر وفی کتابہ المسمے بتحریر الاصول وبعدم وجوبہ صرح الشیخ ابن عبد السلام فی مختصر منتہی الاصول من المالکیۃ والمحقق عضد الدین من الشافعیۃ وذکرہ ابن امیر الحاج فی التحبیر شرح التحریر ان القرون الماضیۃ من العلماء اجمعوا علے انہ لا یحل لحاکم ولا مفت تقلید رجل واحد بحیث لا یحکم ولا یفتی فی شیء من الاحکام الا بقولہ انتہی ۱۲

کتاب میں جسکا نام تحریر الاصول ہے ذکر کیا اور اسی عدم وجوب کی (بابت) مالکیہ میں سے شیخ ابن عبد السلام نے مختصر منتہی الاصول میں تصریح کی اور شافعیہ میں سے محقق عضد الدین نے اور ابن امیر الحاج نے تحبیر شرح تحریر میں ذکر کیا کہ پہلے زمانے کے علماء نے اس بات پر اجماع کیا ہے کہ کسی حاکم یا مفتی کو کسی خاص ایک شخص کی تقلید حلال نہیں کہ جب فیصلہ کرے یا کسی حکم میں فتوی دے تو اُسی کی قول کے مطابق دے انتہے۔ اسیطرح سید باشا شرح تحریر میں۔ اور ملا حسن شرنبلالی رسالہ العقد الفرید میں۔ اور محب اللہ بہاری مسلم الثبوت میں اور بحر العلوم شرح مسلم الثبوت اور شرح تحریر میں۔ اور ملا حبیب اللہ قندھاری مغتنم الحصول میں اور مولنا اکمل صاحب عنایہ شرح ہدایہ تقریر الاصول میں تحریر فرماتے ہیں چنانچہ انکی اور انکے سوا اور بھی کتنے محققین کی عبارتیں لفظ بلفظ ہمارے اُستاذ حضرتنا و شیخنا و شیخ الکل جناب مولنا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مدظلہ العالی نے معیار الحق[1] میں نقل فرمائی ہیں یہ محققین تصریح فرماتے ہیں کہ اللہ نے کسی کی تقلید شخصی واجب نہیں فرمائی اور کسی پر لازم نہیں کیا کہ وہ ایک ہی امام کا تمام مسائل میں مقلد ہو رہے بلکہ تقلید شخصی کو واجب ٹھہرانا انکی شرح اپنی طرف سے پیدا کرنا ہے غرض اس سے کوئی دیدہ ور انکار نہیں کرسکتا۔ کہ شرع نے کہیں ایت نہیں کی کہ تقلید شخصی یا ان چاروں مذہب میں سے کسی نہ کسی ایک کی پابندی کیجائے اور نہ ایسا کرنے کے جواز کی شرعاً کوئی وجہ ہے لیکن زمانے کے دور نے اور رسم کے چل نکلنے نے ایسا کرا دیا۔

تقلید کے رواج پڑ جانے کے بعد مقلدین کے دعوے

اور جب ایکی رسم چل نکلی اور ایک عرصہ تک ایسا ہی ہوتا رہا تو لوگوں کو یہی صحیح و حق معلوم ہونے لگا۔ اور پھر یہ ہونے لگا کہ کوئی تو کہتا ہے[2] کہ اہل سنت مذاہب اربعہ میں منحصر ہیں جو ان سے خارج ہے وہ اہل بدعت اور اہل نار سے ہے کوئی دعوی کرتا ہے کہ مذاہب اربعہ کے سوا کسی اور مذہب کے اوپر عمل کرنے کی عدم جواز پر اجماع ہو گیا ہے کوئی کہتا ہے کہ ائمہ اربعہ کے سوا کسی اور کی تقلید منع ہے کوئی کہتا ہے کہ مقلدین امام ابو حنیفہ پر واجب ہے کہ انہیں کے قول پر عمل کریں اُنکو امام صاحب کے سوا کسی دوسرے امام کے قول پر عمل کرنا جائز نہیں کوئی کہنے لگا جو ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرے اگرچہ اجتہاد اور دلیل کی وجہ سے انتقال کرے تاہم موجب تعزیر ہے تو اگر

---

[1] انتصار الحق کے جواب: تقلید شخصی وغیرہ کے مباحث میں یہ کتاب بہت ہی خوب اور قابل دید ہے۔ فریق مخالف نے بہت مدتوں کے بعد برسوں کی محنت میں (جو تقریباً سات آٹھ برس ہوتے ہیں) ایک جواب انتصار الحق شایع کیا۔ اہلحدیث کی طرف سے تھوڑے ہی عرصہ میں اُسکے کئی جواب شایع ہوئے اختیار الحق۔ البحر الزخار یہ دونوں مفصل جواب ہیں۔ تخمیس لانظار براہین اثنا عشریہ دونوں مجمل ہیں ہم نے نہیں سنا کہ مولف انتصار یا انکے کسی مددگار نے آجتک ان جوابوں کا جواب دیا ہو ۱۲

[2] یہ اقوال علماء احناف کی فقہ کی کتابوں سے رسالہ تنویر الحق میں نقل کئے ہیں جسکا جواب معیار الحق ہے اور کچھ اقوال انتصار الحق میں بھی ذکر کئے ہیں ۱۲۔

بلا اجتہاد اور بغیر دلیل انتقال کرے تب تو بدرجہ اولی قابل تعزیر ہے کوئی[1] لکھتا ہے ہم حنفیوں کے ہاں یہ بات ملے شدہ ہے کہ نہ فتوے دیا جائے اور نہ عمل کیا جائے بجز امام[2] اعظم کے قول کے اور بلا کسی ضرورت کے انکے قول کو چھوڑ کر صاحبین وغیرہما کا قول نہ لیا جائے اور کوئی صاحب[3] صاف صاف یہ بھی کہ رہا ہے کہ امام صاحب کے قول پر فتوے واجب ہے اگرچہ یہ معلوم ہو کہ کس دلیل سے انہوں نے کہا کوئی کہتا ہے علی الاطلاق فتوے امام صاحب کے قول پر دیا جاوے انکے بعد امام صاحب کے قول پر انکے بعد امام محمد کے قول پر انکے بعد زفر کے قول پر انکے بعد حسن بن زیاد کے قول پر اور بعض نے باہم اختلاف کی صورت میں قوت دلیل کا اعتبار کیا۔

فقہا کا قواعد فتویٰ میں اختلاف کسی[4] نے فقہا کا عمل درآمد یہ بتایا کہ جمیع مسائل ذوی الارحام میں فتوی امام محمد کے قول پر ہے اور قضا اور شہادات کے مسائل میں امام ابو یوسف کی رائے پر اور عبادات کے تمام مسائل میں امام صاحب کے قول پر۔ اور بہی کتنے مختلف قول کتب فقہ مثل رد المحتار اور بحر الرائق اور الاشباہ والنظائر وغیرہ میں لکھے ہیں۔ فقہا نے ان قواعد میں جو انہوں نے مقلد عالم کے لیے تجویز کیے ہیں جن کی پابندی اس کو فتوے دیتے وقت اور نیز سب کو ان فقہی مسائل پر عمل کرتے وقت لازم ہے عجیب اختلاف ہے رد[5] المحتار میں انکا حاصل بصورت تطبیق کے یوں بتایا ہے جس مسئلہ میں ہمارے اصحاب (یعنے امام صاحب اور انکے شاگرد) متفق ہوں تو قطعاً اس پر فتوے دیا جائے اور اگر باہم مختلف ہوں تو اگر مشائخ نے ان میں سے صرف ایک کی تصحیح کی ہے اور صیغہ افعل کے ساتھ کی ہے تو مفتی کو اختیار ہے جس پر چاہے فتوی دے اور صیغہ افعل کے ساتھ نہیں ہے تو جس کی تصحیح کی اسی پر فتوی ہونا چاہیے اور اگر دونوں کی تصحیح کی ہے تو اگر احد الجانبین میں سے کسی ایک میں صیغہ افعل ہے تو بعض نے کہا افعل والے پر فتوی ہونا چاہیے اور بعض نے کہا جانب ثانی پر اور اگر صیغہ افعل نہیں ہے تو مفتی کو اختیار ہے۔ اور اگر کسی کی تصحیح نہیں ہے تو اگر مفتی اہلیت نظر اور لیاقت دلیل کے سمجھنے اور ترجیح دینے کی رکھتا ہے تو ان میں جونسا قول دلیل کے رو سے قوی ہو اسپر فتوے دے اور اگر لیاقت ترجیح کی نہیں رکھتا

---

[1] یہ فتاوی خیریہ میں خیر الدین رملی استاذ مؤلف در مختار نے لکھا ہے اور شامی نے حاشیہ در مختار میں نقل کیا ۱۲

لفظ امام اعظم کی تحقیق [2] مولنا مولوی عبد الحی لکھنوی مرحوم نے الفوائد البہیہ فی تراجم الحنفیہ میں لکھا ہے ہم حنفیوں کی کتابوں میں امام اعظم سے مراد امام ابو حنیفہ رح ہوتے ہیں انتہی امام صاحب کو حنفی جو امام اعظم بولتے ہیں غالباً اسکی وجہ یہ ہے کہ حنفی فقہ کا مدار زیادہ تر ائمہ ثلاثہ یعنے امام ابو حنیفہ و امام ابو یوسف اور امام محمد کے اقوال پر ہے۔ مگر چونکہ امام صاحب ان دونوں کے استاذ ہیں اور یہ انکے شاگرد ہیں اس وجہ سے وہ امام اعظم کہلائے اور یہ دونوں ان کے مقابلہ میں صاحبین کہلاتے ہیں اور چونکہ امام محمد صاحب امام ابو یوسف صاحب کے بھی شاگرد ہیں اس وجہ سے امام محمد کے مقابلہ میں وہ دونوں جو کہ انکے استاذ ہیں شیخین کہلاتے ہیں غالباً یوں ہی یہ لقب شروع ہوا اور جب زیادہ مشہور ہو گیا تو بعض دوسری کتابوں میں بھی ذکر کیا جانے لگا واللہ اعلم

[3] یہ صاحب بحر الرائق نے لکھا ہے اور شامی نے بیان رسم المفتی میں نقل کیا ۱۲ [4] در مختار میں ایسی کہا ہے ۱۲ [5] دیکھو رد المحتار رسم المفتی ۱۲

تو ترتیب مذکور کے موافق فتویٰ دے یعنی اول امام صاحب کے قول پر پھر ابو یوسف کے الخ انتہی فقہار کے ان اقوال و قواعد پر نظر کرنے سے ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں کہ پہلے زمانہ اور اصل طریقہ کے رنگ سے پچھلے زمانہ کے خیالات کس قدر غیر ہو گئے۔ صرف عوام ہی نہیں بلکہ خواص بھی کیسے کیسے دعویٰ اور کیسی کیسی باتیں کرنے لگے جن کی شرع میں کوئی اصلیت نہیں اور عموماً عمل درآمد جو ہے وہ اس سے بھی زائد۔

> مقلدین کا ذی علم کے لیے بھی تقلید کا لازم ٹھیرانا

ان قواعد کو (جو انہوں نے مفتی کے لیے تجویز کیے) دیکھنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ایسے شخص کو بھی جس کو اہلیت نظر و استدلال و ترجیح کی ہے درصورت اتفاق اصحاب مذہب (یعنی امام صاحب اور انکے شاگرد) و نیز درصورت باہم خلاف بر تقدیر تصحیح مشائخ اجازت نہیں ہے کہ اپنے علم و تحقیق سے کام لے یا دیکھے کہ دیگر پیشوایان امت محمدیہ اور مجتہدین کاملین اور ائمہ دین اور علم نبوی کے حاملین کیا کہتے ہیں بلکہ وہ آنکھ میچکر وہی کہتا رہے جو کہدیا گیا۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے آنکھ کھول کر ذرا دیکھنے کی اجازت ہے تو صرف اسی صورت میں کہ اصحاب میں اختلاف ہو اور مشائخ نے اپنا اظہار رائے نہ کیا ہو اور وہ بھی اس شرط سے کہ اسی احاطہ کے اندر رہے اور انہیں میں سے کسی کے قول پر فتویٰ دے افسوس اصحاب مذہب کا تو ارشاد ہے کہ بلا دلیل معلوم کیے ہمارے قول پر فتویٰ نہ دینا یا عمل نہ کرنا اور یہاں سکے بالکل خلاف ہدایت ہو رہی ہے۔ اور انکے صریح منشاء کے خلاف محکمہ افتار کا ضابطہ قرار دیا جاتا ہے۔ اگر ہم یہ باتیں خلاف واقع کہہ رہے ہیں اور فقہا سب صورتوں میں نظر و استدلال کے قائل ہیں تو ہم اپنے اس اعتراض کو واپس لیتے ہیں مگر نہایت مشکل ہے یہ بات فقہار سے کوئی ثابت کر سکے تو کر سکے تاہم اگر کسی سے قولاً ثابت ہو بھی جائے تو اس میں کوئی شبہ نہیں کہ عملاً ایسا نہیں ہوا یا نہ ہو سکا۔ اور نہ اب ایسا ہوتا ہے جس کی وجوہ ہم انشاء اللہ آگے لکھیں گے اور اگر فرضاً عمل بھی ایسا ہوتا ہے تو پھر ہم کو کیا اعتراض ہے۔[1]

> طبقات فقہا

فقہار حنفیہ نے علمار کو سات طبقات پر تقسیم کیا جس کی تفصیل انکے بیان کے موافق یہ ہے طبقہ اولیٰ مجتہدین فی الشرع۔ جن کا کام ہے قائم کرنا اصول و قواعد کا (اور بلا کسی کی تقلید کے نہ اصول میں نہ فروع میں) استنباط کرنا احکام کا ادلہ اربعہ یعنی قرآن و حدیث و اجماع و قیاس سے) اس طبقہ

---

[1] حتیٰ کہ بعض صاف صاف کہدیتے ہیں کہ ہم حدیث عمل کیلیے تھوڑی پڑھتے ہیں۔ برکت کیلیے پڑھتے ہیں عمل تو ہم اسی پر کریں گے جو فقہار نے کہا اور حقیقت میں کرتے بھی ویسا ہی ہیں ۱۲

> کسی امام نے تقلید کا حکم نہیں دیا

چنانچہ ائمہ کا تقلید سے ممانعت کرنیکا بیان اوپر ہو چکا۔ امام ابن عبد البر فرماتے ہیں ہم کو کسی امام سے یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ انہوں نے اپنے اصحاب کو مذہب معین کے التزام کا حکم دیا بلکہ ان سے یہی منقول ہے کہ انہوں نے لوگوں کو (بلا تعیین) بعض کو بعض کے فتویٰ پر عمل کرنے کے اوپر برقرار رکھا اور نہ کسی صحیح یا ضعیف حدیث سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلعم نے اپنی امت میں سے کسی کو التزام مذہب معین کا حکم دیا ہو دیکھو میزان شعرانی صفحہ ۲۳ مطبوعہ مطبع میمنہ مصر ۱۳۰۵ھ و دیکھو رد المحتار حاشیہ در مختار صفحہ ۵ مطبوعہ مصر و نافع کبیر وغیرہ میں بھی اسکا مفصل ذکر ہے

میں ائمہ اربعہ ہیں اور جس نے ایکسا کام کیا طبقہ ثانیہ مجتہدین فی المذہب۔ جن کا کام ہے استخراج احکام کا ادلہ مذکورہ سے بمقتضی ان قواعد کے جو مجتہد فی الشرع نے قائم کردیئے۔ یہ لوگ گو بعض فروع میں اپنے مجتہد فی الشرع کا خلاف کرتے ہیں۔ مگر اصول میں اُنکے مقلد ہوتے ہیں اس طبقہ میں امام ابو یوسف رح امام محمد رح و دیگر شاگردان امام صاحب ہیں جو اصول میں تو اُنکے مقلد تھے مگر استخراج فروع کا ادلہ سے کرتے تھے طبقہ ثالثہ مجتہدین فی المسائل۔ جن کا کام ہے ان مسائل کا استنباط کرنا جن میں امام سے کوئی تصریح ثابت نہیں ہوئی۔ انہیں امام کے اصول و قواعد کے موافق یہ لوگ امام کی نہ اصول میں مخالفت کر سکتے ہیں نہ فروع میں۔ صرف ایسے مسائل کو جو امام سے ثابت نہیں امام کے قواعد کے موافق اجتہاد کر سکتے ہیں۔ اس طبقہ میں۔ خصاف۔ طحاوی۔ کرخی۔ شمس الائمہ حلوانی۔ شمس الائمہ سرخسی۔ فخر الاسلام بزدوی۔ قاضیخان وغیرہم ہیں طبقہ رابعہ اصحاب التخریج جو اجتہاد تو کسی طرح کا نہیں کر سکتے لیکن اصول کے ساتھ اچھی طرح واقفیت اور دلائل کے یاد ہونے کی وجہ سے کسی ایسے مجمل قول اور مبہم حکم کی جو امام صاحب یا ان کے کسی شاگرد سے منقول ہے اور کئی احتمال رکھتا ہے اسکے امثال و نظائر پر قیاس کر کے اور اصول میں نظر کر کے تفصیل کر سکتے ہیں۔ اس طبقہ میں رازی وغیرہ ہیں طبقہ خامسہ مقلدین اصحاب الترجیح جن کا کام صرف یہ ہے کہ (اپنے اصحاب مذہب سے جو مسائل کی بابت) روایات ہیں ان میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دینا مثلاً یہ کہدینا ہذا اولی۔ ہذا اصح۔ ہذا ارفق للناس (اسکے سوا یہ لوگ اور کچھ نہیں کہہ سکتے۔ اور نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ اس طبقہ میں قدوری اور مصنف ہدایہ وغیرہما ہیں طبقہ سادسہ مقلدین قادرین علی التمیز جو صرف اسی قدر کر سکتے ہیں کہ اپنے اصحاب مذہب کی جو روایات ہیں ان میں سے اقوی اور قوی اور ضعیف اور ظاہر روایت اور نادرہ کو تمیز کر کے اقوال مردودہ اور مذہب کی۔ روایات ضعیفہ کو نقل نہیں کرتے۔ اس طبقہ میں متاخرین اصحاب متون مثل صاحب کنز اور صاحب درمختار اور صاحب وقایہ اور صاحب مجمع ہیں طبقہ سابعہ وہ مقلدین ہے جو اتنی بھی قدرت نہیں رکھتے اور دبلی موٹی میں کچھ تمیز نہیں کر سکتے انتہے فقہاء نے جس طرز سے ان طبقات کو بیان کیا اور اس کا لوگون پر اعلان کیا اس نے لوگوں کی اور بھی ہمتیں توڑ دین وہ بیچارے اگر کچھ تحقیق و عمل بالحدیث یا کتاب و سنت سے استخراج مسائل کا ارادہ کرتے بھی تو انکے ارادوں کو پست کر دیا کہ جب ایسی بڑے بڑے علماء جو کہ امام و شمس الائمہ اور فخر الاسلام کہلائے جاتے ہیں اور ایسی بڑی بڑی موئلف جن کی

لہ یعنے حنفی مذہب میں ۱۲

کتابوں کے پڑھنے سے لوگ عالم ہوجاتے ہیں اور جن کا سمجھنا بجائے خود ایک کمال ہے چھٹے و پانچویں و چوتھے طبقے میں پڑے ہوئے ہیں جو بیچارے بجز نقل کے کچھ دم مارنے کی قدرت نہیں رکھتے بلکہ ان سے اعلے طبقے والے بھی امام کا اصول و فروع میں کسی طرح کا خلاف نہیں کرسکتے تو پھر اور کسی کا کیا منہ جو دم مارے یا کچھ ہمت کرے پس وہ ڈر کر بیٹھ رہے اور بجز اسکے اور کچھ نہ کرسکے تاآنکہ مجبور تقلید کیئے چلے جائیں

طبقات میں غلطی حالانکہ یہ تقسیم و تفصیل طبقات کی خود تقلید کے احاطہ کے اندر بیٹھ کر کی گئی اور تقلید کا پورا سایہ پڑنے کے بعد اور انہیں کی بابت جو تقلیدی ٹھیر چکے۔ اور تقلیدی خیال کے موافق۔ اور اسی وجہ سے ان علمار کے جو منازل بتائے گئے اس میں سخت غلطی کی گئی۔ اور ان کو انکے مرتبے سے گھٹا کر دکھایا گیا۔ جس کی شرح کی ہم یہاں گنجائش نہیں پاتے مگر جو ہم اس جگہہ دکھانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ان فقہار کے خیالات جنہوں نے یہ طبقات مرتب کئے اور وہ جو اس پر یقین رکھتے ہیں پہلے زمانہ کے طرز عمل سے کسقدر غیر ہوگئے۔ اور یہ لوگ اہل علم کو کس طرح دائرۂ تقلید میں محصور رکھنا چاہتے ہیں اور محصور کرتے ہیں

اجتہاد کے ختم کا دعوی بلا دلیل ہے اور طرہ اس پر یہ ہے کہ اسکے ساتھ یہ بھی دعوی کردیا گیا کہ اجتہاد مطلق ائمہ اربعہ پر اور اجتہاد فی المذہب علامہ نسفی پر ختم ہوگیا۔ مولنا عبد العلی بحر العلوم کیا خوب فرماتے ہیں۔

---

۵۱ لیکن ہم صرف علامہ بہار الدین مرجانی حنفی کا قول ملخصاً نقل کرتے ہیں جسکو مولنا عبد الحی صاحب مرحوم نے نافع کبیر میں ذکر کیا۔ اس سے ہمارے اس دعوے کی سچائی کا کسی قدر تم کو ظہور ہوجائیگا وہ لکھتے ہیں کاش ہم سمجھتے اسکے کیا معنے ہیں کہ ابو یوسف و محمد و زفر نے بعض مسائل میں امام ابو حنیفہ کا خلاف کیا لیکن وہ اصول میں انکے مقلد ہیں۔ اصول سے مراد اگر وہ احکام اجمالیہ ہیں جنمے کتب اصول میں بحث ہوتی ہے تو وہ تو عقلی قواعد ہیں انکو جو صاحب عقل و نظر ہے سمجھتا ہے خواہ مجتہد ہو یا غیر مجتہد اور انکو اجتہاد سے کچھہ تعلق نہیں اور ان تینوں اماموں کی شان اس سے بہت زاید ہے کہ وہ ان قواعد کو نہ سمجھتے ہوں جیسا کہ تقلید کے حکم سے لازم آتا ہے اور ایسا ان اماموںکی شان میں کہنا بڑی گستاخی ہے بلکہ ایسا نہیں ہے ہر ایک کے علیحدہ علیحدہ اصول و قواعد ہیں جنمیں انہوں نے امام ابو حنیفہ کا خلاف کیا (پھر اصول میں تقلید کیسی) اور غزالی نے تو یہانتک کہا کہ ابو یوسف و محمد امام ابو حنیفہ کے دو تہائی مذہب میں خلاف ہیں لیکن یہ لوگ اپنے استاد کی حسن تعظیم و کمال بزرگی کرنے اور انکے حق کی رعایت کرنیکی وجہ سے انہیں کی شان بلند کرنے میں سرگرم رہے اور انکی طرف سے مدد کرتے رہے اور انہیں کے اقوال کو لوگوں کے سامنے نقل کرتے اور انسے حجت پکڑتے اور انکی طرح طرح سے خدمت کرتے رہے اسوجہ سے ائمہ ثلاثہ اور سفیان وغیرہ کیطرح علیحدہ امام نہ مشہور ہوئے نہ یہ کہ وہ اجتہاد مطلق فی الشرع کے مرتبہ کو نہ پہونچے تھے۔ اگر وہ اپنے اقوال کے پھیلانیکی کوشش کرتے تو انکا مذہب امام ابو حنیفہ صاحب کے مذہب سے علیحدہ قایم ہوجاتا۔ اور اگر اصول سے مراد ادلہ اربعہ ہیں تو ادلہ اربعہ کو تو سب ہی استناد کرتے ہیں (اسمیں تقلید کے کیا معنے) پھر جو خصاف و طحاوی و کرخی کی بابت کہا کہ وہ امام ابو حنیفہ کی مخالفت نہ اصول میں کرسکتے ہیں نہ فروع میں۔ یہ بھی کچھہ ٹھیک نہیں اسلیئے کہ ان لوگوں نے امام صاحب کا جسقدر مسائل میں خلاف کیا وہ گنتی سے باہر ہیں۔ اور انکے اصول و فروع دونوں (امام سے علیحدہ کتنے مسائل ہیں) انکے مختار ہیں اور انکے اقوال ہیں جو قیاس وغیرہ سے استنباط کئے اور انکے استدلالات ہیں عقلی و نقلی دلائل کیساتھ چنانچہ کتب فقہ و خلافیات سے واقف پر مخفی نہیں (پھر خلاف نہ کرسکنے کے کیا معنے) پھر جو رازی کو ایسی جماعت میں داخل کیا جو بالکل اجتہاد نہیں کرسکتے یہ بھی انکے حق میں بڑا ہی ظلم کیا اور انکی شان کی بڑی منقصت کی۔ پھر علامہ مرجانی نے رازی کی بہت کچھہ تعریف کرنیکے بعد قدوری و صاحب ہدایہ کو اصحاب ترجیح میں داخل کرنے پر بھی اعتراض کیا اور ظاہر کیا کہ انکا مرتبہ اس سے عالی ہے ۱۲

چنانچہ وہ شرح تحریر الاصول[۵۱] میں لکھتے ہیں بعض متعصبین نے کہا کہ اجتہاد مطلق ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا اُنکے بعد کوئی مجتہد مطلق نہیں پایا گیا۔ اور اجتہاد فی المذہب علامہ نسفی صاحب کنز پر تمام ہو گیا انکے بعد کوئی مجتہد فی المذہب نہیں پایا گیا۔ حالانکہ یہ بات غلط اور رجم بالغیب ہے اگر کوئی انسے اسکی دلیل پوچھو کہ تمہیں کیونکر معلوم ہوا تو کچھ دلیل نہیں دے سکتے اسکے علاوہ یہ بات کہنا اللہ کی قدرت پر بلا دلیل حکم لگانا ہے یہ کیونکر معلوم ہوا کہ اب قیامت تک اللہ تعالیٰ کسی کو فضیلت اجتہاد کی نہیں عنایت فرمانے کا۔ پس چاہیے کہ ایسے تعصبات سے پرہیز کیا جائے انتہے اور شرح مسلم الثبوت میں تحریر فرماتے ہیں کہ بعض لوگوں نے علامہ نسفی کے بعد زمانہ کا مجتہد فی المذہب سے خالی ہونے کا حکم لگا دیا اور اجتہاد مطلق کی بابت کہدیا کہ وہ ائمہ اربعہ پر ختم ہو گیا حتی کہ انہیں میں سے کسی ایک کی تقلید امت پر واجب ٹھیرا دی یہ سب اپنی من مانی باتیں ہیں جن پر وہ کوئی دلیل قائم نہ کر سکے اور (سچ تو یہ ہے کہ) ان لوگوں کی باتوں کا کچھ اعتبار نہیں۔ یہ لوگ انہیں میں سے ہیں جنکی بابت حدیث میں وارد ہے کہ فتویٰ دیا بغیر علم کے پس خود بھی گمراہ ہوئے اور دوسروں کو بھی گمراہ کیا۔ انتہے الحاصل مذہب تقلیدی ہی یہ سب کچھ کھلا رہا ہے

ائمہ اربعہ پر اجتہاد ختم ہونیکے بارہ میں مقلدین کے دلائل

جہاں مقلدین نے یہ تمام دعوے کئے اور مذاہب اربعہ میں انحصار اور تقلید شخصی کے وجوب کے قائل ہوئے ضرور تھا کہ اسکے لیے کچھ دلائل بھی قائم کرتے گو وہ دلائل ایسے نہ ہوں کہ مناظرہ کے وقت کام آسکیں اور نہ ایسے ہو سکتے ہیں مگر کم سے کم اتنے تو ہوں کہ اپنا دل خوش ہو جائے اور اپنے معتقدین کے عقائد مستحکم ہو جائیں تو کسی نے[۵۲] منشار مذاہب اربعہ میں انحصار کا اجماع مرکب قرار دیا۔ لیکن جب اُسکی تقریر کی اور دلیل کو مدعا پر منطبق کرنا چاہا تو تسلیم کرنا پڑا کہ دلیل مناقشہ سے خالی نہیں اور اُسکی توجیہ میں باوجودیکہ اپنی تمام کوشش و طاقت صرف کر دی مگر خود بھی جانتے رہے کہ کچھ بات بنتی نہیں آخر یہی کہتے ہے کہ انصاف[۵۳]

---

[۵۱] عبارت یہ ہے اعلم ان بعض المتعصبین قالوا اختتم الاجتہاد المطلق علی الائمۃ الاربعۃ ولم یوجد مجتہد مطلق بعدہم والاجتہاد فی المذہب اختتم علی العلامۃ النسفی صاحب الکنز ولم یوجد مجتہد فی المذہب وھذا خلاف ورجم بالغیب فان سئل من این علمتم ھذا لا یقدرون علی ابداء دلیل اصلا ثم ھو تحکم علی قدرۃ اللہ تعالی فمن این یحصل علمہم انہ لا یوجد الی یوم القیمۃ احد یتفضل اللہ علیہ بمقام الاجتہاد فاجتنب عن مثل ھذہ التعصبات انتہی اسکے متعلق پوری تحقیق آگے ہی آتی ہے [۵۲] عبارت یہ ہے ثم ان الناس من حکم بوجوب خلو الزمان عن المجتہد بعد العلامۃ النسفی وعنی بہ الاجتہاد فی المذہب واما الاجتہاد المطلق فقالوا انہ اختتم بالائمۃ الاربعۃ حتی اوجبوا تقلید واحد من ھولاء علی الامۃ وھذا کلہ ھوس من ھوساتہم لم یاتوا بدلیل ولا یعبأ بکلامہم وانما ھم من الذین حکم الحدیث علیہم انہم افتوا بغیر علم فضلوا واضلوا ولم یفہموا ان ھذا اخبار بالغیب فی خمس لا یعلمہن الا اللہ انتہی ۱۲۔

[۵۳] دیکھو نور الانوار صفحہ ۲۲۳ مطبوعہ انوار محمدی پریس ۱۲ [۵۴] دیکھو تفسیر احمدی۔ آیت ثالث از سورۂ انبیاء مگر اس کے فضل الٰہی ومقبول من اللہ ہونے کے لئے ہی تو دلیل کی ضرورت ہے بلا دلیل کے دعوے کیونکر مخالف تسلیم کر سکتا ہے اور اگر محض کسی طریقہ کا چل نکلنا ہی اُس کی مقبولیت کی دلیل ہے تو ان تمام مذاہب باطلہ کے لیے جو اسلام سے بھی پہلے بہت مدت سے چلے آتے ہیں اور جنکے افراد مردم شماری کی رو سے مسلمانوں سے بہت زائد ہیں اور نیز ان مبتدعین کے لیے جنکی بدعات عالم میں پھیلی ہوئی ہیں یہ بہت اچھی دلیل ہے ۱۲۔

یہ ہے کہ مذاہب اربعہ انحصار فضل الٰہی ہے اس میں توجیہات و دلائل کو دخل نہیں کسی نے اسکی وجہ یہ قرار دی ہے کہ مذاہب اربعہ کے سوا اور مذاہب کی روایت موجود نہیں کسی نے یہ کہدیا کہ ائمہ اربعہ کے سوا اور کسی نے تبویب و تفصیل مسائل نہیں کی ان سب کا جواب تم پہلے ہی سن چکے ہو وجوب تقلید شخصی کی بعض نے یہ وجہ تجویز کی چونکہ ہم لوگوں کو مرتبہ اجتہاد حاصل نہیں یا حاصل نہیں ہو سکتا لہذا کسی کی تقلید کیے بغیر چارہ نہیں پس اگر بلا تعیین تقلید کریں تو ممکن ہے کہ ہم سے ایسے اعمال صادر ہوں جو بالاتفاق ممنوع و ناجائز ہوں مثلاً وضو ایسا کیا جو امام شافعی صاحب کے نزدیک صحیح نہیں ہوا گو امام ابو حنیفہ صاحب کے نزدیک صحیح ہو گیا اور پھر اُس سے نماز پڑھی جو امام ابو حنیفہ صاحب کے نزدیک صحیح نہیں گو امام شافعی صاحب کے نزدیک صحیح ہو گئی تو وہ نماز بالاتفاق ناجائز اور غیر صحیح ہو گی امام ابو حنیفہ صاحب کے نزدیک تو صحیح ہوئی ہی نہیں امام شافعی صاحب کے نزدیک اسلیے صحیح نہ ہوئی کہ وضو جو نماز کے لیے شرط تھا وہی صحیح نہ ہوا تھا پس ضرور ہوا کہ ایک ہی کی جملہ مسائل میں پابندی اختیار کی جاوے کسی نے تقلید کی ضرورت کے بعد شخصی کے ضروری ہونے کی یہ وجہ قائم کی کہ اگر بلا تعیین تقلید کی اجازت دیں تو لوگ مطلق العنان ہو جائیں گے ہر مذاہب کے جو جو آسان باتیں ہونگی ان کو اختیار کر لیں گے کسی نے یہ کہا کہ اگر پابندی نہ ہو تو حلال و حرام کی قید اُٹھ جاویگی ایک شخص جو ایک ایسا فعل کر رہا ہے جس کو امام ابو حنیفہ نے منع فرمایا ہے اور امام شافعی نے اسکو جائز کہا ہے اگر ہم بموافقت امام ابو حنیفہ صاحب اس کو اس فعل سے منع کریں تو وہ کہدے گا کہ امام شافعی رح کے نزدیک تو جائز ہے پھر ہم اس کو کیا جواب دے سکتے ہیں کسی نے یہ وجہ پیدا کی کہ اگر پابندی لازم نہ ٹھیرائی جائے تو ایک ہی چیز ایک وقت میں ایک شخص کے لیے حلال ہو گی اور دوسرے وقت میں وہی چیز اسکے لیے حرام ہو گی جس ہی وقت اس امام کے قول کو لے گا وہ اُس کو حلال کہتا ہے تو وہ اسکے لیے حلال ہو گی اور جب اس امام کے قول کو لے گا جو اُسکو حرام کہتا ہے تو اس وقت اسکے لیے حرام ہو گی۔ اسی قسم کے اور بھی کئی وجوہ ہیں جن کو اہل تقلید اپنے طرز عمل کے صحیح رکھنے کے واسطے پیش کرتے ہیں جو نکات بعد الوقوع سے کسی طرح زیادہ وقعت نہیں رکھتیں جن میں سے بعض بعض ہم آگے بھی لکھیں گے۔

ان دلائل کے جوابات

اس قسم کے دلائل پر تفصیلی اور بہت کافی بحث علامہ ابن القیم نے اعلام الموقعین میں اور علامہ شوکانی نے القول المفید میں اور شیخ صالح فلانی استاذ شیخ محمد عابد سندھی نے ایقاظ ہمم اولی الابصار میں اور شیخ الکل مدظلہ العالی[1] نے معیار الحق میں اور کتنے ہمارے معاصر محققین نے اپنی اپنی مؤلفات میں کی لہذا ہم ضروری نہیں سمجھتے کہ اس بحث کو زیادہ طول دیکر اپنے رسالہ کو بہت طول دیں تا ہم کچھ تھوڑا سا عرض کر دینا مناسب سمجھتے ہیں یہ تو ظاہر ہے کہ یہ سارے وجوہ جو ذکر کیے گئے اسبات پر مبنی

[1] زندگی کا واقعہ ہے۔ مصحح

ہیں کہ تقلید کی ضرورت ہے اور درصورت تقلید کے تقلید بلا تعیین پر ان ساری مفاسد کا مرتب ہونا بیان کیا گیا ہے اور تقلید کی ضرورت اجتہاد کے مفقود ہونے پر بتائی گئی ہے۔ تو اول تو اجتہاد کا مفقود ہونا مسلم نہیں دوسرے یہ بھی ضروری نہیں کہ جو رتبہ اجتہاد کا نہ رکھتا ہو وہ تقلید ہی کرے چنانچہ ہم ان دونوں باتوں کو بالتفصیل مع دلائل کے انشاء اللہ العزیز آگے لکھیں گے جب عموماً تقلید کا ضروری ہونا ثابت نہ ہوا تو یہ ساری مفاسد جو اسی پر مبنی تھے گاؤ خورد ہو گئے **دوسرا جواب** ان سب وجوہ کا یہ ہے کہ قرون ثلاثہ میں اور رسول اللہ صلعم کے وقت سے کر چار سو برس تک جبکہ تقلید شخصی پر عملدرآمد نہ تھا ان ساری مفاسد کے تدارک کی کیا صورت تھی یہ ساری نقصانات جو درصورت عدم تقلید شخصی دکھلائے گئے کوئی ان میں کا ایسا نہیں ہے جو اس وقت پایا جا سکے اور اس وقت نہ پایا جا سکتا ہو پس جو صورت انکے تدارک کی اسوقت تھی وہی اب بھی ہوگی۔ اور اگر اسوقت انکے تدارک کی کوئی ضرورت نہ تھی تو اب[1] بھی نہیں **تیسرا جواب** ہے کہ ان اعتراضات میں سے ہم پر حقیقت میں کوئی بھی وارد نہیں ہو سکتا اس لیے کہ ہم تو عامل بالحدیث کے قائل ہیں نہ تقلید کے اور یہ اعتراضات اگر پڑ سکتے ہیں تو اسی پر پڑتے ہیں جو تقلید کا قائل ہو اور پھر بلا تعیین مذہب کے عملدرآمد کرے ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ وہی کام کرنا اور ہونا چاہیے جو قرآن و حدیث کے موافق یا قرآن و حدیث کے رو سے راجح ثابت ہو پھر خواہ وہ کسی امام کے قول کے مطابق پڑے یا مخالف ہمیں اس سے کوئی بحث نہیں اور نہ اس سے غرض کہ فلان امام کے نزدیک یہ عمل صحیح ہوا یا نہیں یا دو مختلف الرائے اماموں میں سے ایک کے نزدیک یا دونوں کے نزدیک درست ٹھیرا یا نہیں اور ہم کو مطلق العنان ہونے اور آسان آسان باتوں کی تلاش یا حلال و حرام کی قید اٹھ جانے یا ایک وقت میں ایک شی کے حلال ہونے اور دوسرے وقت میں حرام ہونے سے کیا تعلق ہم کو تو جو قرآن و حدیث سے راجح ثابت ہو گیا وہی ہمارا مذہب ہے مشکل ہو یا آسان اور جب تک کسی دوسری دلیل سے اس کا خلاف ہم کو ثابت نہ ہو جائے وہ کسی طرح نہیں بدل سکتا پس ان ساری مفاسد کو ہمارے مسلک سے کوئی تعلق نہیں **چوتھا جواب** یہ ہے کہ وجہ اول میں جو درصورت تقلید بلا تعیین کے بعض بعض مجموعہ عمل کا بالاتفاق ناجائز ہونا دکھایا گیا وہ دو وجہ سے صحیح نہیں۔ اول تو اہل اصول (جو ان اہل تقلید کے مقتدا و مستند ہیں) اس قسم کے عمل کو جائز رکھتے

---

[1] چونکہ ان وجوہ کو زمانہ کے اچھے برے ہونے سے کوئی تعلق نہیں کیونکہ یہ ساری خرابیاں جو درصورت تقلید بلا تعیین دکھائی گئیں جیسا کہ ایک بدتر زمانہ میں لازم آسکتی ہیں ایک بہتر زمانہ میں بھی ویسے ہی لازم آسکتی ہیں جیسا کہ ظاہر ہے پس یہ کہنا کوئی موقع نہیں رکھتا کہ وہ زمانہ خیریت کا تھا اور یہ زمانہ فساد کا ہے لہذا اس زمانہ کو اس زمانہ پر قیاس کرنا چاہیے ۱۲ اور مشکل سے وجہ دوم کا اگر کوئی تعلق زمانہ بد کے ساتھ تسلیم کیا جائے تو اسکے اور جواب جو مذکور ہوئے وہی کافی ہیں ۱۲۔

ہیں چنانچہ علامہ محب اللہ بہاری مسلم الثبوت میں اور علامہ بحر العلوم اسکی شرح میں تحریر فرماتے ہیں ہر مذہب[1] سے لینے کے جواز کی صورت پر جو یہ اعتراض ہوتا ہے کہ اس میں اجماعی خلاف کے اندر واقع ہو جانے کا احتمال ہے اس لیے کہ بعض وقت مجموعہ عمل ایسا ہوگا جسکا کوئی بھی قائل نہو۔ تو وہ بالاجماع باطل ہوگا مثلاً کسی نے نکاح کیا بلا مہر کے بموافقت امام ابوحنیفہ وامام شافعی کے اور بلا گواہوں کے باتباع امام مالک کے اور بلا ولی کے بتقلید امام ابوحنیفہ کے تو یہ نکاح بالاتفاق باطل ہوگا۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک تو بسبب گواہ نہونے کے اور اوروں کے نزدیک بسبب ولی نہ ہونیکے تو اس اعتراض کا جواب ہم یہ دینگے کہ (بالاجماع اس عمل کو باطل کہنا) یہ صحیح نہیں کیونکہ مسئلہ ایک نہیں اور بطلان تو اتحاد مسئلہ کی صورت میں ہوتا ہے اور اس واسطے کہ اگر یہ صحیح ہو تو لازم ٹھیریگا کہ ایک ہی مفتی سے فتوی پوچھا جایا کرے ورنہ اس قسم کے خلاف میں واقع ہو جانیکا احتمال رہیگا (حالانکہ التزام ایک مفتی کا بالاجماع باطل ہے) انتہی دیکھو تقلید بلا تعیین کے فساد ظاہر کرنے کے لیے جو اس وجہ کو پیش کیا جاتا ہے اہل اصول اس کو کس طرح رد کرتے ہیں اول تو اتحاد مسئلہ نہونے کے ساتھ جواب دیتے ہیں اور اگر کوئی مشکل سے اتحاد مسئلہ کی صورت پیدا کرے تو دوسرا جواب ایسا دیتے ہیں جو سب صورتوں کو شامل ہے یعنے یہ کہ اس قسم کے بطلان کا اگر خیال کیا جائے خواہ اتحاد مسئلہ کی صورت ہو یا ترکیب کی تو لازم ٹھیریگا کہ ہمیشہ ایک ہی مفتی سے سوال کیا جائے حالانکہ یہ التزام بالاجماع باطل ہے اور مستلزم باطل کا باطل ہوتا ہے پس اس قسم سے بطلان کا خیال باطل ٹھیرا لہذا یہ وجہ کسی طرح سے قابل التفات نہیں۔ وجہ دوسری ایسے عمل کو بالاتفاق ناجائز کہنے کے غیر صحیح ہونے کی یہ ہے کہ اہل اصول یہ بھی تصریح کرتے ہیں کہ ایک امام کے مقلد کا عمل دوسرے امام کے نزدیک چاہے وہ اس کے خلاف ہی ہو باطل نہیں ہے جیسا کہ علامہ اکمل تقریر میں اور سید پاشا شرح تحریر میں تحریر فرماتے ہیں[2] پس نماز مذکور کسی کے نزدیک غیر صحیح نہیں اور نہ وہ وضو کسی کے نزدیک غیر صحیح ہے اور وجہ دوم میں جو آسان آسان باتوں کا اختیار کر لینا برا بتایا گیا یہ بھی صحیح نہیں چنانچہ بحر العلوم شرح مسلم میں فرماتے ہیں[3] تم نے جو ذکر کیا کہ ایک مذہب پر

---

۱ عبارت یہ ہے وما اورد انہ علی تقدیر جواز الاخذ بکل مذہب احتمال وقوع الخلاف المجمع علیہ اذ ربما یکون المجموع الذی یعمل بما لم یقل بہ احد فیکون باطلا اجماعا کمن تزوج بلا صداق للاتباع بقول الامامین ای ابی حنیفۃ والشافعی وبلا شہود اتباعا بقول امام مالک وبلا ولی علی قول امامنا ابی حنیفۃ فہذا النکاح باطل اتفاقا۔ اما عندنا فلانتفاء الشہود واما عند غیرنا فلانتفاء الولی فاقول منع بعدم اتحاد المسئلۃ وقد مر ان الاجماع علی بطلان القول الثالث انما یکون اذا اتحدت المسئلۃ ولانہ لو تم لزم استفتاء مفت بعینہ والا لاحتمل الوقوع انتہی ۲ عبارت یہ ہے فان مالکیا مثلا ولم یقل ان من عمل الشافعی فی عدم الصداق ان نکاحہ باطل ولم یقل الشافعی من قلد مالکا فی عدم الشہود ان نکاحہ باطل انتہی ۳ عبارت یہ ہے وتخریج منہ لا ما ذکر انہ لا یجب الاستمرار علی مذہب جواز اتباع رخص المذاہب قال فی فتح القدیر لعل المانعین للانتقال انما منعوا لئلا یتتبع احد رخص المذاہب وقال ہو محجوج رحمۃ اللہ ولا یمنع منہ مانع ثم عمل ذلک الانسان ان یسلک الاخف علیہ اذا کان لہ الیہ سبیل

ہمارا ہنا واجب نہیں اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ مذہبوں میں سے آسان آسان باتیں لے لینا جائز ہے فتح القدیر[1] میں لکھتے ہیں غالباً جو لوگ ایک مذہب سے دوسرے مذہب کی طرف انتقال کرنے کو منع کرتے ہیں تو وہ اس وجہ سے منع کرتے ہیں کہ کوئی آسان آسان باتیں مذہبوں کی نہ ڈھونڈے حالانکہ یہ اللہ تعالی رحمت کو تنگ کرنا ہے اور کوئی مانع شرعی اس سے منع کرنے والا نہیں کیونکہ انسان کو اختیار ہے کہ گنجائش ہو تو جو آسان تر بات ہو اُسکو اختیار کرے الخ انتہے اور جب ایسا ہے تو جو شخص ایک کام بتقلید امام شافعی کر رہا ہے کوئی وجہ نہیں کہ بتقلید امام ابو حنیفہ اُس کو اُس ہو رد کا جائے۔ پس وجہ سوم بھی بے معنے ہے اور وجہ چہارم میں جو ایک چیز کا ایک شخص کے لیے مختلف وقتوں میں حلال وحرام ہونا ممنوع سمجھا گیا اُسکو بھی فقہاء غیر صحیح کہتے ہیں بلکہ خود امام اعظم صاحب اور اُنکے دونوں شاگرد اس قسم کے تغیر کی اجازت دیتے ہیں۔ فتاوی عالمگیری[2] میں ہو امام محمد سے روایت ہو کہ ایک شخص جو خود فقیہ نہیں ایک عورت کے بارے میں اُس کو کوئی واقعہ پیش آیا۔ اُس نے کسی فقیہ سے اُسکا مسئلہ دریافت کیا فقیہ نے اُسکے حلال یا حرام ہونے کا حکم دیا اُس نے اُس فتوی پر عمل کرنے کا عزم کیا اور ویسا ہی کر لیا۔ پھر اُس کو یہی واقعہ کسی دوسری عورت کے ساتھ پیش آیا اور اُس نے اسی فقیہ یا کسی دوسرے فقیہ سے دریافت کیا اور اُس نے پہلے کے خلاف فتوی دیا (یعنے اُس نے حلت کا فتوی دیا تھا تو اس نے حرمت کا دیا۔ یا بالعکس) اور اُس نے اس حکم کو لیا اور اس پر عزم کیا تو اب اُس شخص کو گنجائش ہے جس حکم پر چاہے عمل کرے الخ امام محمد کہتے ہیں یہ قول (امام) ابو حنیفہ اور ابو یوسف کا اور ہمارا ہے انتہے۔ دیکھو ائمہ ثلاثہ اجازت دیتے ہیں تو ایک ہی مسئلہ میں جو پہلے اُس کے لیے حرام ٹھہر چکا ہے اب اُس کے لیے حلال ہے و بر عکس پس چوتھی وجہ بھی صحیح نہ رہی لہذا یہ سارے دلائل جو ضرورت تقلید شخصی کے ذکر کیے گئے ہیں کوئی اُن میں کا اپنا مطلوب ثابت نہ کر سکا پانچواں جواب یہ سارے وجوہ ایسے شخص کے حق میں کوئی اثر پیدا نہیں کر سکتے جو تقلید شخصی تو نہیں کرتا مگر وہ ایک مسئلہ میں جو عمل کرتا ہے اُسکے تمام ارکان و شرائط کو ایک ہی امام کے رائے کے موافق کرتا ہی اسی طرح دوسرے مسئلہ میں جمیع ارکان و شرائط دوسرے امام کی رائے کے موافق ایسا نہیں کرتا کہ ایک ہی مسئلہ کا بعض حصہ ایک کی رای کے موافق کرے اور بعض دوسرا حصہ کسی دوسرے کی رائے کے موافق کرے کہ جس سے

[1] عبارت یہ ہے عن محمدؒ فی رجل لیس بفقیہ ابتلی بنازلۃ فی امرأتہ فسال عنہا فقیہا فافتاہ بامر من تحریم او تحلیل فعزم علیہ وامضاہ ثم افتاہ ذلک الفقیہ بعینہ او غیرہ من الفقہاء فی امرأۃ اخریٰ لہ فی عین تلک النازلۃ بخلاف ذلک فاخذ بہ وعزم علیہ وسعہ الامران جمیعاً قال محمد ھذا کلہ قول ابی حنیفۃ وابی یوسف و قولنا انتھی ۱۲

[2] ہدایہ کی شرح ہے جو کہ حنفی مذہب کی بڑی معتبر کتاب ہے ۱۲

بالاتفاق بطلان کا مظنہ ہو۔ اور وہ شخص مذاہب کی آسان آسان باتوں کو بھی نہیں ڈھونڈھتا اور ایسا بھی نہیں کرتا کہ ایک ہی مسئلہ کو ایک وقت میں ایک امام کی رائی پر عمل کرنے اور دوسرے وقت میں دوسرے امام کی رائے پر عمل کرنے لگے بلکہ جس مسئلہ میں جس امام کی رائے پر چلتا ہے پھر اُسی پر قائم رہتا ہے اور کچھ شک نہیں کہ ایسے شخص کو جبکہ وہ ایک امام کے قول پر عمل کر رہا ہے اہل تقلید کے اصول کے موافق کوئی وجہ نہیں کہ دوسرے امام کا مقلد اسکو اس سے روکے پس یہ سارے وجوہ جو تقلید شخصی نہ کرنیگے فساد پر قائم کیے گئے ایسے شخص کے سامنے کیا کام آسکتے ہیں حالانکہ ضرورت تقلید شخصی کا دعوی عام تھا تو دعوے تو عام ہوا اور دلائل خاص **ایسے دلائل بھی کس کام کے** بہرحال کوئی دیدہ ور منصف مزاج تھوڑے سے غور کے بعد اس میں شک نہیں کر سکتا کہ یہ ساری وجوہ جو وجوب تقلید شخصی کے لیے بیان کیئے گئے۔ کوئی بھی لائق التفات نہیں۔

مقلدین کی اس دلیل کا بیان کہ بڑے بڑے علماء مقلد ہوتے ہے حالانکہ اُن میں کوئی بھی مقلد نہ تھا

بعض بچارے جب اُن سے کچھ نہیں بنتی تو تعقید سے تقلید کو ثابت کرنے لگتے ہیں چنانچہ بعض نے کتنے مشاہیر علماء کے نام لکھ کر اخیر میں لکھ دیا دیکھو یہ سب لوگ مقلد تھے کوئی حنفی ہے کوئی شافعی کوئی مالکی کوئی حنبلی اگر مذہب تقلید حق نہ ہوتا تو اتنے بڑے بڑے علماء کیوں مقلد ہوتے حالانکہ در اصل ان تمام مشہور اور مستند علماء میں سے جیسا کہ یہ لوگ گمان کرتے ہیں کوئی بھی مقلد نہ تھا مگر بات یہ ہے کہ جب مذہب تقلید عام طور پر پھیل گیا اور وہی سلطنت کا مذہب ٹھہرا اور عالم میں یہی چار مشہور مذہب شہرت کے ساتھ عام لوگوں کی نظروں میں باقی رہ گئے۔ تو اب عموماً ہر کوئی انہیں چار میں سے کسی نہ کسی کی طرف نسبت کیا جانے لگا گو وہ انمیں سے کسی کا بھی مقلد نہو شاہ ولی اللہ صاحب کا قول تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ اہلحدیث بھی کثرت موافقت کی وجہ سے کبھی کسی مذہب کی طرف نسبت کر دئے جاتے تھے۔ جیسے نسائی اور بیہقی کہ شافعی کیطرف نسبت کیے جاتے تھے اور بہت سے ایسے لوگ گذرے ہیں جن کو پچھلے لوگ مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ خود انکو تقلید سے انکار ہے مولنا عبدالحی صاحب لکھنوی النافع الکبیر میں تحریر فرماتے ہیں کہ ابوبکر قفال اور ابو علی اور قاضی حسین سے جو کہ شافعیہ میں سے گنے جاتے ہیں منقول ہے کہ انہوں نے کہا کہ ہم شافعی کے مقلد نہیں بلکہ ہماری رائے انکی رائے سے موافق پڑ گئی۔ انتہے مولنا عبدالحی صاحب کی رائے بابت امام **طحاوی** کے بھی یہی ہے کہ وہ مقلد امام **ابو حنیفہ** صاحب کے نہیں جیسا کہ انہوں نے اسی عبارت کے بعد لکھا ہے مولنا مرحوم کا ایک قول اور ان تمام زمانوں پر ایسی

---

[1] عبارت یہ ہے وقد نقل عن ابی بکر القفال وابی علی والقاضی حسین من الشافعیہ انهم قالوا لسنا مقلدین للشافعی بل وافق رأینا رأیہ وهو الظاهر من حال الامام ابی جعفر الطحاوی فی اخذه بمذهب ابی حنیفة انتهی ۱۲۔

علماء کے ہونے کی بابت جو گو ظاہر میں مقلد تھے مگر اصل میں وہ مقلد نہ تھے بلکہ مجتہد تھے آگے انشاء اللہ آئے گا علامہ ابن عقیل فرماتے ہیں گو حنبلی مذہب کو اُسکے اصحاب نے مشہور نہ ہونے دیا اس لیے کہ اصحاب ابو حنیفہ اور شافعی میں کو جو علم میں فائق ہوا انہیں کی قضا یا اور کسی حکومت پر مقرر ہو گیا اس حکومت کی وجہ سے اُسکے علم کا شغل جاری رہا بخلاف اصحاب احمد کے کہ اُن میں سے جس نے علم میں کچھ تھوڑا بھی تعلق پیدا کیا زہد و عبادت اسپر غالب ہو گئی پس وہ علمی مشاغل سے الگ ہو رہے اُسکے علاوہ اُنکے اصحاب نے زیادہ تر جتہاد و ترجیح اور اتباع دلیل کا طریقہ اختیار کیا جس کو جو دلیل ملی اُس پر عمل کرنے لگا اور کہنے لگا ہمارے اوپر واجب ہے اتباع دلیل کی ہے نہ اتباع احمد کی انتہے علامہ ابن عقیل سے کسی نے بذریعہ تحریر دریافت کیا کہ اصحاب احمد کا حال ٹھیک ٹھیک بیان فرمایئے۔ انہوں نے جو اُنکے حالات لکھے اُس میں یہ بھی تھا اے بھی بھاگ کر روایات (احادیث) کے لینے والے تاویل سے بچکر ظاہر (قرآن وحدیث) کے ساتھ تمسک کرنے والے۔ انتہے۔ علامہ ابن عقیل کے ان اقوال سے ظاہر ہے کہ امام احمد صاحب کی طرف منتسب جو علماء گزرے ہیں اکثر اُن میں کے متبع ظاہر قرآن وحدیث اور پابند دلیل کے تھے۔ امام احمد کے مقلد نہ تھے بلکہ وہ اہل حدیث تھے۔ ورا کی کو لوگ شافعی جانتے ہیں حالانکہ وہ حدیث کے موافق فتوے دیا کرتے تھے نہ شافعی مذہب پر اسی طرح ہم اور بھی بہت سے علماء کو نام بنام آگے ذکر کرینگے جنکو لوگ مقلد سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مقلد نہ تھے۔ اور حقیقت میں کوئی ذی علم جو حقیقۃً ذی علم ہونیکا مصداق ہے کبھی مقلد نہیں ہوا اور نہ ہو سکتا ہے اسواسطے کہ سب سے بڑی دلیل جو اثبات تقلید میں پیش کی جاتی ہے وہ آیت فسئلوا اہل الذکر ان کنتم لا تعلمون ہے یہ آیت اگر تقلید پر دلالت کرتی ہے تو وہ تقلید کو مشروط کرتی ہے ساتھ عدم علم کے پس صحیح طور پر کوئی ذی علم مقلد نہیں ہو سکتا اور نہ کوئی مقلد ذی علم

لہ یہاں پر کی عبارت یہ ہے الواجب اتباع الدلیل لا اتباع احمد انتہی۔ التاج المکلل صفحہ ۱۲ مطبوعہ بھوپال۔ تاج مکلل میں ابن عقیل کے یہ اقوال حافظ سلفی کی کتاب سے نقل کئے ہیں اسیطرح آگے جو ہم نے مضامین تاج مکلل سے لیے ہیں وہ بھی اصل میں انہیں مستند و معتمد کتابوں مثل البدایۃ والنہایۃ لابن کثیر۔ وفیات الاعیان لابن خلکان۔ فوات الوفیات لصلاح الکتبی۔ ریحانۃ الالباء للخفاجی۔ طبقات کبریٰ للشعرانی۔ طبقات ابن رجب حنبلی۔ الضوء اللامع للسخاوی۔ مسالک الابصار لابن فضل اللہ العمری۔ الوافی لصلاح الصفدی۔ نفح الطیب للمقری۔ طبقات الحفاظ للذہبی۔ نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض للخفاجی۔ قلائد العقیان للفتح بن خاقان۔ البدر الطالع للعلامۃ الشوکانی الیمانی۔ تاریخ ابن الجوزی۔ تاریخ ابن النجار۔ کتاب ابن الزملکانی۔ کتاب البرزالی۔ کتاب ابن عطاء اللہ آثار الاوہاد۔ انساب ابن السمعانی۔ الدیباج الخسروانی للسید حسن بن احمد البہکلی۔ النفس الیمانی للسید عبدالرحمن بن سلیمان بن الاہدل۔ وغیرہ سے منقول ہیں مگر چونکہ اسوقت ہمارے پاس یہ کتابیں موجود نہیں ہیں لہذا ہم نے تاج مکلل ہی جو کہ اکثر انہیں کتابوں سے ماخوذ ہے کیطرف ہی کے صفحوں کا حوالہ دیا ہے ۱۲ لہ خطیب نقل کرتے ہیں ان الدراکی من الشافعیۃ کان یستفتی وربما یفتی بغیر مذہب الشافعی وابی حنیفۃ۔ فیقال لہ فیقول ہٰکذا حدث فلان عن فلان عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم ہکذا۔ عقد الجید صفحہ ۶۷۔

لہ چنانچہ اصولی لکھتے ہیں ھی الاصل فی اعتماد التقلید ۱۲

ہوسکتا ہے دوسرے جبکہ مذہب تقلید کی صحت پر کوئی شرعی دلیل نہیں بلکہ اُسکی بنا محض ایک رواج پڑ جانے پر ہے جیسا تم کو ہمارے سابق بیان سے اچھی طرح معلوم ہو چکا پس کیسے ہوسکتا تھا کہ کوئی ذی علم اسکو اختیار کرتا پس یہ خیال کہ اگر تقلید شخصی حق نہ ہوتی تو اسقدر علما اُسکو کیسے اختیار کرتے کیسا غلط خیال ہے۔

ان علماء کے مذاہب کیطرف منسوب ہونے کی وجہ

اب رہی یہ بات کہ کتنے مشاہیر علما جو ان مذاہب میں سے کسی مذہب کی طرف منسوب نظر آتے ہیں اسکی کیا وجہ ہے تو وجہ اُسکی یہ ہے کہ جب تقلید کا رنگ عام ہو گیا اور عموماً خیالات میں یہ بات جم گئی کہ ہر کوئی انہیں میں سے ایک نہ ایک کا مقلد ہوتا ہے اور کوئی اہل سنت ان چار سے باہر نہیں تو لوگوں نے ہر ایک کو انہیں میں سے کسی نہ کسی کیطرف نسبت کرنا چاہا تو جس کو جس کے ساتھ زیادہ ملتا ہوا پایا اُسی کی طرف نسبت کر دیا۔ حالانکہ وہ اُسکا مقلد نہیں بلکہ اگر موافقت کلی یا جزئی کسی امام کے ساتھ ہے تو وہ صرف بطور توارد کے ہے جیسا کہ پہلے ہو چکا۔ اور چونکہ امام شافعیؒ اور امام احمدؒ کا مذہب جن میں خود بھی باہم بہت زائد اختلاف نہیں حدیث کے ساتھ زیادہ تر موافق ہے اس وجہ سے پچھلے محدثین و علما محققین بیشتر انہیں دونوں مذہبوں کے موافق ہوتے رہے لہذا اکثر انہیں دونوں مذہبوں میں سے نسبتاً جس کے ساتھ زیادہ مناسب تھے اُسی کی طرف نسبت کر دیئے گئے

امام بخاری و دیگر صحاح ستہ کو مقلد ٹھہرانے پر تعجب

ہم کو تو ہنسی اسوقت آتی ہے جب ہم دیکھتے ہیں کہ امام بخاری و دیگر اصحاب صحاح ستہ کو امام شافعیؒ یا امام احمد کے مذہب کا مقلد بنایا جاتا ہے حالانکہ یہ لوگ امام احمد یا امام شافعی کی موافقت یا مخالفت اُسی آزادی کے ساتھ کرتے ہیں جیسے اور ائمہ کی کرتے ہیں اور نیز وہ خود مجتہد[1] و اہل استدلال ہیں وہ کسی کے مقلد کیسے ہوسکتے ہیں مگر وہ تو وہی عام رواج تھا جس نے یہ سب کہلایا۔ اور اس نسبت کی ایک وجہ یہ بھی ہوئی کہ کوئی شخص ایسے شہر یا ملک یا قوم یا خاندان میں پیدا ہو جو عموماً کسی امام کے مقلد اور اس کی طرف منسوب تھے لہذا وہ بھی بحسب مقتضیٰ ظاہر اسی امام کی طرف نسبت کیا جانے لگا گو فی الحقیقت وہ کسی کا مقلد نہ ہو یا یہ کہ ایک شخص ابتدا میں کسی امام کا مقلد اور انکی طرف منسوب تھا لیکن تحصیل علم و تحقیقات کے بعد مقلد نہ رہا مگر وہ نسبت انہیں امام کی طرف کیا جاتا رہا حالانکہ وہ اب مقلد نہیں، شاہ ولی اللہ صاحبؒ عقد الجید میں انوار سے نقل فرماتے ہیں کہ جو لوگ (امام) شافعی و (امام) ابوحنیفہ

---

[1] مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی نافع کبیر میں لکھتے ہیں فقد وجد بعدهم ایضاً ارباب الاجتهاد المستقل کابی ثور البغدادی وداؤد الظاهری ومحمد بن اسمٰعیل البخاری وغيرهم علیٰ ما لا یخفی علی من طالع کتب الطبقات یعنی ائمہ اربعہ کے بعد بھی مجتہد مستقل ہوئے جیسے ابو ثور بغدادی اور داؤد ظاہری اور محمد بن اسمٰعیل بخاری اور ان کے سوا اور ہیں ۱۲ [2] عبارت یہ ہے وفی الانوار ایضا المنتسبون الی مذهب الشافعی وابی حنیفة ومالك واحمد اصناف احدها العوام والثانی البالغون الی رتبة الاجتهاد والمجتهد لا یقلد مجتهدا وانما ینتسبون الیهم لجریهم علی طریقته فی الاجتهاد واستعمال الادلة وترتیب بعضها علی بعض۔ انتهی ملخصاً ۱۲۔

و (امام) مالکؒ و (امام) احمدؒ کے مذہب کی طرف منسوب ہیں انکی کئی قسمیں ہیں ایک تو عوام۔ دوسرے جو رتبۂ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہیں اور انکے مقلد ہونے کی کوئی وجہ نہیں (کیونکہ) ایک مجتہد دوسرے مجتہد کا مقلد نہیں ہو سکتا۔ تو یہ لوگ جو کسی دوسرے کی طرف منسوب ہوئے تو اسکے ساتھ طریقۂ اجتہاد اور طرز استدلال میں موافقت کی وجہ سے (نہ تقلید کی وجہ سے) انتہی اور شیخ عبدالوہاب شعرانیؒ میزان کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں اگر تو کہے کہ پہلے مذکور ہو چکا کہ ولی کامل مقلد نہیں ہوا کرتا بلکہ وہ علم اسی چشمہ سے لیتا ہے جس سے مجتہدوں نے لیا اور ہم بعض اولیاء کو بعض ائمہ کا مقلد پاتے ہیں تو جواب یہ ہے کہ کبھی تو یہ ولی مقام کمال کو پہنچا ہی ہوا نہیں ہوتا یا پہنچا ہوا ہوتا ہے (تو در اصل وہ کسی کا مقلد نہیں ہوتا) لیکن وہ جو بعض ائمہ کی تقلید مسئلہ میں ظاہر کرتا ہے تو ادباً کرتا ہے اسواسطے کہ وہ امام اس ولی سے پہلے اس مسئلہ کا قائل ہو چکا ہے اور اللہ نے اس کو امام و پیشوا بنا رکھا ہے اور وہ مشہور ہو رہا ہے اور یہ ولی ویسا مشہور نہیں (لہذا وہ ادب کی وجہ سے اسی امام کی طرف نسبت کر دیتا ہے حالانکہ حقیقت میں وہ اس امام کا مقلد نہیں) اور کبھی ایسا ہوتا ہے کہ یہ ولی جو اس امام کے قول پر (جسکی طرف وہ نسبت کیا جاتا ہے) عمل کرتا ہے تو دلیل سے واقف ہو کر کرتا ہے نہ تقلید کے طور پر بلکہ تو ارد کے طور پر تو یہ ولی شارع ہی کا مقلد رہا نہ کسی اور کا۔ ایک مرتبہ میں نے اپنے پیشوا علی خواص سے عرض کیا۔ کہ جناب شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کو تقلید امام احمدؒ کی اور جناب محمد شاذلی حنفی کو تقلید امام ابو حنیفہؒ کی کیسی صحیح ہوئی حالانکہ یہ دونوں قطبیت کے مرتبے کے ساتھ مشہور ہیں اور اس مرتبہ والا سوا شارع کے کسی اور کا مقلد نہیں ہو سکتا۔ تو فرمایا کہ تقلید اس مرتبہ پر پہنچنے سے پہلے ہوگی۔ پھر جب وہ اس مرتبہ پر پہنچ گئے تب بھی لوگ اس نام کو انکے حق میں استعمال کرتے رہے باوجودیکہ وہ تقلید سے باہر ہو گئے انتہی۔ اس مضمون کا ایک قول امام شعرانی کا انشاء اللہ العزیز تم آگے بھی پڑھو گے۔ خلاصہ یہ کہ کتنے ہی اسباب ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے ایسے لوگ بھی جو فی الحقیقت کسی کے مقلد نہیں ان ائمہ

لہ عبارت یہ ہے فان قلت قد تقدم ان الولی الکامل لا یکون مقلدا وانما یاخذ علمہ من العین التی اخذ منہا المجتہدون مذاہبہم ونری بعض الاولیاء مقلدا لبعض الائمۃ فالجواب قد یکون ذلک الولی لم یبلغ الی مقام الکمال او بلغہ ولکن اظہر تقلیدہ فی تلک المسئلۃ بمذہب بعض الائمۃ ادبا معہ حیث سبقہ الی القول بہا وجعلہ اللہ تعالی اماما یقتدی بہ واشتہر فی الارض دونہ وقد یکون عمل ذلک الولی بما قال بہ ذلک المجتہد لاطلاعہ علی دلیلہ لا عملا بقول ذلک المجتہد علی وجہ التقلید لہ بل لموافقتہ لما ادی الیہ کشفہ فرجع تقلید ہذا الولی للشارع لا لغیرہ وقد قلت مرۃ لسیدی علی الخواص رضی اللہ عنہ کیف صح تقلید سیدی الشیخ عبد القادر الجیلی للامام احمد بن حنبل وسیدی محمد الحنفی الشاذلی للامام ابی حنیفۃ مع اشتہارہما بالقطبیۃ الکبری وصاحب ہذا المقام لا یکون مقلدا الا للشارع وحدہ فقال رضی اللہ عنہ قد یکون ذلک منہما قبل بلوغہما الی مقام الکمال ثم لما بلغا الیہ استصحب الناس ذلک اللقب فی حقہما مع خروجہما عن التقلید فعلم ذلک انتہی ملخصا۔ صفحہ

اربعہ میں سے کسی نہ کسی کیطرف نسبت کے ساتھ مشہور ہوئے جس سے لوگ اُنکو مقلد سمجھنے لگے۔ اس موقع پر جبکہ تم نے معلوم کیا کہ مرتبہ اجتہاد کو پہنچنے والا کسی کا مقلد نہیں ہو سکتا۔ اور ایسے شخص کی کسی امام کی طرف نسبت اسکے مقلد ہونے کی وجہ سے نہیں ہے۔

علم کی وہ مقدار جس سے آدمی مرتبہ اجتہاد پر پہنچتا ہے

یہ بھی معلوم کر لو کہ اس علم کی کیا مقدار ہے جس سے آدمی مرتبہ اجتہاد کو پہنچتا ہے (دیکھو کہ اس میں بھی بڑی غلط فہمی پھیلی ہوئی ہے) تاکہ تم کو معلوم ہو جائے کہ ان علماء میں سے جنکے تم نام سنتے ہو کون کون ایسے ہیں جو مقلد ٹھہرائے جا سکتے ہیں اور وہ کون کون ہیں جو فی الواقع کسی کے مقلد نہیں لیکن بوجوہ مذکورہ بالا کسی امام کیطرف نسبت کیے گئے اس بیان کو بھی ہم عقد الجید ہی سے جو کہ شاہ صاحب نے اسی انوار سے اسی مذکورہ بالا مضمون کے پاس نقل کیا ہے ذکر کرتے ہیں چنانچہ وہ لکھتے ہیں انوار میں ہے اجتہاد کی اہلیت جب حاصل ہوتی ہے کہ آدمی چند امور کا علم حاصل کرے۔ اول کتاب اللہ کا۔ اور یہ ضرور نہیں کہ سارے قرآن کا علم ہو بلکہ جسقدر احکام سے تعلق رکھتا ہے (جن کی مقدار نور الانوار میں پانسو آیت تبلائی ہے) اور یہ بھی ضرور نہیں کہ حفظ یاد ہو دوسرے حدیث رسول صلعم کا جسقدر احکام سے متعلق ہیں جنکی مقدار نور الانوار میں تین ہزار حدیث بتائی ہے) نہ کل اور شرط یہ ہے کہ قرآن و حدیث دونوں میں خاص و عام مطلق و مقید۔ مجمل و مبین۔ ناسخ و منسوخ۔ کو اور دا قسام، حدیث میں سے متواتر و احاد و مرسل و مسند و متصل و منقطع کو اور نیز راویوں کے حال کو باعتبار جرح و تعدیل کے جانتا ہو۔ تیسرے علماء صحابہ اور انکے بعد کے علماء کے اقوال کا جن میں انکا اجماع و اختلاف ہے چوتھے قیاس جلی و خفی کا۔ اور قیاس صحیح و فاسد کا باہم تمیز کرنا۔ پانچویں عربی زبان کا۔ لغت و اعراب کا جاننا۔ (اور یہ بھی واضح رہے کہ) ان علوم میں تبحر شرط نہیں بلکہ ہر ایک میں سے ایک قدر معتدبہ کا جان لینا کافی ہے

لہ عبارت یہ ہے فی الانوار وانما یحصل اهلیة الاجتهاد بان یعلم امورا الاول کتاب الله تعالیٰ ولا یشترط العلم بجمیعه بل بما یتعلق بالاحکام ولا یشترط حفظه بظهر القلب الثانی سنة رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم ما یتعلق بالاحکام لا جمیعا ویشترط ان یعرف منها الخاص والعام والمطلق والمقید والمجمل والمبین والناسخ والمنسوخ ومن السنة المتواتر والاحاد والمرسل والمسند والمتصل والمنقطع وحال الرواة جرحا وتعدیلا الثالث اقاویل علماء الصحابة فمن بعدهم اجماعا واختلافا الرابع القیاس جلیه وخفیه وتمیز الصحیح من الفاسد الخامس لسان العرب لغة واعرابا ولا یشترط التبحر فی هذه العلوم بل یکفی معرفة جملة منها ولا حاجة ان یتتبع الاحادیث علی تفرقها بل یکفی ان یکون له اصل صحیح یجمع احادیث الاحکام کسنن الترمذی والنسائی وغیرهما کابی داؤد ولا یشترط ضبط جمیع مواضع الاجماع والاختلاف بل یکفی ان یعرف فی المسئلة التی یفتی فیها ان قوله لا یخالف الاجماع بان یعلم انه وافق بعض المتقدمین او یغلب علی ظنه انه لم یتکلم الاولون فیها بل تولدت فی عصره وکذا معرفة الناسخ والمنسوخ وکل حدیث اجمع السلف علی قبوله وتواترت اهلیة رواته فلا حاجة الی البحث عن عدالة رواته وما عدا ذلک یبحث عن عدالة رواته واجتماع هذه العلوم انما اشترط فی المجتهد المطلق الذی یفتی فی جمیع ابواب الشرع ویجوز ان یکون مجتهدا فی باب دون باب انتهی ۱۲ صفحہ ۱۰۳، ۱۰۵ لہ دیکھو نور الانوار صفحہ ۲۲۶

اور یہ بھی ضرور نہیں کہ متفرق احادیث کو تلاش کرتا پھرے۔ بلکہ اتنا کافی ہو کہ اسکے پاس کوئی صحیح کتاب موجود ہو جو احادیث احکام کو جامع ہو جیسے سنن ترمذی اور سنن نسائی اور سنن ابی داؤد وغیرہا ہیں اور اسی طرح یہ بھی ضرور نہیں کہ تمام اقوال اجماعی اور اختلافی یاد ہوں بلکہ اتنا کافی ہے کہ جس مسئلہ میں حکم دیتا ہے یہ سمجھے کہ میرا قول اجماع کے مخالف نہیں ہے اس طور پر کہ جانتا ہو کہ میرا قول متقدمین میں سے کسی کے ساتھ موافق ہے یا بظن غالب معلوم ہو کہ متقدمین میں سے کسی نے اس میں گفتگو نہیں کی بلکہ اسی زمانہ میں یہ واقعہ حادث ہوا۔ اور اسی طرح ناسخ و منسوخ کی آگاہی کا بھی احاطہ شرط نہیں اور جس حدیث کو سلف نے بالاجماع مان لیا ہو یا اسکے راویوں کا معتبر ہونا تواتر کے طور پر ثابت ہو تو اس حدیث کو راویوں کی عدالت میں کچھ بحث کرنے کی ضرورت نہیں اسکے سوا اور حدیث کے راویوں میں بحث کی جاوے اور یہ بھی واضح رہے کہ ان علوم کا جو شرط ہونا ٹھہرا ہے تو اس مجتہد مطلق میں ہے جو تمام ابواب شرع میں فتویٰ دے ورنہ جائز ہے کہ کوئی شخص بعض خاص مسائل میں مجتہد ہو اور دوسرے مسائل میں نہ ہو تو اسکے لئے اتنی قیود کی بھی ضرورت نہیں۔ انتہیٰ۔ آگے چلکر یہ بھی لکھتے ہیں[له] کہ یہ بھی شرط نہیں کہ مجتہد کا مذہب مدون ہی ہوا کرے۔ انتہیٰ یہ مقدار علم جو کہ مذکور ہوئی۔

چند علماء کے نام جو مقلد مشہور رہیں اور مقلد نہ تھے

کوئی نہیں کہہ سکتا کہ ان مشاہیر علماء مثل علامہ ابن دقیق العید، امام ابوالحسن اشعری امام الحرمین۔ علامہ محمد بن نصر مروزی۔ علامہ ابن المنذر۔ امام نووی۔ علامہ تقی الدین سبکی، امام محی الدین بغوی۔ علامہ بلقینی۔ حافظ الحدیث ابن حجر عسقلانی۔ علامہ جلال الدین سیوطی وغیرہم جو کہ شافعی کہے جاتے ہیں اور دیگر مشہور علمائے محدثین میں سے کوئی ایسا تھا جس کو اتنا علم نہ ہو لہذا کچھ شبہ نہیں کہ ان تمام لوگوں کی نسبت کسی امام کی طرف بوجہ تقلید نہ تھی، بلکہ صرف برائے نام یا بوجوہ مذکورہ تھی، اور ایسا بھی ہوا ہے کہ کبھی یہ لوگ خود بھی اس نسبت کو اپنی بابت قائم رکھتے تھے اور اس سے کچھ انکار نہ کرتے تھے جسکی وجہ یہ تھی کہ انکو اپنے کام کرنا تھا۔ اپنے عمل و تحقیق میں رہتے تھے لہذا محض نام لگنے میں کوئی حرج نہ سمجھا خصوصاً جبکہ یہ نسبت زمانہ میں عام ہو رہی تھی پس اس سے انکار میں عوام کی نظر میں اپنی تعلی اور اس امام کی جسکی طرف نسبت ہو رہی تھی تحقیر کا مظنہ تھا۔

اس انتساب کی کئی اور وجہیں

دوسرے کسی شخص کے طرز عمل و مسائل مختار و مذہب کے بڑے حصہ کا آسانی کے ساتھ بتانے و معلوم کرانے کا یہی طریقہ ہو سکتا تھا کہ کسی ایسے امام کی طرف نسبت کرکے جس کا مذہب مشہور ہونے کے سبب سے سب جانتے ہیں۔ اور وہ شخص

[له] عبارت یہ ہے ولا یشترط ان یکون للمجتهد مذهب مدون ص ۱۰۵ ۔ ۱۲

اُس امام کے ساتھ بیشتر مسائل میں موافق ہے بتادیا جائے ورنہ ایک ایک کے لیے ایک ایک مسئلہ تفصیل وار کہاں تک بیان کیا جاسکتا تھا۔ لہٰذا اس سے بہتر کوئی صورت نہ تھی کہ اسکا مسلک جسکے ساتھ زیادہ مناسبت رکھتا تھا اسی کی طرف اُسکو نسبت کردیا جائے مثلاً کہہ دیا جائے کہ وہ شافعی ہے یعنی اُسکی عام روش اور زیادہ تر اُسکی تحقیقات امام شافعی کے مذہب کے موافق ہیں تیسرے جو شخص اس زمانے کے حالات سے واقف ہے وہ جانتا ہے کہ اُس زمانے میں امن و عافیت، حصول خدمتِ درس و افتار وغیرہ۔ موقع اشاعت علم و تبلیغ احکام الٰہی بلا کسی امام کی طرف انتساب کے کیسا دشوار تھا۔ تواریخ دیکھو اکثر مدارس خاص خاص مذاہب کے فقہاء کے نام پر وقف تھے جبتک کوئی اسی مذہب کیطرف منتسب ہو وہ اُن مدارس میں مقرر نہ ہوسکتا تھا اسی طرح قضا و افتاء کے محکمہ کا حال تھا کہ خاص خاص مذاہب کے نام کی مُدّات تھیں جب تک کوئی انہیں میں شامل نہو وہ اس عہدے پر مقرر نہ ہوسکتا تھا۔ ابو ذرعہ کہتے ہیں میں نے ایک مرتبہ اپنے استاذ امام بلقینی سے عرض کیا کہ شیخ تقی الدین سبکی کو اجتہاد سے کون چیز روکتی تھی حالانکہ ان کو پوری طور پر آلاتِ اجتہاد حاصل تھے تو پھر مقلد کیوں بنتے تھے ابو زرعہ کہتے ہیں مجھ کو اپنے استاذ بلقینی کی نسبت بھی یہی سوال تھا مگر میں نے اُنکے سامنے اُنکا نام شرم سے نہیں لیا لیکن میں نے سوچ لیا تھا جو جواب وہ سبکی کی بابت دیں گے وہی میں اُنکی نسبت بھی خیال کرلونگا تو امام بلقینی چپ رہے اور کچھ جواب نہ دیا میں نے کہا میری رائے میں اسکی وجہ سوا اسکے اور کوئی نہیں ہے کہ یہ صرف اُن وظائف کی وجہ سے تھا کہ جو مذاہب اربعہ کے فقہاء کے لیے مقرر تھے اگر کبھی وہ اُن سے نکلتے اور خود اجتہاد کا نام لیتے تو اُن وظائف میں سے اُنکو کچھ نہ مل سکتا۔ اور لوگ اُن سے فتوے لینے سے بھی رُک جاتے اور اُلٹے وہ بدعتی ٹھہرائے جاتے۔ اس میرے کہنے پر امام بلقینی مسکرائے اور میری موافقت کی[1]

---

[1] اس حکایت کو شاہ ولی اللہ صاحب نے انصاف میں فقیہ ابن زیاد کے کلام سے ذکر کیا ہے۔ لیکن فقیہ مذکور نے ابو زرعہ کی اس رائے سے موافقت نہیں کی اور بنا برحسن ظن کے سبکی کی نسبت اسبات کا خیال رکھنا کہ انہوں نے بوجہ وظائف کے اجتہاد کو چھوڑنا جائز نہ خیال کیا بلکہ اس سے بہتر وجہ یہ سمجھی کہ سُبکی مرتبہ اجتہاد و منتسب کار کھتے تھے اور موافقت کی وجہ سے منسوب ہوئے۔ لیکن ہم نے اس حکایت کو صرف اس غرض سے نقل کیا ہے کہ وظائف خاص خاص مذہب کے نام کے مقرر تھے اور جو ان سے باہر ہونے کا نام لیتا وہ اُن سے محروم رکھا جاتا تھا بلکہ اور مطعون ہوتا تھا لہٰذا ابو زرعہ کی بابت سبکی کی رائے کے صواب ہونے نہ ہونے سے چنداں ہم کو بحث نہیں دوسرے اندرونی حالات کے متعلق ایک قریب زمانے معصر کی رائے بہ نسبت دور والے زمانے کے اندازے بہت زائد وزنی ہے یعنی ابو زرعہ کی رائے بابت سبکی اور بلقینی کے فقیہ ابن زیاد کی رائے سے زائد معتبر ہے۔ تیسرے سبکی کی بابت یہ رائے صحیح ہو یا نہ ہو مگر اس میں شک نہیں کہ ان باتوں کا اثر اس زمانے میں ضرور تھا جو کہ اس حکایت سے ثابت ہوتا ہے اس سب کے علاوہ اس انتساب کی ایک نہایت حسین وجہ تم آگے ہمارے کلام میں دیکھوگے انشاء اللہ تعالیٰ ۱۲

اہلحدیث کے ساتھ تشدد اور ان کی ایذا دہی

خلیفہ[۵۱] **معتصم باللہ** کے زمانے میں کہیں بیچارے **علی شہربانی** محدث نے (حنفی مذہب کے خلاف) اس مسئلہ پر فتوے لکھ دیا کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے۔ اور محدث **عبد العزیز محیطی** نے انکی موافقت کی لہذا ان دونوں کو ایذائیں دی گئیں اور شہربانی جس مدرسہ میں تھے اس سے نکال دیئے گئے اور محیطی بھی شہر بدر کردیئے گئے **علامہ ابن حزم**[۵۳] کو جو ظاہر حدیث پر عمل کرتے تھے اور کسی امام کیطرف منسوب ہونا نہیں چاہتے تھے باوجودیکہ وہ ایک نہایت معزز شخص تھے انکے معاصر زمانے کے ہم رنگ علماء نے بالاتفاق انکو گمراہ ٹھہرایا اور لوگوں کو ان سے ملنے کی ممانعت کردی اور سلاطین کو بھی انکی طرف سے بھڑکا دیا حتے کہ تمام سلاطین ممالک نے اپنے اپنے ملک سے انکو نکالدیا۔ آخر بیچارے مجبور ہوکر کسی گاؤں کیطرف نکل گئے اور وہیں قضاء کی **علامہ ابن تیمیہ** رح کو بھی انکے معاصرین نے سخت سخت اذیتیں دیں طرح طرح سے انکے معاصر فقہاء انکے پھنسانے کے لیے ان پر تہمتیں لگاتے تھے اس وجہ سے کتنی مرتبہ بیچارے قید کیئے گیے اور قیدخانہ ہی میں انتقال کیا۔ لوگوں نے بہت مرتبہ انکو جان سے مار دینے کے لیے ان پر حملے کیئے مگر یہ ہمیشہ کرامتہً بچ بچ جاتے تھے۔ اسی طرح **علامہ ابن القیم** کو ایذائیں دی گئیں اور وہ بھی ابن تیمیہ رح کے ساتھ قید کیئے گئے اور اونٹ پر بٹھا کر پھرائے گئے درے لگتے جاتے تھے اور رسوا کیئے جاتے تھے **امام ابو الحجاج مزی** جو کہ اپنے وقت کے ایک بڑے مشہور اور مستند عالم تھے اور انکی زندگی ہی میں انکی تصانیف مثل **تہذیب الکمال** وغیرہ مقبول و مشتہر ہوکر لوگوں کے ہاتھوں میں پہنچیں اور جنکے حافظ الحدیث **علامہ ذہبی** اور علامہ ابن حجر عسقلانی بھی خوشہ چین ہیں صرف اتنی بات پر کہ ابن تیمیہ رح کیطرف سے وہ کسی شافعی سے بحث کرنے لگے اور ابن تیمیہ رح کے مخالفین کے مقابلہ میں امام بخاری کی کتاب خلق افعال العباد پڑھنے لگے فقہاء سمجھے کہ اس سے ہم کو ارادہ کررہے ہیں وہ غضب میں آگئے اور قاضی شافعی نے انکو قید کردیا حافظ الحدیث **علامہ عبد الغنی مقدسی** کہیں ظاہر قرآن و حدیث کے موافق صفات الہی میں اس طریقے کے خلاف کہ فقہاء انمیں تاویل کرتے ہیں کلام کرنے لگے اسپر فقہاء انکے پیچھے پڑ گئے اور انکا قتل مباح قرار دیا بادشاہ انکے قتل پر آمادہ ہوگیا مگر کچھ امراء نے بڑی سعی و سفارش کرکے انکی جان چھڑائی اور آخر وہ شہر بدر کردیئے گئے اور ایک دوسرے مقام پر جاکر بقیہ عمر روپوش ہوکر رہے **امام حمیدی** صاحب الجمع بین الصحیحین کو بھی جو کہ ظاہر قرآن و حدیث پر چلتے تھے سخت سخت مصیبتیں سہنا پڑیں اسی طرح **شیخ الاسلام** ہروی اور علامہ **صالح مقبلی** اور **محمد بن اسمعیل امیر**

۵۱ التاج المکلل صفحہ ۱۶۷ ۵۲ التاج المکلل صفحہ ۲۴۹ ۵۳ ان کے والد وزیر سلطنت تھے اور یہ خود بھی وزیر رہے تھے ۱۲
۵۴ التاج المکلل صفحہ ۲۸۹ ۱۲ ۵۵ التاج المکلل صفحہ ۲۸۵ وغیرہ ۱۲ ۵۶ التاج المکلل صفحہ ۳۲۹ از ذہبی ۱۲ ۵۷ التاج المکلل صفحہ ۱۳۹ از ابن النجار ۱۲ ۵۸ التاج المکلل صفحہ ۱۰۷ از ذہبی ۱۲ ۵۹ کتب تراجم میں ان کے حالات دیکھو اور موقع ہوا تو شاید ہم بھی آگے لکھیں ۱۲۔

کو جو کہ یہ سب علماء اہلحدیث سے کے تھے اور زمانہ کے رنگ کے خلاف قرآن و حدیث پر چلتے تھے زمانے کے لوگوں سے طرح طرح کے مصائب برداشت کرنا پڑے بھلا یہ لوگ تو گویا سب سے غیر تھے انکو جتنا ستایا جائے تعجب نہیں علامہ منصور[1] بن محمد تمیمی کو جو کہ حنفی تھے وہ حج کو گئے وہاں انکو شافعی مذہب زیادہ پسند ہوا۔ اسکی طرف وہ منتقل ہو گئے اسپر بھی باوجودیکہ وہ شافعی کا نام لیتے تھے لوگ اُنکی ایذا رسانی سے باز نہ رہے اور اُنکے ساتھ سخت تعصب اور بدسلوکی کا طریقہ برتا۔ غرض اس میں کچھ کلام نہیں کہ زمانہ کی عام روش و رنگ کے خلاف کسی بڑے یا چھوٹے کا زبان ہلانا کچھ آسان امر نہ تھا اور اس سے نہ صرف اپنی ہی جان کو نشانہ بلا و آفات کرنا ہوتا بلکہ بہت مواقع میں جس امر کی بابت مخالفت کی جائے اس سے زائد اہم اور ضروری شرعی امور کو مثل اشاعت علم و تدریس فنون و تبلیغ مسائل ضروریہ۔ امر بالمعروف نہی عن المنکر۔ بسط۔ عدل و انصاف بذریعہ خدمت قضا و افتاء اصلاح ملک موعظت امراء و سلاطین وغیرہ وغیرہ کے نقصان پہنچتا تھا پس اس خاص وجہ سے بہت سے علماء محققین نے جو کہ دراصل کسی کے مقلد نہیں اور نہ اُن کو تقلید کی ضرورت ہے زمانہ کے عام رواج کے موافق اپنے آپکو کسی نہ کسی امام کی طرف منسوب ہونے دیا اور اس سے کوئی انکار نہ کیا اور انکا ایسا کرنا بضرورت وقتی یا بمصلحت[2] شرعی تھا نہ یہ کہ اُن سب نے دنیا کے پیچھے دین کو چھپایا اور نہ یہ کہ وہ فی الاصل مقلد تھے۔

علماء امام کا قول اذا صح الحدیث فھو مذھبی پیش کرکے عذر کرنیکی وجہ

ان لوگوں نے جب کہ وہ ان امام کا جن کی طرف وہ منسوب تھے خلاف کرتے تھے عوام کے سمجھا دینے کا یہ اچھا ذریعہ پا لیا تھا کہ وہ کہدیتے تھے کہ امام نے فرما دیا ہے اذا صح الحدیث فھو مذھبی اور اترکوا قولی بخبر الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) لہذا ہم جو یہ انکا خلاف کرتے ہیں تو یہ نہ سمجھو جس امام کے ہم مقلد ہیں ہم نے اُن کو چھوڑ دیا یا انکا خلاف کیا۔ نہیں بلکہ انہوں نے خود کہدیا ہے کہ جب حدیث رسول ملجائے تو اس پر عمل کرنا تو اصل میں ہم انہیں کے کہے پر چلتے ہیں چنانچہ تم امام نووی وغیرہ کے کلام میں اکثر ایسا پاؤ گے لیکن یہ عذر انکا صرف عوام کے فتنہ فرو کرنیکی غرض سے تھا ورنہ حقیقت میں حدیث رسول کیلئے سخت گستاخی اور بے ادبی ہے کہ اسپر عمل کرنیکی وجہ یہ ٹھہرائی جائے کہ فلاں امام نے حدیث پر عمل کرنے کو فرمایا ہے اسوجہ سے حدیث پر عمل کیا جاتا ہے تو گویا امام اصل ٹھہرے اور حدیث رسول کی پیروی انکے حکم کی فرع ہوئی ایک مسلمان کو جس کے سامنے حدیث

[1] انتقاد المکمل صفحہ ۱۴۱-۱۲ [2] اس سے یہ نہ خیال کرنا چاہیئے کہ جو لوگ اس انتساب سے علیحدہ ہوئے اور طرح طرح کے مصائب و آفات کو نشانہ بنے اُنہوں نے سخت غلطی کی اور وہ اس مصلحت سے ناواقف رہے۔ نہیں بلکہ ان کے ایمان نے اُسی کا حکم دیا جو انہوں نے کیا اور انہوں نے اپنے حق میں شرعاً یہی مناسب پایا اور انہوں نے یہ مصائب اللہ ہی کیواسطے برداشت کیے۔ اور غور کیا جائے تو اصل میں عزیمت پر انہیں نے عمل کیا اور وہ جو لوگوں کے فتنہ وغیرہ کے خوف کیوجہ سے منتسب ہوتے رہے رخصت پر عامل رہے یا خاص مصالح کے خیال سے ایسا کیا

رسول موجود ہے اور اُسکی نسبت اُسکو یہ بھی معلوم ہے کہ وہ صحیح اور غیر منسوخ ہے کیا اسپر عمل کرنے کے لئے اُسکی بھی ضرورت ہے کہ کسی امام کی اجازت بھی ہونی چاہیے۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ ایسا کہنا یا کرنا حدیث رسول کی سخت توہین اور بے قدری اور اُسکے ساتھ گستاخی کرنا ہے۔ افسوس مذہب تقلیدی ہی ہے کہ اُسنے حدیث کے ساتھ یہ صورت گستاخی کی پیدا کی اور علمار کو مجبور کیا کہ وہ ایسا کہکر اپنا پیچھا چھڑائیں۔

مقلدین ہی مقلدین نظر پڑنے اور اہلحدیث کے گمنام رہنے کے وجوہ

خلاصہ یہ کہ بہت سے اسباب ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے یہ علمار ان مشہور مذاہب میں سے کسی نہ کسی طرف منسوب ہوئے جس سے لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ سب مقلد تھے حالانکہ وہ مقلد نہ تھے بلکہ یہ نسبت اصل میں بوجوہ مجبوری تھی۔ علامہ؎ شوکانی کیا خوب لکھتے ہیں:۔ ہم کسی مجتہد کو نہیں جانتے کہ اُس نے مقلدین کے فعل کو جنہوں نے شریعت کے کئی حصے بنا لیے ہیں جائز رکھا ہو بلکہ اکابر علمار یا تو منع کرتے رہے یا ڈر کے مارے بخوف ضرر یا فوت نفع کے چپ رہے چنانچہ اکثر ایسا ہوتا ہے اور ہر عاقل جانتا ہے کہ اگر کوئی عالم اعلان کے ساتھ ممالک اسلام میں سے کسی شہر میں کہتا کہ یہ تقلید بدعت ہے اسپر رہنا جائز نہیں تو اگر کل نہیں تو اکثر تو ضرور اسکی اہانت کے لئے اور اُس کو اسکے مال و بدن اور آبرو میں نقصان پہنچانے کے لیے اُٹھ کھڑے ہوتے جو اس ہر ادنی درجہ کے آدمی کی شان کے بھی لائق نہیں اور یہ تو جب ہوتا کہ مقلدین اور اُنکے مددگار سلاطین اور حکام کے ہاتھ سے قتل ہونے سے بچ جاتا ورنہ جان ہی بچنا مشکل تھی) اور اسی سبب سے یہ بدعت تمام بلاد اسلامیہ پر چھا گئی اور تمام افراد مسلمین شامل نظر آنے لگے تو ناواقف لوگ خیال کرتے ہیں کہ دین ہمیشہ سے ایسا ہی رہا ہے اور ایسا ہی قیامت تک رہیگا۔ اور اصلی بھلی بری بات کو نہیں جانتے (اور یہ سبب اپنی ناواقفیت کے حقیقت حال سے واقف نہیں) اور یہی حال تقلیدی علم کے عالموں کا بھی ہے بلکہ انکا ضرر اور زائد ہے کیونکہ ان کو اپنے مذہب پر زائد ہٹ ہوتی ہے اور وہ اسکو جہلار کی نظر میں چھا بنا کر دکھاتے ہیں اور علمار محققین (اہلحدیث) کی تحقیر کرتے رہتے ہیں اور انپر تہمت لگاتے ہیں کہ یہ اماموں کے مخالف ہیں اور اُنکی توہین کرتے ہیں اس کو ملوک اور امرار اُن سے سن کر یقین کر لیتے ہیں کیونکہ انہیں کے ہمجنس ہیں جیسا کہ وہ بے علم ہیں ایسے ہی یہ بے علم ہیں گو ان مسائل کو عالم ہیں جسمیں دوسرے کی تقلید کر رہے ہیں خصوصاً جبکہ کہیں کے قاضی یا مفتی بھی ہو گئے کیونکہ عوام لوگ اہل علم میں سے کامل و غیر کامل کو کیا پہچان سکتے ہیں بجز اسکے کہ جسکو مناصب اور قرب سلاطین حاصل ہو

؎ علامہ موصوف نے یہ مضمون القول المفید میں لکھا ہے۔ علامہ موصوف ملک یمن کے رہنے والے تھے۔ سنہ ۱۱۷۲ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۵۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ علامہ شوکانی کے زمانے کے جو امیر یمن تھے وہ ان کے موافق اور اہل حدیث تھے۔ اسی وجہ سے علامہ موصوف کو یہ جرأت ہوئی کہ وہ ایسا ظاہر باہر حق ظاہر کر سکیں چنانچہ علامہ موصوف نے بدر طالع میں بذیل ترجمہ قاضی علی بن امیر المؤمنین لکھا ہے ۱۲۔

اور جسکی طرف رجوع زائد دیکھیں اُسیکو بڑا عالم سمجھیں اور یہ امور اکثر طبقہ مقلدین ہی کے ہاتھ میں رہی ہیں۔

ان وجوہ کے تسلیم سے مقلدین کو چارہ نہونا

چنانچہ حال کے اور پہلے زمانہ کے حالات کا ہر جاننے والا اسباب کو جانتا ہے جسکو دیکھنا ہو اس زمانہ میں دیکھ لے اور زمانہ سابق کی کُتب تواریخ کو دیکھے اور علماء محقق (غیر مقلدین) بیچارے لوگوں کی مخالفت کی وجہ سے اکثر پوشیدہ اور علیحدہ رہے جب کوئی علماء مجتہدین میں سے مقلدین کے معتقدات کے خلاف کوئی بات کہتا ہے تو علماء مقلدین جاہلانہ طریقہ سے اُسکے مقابلہ پر کھڑے ہو جاتے ہیں اور اہل دنیا اور ارباب سلطنت اُنکی موافقت کرتے ہیں اور جو کچھ ضرر بدنی اور مالی کی قدرت پاتے ہیں کر گزرتے ہیں اور اس ہی اُنکے ہمجنس لوگ انکا اور شکریہ ادا کرتے ہیں۔ کیونکہ انہوں نے انکے گمان میں دین کی مدد کی اور ائمہ اور اُنکے مذاہب کیطرف سے جوابدہی کردی پس اُنکی اور عزت بڑھ جاتی اور اس بیچارے محقق عالم کی آبرو ان لوگوں کی گالیوں کا نشانہ ٹھہرتی اور مبتدع اور جاہل اور گمراہ بنایا جاتا تو ذرا نظر کرو کون ہے (جو ایسی حالت میں) اس بدعت کے روکنے کے لیے کھڑا ہو۔ باوجودیکہ ہر شخص کو (طبعی طور پر) دنیا مقدم ہے اور حب مال اور جاہ کی طرف (عموماً) دل مائل ہیں تو اے منصف نظر انصاف سے دیکھ سکوت (اُن) علماء اجتہاد کا اس تقلید کے منع سے (جنہوں نے سکوت کیا) کیا موافقت پر دلالت کرتا ہے ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ سکوت خوف سے ہے نہ رضامندی سے۔

علماء کا صراحۃً یا اشارۃً تقلید سے منع کرتے رہنا۔

مگر اسپر بھی یہ لوگ اللہ کے عہد اظہار حق کو کسی نہ کسی طور سے پورا کرتے تھے کسی نے اپنی تصنیف میں صراحۃً لکھدیا یا کسی نے اشارۃً لکھا کسی نے اپنی تحریر کو چھپا کر رکھ دیا کہ بعد موت کے ظاہر ہووے۔ چنانچہ ادفوی اپنے استاد امام ابن **دقیق العید** کی حکایت کرتے ہیں کہ انہوں نے اپنی مرض الموت میں ایک کاغذ مانگا اور لکھ کر اپنے بستر کے نیچے رکھدیا جب انتقال کر گئے تو لوگوں نے وہ پرچہ نکال کر دیکھا تو اُس میں بالکل تقلید کی حرمت لکھی تھی۔

سلہ ہم نے یا علامہ شوکانی نے جو لکھا کہ بہت سے علماء عوام کے مروج مسلک کی بُرائی انکے فتنہ اور امراء و سلاطین کی مخالفت کیوجہ سے علی الاعلان ظاہر نہ کر سکے یہ ایسی بات نہیں ہے جس سے کوئی صاحب بصیرت انکار کر سکے۔ خود ہمارے زمانہ کی بھی یہی حالت ہے کسی متبع سنت کی ایذا رسانی میں جب قابو پاتے ہیں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑتے۔ ہندوستان کی اسلامی ریاستیں جنکے رئیس باوجودیکہ برائے نام ہی خود مختار ہیں پھر بھی ان کی حدود ریاست کے اندر کوئی عالم طاقت نہیں رکھتا کہ اُس مسلک و مذہب کو یا اور کسی مسئلہ کو جو وہاں کے رئیس کے عقیدہ کے مطابق ہے اور وہاں عموماً مروج ہے بدعت و ناجائز و غلط علی الاعلان کہسکے۔ ریاست کا اگر کوئی سورج پر خاک ڈالکر انکار کر دے تو کر دے مگر دیوبندی لمذہب لوگ تو کسیطرح انکار نہیں کر سکتے۔ ورنہ جواب دیں کیا وجہ ہے وہ علماء جو ریاست حضور نظام دام حشمتہ یا ریاست رامپور حفظت عن الشر و ریا دیگر ممالک اسلامیہ مثل افغانستان یا ممالک عثمانیہ دام اللہ شوکتہا میں وثوق افروز ہیں ان باتوں کو جن کو دیوبندی بدعت و شرک کہتے ہیں مثلاً مجلس میلاد شریف و قیام عند ذکر الولادت اور وہ رسوم جو میت کے بعد کئے جاتے ہیں یا وہ معاملات جو مزارات اولیاء کیساتھ کئے جاتے ہیں کیوں نہیں منع کرتے اور انکو موقوف کرا دیتے کیا سب کے سب وہ جاہل ہیں جو ان امور کا منع ہونا انکے علم میں نہیں آیا یا سب کو فہم و ثلیت ہیں کہ انکی سمجھ میں نہیں آتا یا ایسے بددین ہیں کہ باوجود جاننے اور قدرت رفع کے دفع نہیں کرتے ۱۲

اور بعض اپنے معتمد لوگوں سے کہدیا کرتے تھے اور طبقۃً بعد طبقۃٍ یہ نصیحت متوارث چلی آتی تھی اور کامل لوگ (اپنے خاص خاص) ناواقفونکو بتادیا کرتے تھے اور گو یہ بات اہل تقلید سے پوشیدہ ہو (اور پوشیدہ رہنا بھی چاہیئے اس لیے کہ یہ خاص طور پر کہا جاتا تھا نہ عام طور پر) مگر اوروں سے پوشیدہ نہیں اور ہم اپنے زمانہ میں بہت سے مشائخ کو دیکھتے ہیں جو علم اجتہاد میں مشغول ہیں کہ کوئی انمیں سے تقلید کے درست ہونے کا قائل نہیں اور بعض نے تو صاف صاف تقلید کے بے بنیاد ہونے کو ظاہر کردیا اور کتنے اُن مسائل کا جنکے مقلدین معتقد ہیں انکار کیا۔ آخر معاصرین نے اُنکے ساتھ جھگڑے کیئے اور اُنکو طرح طرح کی اذیتیں دیں اور انہوں نے اُنکو برداشت کیا جس سے اُنکا اجر اور بڑھا۔

مذہب تقلید کے مفاسد

غرض جو علم تقلیدی کے حاصل کرنیوالے ہیں اُنپر علمارِ اجتہاد کے ساتھ بیحد تعصب غالب ہوتا ہے اور نیز عوام کو اس وہم میں ڈالنا کہ یہ لوگ اماموں کے مخالف ہیں جنکی عظمت سے اُنکے دل بھرے ہوئے ہیں حتی کہ اُنکے برابر صحابہ کو بھی اعلےٰ مرتبہ پر پہنچا ہوا نہیں جانتے پھر بھلا بعد والا کوئی کیسے ہو سکتا ہے اور گو وہ اس بات کو زبان سے نہ کہیں مگر اُنکے دل میں یہ ضرور سمایا ہوا ہے (جیسا کہ طرزِ عمل سے ظاہر ہوتا ہے) پس اُنکے نزدیک امام کا کوئی کسی مسئلہ میں خلاف کرے تو گویا وہ نص قطعی کا مخالف اور ایک امر شنیع کا مرتکب ہے اور گو وہ کیسا ہی قرآن و حدیث سے اپنے دلائل بیان کرے مگر کوئی اُسکی نہیں سنتا بلکہ ہمیشہ اُسکے درپئے توہین رہتے ہیں اس حد تک کہ کسی فاسق اور مبتدع اور خارجی رافضی کے نہیں رہتے اور اس سے اسقدر بغض رکھتے ہیں جتنا یہود و نصاریٰ سے نہیں رکھتے اور جو اس سے انکار کرے وہ اصل واقعات سے بیخبر ہے حاصل کلام یہ کہ وہ اُنکے نزدیک ضال و مضل ہے حالانکہ اُسکا کوئی گناہ نہیں بجز اسکے کہ وہ کتاب و سنت پر عمل کرتا ہے۔ انتہے ملخصاً۔ ہمارے اس تمام بیان سے خوب واضح ہو گیا کہ یہ خیال کہ ساری علمار محدثین کسی نہ کسی کے مقلد تھے کسقدر غلطی و ناواقفی پر مبنی ہے حالانکہ یہ سارے بڑے بڑے علمار محدثین جو گذرے ہیں گو وہ مذاہب اربعہ میں سے کسی کیطرف منسوب ہوں مگر اصل میں وہ کسی کے مقلد نہیں اور یہ نسبت خاص خاص وجوہ سے وقوع میں آئی اور اصل میں تقلید ہی کا رواج تھا جس نے اُنکو تقلید کے سلسلہ میں جکڑا اور صورت مقلدین میں اُنکو ظاہر کیا۔ افسوس مذہب تقلید نے اپنے اثر سے جس کا اثر عوام تک محدود رہنا چاہیئے تھا۔ ان محقق علمار کو بھی نہ چھوڑا۔ اور اُنکی نفس الامر کے خلاف صورت بنا کر دکھائی۔ مذہب تقلید نے صرف یہی نہیں کیا جو ہم نے ابتک لکھا[1] یعنے یہ کہ خیر القرون کے رنگ کو بدل کر دوسرا رنگ پیدا کیا۔ مسلمانوں میں تفریق ڈالکر چار جماعتوں پر تقسیم کردیا۔ لوگوں سے بے اصل و نئے نئے دعوے کرائے عالموں کے ساتھ ابتیار کا سا معاملہ کرایا

---

[1] چنانچہ ان تمام باتوں کا ذکر مفصل اوپر ہو چکا ۱۲۔

خیر بقاع الارض مکہ معظمہ میں چار مصلے قائم کرا دیئے اور جماعت صلوٰۃ میں تفریق پیدا کردی لوگوں سے آزادی وانصاف پسندی کی بحث کو جس کا نام تحقیق ومناظرہ ہے چھڑا کر خاص خاص راہوں اور مذہبوں کی طرف داری وعصبیت پر مجبور کیا جیسا کہ برابر مقلد علماء ایسا کرتے ہیں لوگوں سے اُنکے خاص خاص اماموں کی واقع کے خلاف تعریفیں اور دوسرے اماموں کی مذمتیں کرائیں۔ اور صرف اسی قدر نہیں بلکہ انکی تائید کے حیلے سے اُن سے جھوٹی جھوٹی حدیثیں بنوائیں۔ علمائے حقانی وعاملین بالحدیث کے ساتھ عداوت پیدا کرادی اور اُنپر ظلم کرائے۔ حدیث رسول کے ساتھ ایک صورت گستاخی کی پیدا کی علمائے حقانی کو مجبور کیا کہ وہ صورت تقلیدی میں ظاہر ہوں۔ وغیرہ۔

مذہب تقلید کا شغل حدیث سے روکدینا بلکہ اُس نے دو خرابیاں اور بہت بڑی پیدا کردیں۔ اول یہ کہ لوگوں کو عموماً اس سے روکدیا کہ وہ فن حدیث میں مشغول ہوں۔ اور اس سے جو کہ مقصود اصلی استدلال واستفادہ تھا وہ حاصل کریں بلکہ وہ اس سے محروم رہے جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ انکا علم اور اُنکے خیالات کی دوڑ خاص خاص ائمہ کے اقوال کے اندر محدود رہی اور انکا بلاغ علم کچھ زائد اور وسیع نہو سکا گویا انکے نزدیک بس شریعت وہی ہے جو اُنکے امام فرما گئے۔ علم حدیث وہ علم تھا کہ ہر اُس شخص کے لیئے جو تحصیل علم دین کا قصد کرے وہی غائت قصویٰ اور مقصود اصلی ہونا چاہیے اور زیادہ تر اُسی کا شغل رہنا چاہیے تھا کیونکہ اسلامی احکام کے بڑے حصے کا مدار اسی پر ہے اور وہی سب کا رہنما ہے لیکن ایسا نہ کیا گیا اور اس کی وجہ ہوئی کہ چونکہ بڑی غرض جو حدیث سے متعلق ہے وہ اس سے احکام کا استخراج اور اس پر عمل ہے تو جب احکام وعمل کا مدار خاص خاص علماء کے اقوال پر ٹھہرا اور انہیں سے کام رہا تو حدیث سے استغنا ہو گیا۔ اور اُس سے کوئی بڑی غرض متعلق نہ رہی لہذا اُسکی طرف توجہ نہ کی گئی۔ دوسرے جب قضاء وافتاء ونظام سلطنت اور ملکی قوانین وغیرہ کا مدار انہی فقہی مسائل پر قرار پا گیا۔ اور عموماً لوگ اپنے حوادث وواقعات۔ عبادات ومعاملات میں انہی پر عمل کرتے اور انہیں کو پوچھتے تھے لہذا انہیں کے حاصل کرنے کی ضرورت ہوئی اور انہیں کی قدر ہوئی پس انہیں کی طرف عام توجہ ہوئی اور انہیں کو حاصل کیا گیا اور فن حدیث سے جس کی اُنکو چنداں ضرورت تھی اور نہ کچھ زائد اُسکی قدر تھی بے توجہی کی گئی اور اُس میں شغل نہ پیدا کیا گیا اور ظاہر ہے کہ جس چیز کی ضرورت اور اُس کی قدر ہوتی ہے اُسی کو حاصل کیا جاتا ہے اور اسی میں کمال پیدا کیا جاتا ہے اور اسی کی طرف عام توجہ ہوتی ہے اور جس چیز کی ضرورت نہیں ہوتی یا اُسکی قدر نہیں ہوتی اُسکو حاصل کرنے والے اور اس میں کمال پیدا کرنے والے بہت کم نکلتے ہیں غرض رواج تقلید نے عموماً لوگوں کو حدیث سے بے بہرہ کردیا اور بیشتر وہ طبقہ جو اہل علم کے ساتھ نامزد ہے فن حدیث سے بیخبر رہگیا

چنانچہ تفصیل اسکی مع ثبوت کے انشاء اللہ تعالےٰ آگے تم دیکھو گے۔

وہ کون سے اہل علم ہیں جو تقلید کے حامی ہیں

اہل علم میں شمار ہونے والوں میں سے یہی وہ جماعت ہے جو مذہب تقلید کی پشت وپناہ وحامی رہی علماء کے اس فریق کا تقلیدی طرز عمل پر قائم رہنا یا اُسکی تائید کرنا نہ کچھ باعث تعجب ہے اور نہ قابل حجت ہے اس لئے کہ وہ خود ہی مبانی اجتہاد واصول ودلائل سے ناواقف رہا اور اُسکا مبلغ علم انہیں تقلیدی علوم کے اندر محدود رہا پس اُنکا قول وفعل خاص کر ایسے امور کی بابت کیا قابل اعتبار ہو سکتا ہے اسلئے کہ وہ خود ہی دوسری کے مقلد تھے نہ اُنکی کوئی ذاتی تحقیق تھی اور نہ اپنی کوئی رائے۔

فقہاء کن علوم کے اعتبار سے بڑے عالم مشہور ہوتے تھے اور بڑے بڑے لقب پاتے تھے

علماءؒ کا یہ گروہ زیادہ تر علم فقہ اور اصول فقہ وعلم بیان ومعانی میں اور بعض فلسفہ میں بھی جو کچھ عرصہ سے اسلام میں داخل ہوگیا تھا تبحر وکمال حاصل کرتا تھا اور انہیں میں وہ استاذ زمانہ اور مقتدائے فن اور صاحب تصنیف وتالیف ہوتے تھے اور انہیں کے اعتبار سے وہ بڑے بڑے مقتدر عالم کہلاتے تھے اور شیخ الاسلام اور فخر الاسلام اور صدر الشریعۃ اور ملک العلماء اور تاج الشریعۃ اور شمس الائمہ وغیرہ لقب پاتے تھے مگر افسوس جس عالی پایہ کے وہ عالم شمار ہوتے تھے یا جس رفیع منزلت کے انکے القاب تھے اکثر اُن میں کے اس درجہ کے موافق تو کیا اس سے کم بھی حدیث سے واقفیت نہ رکھتے تھے جس کے غالب اسباب ہم بتا چکے۔

فقہاء کا بالخصوص حنفیہ کا علم حدیث سے بے بہرہ رہنا

علامہ عبد الرحمن بن اسمعیل ابو شامہ فرماتے ہیں ہمارے زمانے کے فقہاؒ کتب حدیث وآثار دیکھنے سے اور احادیث کے معانی اور اُن سے جو مسائل نکلتے ہیں انمیں بحث کرنے سے اور شروح حدیث میں جو نفیس نفیس کتابیں لکھی گئیں اُنکو دیکھنے سے محروم ہیں بلکہ انہوں نے اپنی وقت اور اپنی عمر ونکو اُن سے پہلے جو پچھلی فقہاء گذری ہیں انہیں کے اقوال میں فنا کردیا۔ اور اپنی نبی کے نصوص میں نظر کو جو خطا سے معصوم تھے اور آثار صحابہ میں جنہوں نے وحی اترتی دیکھی اور پیغمبر کو اپنی آنکھوں سے دیکھا اور مغز شریعت

ف۱ اس قسم کے علماء زیادہ تر حنفی مذہب میں ہوئے ہیں جو فن حدیث سے ناواقف رہنے کی وجہ سے درجہ اجتہاد کو نہ پہنچتے تھے۔ بلکہ اگر وہ بہت ترقی کرتے تھے تو اپنے مذہب کے مجتہد ہوتے تھے۔ شاہ ولی اللہ صاحب انصاف میں فرماتے ہیں وانقرض المجتہد المطلق المنتسب فی مذہب ابی حنیفۃ بعد المائۃ الثالثۃ وذلک لانہ لا یکون الا محدثا جہبذا واشتغالہم بعلم الحدیث قلیل قدیما وحدیثا وانما کان فیہم المجتہدون فی المذہب انتہی یعنے مجتہد مطلق منتسب حنفی مذہب میں تیسری صدی کے بعد سے نہیں ہوئے کیونکہ وہ تو وہی ہوسکتا ہے جو بڑا محدث ہو اور حنفیوں کا شغل حدیث کے ساتھ کم۔ ابتدا پہلے سے ہی اور اب بھی اُن میں جو ہوئے تو مجتہد فی المذہب ہوئے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حنفیوں میں تیسری صدی کے بعد سے جسقدر علماء گذرے ہیں جنمیں یہ اکثر مشاہیر فقہاء اور اصحاب تصنیف وان مذکورہ القاب والے بھی داخل ہیں حدیث میں کچھ ایسا دخل نہ رکھتے تھے اور زیادہ تفصیل آگے آتی ہے ۱۲ ف۲ عبارت یہ ہے وقد حرم الفقہاء فی زماننا النظر فی کتب الحدیث والآثار والبحث عن فقہہا ومعانیہا ومطالعۃ الکتب النفیسۃ المصنفۃ فی شروحہا وغریبہا بل افنوا زمانہم وعمرہم فی النظر فی اقوال من سبقہم من متأخری الفقہاء وترکوا النظر فی نصوص نبیہم المعصوم عن الخطاء صلعم وآثار الصحابۃ الذین شہدوا الوحی وعاینوا المصطفی وفہموا نفائس الشریعۃ فلا جرم حرم ہؤلاء رتبۃ الاجتہاد وبقوا مقلدین علی الآباء انتہی

کو بیجا چھوڑ بیٹھے۔ سو بے شبہ یہ لوگ رتبہ اجتہاد سے محروم رہ گئے اور اپنے باپ دادا کی تقلید ہی پر باقی رہ گئے انتہے۔ شاہ ولی اللہ صاحب الفوز الکبیر میں لکھتے ہیں اگر نمونۂ یہود خواہی کہ ببینی علماء سو کہ طالب دنیا باشند وخوگرفتہ بہ تقلید سلف ومعرض از کتاب وسنت وتعمق وتشدد واستحسان عالمی را مستند ساختہ از کلام شارع معصوم بے پرواشدہ باشند واحادیث موضوعہ وتاویلات فاسدہ را مقتدائے خود ساختہ باشند تماشا کن کانہم ہم انتہے۔ اس طبقہ کے لوگوں میں سے اگر کسی محدث کا لفظ کسی نے بولا ہو تو اسوجہ سے ہے کہ وہ اسی طبقہ کے لوگوں میں سے بہ نسبت دوسروں کے کسیقدر حدیث سے لگاؤ رکھتا تھا یا یہ کسی مناقب لکھنے والے نے مبالغۃً لکھدیا جیسا کہ عادۃً محدثین کے سوا مناقب لکھنے والوں کا مبالغہ کا دستور ہوتا ہے۔ چنانچہ تفصیل آگے آتی ہے۔

تقلید نے کس طرح لوگوں کو عمل بالحدیث سے روکا

دوسرے وہ بات جو مذہب تقلید نے پیدا کردی یہ ہے کہ اس نے لوگوں کو کلام الٰہی اور حدیث رسول پر عمل سے روکا اور اُن سے طرح طرح کے حیلوں و بہانوں کو ساتھ جنکا ذکر ہم انشاء اللہ العزیز آگے کریں گے اُن دونوں کا رد اور دونوں سے انکار کرایا اسکے متعلق اگر ہم صرف اپنا ہی مشاہدہ لکھیں جو ہم دیکھ رہے ہیں کہ جب کسی مقلد کے سامنے خواہ وہ عوام میں سے ہوں یا خواص میں سے (الا ماشاء اللہ) کوئی ایسی آیت یا حدیث پیش کی جاتی ہے جو اُنکے مذہب کے موافق نہیں تو اس کے دفع کے لئے کیا کیا وہ حیلے نکالتے اور باتیں پیدا کرتے ہیں اور کسی طرح وہ اُنکو تسلیم کرنا نہیں چاہتے تو کاہے کو کوئی اعتبار کریگا لہذا ہم نظیر کے طور پر چند ایسے مستند علماء کی شہادت پیش کرتے ہیں جس سے کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر میں لکھتے ہیں میرے استاذ خاتمۃ المحققین والمجتہدین نے فرمایا کہ میں نے (ایک دو کو نہیں) بلکہ ایک جماعت مقلدین فقہا کو مشاہدہ کیا کہ میں نے بعض ان مسائل میں جو اُنکے مذہب کے خلاف تھے اُنکے سامنے قرآن مجید کی بہت سی آیتیں پڑھیں مگر انہوں نے اُن آیتوں کو نہ مانا اور نہ اُن کی طرف کچھ التفات کیا بلکہ مجھ کو اور تعجب کی نگاہ سے دیکھنے لگے گویا یہ کہ ان ظاہر آیتوں پر عمل کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ ہمارے سلف تو اسکے خلاف کہہ گئے ہیں (دیکھتے ہیں) اے مخاطب اگر تو ٹھیک ٹھیک طور پر غور کرے تو ایک جماعت فقہاء کیا یہ بلا تو اکثر (ایسے مقلدین) میں تو گھسی ہوئی پائیگا جو اہل دنیا سے ہیں۔ انتہے۔

۵۱ اس سے زیادہ تعجب خیز یہ بات ہے کہ ہمارے ہمعصر جناب مولوی ارشاد حسین صاحب مرحوم رامپوری کو جنکی تحقیقات بالغہ پر بہت سے مقلدین کو ناز ہے یہ مضمون تفسیر کبیر میں تحت آیت اتخذوا احبارھم ورھبانھم کے نہیں ملا جیسا کہ وہ خود انتصار الحق میں لکھتے ہیں۔ حالانکہ اسی آیت کی بحث میں یہ مضمون موجود ہے۔ چنانچہ عبارت اسکی یہ ہے قال شیخنا ومولنا خاتمۃ المحققین والمجتہدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ قد شاھدت جماعۃ من مقلدۃ الفقہاء قرأت علیہم آیات کثیرۃ من کتاب اللہ تعالیٰ فی بعض المسائل وکانت مذاھبہم بخلاف تلک الآیات فلم یقبلوا تلک الآیات ولم یلتفتوا الیہا وبقوا ینظرون الی کالمتعجب یعنی کیف یمکن العمل بظواھر ھذہ الآیات مع ان الروایۃ عن سلفنا وردت علی خلافہا ولو تاملت حق التامل وجدت ھذا الداء ساریا فی عروق الاکثرین من اھل الدنیا انتہے

شیخ محی الدین ابن عربی فتوحات مکیہ کے باب ۳۴۸ معرفت نسخ شریعت میں لکھتے ہیں عہ شیطان کو اللہ تعالےٰ نے خیال پر تسلط دیا ہے پس جب وہ دیکھتا ہے کہ کوئی فقیہ خواہش کی طرف مائل ہے تو اسکو بہکاتا ہے اور یہ وسوسہ ڈالتا ہے کہ یہ روایت اللہ کی ہے اور یوں سمجھاتا ہے کہ پہلے نیک لوگ بھی بسبب اسکے اللہ تک پہنچے ہیں اور احکام میں قیاس سے کام لیا ہے اسی قسم کی باتیں اس فقیہ کے دل میں ڈالکر اسکی خواہشات پوری کرنے کیلیے اُسے ایک حیلہ شرعی بتا دیتا ہے پس وہ فقیہ احادیث نبویہ کو بالائی طاق رکھدیتا ہے اور اُسکے عدم قبول پر یہ عذر کرتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی یا اگر یہ حدیث صحیح ہی مگر کوئی دوسری حدیث اُسکے معارض اور اُسکی ناسخ نہوتی تو ضرور امام شافعی اسپر عمل کرتے اگر وہ فقیہ شافعی ہے یا امام ابو حنیفہ اُسپر عامل ہوتے اگر وہ فقیہ حنفی ہے غرضکہ جو فقیہ جس امام کا مقلد ہے وہ ترک حدیث پر ایسے ہی عذر و حیلے کرتاہے اور عامل بالحدیث کو گمراہ جانتا ہے اور جو کچھ اُسکے امام نے کہدیا اُسکی تقلید کو واجب جانتا ہے اگرچہ اُنکے اقوال حدیث کے معارض ہوں لیکن وہ کتاب وسنت کو چھوڑکر اپنے ہی اماموں کیطرف رجوع کرتاہے پس اگر ہم اُس سے کہیں کہ امام شافعی صاف کہہ گئے کہ اگر کوئی حدیث تم کو مخالف میرے قول کے ملے تو میرے قول کو دیوار سے پٹکو اور حدیث پر عمل کرو اسلیے کہ میرا مذہب وہی ہے جو حدیث سے ثابت ہو اور مثل اسی کے امام ابو حنیفہ نے فرمایا ہے اور یہ اقوال اُنہیں کے مقلدین کی روایت سے ثابت ہیں پس ایسی باتوں کو سُن کر مقلد چپ ہوجاتے ہیں اور کچھ معقول جواب نہیں دیسکتے مجھے ایسے مباحث کا اکثر اتفاق ہوا ہے غرضکہ خواہشات نفسانی کے سبب سے فقہاء نے شریعت محمدی کو منسوخ کردیا احادیث صحیحہ کتب صحاح میں موجود ہیں اور اُنکے راویوں کے نام بھی مذکور ہیں اور اُنکی جرح وتعدیل بھی منقول ہے اور اُنکی سندیں بھی بلا تغیر و تبدل کے محفوظ ہیں لیکن باوجود ان سب باتوں کے مقلدین میں سے کوئی اُنپر عمل نہیں کرتا اور اپنے اگلوں ہی کے فتووں کیطرف رجوع کرتے ہیں اور باوجود مخالفت احادیث صحیحہ کے اپنے فقیہوں کے قول کو ترک نہیں کرتے۔ انتہے شیخ عز الدین بن عبد السلام فرماتے ہیں بڑا ہی تعجب ہے کہ فقہاء مقلدین باوجودیکہ وہ اپنے امام کی دلیل کے ضعیف ہونے سے واقف ہوجاتے ہیں۔ یہانتک کہ اُسکے ضعف کا کچھ جواب نہیں دیسکتے مگر باایں ہمہ اپنے امام کی تقلید کیئے جاتے ہیں اور اپنے امام کی تقلید پر جمے رہنے کی وجہ سے ایسے شخص کے قول کو جس کے

لہ عبارت یہ ہے ومن العجب العجیب ان الفقہاء المقلدین یقف احدھم علی ضعف ماخذ امامہ بحیث لا یجد لضعفہ مدفعا وھو مع ذلک یقلدہ فیہ ویترک من شہد الکتاب والسنۃ والاقیسۃ الصحیحۃ لمذھبہم جمودا علی تقلید امامہ بل یتحیل لدفع ظاہر الکتاب والسنۃ ویتأولہما بالتاویل البعیدۃ الباطلۃ نضالا عن مقلدہ انتہی منہ

[illegible]

[illegible]

قرآن وحدیث وقیاس صحیح شاہد ہے نہیں قبول کرتے بلکہ ظاہر کتاب و سنت کے رد کرنے کے لیے حیلے ڈھونڈتے ہیں اور انمیں بعید اور غلط غلط تاویلیں کرتے ہیں تاکہ اپنے امام کیطرف سے جواب دیں انتہے امام شعرانی میزان کبرے میں تحریر فرماتے ہیں اگر تو پوچھے اُن احادیث کی بابت میں کیا کروں جو میرے امام کی وفات کے بعد صحیح ثابت ہوئیں اور امام نے اُن کو نہیں لیا تھا تو جواب یہ ہے کہ تجھکو لائق ہے کہ تو انپر عمل کرے کیونکہ اگر تیرا امام انکو پاتا تو انہیں کے ساتھ حکم دیتا اور جس نے ایسا کیا تو اس نے بھلائی کو دونوں ہاتھوں سے جمع کرلیا اور جس نے کہا کہ وہ حدیث جس کو میرے امام نے نہیں لیا میں اسپر نہیں عمل کرنے کا تو اُسکے ہاتھ سے خیر کثیر نکل گئی جیسا کہ بہت سے مقلدین کا حال ہے حالانکہ لائق انکو یہ تھا کہ وہ ہر حدیث پر عمل کرتے ۔ انتہے ۔ ملخصًا ۔ اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں ۔ برخلاف اسکے کہ بعض مقلدین کا حال ہے کہ انہوں نے مجھ سے کہدیا کہ اگر میں کوئی حدیث بخاری یا مسلم میں پاؤں اور اُس کو میرے امام نے نہ لیا ہو تو اُس پر میں عمل نہیں کرنے کا ۔ حالانکہ یہ اُسکی شریعت کے ساتھ نادانی ہے ۔ اور سب سے پہلے اس کا امام ہی اس سے بری (اور ناراض) ہے ۔ انتہے ۔ اُسکے متعلق امام شعرانی کا ایک قول انشاء اللہ العزیز آئندہ بھی آئے گا ۔ علامہ محمد حیات السندی ثم المدنی اپنے رسالہ میں تحریر فرماتے ہیں ۔ ابلیس نے بہت سے لوگوں کو دھوکے میں ڈالدیا اور اُن کو حدیث چھوڑ اکر رائے کا اختیار کرنا اچھا بنا کر دکھا یا لہذا اُنکو حدیث خیر البشر پر عمل کرنے سے محروم کردیا تو یہ لوگ جو کتب احادیث کو پڑھتے و پڑھاتے یا دیکھتے ہیں تو یہ اس لیے نہیں ہے کہ اس پر عمل کریں بلکہ اس لیے کہ جس امام کے مقلد

---

۵۱ عبارت یہ ہے فان قلت فما اصنع بالاحادیث التی صحت بعد موت امامی ولم یاخذ بها فالجواب الذی ینبغی لك ان تعمل بها فان امامك لو ظفر بها وصحت عنده لربما كان امرك بها ومن فعل مثل ذلك فقد حاز الخیر بكلتی یدیه ومن قال لا اعمل بحدیث الا ان اخذ به امامی فاته خیر كثیر كما علیه كثیر من المقلدین لائمة المذاهب كان الاولی لهم العمل بكل حدیث صح بعد امامهم انتهی ملخصا ۱۲ صـ ۲۳ ۵۲ عبارت یہ ہے خلاف ما علیه بعض المقلدین حتی انه قال لی لو وجدت حدیثا فی البخاری ومسلم لم یاخذ امامی لا اعمل به وذلك جهل منه بالشریعة واول من یتبرأ منه امامه انتهی ۱۲ صـ ۹ ۵۳ عبارت یہ ہے لبس ابلیس علی كثیر من البشر فحسن لهم الاخذ بالرأی لا بالاثر واوهمهم ان هذا هو الاولی والاخیر فجعلهم بسبب ذلك محرومین عن العمل بحدیث خیر البشر وهذه البلیة من البلایا الكبر فانا لله وانا الیه راجعون فتراهم یقرءون كتب الحدیث ویطالعونها ویدرسونها لا لیعملوا بها بل لیعلموا دلائل من قلدوه وتاویل ما خالف قوله ویبالغون فی المحامل البعیدة واذا عجزوا عن المحمل قالوا من قلدناه هو اعلم منا بالحدیث اولا یعلمون انهم یقیمون حجة الله علیهم بذلك ولا یستوی العالم والجاهل فی ترك العمل بالحجة واذا مر علیهم حدیث یوافق قول من قلدوه انبسطوا واذا مر علیهم حدیث یخالف قوله او یوافق مذهب غیره انقبضوا ولم یسمعوا قول الله تعالی فلا وربك لا یؤمنون حتی یحكموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حرجا مما قضیت ویسلموا تسلیما ۔ انتهی ۱۲ ۔

ہیں اُنکے دلائل دمخالفین پر پیش کرنے لیے معلوم کریں اور جو حدیثیں اپنے امام کے خلاف ہیں اُنکی تاویل کردیں چنانچہ لوگ ایسی احادیث کے (جو اُنکے امام کے خلاف ہیں) بعید بعید معنے بناتے ہیں اور جب یہ بھی نہیں کرسکتے (اس لیئے کہ کوئی بعید معنے بھی نہیں بن پڑتے) تو یہی کہدیتے ہیں کہ جن کے ہم مقلد ہیں وہ ہمسے زیادہ حدیث کے جاننے والے تھے اور وہ نہیں خیال کرتے کہ وہ ایسا کرکے اپنے اوپر اللہ کی حجت اور قائم کرتے ہیں کیونکہ ایک ناواقف آدمی دلیل پر عمل نہ کرے اور ایک جانکر نہ کرے یہ دونوں برابر نہیں ہوتے (اور انہوں نے جان بوجھ کر حدیث کا انکار کیا) اور ان لوگوں کا یہ حال ہے کہ اگر ایسی حدیث نکلے جو اُنکے امام کے موافق ہو تو خوش ہو جاتے ہیں اور جب ایسی حدیث نظر پڑے جو انکے امام کے قول کے مخالف ہے یا کسی دوسرے امام کے قول کے موافق ہے تو تنگدل ہو جاتے ہیں (اسی سے ثابت ہوتا ہے کہ انکو اصل حدیث سے غرض نہیں بلکہ اپنے امام کی موافقت سے غرض ہے) کیا انہوں نے اللہ کا یہ قول نہیں سنا فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا[۱] **فاضل لکھنوی** نافع کبیر میں جس کو انہوں نے امام محمد کی جامع صغیر کی شرح کی لیے بطور مقدمہ کے لکھا ہے تحریر فرماتے ہیں پہلے ہی زمانے سے اسوقت تک برابر لوگ اس بارے میں دو فریق رہے ہیں ایک گروہ وہ جنہوں نے حنفیت میں سخت تعصب برتا اور جو کچھ فتاوی فقہ حنفی کی کتابوں میں ہے اُسی کا سختی کے ساتھ التزام کرلیا گو حدیث صحیح یا اثر صریح اسکے معارض ہو مگر وہ فقہ کے مسئلے کو نہیں چھوڑتے) اور یہ خیال کرلیا کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو ہمارے امام اُس کو ضرور لیتے اور اُسکے خلاف حکم نہ دیتے حالانکہ یہ ان لوگوں کی نادانی ہے امام کے اس قول سے جو انہوں نے اپنے اقوال کو اوپر حدیث و آثار کو مقدم کرنے کو فرمایا انتہے[۲] **شاہ عبدالعزیز صاحب** اپنے ایک فتوے میں تحریر فرماتے ہیں فی الحقیقت اگر مقلدان مذاہب تفحص کنند دریابند کہ این بلا تقلید ایشان را بحدے کشیدہ کہ قول ہر یکے از احاد فقہا را بمقابلہ حدیث می آرند بلکہ ترجیح میدہند و این از ان قبیل ست کہ علماء را بہ پیغمبری رسانیدہ

---

[۱] یعنی سو تیرے رب کی قسم ہے کہ وہ مسلمان نہیں ہو سکتے جبتک کہ اپنی اختلافی باتوں میں تجکو پنچ نہ ٹھیرائیں (اور تمہاری طرف رجوع نہ کریں) پھر تمہارے فیصلے سے اپنے دلوں میں ذرا بھی تنگی نہ پائیں اور (تمہاری بات کو) خوب اچھے طور سے تسلیم کرلیں ۱۲

[۲] عبارت یہ ہے تفرق الناس من قديم الزمان الى هذا الاوان فى هذا الباب الى فرقتين فطائفة قد تعصبوا فى الحنفية تعصبا شديدا والتزموا بما فى الفتاوى التزاما شديدا وان وجدوا حديثا صحيحا او اثرا صريحا على خلافه وزعموا انه لو كان هذا المذهب صحيحا لاخذ به صاحب المذهب لم يحكم بخلافه وهذا جهل منهم بما روته الثقات عن ابى حنيفة من تقديم الاحاديث والآثار على اقواله انتهى ۱۲ [۳] دیکھو فتاوی عزیزی مطبوعہ مطبع مجتبائی دہلی ۱۲۔

شود بلکہ بخدا ئے۔ انتہے حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب فرماتے ہیں علم حدیث جامع تفسیر و فقہ و دقائق سلوک است از برکات این علم نور ایمان مے افزاید و توفیق عمل نیک و اعمال حسن پیدا میشود و عجب است که حدیث صحیح غیر منسوخ که محدثین بیان آن نمودہ اند و احوال رواۃ آن معلوم ست و بچند واسطہ میرسد بنبی معصوم که خطا برآں راہ نیست بعمل نمی آرند و روایت فقہ کہ ناقلان آن قضاۃ و مفتیان اند و احوال ضبط و عدل آنہا معلوم نیست و بزیادہ از دہ واسطہ میرسد بمجتہد کہ خطا و ثواب از شان اوست معمول گردیدہ است رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنْ نَسِينَا أَوْ أَخْطَأْنَا انتہے اسی قسم کی اور بھی بہت سی مستند علما کی شہادتیں ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ اس تقلید نے کسقدر عمل بالحدیث سے روکا اور کس کس طرح حدیث رسول کا انکار کرایا۔ ان مختلف زمانے کے لوگوں کے شہادت سے ثابت ہوا کہ ان تمام زمانوں میں مذہب تقلید نے اپنا یہ اثر دکھایا ہے اور یہ صرف انہیں شہادتوں سے نہیں بلکہ ہم نے جو پہلے اہلحدیث کو اذیتیں دیئے جانے کے چند قصے لکھے اُن سے بھی یہ بات ثابت ہے اسلیئے کہ وہ لوگ اگر دلیل و تحقیق کے پابند ہوتے اور تقلید کے شیدا نہ ہوتے اور اُن کو عمل بالحدیث سے کوئی خلاف نہ ہوتا تو اہل تحقیق کو اذیتیں کیوں دیتے ناظرین کو اس بیان سے خوب واضح ہو گیا کہ تقلید ہمیشہ لوگوں کا حدیث پر عمل سے انکار اور اہلحدیث سے عداوت یہ کچھ آج نئی بات نہیں ہے بلکہ پہلے ہی سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اور اہل حدیث کے انکے ساتھ یہ جھگڑے قصے جو ہمارے زمانے میں ہو رہے ہیں برابر ہوتے رہے ہیں

اس خیال کی تردید کہ پہلے غیر مقلد نہ تھے

پس ہمارے زمانے کے لوگوں کا یہ خیال کہ یہ سارے جھگڑے اب پیدا ہوئے ہیں پہلے کوئی جانتا بھی نہ تھا اور نہ ان غیر مقلدوں کے خیال کا کوئی شخص تھا کسقدر ناواقفی اور غلطی پر مبنی ہے بلکہ جیسا اہل تقلید کو ان تمام زمانوں میں عمل بالحدیث سے انکار و نفرت رہی ویسے ہی ہمیشہ اہل تحقیق انکے مقابلے میں موجود رہے اور انکار و ان سے بحث کرتے رہے افسوس مذہب تقلید نے اسلام میں یہ کسقدر بڑی خرابی پیدا کر دی جس نے عین منشاء اسلام کے ساتھ مزاحمت کی اور اصل تعلیم اسلام وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا کے ساتھ مخالفت پیدا کرا دی الحاصل مذہب تقلید پر جو نتائج مرتب ہوئے اُس کا نمونہ یہ تھا جو تم نے دیکھا اور واقعی جو کچھ ذکر کیا بطور نمونہ کے ذکر کیا ہے ورنہ نتائج اُنکے سوا اور بھی ہیں جن میں سے بعض بعض تفرق طور

ا دیکھو کلمات طیبات بضمن ملفوظات صفحہ ۷۵ مطبوعہ مطلع العلوم مراد آباد ۱۲ ۲ یعنے اے رب ہمارے تو ہماری بھول چوک پر ہم سے مواخذہ نہ کر ۱۲ ۳ یعنے جو رسول تمکو (حکم) دیں اُسکو مان لو اور جس (بات) سے منع کریں اس سے باز رہو ۱۲ ۴ ان لوگوں کے زمانے تمکو ہمارے آیندہ بیان میں معلوم ہوں گے ۵ البتہ پہلے کے بیشتر زمانوں میں اہلحدیث اس بیخوفی سے بحث و جھگڑے ذکر سکتے تھے جیسا کہ اب ہندوستان میں کر سکتے ہیں ۱۲۔

انشاء اللہ تعالےٰ آگے بھی ہماری تحریر میں تم پاؤ گے یہانتک ہم مذہب تقلید کے مبدا و ولادت سے اُسکے سن شباب تک کی سوانح عمری سے فارغ ہو گئے اور یہ صاف طور پر بتا چکے کہ وہ کب پیدا ہوا اور کیونکر پیدا ہوا اور کس وقت پوری ترقی حاصل کی اور اپنی ترقی کے بعد اُس نے کیا کیا کام کیے اور کیا اثر دکھلائے اب ہم کو صرف اُسکے سن انحطاط و وقت وفات کی بابت کچھ کہنا باقی رہا۔

مذہب کے بارے میں مختلف آراء ہونیں لوگوں کا مختلف آرائے ہونا

لیکن قبل اُسکے کہ ہم اُسکے متعلق کوئی مفصل بات کہیں اس بات کا سننا بھی دلچسپی سے خالی نہو گا کہ ان مختلف زمانوں میں مذہب تقلید کے عجیب عجب رنگ بدلے ہیں۔ اسلام کے اندر ایک وہ وقت تھا کہ اُس کو (تقلید کو) کوئی جانتا بھی نہ تھا۔ پھر ایک وہ وقت آیا جب اُسکے کچھ آثار نمودار ہوئے تو عموماً علماء وقت و ائمہ نے اُس سے منع کیا اور وہ اُسکی مذمت کرتے رہے پھر ایک وہ زمانہ آیا کہ عموماً لوگ اُسکی پابند اور اُسکی مقلد ہو گئے گو علما محققین اسوقت میں بھی اُس کو بُرا ہی کہتے رہے مگر عام رنگ اُسی کے موافق تھا۔ ان زمانوں میں تقلید کبھی واجب کبھی فرض کبھی علامت اہل سنت قرار دیجانے لگی۔ پھر ایک وقت آیا کہ جب علماء اہلحدیث نے علانیہ اُسکو رد کیا اور بحث مباحثے ہوئے اور اُسکی فریات کو ان دعووں کے ثابت کرنے کے لیئے کوئی کافی دلیل نہ مل سکی تو کبھی تو کوئی مجبور ہو کر یہ کہنے لگا کہ بیشک واجب نہیں ہے مگر مصلحۃً اور مجبوری کو التزام کرنا پڑا مگر اثبات کا اُسکے بھی کوئی ذریعہ نہ مل سکا۔ اور جو کچھ اس بارے میں کہا گیا اسکی وقعت کسی طرح اُس سے زائد نہیں ہو سکتی جو کسی بات کے چل نکلنے کے بعد اُسکے صحیح بنانے کی لیے باتیں بنائی جاتی ہیں بلکہ جو کچھ کہا گیا اُس پر ناقابل دفع اعتراض کیے گئے اور کبھی کسی نے اُس میں بہت سی قیدیں اور تخصیصیں بڑھائیں اور دعوی کے دائرے کو بہت کچھ تنگ کیا کہ کہیں یہی ثابت ہو جائے

مقلدین کا اثبات تقلید کے لیے حیلے بہانے کرنا

۵۱ چنانچہ صاحب الفتح المبین لکھتے ہیں حاصل کلام یہ ہے حنفیہ تقلید شخصی کو واجب نہیں جانتے ہیں انتہی صفحہ ۴۲ اسی صفحہ میں بجواب قول صاحب ظفر مبین دالتزام مذہب معین میں حکم اور خطاب شارع کا صادر نہیں ہوا لکھتے ہیں مذہب معین کا التزام بوجہ عوارض مجبوراً کرنا پڑا کیونکہ ایک ایک مسئلہ میں اختلافات کثیر تھے کسی کے نزدیک حرام کسی کے نزدیک حلال تھا اسلیئے بغیر تقلید ایک کے چارہ نہ تھا انتہی ۱۲ **۵۲** چنانچہ انتصار الحق صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں معلوم کرو کہ مجتہد مطلق مستقل ہو یا منتسب اسی طرح مجتہد فی بعض المسائل اور مجتہد فی المذہب ان سب پر حکم وجوب تقلید امام کا جمیع احکام اجتہادیہ میں نہیں کیا گیا اگر حکم وجوب تقلید جمیع احکام اجتہادیہ میں ہے تو مقلد صرف یہ ہے جسکو کسی قسم کی استطاعت اور فہم تخریج مسائل کے نہیں انتہی پھر لکھتے ہیں پھر وہ مقلد جسپر جمیع مسائل اجتہادیہ میں حکم وجوب تقلید ہے اس کی کئی قسمیں ہیں ایک تو وہ کہ ابتداءً اسلام لایا اور ابھی تقلید کسی مجتہد کی نہیں کی ہے دوسرا وہ کہ تقلید کسی امام کی کی لیکن التزام اور عزم تقلید امام معین کا جمیع مسائل میں نہیں کیا تیسرا وہ کہ اس نے التزام تقلید کسی مجتہد کا جمیع مسائل اجتہادیہ میں کر لیا قسم اول وثانی پر ہم کو ثابت کرنا وجوب تقلید امام معین کا اس محل میں مقصود نہیں انتہی پھر لکھتے ہیں باقی رہی قسم ثالث پر حکم وجوب تقلید امام معین کیا جاتا ہے اور اس قسم ثالث پر جو مقصود ہے حکم وجوب تقلید امام معین (باقی صفحہ آئندہ پر دیکھو)

اور فریق مقابل کی بات کو دعوے کے اکثر حصوں میں تسلیم کر لیا کہ شاید اسپر ہی راضی ہو کر چپ ہو جاویں لیکن اہل تحقیق نے اپنی فرض منصبی کو نہ چھوڑا اور بقیہ دعوے کی نقصانات کو بھی کھول کر سامنے رکھدیا آخر وہ جزو دعوے بھی ثابت نہ رہ سکا بالآخر کہا گیا نہ واجب ہے نہ فرض ہے نہ شرعاً نہ مصلحۃً ہاں جائز ہے حالانکہ جواز بھی ایک ایک امر شرعی ہے اُسکے لئے بھی دلیل درکار ہے اور کوئی دلیل نہیں ہے جو اس مذہب تقلید کے جواز پر پیش کی جا سکے ومن ادعی فعلیہ البیان۔

مقلدین کا اپنی خیر منانا اور مذہب اہلحدیث کو بھی تسلیم کرنا

غرض آخر کار اہلحدیث کی فریق مقابل بجائے اُسکے کہ وہ اہلحدیث کو کافر و فاسق و گمراہ و اہلسنت سے خارج ٹھہراتے تھے اُنکے قوی قوی دلائل اور ناقابل رد اعتراضات سنتے سنتے تنگ آکر اپنی ہی خیر منانے لگے اور اُنکی ہوشمند افراد کی تحریروں اور تقریروں نے اہلحدیث کو مذہب اور اہلحدیث کے مسائل سے انکار اور اُنپر آپڑنے کے بجائے اپنی مذہب اور اپنے مسائل کو صحیح ثابت کرنے کے لالے پڑگئے بلکہ اپنے مذہب کے سوا کی بھی صحت کا مجبوراً صاف صاف اقرار کرنے لگے نہیں بلکہ خود اپنے فریق کی غلطی و تعصب کے قائل ہو کر اُنکو ڈانٹنے لگے (گو زبانی ہی سہی) کہ تھوڑی دیر کو وہ چپ ہو جائیں ورنہ یہاں تو بالکل ہی گرگری ہوئی جاتی ہے اور مسائل کی نسبت بھی یہ ہونے لگا بھائی ہمارے مسائل بھی صحیح ہیں تمہارے مسائل بھی صحیح ہیں ہمارے

(بقیہ صفحہ ۹۳) علی الاطلاق نہیں ہے مقید ہے ساتھ عدم وقوع ضرورت ملجیۃ معتبرہ شرع کے اور ساتھ عدم ظہور ضعف ماخذ حکم کے ظہور معتبر عند الشرع انتہی ملخصاً اور صفحہ ۹۴ میں لکھتے ہیں ملتزم مذہب معین پر بھی ہم نے مطلقاً عدم جواز ترک تقلید کا حکم نہیں کیا۔ درصورت جمع مذہبین کے اور وقوع ضرورت معتبرہ شرعیہ کے ترک تقلید واسطے عامی کے جائز ہے انتہی اور صفحہ ۹۱ میں لکھتے ہیں خلاصہ تمام کلام ہماری کا یہ ہے کہ مقلد صرف ملتزم مذہب پر مسائل تقلیدیہ میں تقلید امام اپنے کی علی التعیین واجب ہے جبتک کوئی ضرورت قویہ معتبرہ ترک تقلید پر باعث نہ ہو اور جبتک احتیاط مذہب غیر میں نہ ہو اور جبتک قوت اجتہادی حاصل نہ ہو اور درصورت وقوع ضرورت معتبرہ کے اور احتیاط کے بیچ مذہب غیر کے بشرط عدم لزوم ارتکاب مکروہ مذہب مقلد کے اور وقت پہنچ جانے مقلد کے مرتبہ اجتہاد کو اگرچہ فی الجملہ ہو بنظر کشفی یا استدلالی چھوڑ دینا تقلید امام معین اپنے کا بغرض محمود ممنوع نہیں انتہی۔ اور صاحب الفتح المبین لکھتے ہیں حاصل کلام یہ ہے کہ جو شخص واقف سنت ہو اُسکو حنفی یا شافعی بننا کچھ ضرور نہیں اور واقف ہونے کی کئی صورتیں ہیں صفحہ ۳۵ اور صفحہ ۳۴ میں لکھتے ہیں اور اسی قسم کے (اختلافی) مسائل میں تقلید ضروری ہے جو مسائل صریح قرآن و حدیث سے ماخوذ ہوتے ہیں اُن میں تقلید محض بے اصل در لغو ہے انتہی اور کچھ اقوال انکے اسکے متعلق ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں۔ ۱؎ چنانچہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی پیشوائے حنفیہ دیوبندی المذہب رسالہ سبیل الرشاد میں لکھتے ہیں الحاصل تقلید مطلق جو شخصی اور غیر شخصی دونوں کو شامل ہے کتاب و سنت سے ثابت ہے انتہی صفحہ ۲۴ اور لکھتے ہیں پس خلاصہ جواب یہ ہوا کہ تقلید ہر دو نوع کتاب و سنت و فعل صحابہ و تابعین و تبع تابعین سے ثابت ہے اور بدل ہونے نفسانی کے خاص لوجہ اللہ تعالے خواص کو عمل ہر دو شخصی و غیر شخصی (اپر درست ہے اور عوام اہل اعجاب پر غیر شخصی موجب انکے اضلال کا ہے بسبب انکی فساد طینت کے نہ فی حد ذاتہ کہ وہ مامور ہے لہذا شخصی کا ارتکاب اولی ہے اور مصالح عدیدہ پر مشتمل ہے انتہی صفحہ ۳۴ اس سے معلوم ہوا کہ شارع کی طرف سے تقلید شخصی کی کوئی تخصیص و تعیین نہیں ہے۔ اور خواص کو تو عام اجازت ہے۔ کہ وہ تقلید شخصی کے پابند نہ رہیں لیکن عوام کیلئے شخصی کی قید ہے۔ تو صرف بالائی باتوں کیوجہ سے ہے۔ نہ اصل حکم شارع میں بہرحال تقلید شخصی اولی ہے نہ ضروری اور لکھتے ہیں (بقیہ صفحہ آئندہ)

مسائل بھی غلط نہیں ہیں (کچھ نہ کچھ اصل رکھتے ہیں) جیسا کہ تمہاری مدلل ہیں اور کسی کو دوسرے پر گنجائش طعن کی نہیں

باوجود تسلیم مذہب اہلحدیث کے ان سے عداوت رکھنا

مگر اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ عملاً بھی ایسا ہی برتا گیا - ہرگز نہیں - بلکہ اکثر باتیں حد قول ہی میں محدود ہیں اور وہ بھی اس ضرورت سے کہ مباحثے و مناظرے میں کوئی پیش نہیں جاتی تھی - اور عملاً ان کا کوئی اثر نہیں ہوا - عملاً تقلید کے التزام کی اور فریق مقابل کے ساتھ خلاف و عناد کی وہی حالت رہی لیکن ان ساری بحث و مباحثوں کا یہ اثر ضرور ہوا کہ اُنکی جماعت کے افراد گھٹنے لگے اور اُنکی جمعیت میں انحطاط شروع ہو گیا گو ایک طائفہ تو ہمیشہ ہی سے اہلحدیث کا

(بقیہ صفحہ ۹۴) پس جملہ محدثین (اہلحدیث) اور فقہاء (مقلدین) عامل کتاب اللہ و سنت رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی ہیں اور وہ سب فرقہ ناجیہ و سنت جماعت سے ہیں کہ حدیث صحیح میں وارد ہو گیا ہے بیان فرقہ ناجیہ میں ما انا علیہ و اصحابی پس صحابہ کا طریق اور انکا اتباع ہی راہ نجات ہے اور وہی فرقہ ناجیہ ہیں لہذا جملہ مجتہدین (مثل ائمہ اربعہ) اور اُنکے اتباع (مقلدین) اور جملہ محدثین (اہلحدیث) فرقہ ناجیہ اہل السنۃ والجماعت ہو گئے - البتہ جو جہال کہ محدثین مقبولین کو اپنی تقلید کے جوش تعصب میں طعن و تشنیع کرتے ہیں یا جو عامل بحدیث بزعم خود ہو کر فقہاء و مجتہدین رحمہم اللہ پر سب و شتم کرتے ہیں اور فقہ کے مسائل مستنبطہ عن النصوص کو بنظر حقارت دیکھکر خست و زبون جانتے ہیں وہ لوگ خارج از فرقہ ناجیہ اہل سنت و متبع ہوائے نفسانی اور داخل گروہ اہل اہواء ہیں فقط اور لاریب جو مسئلہ خلاف سب نصوص کے ہو وہ باطل اور ترک اسکا واجب ہے انتہے صفحہ ۳۲ و ۳۳ پس معلوم ہوا کہ تسلیم ہے کہ اہلحدیث ہی فرقہ ناجیہ و اہل السنۃ والجماعۃ ہیں اور بہت سے متعصب مقلد جو اہل حدیث پر طعن و تشنیع بیجا کرتے ہیں وہ لوگ گمراہ اور خارج از اہل سنت ہیں اور اہلحدیث میں سے صرف وہی لوگ جو فقہاء و مجتہدین رحمہم اللہ پر سب و شتم کرتے اور مسائل فقہ کو جو مستنبط عن النصوص ہیں برا جانتے ہیں - غلطی پر ہیں نہ سب - حالانکہ یہ باتیں جو اہل حدیث کی طرف نسبت کرتے ہیں ان کی حقیقت ہم پہلے بتا چکے ۱۲ -

مولوی رشید احمد صاحب کا اہلحدیث کے مسائل متنازعہ کو صحیح تسلیم کرنا

۵۲ چنانچہ سبیل الرشاد میں انہیں مسائل کی بابت جن میں اہل حدیث کا زیادہ تر خلاف مشہور ہے جو لکھتے ہیں اُس سے ظاہر ہے (قراءۃ فاتحہ خلف الامام) ہرگز تارک قراۃ خلف الامام کی صلوۃ فاسد و ناقص نہ ہوگی جیسا کہ قاری کی نماز میں نقصان نہیں کہ مسئلہ مجتہد فیہا ہے اور ہر ایک کے دلائل صحابہ و تقریر فخر عالم علیہ السلام پر عامل ہے کسی کو دوسرے پر گنجائش طعن کی نہیں انتہے صفحہ ۲۷ اور دونوں کا عمل عند اللہ کامل ہے کچھ فساد کسی میں نہیں اور نہ کراہتہ انتہے صفحہ ۲۶ (رفع الیدین) دونوں طرف احادیث صحاح ہیں اور ہر دو جانب معمول صحابہ علیہم الرحمۃ ہیں بس اب کیا محل طعن و کلام کا کسی کو ہے صفحہ ۲۹ (آمین بالجہر) دونوں قول صحیح ہیں کہ دونوں تقریر فخر عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اور عمل صحابہ سے ثابت ہیں انتہے صفحہ ۲۹ (وضع الایدی علے الصدر) علے ہذا سینے پر ہاتھ باندھنا یا زیر ناف دونوں میں یکساں احادیث ہیں انتہی صفحہ ۲۹ - لیکن یہ ساری باتیں زبانی ہیں اور اس مجبوری کو کہ بغیر اس طریقہ کلام کے برتنے کے اپنے مذہب و اپنے مسایل کے صحیح ثابت کرنے کی کوئی صورت نہیں نکل سکتی ورنہ تعصب و عناد کی جو حالت خود ان کی اور اُن کے معتقدین کی ہے اُن کے طرز برتاؤ سے ظاہر ہے اور کچھ اسکے متعلق ہم پہلے ہی لکھ چکے ہیں اسی طرح اگر کوئی شخص بپابندی انہیں قیدوں و تخصیصوں کے جن کی صورت میں یہ لوگ تقلید شخصی کو واجب نہیں لکھتے جن کا ذکر ابھی ہو چکا ہے - ترک تقلید شخصی کرکے عمل بالحدیث کرتے اور اہل حدیث ویسا کرتے ہی ہیں تب بھی اس سے جلے جاتے ہیں - پس اگر یہ صرف زبانی باتیں نہیں تو پھر اُس سے کیوں جلتے ہیں ۱۲ -

سے دیکھو حاشیہ صفحہ ۱۰

قائم رہا ہے جسکا قائم رہنا ضروری تھا جیسا کہ ہم آگے ظاہر کرینگے۔

مذہب تقلید کا وقت انحطاط اور وفات | مگر اب ایک مدت سے تقلیدی گروہ کی اصل جمعیت میں انحطاط ہو کر اہل حدیث کی جمیعت کو بہت ترقی ہو گئی۔ اور ماشاء اللہ روز افزوں ہوتی چلی جاتی ہے اور ایسا ہونا بھی چاہیئے تھا اسلیے کہ وہ وقت جس میں ان تمام نئے نکلے ہوئے مذہبوں کا فنا و زوال ایک لازمی امر ہے یعنی وقت ظہور مہدی موعود و نزول مسیح علیہما السلام غالباً بہت قریب آگیا۔ اور یہاں نفس الامر کے خلاف اُنکے خیالات[1] پکنے لگے تھے کہ وہ مقلد اور حنفی المذہب ہونگے اگر کوئی ان لغو خیالات کا رد کرنیوالا نہ ہوتا تو یہ مسئلہ بھی اُنکے قطعی علامات میں داخل ہو جاتا۔ اور جب وہ اُنکے قطعی عقیدے کے خلاف ظہور فرماتے جیسا کہ ہونیوالا ہے اسلیے کہ وہ خود مجتہد[2] و عامل بالحدیث ہونگے نہ مقلد تو بجز اسکے کہ اُنکی تکذیب کیجاتی اور کیا ہوتا

---

[1] چنانچہ اوپر ہم لکھ چکے ہیں اور اگلی عبارت رد المحتار کی بھی اس کی شاہد ہے ۱۲ [2] چنانچہ رد المحتار حاشیہ در مختار میں لکھتے ہیں فما یقال ان الامام المھدی یقلد ابا حنیفۃ ردہ منلا علی القاری فی رسالتہ المشرب الوردی فی مذہب المھدی وقرر فیھا انہ مجتہد مطلق ورد فیہ ما اوضعہ بعض الکذابین من قصۃ طویلۃ انتہی ۱۲ صفحہ ۴۲ اسی صفحہ میں اس سے پہلے حضرت عیسیٰ کی بابت تحریر فرماتے ہیں۔ قال الحافظ السیوطی فی رسالۃ سماھا الاعلام ما حاصلہ ان ما یقال انہ یحکم بمذھب من المذاھب الاربعۃ باطل لا اصل لہ وکیف یظن بنبی انہ یقلد مجتہدا مع ان المجتہد من احاد ھذہ الامۃ لا یجوز لہ التقلید وانما یحکم بالاجتھاد او بما کان یعلمہ قبل من شریعتنا بالوحی او بما تعلمہ منھا وھو فی السماء او انہ ینظر فی القرآن فیفھم منہ کما کان یفھم نبینا علیہ الصلوٰۃ والسلام وذکر ملا علی القاری ان الحافظ ابن حجر العسقلانی سئل ھل ینزل عیسیٰ علیہ السلام حافظاً للقرآن والسنۃ او یتلقاھما عن علماء ذلک الزمان فاجاب انہ لم ینقل فی ذلک شیء صحیح والذی یلیق بمقامہ علیہ السلام انہ یتلقی ذلک عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فیحکم فی امتہ کما تلقاہ منہ لانہ فی الحقیقۃ خلیفۃ عنہ انتہی

اور خود پیغمبر صاحب نے بھی فرمایا ہے کہ عامل بالحدیث ہونگے چنانچہ امام مہدی کی بابت ایک حدیث میں فرمایا ویعمل فی الناس بسنۃ نبیھم اس حدیث کو امام احمد اور ابو داؤد اور حاکم نے روایت کیا۔ علامہ شوکانی التوضیح فی تواتر ما جاء فی المھدی المنتظر والدجال والمسیح میں اس حدیث کی بابت فرماتے ہیں واخرجہ ایضاً الطبرانی فی الاوسط ورجالہ رجال الصحیح یعنی یہ حدیث اس درجہ کی صحیح ہے کہ اسکے راوی وہی ہیں جو صحیح بخاری کی احادیث کے راوی ہیں اور ایک دوسری حدیث میں فرمایا یقوم بسنتی یعنی میری سنت (حدیث) کے ساتھ (مسئلہ) کہا کریگے اخرجہ الطبرانی فی الاوسط و حضرت عیسیٰ کی بابت فرمایا فامکم منکم لردی حدیث ابن ابی ذئب اسکے معنی بتاتے ہیں امکم بکتاب ربکم عز وجل وسنۃ نبیکم صلی اللہ علیہ وسلم یعنے وہ قرآن وحدیث کے ساتھ تم پر حکومت کرینگے اخرجہ مسلم بہر حال اس میں کوئی شک نہیں کہ مسیح موعود و مہدی منتظر ان مذاہب میں سے کسی کے مقلد نہ ہونگے بلکہ وہ خود مجتہد اور عامل بالقرآن والحدیث ہونگے نہ کسی اور کے اجتہاد و رائے کے پابند۔ اور یہ ظاہر ہے کہ اُن کے زمانے میں جو اُن کا طرز عمل و طریقہ ہوگا اُن کے خلاف کوئی اپنا علیحدہ مذہب و طریقہ قایم نہیں کر سکتا بلکہ ان مذاہب کی خاص خاص تقلید اور اُن کی تخصیص اور اُن کی تقلید اُن کے وقت میں قایم نہیں رہ سکتی۔ اور علامہ شعرانی اہل کشف کا مکاشفہ اور نیز اپنی تحقیق بھی لکھتے ہیں کہ امام مہدی کے وقت میں ان تمام مذاہب کی تقلید و تقلید جاتی رہے گی چنانچہ عبارت یہ ہے الی ان یخرج المھدی علیہ السلام فیبطل فی عصرہ التقلید بالعمل بقول من قبلہ کما صرح بہ اھل الکشف ویلھم الحکم بشریعۃ محمد صلی اللہ علیہ وسلم بحکم المطابقۃ بحیث

اسوجہ سے اللہ جل شانہ نے اسکا انتظام یہ فرمایا کہ پہلے ہی سے مذہب تقلید کا انحطاط شروع کر دیا۔ اور لوگوں کے دلوں میں تحقیق و اتباع حدیث و پیروی دلیل کا الہام کیا تاکہ تقلید کے ضروری وفات کے وقت عموماً لوگوں کو کسی قسم کا اعجاب نہ ہو دیابی اللہ الا ان یتم نورہ الحمد للہ کہ ہم اجمالی طور پر مذہب تقلید کی پوری سوانح عمری سے فارغ ہو گئے جس کو کافی طور پرا ور بوضاحب ثابت ہو گیا کہ اسلام میں مذہب تقلید ایک مستحدث اور ناجائز مذہب ہے جس کا شارح نے حکم نہیں دیا بلکہ لوگوں نے از خود اس کو پیدا کر لیا۔ لیکن ہمارے اس تمام بیان سے یہ نہ خیال کر لینا چاہیے کہ اس سے ہماری یہ غرض ہے کہ کوئی جاہل کسی عالم کا اتباع نہ کرے یا کوئی عامی کسی مجتہد کا اعتبار نہ کرے۔ ہرگز نہیں اس لیے کہ بے علم کو سوا اسکے کوئی چارہ نہیں کہ وہ علم والے کی طرف رجوع کرے یا یہ کہ ہم ان ائمہ مذاہب کو اہل حق یا مجتہد نہیں جانتے نہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ یہ چاروں امام باوجود باہم تفاوت منازل کے امت کے افراد کاملین اور مجلس اجتہاد کے اعلے ارکین میں سے ہیں یا یہ ہم کو نفس ان مذاہب سے کوئی خلاف وعناد ہے اور ہم انکو بالکل غلط و ناجائز اصول پر مبنی سمجھتے ہیں ہرگز نہیں بلکہ یہ مذاہب وہی منزلت رکھتے ہیں جو ایک مجتہد کا مذہب منزلت رکھتا ہے بلکہ بیشتر اوقات ہم ایک مجتہد کے مذہب کی حیثیت سے ان مذاہب کو اور مذاہب پر ترجیح دیتے ہیں ہم کو ان مذاہب سے باستثنار خاص خاص مسائل کے کوئی خلاف نہیں۔ تو اب وہ کونسی باتیں ہیں جن کی بنا پر اہلحدیث کو مقلدین سے خلاف ہے

وہ باتیں جن کی بنا پر اہل حدیث کو مقلدین سے خلاف ہے

وہ صرف تین باتیں ہیں اول بات یہ ہے کہ اہلحدیث کہتے ہیں جب امام کا فرمودہ مسئلہ قرآن یا حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے تو اس مسئلہ کو بے تکلف چھوڑ دینا چاہیے توضیح اسکی یہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ جائز طور پر کسی عالم کے قول کی پیروی کرنے کی کوئی وجہ ہے تو صرف یہی ہے کہ وہ عالم اللہ رسول کا حکم ہم کو پہنچاتے ہیں ورنہ حقیقت میں اللہ و رسول کے سوا کسی کا حکم واجب الاتباع اور لائق عمل نہیں بلکہ رسول کی تابعداری بھی باذن اللہ ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ اور اصل میں بجز اللہ جل شانہ کے کوئی نہیں ہے جسکا حکم وجب العمل ہو ان الحکم الا للہ مگر خود اللہ ہی نے رسول کی اطاعت انکے تمام فرمانوں میں ہم پر فرض کر دی

---

۱ یعنے اللہ اپنے دینے طریقہ کی روشنی بے پوری کئے نہیں رہنے کا۔ سورہ توبہ رکوع ۵ ۲ یعنے ہمنے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسواسطے کہ اللہ کے اذن سے اسکی تابعداری کیجائے۔ سورہ نساء رکوع ۹ ۳ یعنے حکم سوا اللہ کے کسیکا نہیں۔ سورہ یوسف رکوع ۵ ۱۲

یاایہا[۱] الذین امنوا اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول ولاتبطلوا اعمالکم اور فرمایا ومن[۲] یطع الرسول فقد اطاع اللہ لہذا انکے تمام فرمان ہمارے لیے واجب العمل ہوگئے اور کیوں نہوں، وہ تبلیغ احکام الٰہی میں غلطی وخطاء سے معصوم تھے انکا حکم اللہ تعالےٰ کے حکم سے غیر نہ ہوتا تھا وہ وہی حکم دیتے تھے جو اللہ تعالیٰ کیطرف سے انکو ملتا تھا وما[۳] ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی پس اس وجہ سے رسول کی بھی اطاعت فرض ہوئی غرض اللہ ورسول کے سوا کوئی نہیں کہ اُسکا قول واجب العمل ہو پس اگر ہم کسی مولوی یا عالم یا امام یا مجتہد کے قول کی پیروی کریں تو فقط اس وجہ سے کرسکتے ہیں کہ وہ اللہ ورسول کا حکم ہم کو بتاتے ہیں۔ نہ یہ کہ بالذات اُنکا اتباع مقصود ہے تو جس امام کے قول پر ہم چل رہے ہیں جسوقت ہم کو کسی ذریعہ سے ثابت ہو جائے کہ فلاں مسئلہ میں ان سے بحسب اتفاق غلطی ہوگئی اور اصلی حکم اللہ ورسول کا یہ ہے تو ہم کو لازم ہے کہ ہم نہایت خوشی کے ساتھ اس امام کے قول کو چھوڑ کر اللہ تعالےٰ کا شکر کریں کہ اس نے ہم کو اپنے اصلی حکم کی ہدایت کردی) اللہ ورسول کے اس حکم کو اختیار کرلیں نہ یہ کہ اس میں کسی قسم کا پس وپیش کریں۔ اور اسکے دفع کرنے کے لیئے کچھ نہ کچھ حیلے پیدا کریں۔

قیاسی مسائل اپنے ثبوت میں ظنی ہیں | شاہ[۴] ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ میں فرماتے ہیں کوئی فقیہ۔

۱؎ یعنے اے ایمان والو تابعداری کرو اللہ کی اور تابعداری کرو رسول کی اور (اُسکا خلاف کرکے) اپنے عمل باطل نہ کرو سورہ محمد رکوع ۴ ۱۲۔

۲؎ یعنے جس نے رسول کی حکم برداری کی تو اُسنے اللہ ہی کی حکم برداری کی۔ سورہ نساء رکوع ۱۱ ۱۲ ۳؎ یعنے اور وہ (محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم) نہیں بولتے (اپنی خواہش سے دبلکہ) وہ وحی ہوتی ہے جو بھیجی جاتی ہے۔ سورہ النجم۔ رکوع ۱-۱۲۔

۴؎ عبارت یہ ہے لم نؤمن بفقیہ ایا کان انہ اوحی اللہ الیہ الفقہ وفرض علینا طاعتہ وانہ معصوم فان اقتدینا بواحد منہم فذلک لعلمنا بانہ عالم بکتاب اللہ وسنۃ رسولہ فلا یخلو قولہ اما ان یکون من صریح الکتاب والسنۃ او مستنبطا عنہما بنحو من الاستنباط او عرف بالقرائن ان الحکم فی صورۃ ما منوطۃ بعلۃ کذا واطمئن قلبہ بتلک المعرفۃ فقاس غیر المنصوص علے المنصوص فکانہ یقول ظننت ان رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم قال کلما وجدت ھذہ العلۃ فالحکم ثمہ ھکذا والمقیس مندرج فی ھذا العموم فھذا ایضا معزے الی النبی صلعم ولکن فی طریقہ ظنون ولولا ذلک لما قلد مؤمن مجتہدا فان بلغنا حدیث من الرسول المعصوم الذی فرض اللہ علینا طاعتہ بسند صالح یدل علے خلاف مذہبہ وترکنا حدیثہ واتبعنا ذلک التخمین فمن اظلم منا وما عذرنا یوم یقوم الناس لرب العلمین انتہی ص۱۶۱۔

یہ وہ تقریر ہے جو شاہ صاحب نے ابن حزم کے اُس قول کے مقابلے میں جس سے مطلقًا تقلید کی حرمت کا حکم نکلتا ہے ذکر کی ہے یہاں پر شاہ صاحب نے ایک عامی کیلئے کسی عالم کی تقلید صحیح وجائز ثابت کرنے کیواسطے عمدہ سے عمدہ جو شکل نکل سکتی تھی وہ بیان کی لیکن وہ بغیر ان باتوں کے تسلیم کیئے پوری نہ ہو سکی کہ اللہ نے کسی امام پر فقہ نازل فرماکر اُس کی اطاعت ہم پر فرض نہیں کی۔ کوئی امام خطاء سے معصوم نہیں۔ قیاسی مسائل کسی امام کے ہوں اپنے اصل ثبوت ہی میں ظنی اور غیر یقینی ہیں کسی عالم کی اقتداء (بقیہ بصفحہ آئندہ)

(امام ہو یا مجتہد) ہو ہم کسی پر ایمان نہیں لائے کہ اللہ نے اُسپر فقہ وحی کے (طور پر بھیجدی) ہے اور ہم اسکی اطاعت فرض کردی۔ اور وہ (خطا سے) معصوم ہے پس اگر ہم انمیں سے کسی کی پیروی کریں تو یہ اس وجہ سے ہے کہ وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کا عالم ہے تو (اب دو تین حال سے) خالی نہیں یا اُسکا قول صریح قرآن وحدیث سے ثابت ہوگا یا کسی طریقۂ استنباط کے ساتھ اُن ہی دونوں میں سے (کسی سے) مستنبط ہوگا۔ یا اس نے قرائن سے معلوم کیا کہ قرآن یا حدیث کا فلان حکم فلان صورت میں فلان علت کی وجہ سے ہے اور اُسکے دل میں یہی بات ٹھن گئی تو اُس نے ایک غیر منصوص صورت کو (جسکا حکم شارع سے اُس کو صریحاً نہیں معلوم ہوا اُسی علت کے پائے جانے کیوجہ سے) اس منصوص صورت پر قیاس کرلیا تو گویا وہ کہتا ہے کہ میرا گمان یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یوں فرمادیا کہ جہاں کہیں یہ علت پائی جائیگی وہاں یہی حکم ہوگا۔ اور قیاسی مسئلہ اسی عموم میں داخل ہے تو یہ مسئلہ بھی رسول ہی کیطرف منسوب ہوگا البتہ اسکے طریقۂ (ثبوت) میں گمان (ضرور) ہے نہ یقین جیساکہ صریح مسئلہ میں یقین ہوتا ہے غرض یہی بات ہے جسکی وجہ سے جائز ہوا کہ جاہل عالم کے قول پر عمل کرلے) اور اگر یہ بات نہو تو کبھی کوئی مومن کسی مجتہد کی تقلید نہ کرے (اور جب یہ بات ہے) تو اگر ہم کو اُسی فقیہ کے مذہب کے خلاف کسی معتبر سند سے رسول کی حدیث پہنچے جو (خطا سے) معصوم تھے (اور جن کی اطاعت اللہ نے ہمپر فرض کردی اور ہم نبی کی حدیث کو چھوڑدیں اور (فقیہ کی اس تخمین (وگمان) کے تابع رہیں تو ہم سے بڑھ کر ظالم کون ہے اور اسدن جبکہ لوگ اللہ تعالے کے سامنے کھڑے ہونگے ہمارا کیا عذر ہوگا انتہے غرض کہ امام کا مسئلہ حدیث رسول اللہ صلعم کے خلاف معلوم ہونے کی صورت میں امام کے قول کو چھوڑکر حدیث رسول کو نہ لینا جان بوجھ کر مقصود اصلی کو چھوڑنا اور خود بخود خسران میں گرنا ہے۔

مقلدین کا خود اپنے امام کا مخالف ہونا دوسرے وہ ائمہ جن کی تقلید کی جاتی ہے خود ہی صاف صاف

(بقیہ صفحہ ۹۸) اسی بات کو مدنظر رکھکر جائز ہوسکتی ہے کہ اُس کو قرآن وحدیث کا مبلغ سمجھنا چاہئے اگر یہ بات پیش نظر نہ ہو تو کسی مومن کو کسی عالم کی تقلید جائز نہیں۔ مجتہد کے بنائے ہوئے مسئلے کے خلاف پر دلالت کرنے والی جب کبھی حدیث رسول کسی معتبر سند سے ملجائے تو فوراً مجتہد کے قول کو چھوڑکر اُس حدیث پر عمل کرے ورنہ سخت گنہگار ہوگا اگرچہ یہ باتیں تو ایسی ظاہر ہیں جن سے کوئی بھی انکار نہیں کر سکتا اور مقلدین کو بھی بغیر ان کے اقرار کئے ہوئے چارہ نہیں مگر افسوس ہے کہ وہ عملی حیثیت سے ان باتوں کی پرواہ نہیں کرتے بلکہ جہانتک مشاہدہ کیا جاتا ہے عموماً انکا طرز عمل اپنے مذہب کے مسائل پر جمود اور اپنے امام کی تقلید میں تعصب کی وجہ سے ان باتوں سے سخت غیر ہے ۱۲۔

ہدایت فرما گئے ہیں کہ جب حدیث رسول ملجادے تو ہمارے قول کو چھوڑ دینا[۱]۔ افسوس ہے کہ انکی باتوں پر تو عمل کیا جاتا ہے مگر یہی بات اُنکی قابل عمل نہیں سمجھی جاتی اور اس عمدہ ہدایت میں اُنکا خلاف ہی کیا جاتا ہے پس قول امام کو اختیار کرکے حدیث رسول کا چھوڑنے والا نہ صرف اللہ و رسول کا مخالف ہے بلکہ وہ اپنے امام کا بھی مخالف ہے اور خود اُسکے امام بھی اس سے بری ہیں جیسا کہ ابھی تھوڑی دیر ہوئی کہ علامہ شعرانی کے قول میں گزر چکا اور علامہ موصوف مشارق الانوار القدسیہ میں تحریر فرماتے ہیں میں نے اپنے پیشوا علی نبتی رضہ کو سنا کہ وہ ایک فقیہ سے فرماتے تھے اے بیٹا اس سے بچنا کہ ایسی رائے پر جس کو تم احادیث صحیحہ کے مخالف دیکھو (کبھی) عمل کرنے لگو اور یہ کہنے لگو کہ (میں اس رائے پر عمل اسلیے کرتا ہوں کہ) یہ میرے امام کا مذہب ہے کیونکہ امام سارے کے سارے اپنے اقوال سے جبکہ وہ صریح حدیث کے خلاف ہوں بری ہو چکے ہیں۔ اور جب بالضرور تم انہیں میں سے کسی کے مقلد ہو تو اسکی کیا وجہ ہے کہ تم اُنکے اس قول میں (کہ جب ہمارا قول حدیث کے خلاف پاؤ۔ تو حدیث پر عمل کرنا) انکی تقلید نہیں کرتے اور دلیل پر (کہ وہ حدیث رسول اور ایک یقینی چیز ہے) عمل نہیں کر لیتے جیسا کہ امام کے قول پر (صرف) اس احتمال پر کہ (شاید) اُنکے پاس کوئی دلیل ہو جس کی ہم کو اطلاع نہ ہوئی ہو۔ عمل کرتے ہوا تھے[۲]۔

غرض کہ اور سب باتوں سے قطع نظر کرکے اگر صرف امام ہی کی تقلید پر اصرار ہے تو امام بھی تو فرما گئے ہیں کہ جب ہمارا قول حدیث کے خلاف ہو تو حدیث ہی پر عمل کرنا۔ تاہم حدیث ہی پر عمل ہونا چاہیے۔ بہرحال اس میں کوئی شبہ نہیں کہ امام کا قول حدیث رسول کے خلاف ہونے کی صورت میں مدار عمل حدیث رسول پر ہونا چاہیئے

ائمہ نے حدیث پر عمل کرنیکو کیوں کہا حالانکہ وہ انہیں کے کہنے پر موقوف نہیں

اور یہ بات اسلام کے اندر ایسی ظاہر ہے کہ اسکے لیے کسی سند و دلیل کی اسکی بابت کسی امام یا مجتہد کے کہنے کی ضرورت نہیں۔ میرا خیال ہے کہ اللہ جل شانہ

---

[۱] ہم چاہتے تھے کہ ائمہ اربعہ کے وہ اقوال جن میں انہوں نے سخت سخت تاکیدیں اسبات کی فرمائی ہیں کہ ہمارے قول کو حدیث رسول کے سامنے چھوڑ کر حدیث رسول پر عمل کرنا اور اپنے ایسے قولوں سے بہت کچھ بیزاری ظاہر کی ہے نقل کرتے مگر چونکہ یہ بات ایک بہت ظاہر اور کھلی ہوئی تھی اسوجہ سے اس میں طول دینا پسند نہ کیا اگر کسیکو دیکھنا ہے تو القول المفید مؤلفہ علامہ شوکانی اور اعلام الموقعین مؤلفہ علامہ ابن القیم۔ اور مؤلفات شاہ ولی اللہ صاحب۔ اور میزان شعرانی وغیرہ دیکھے۔ باقی متفرق اسکا بیان ہمارے رسالے میں بھی تھوڑا سا موجود ہے ۱۲۔

[۲] عبارت یہ ہے وسمعت سیدی علی النبتی یقول لفقیہ ایاک یا ولدی وان تعمل برأی رایتہ مخالفا لما صح فی الاحادیث وتقول ھذا مذھب امامی فان الائمۃ کلھم تبرؤا من اقوالھم اذا خالفت صریح السنۃ وانت مقلد لاحدھم بلا شک فما لک لا تقلدھم فی ھذا القول وتعمل بالدلیل کما تعمل بقول امامک لاحتمال ان یکون لہ دلیل لم تطلع انت علیہ انتھی ۱۲

کاان ائمہ کے منہ سے اس بات کا نکلوانا ان مابعد کے زمانے میں آنے والے انکے مقلدوں پر حجت قائم کرنے کے لیے تھا ورنہ ظاہر ہے کہ یہ کوئی ایسی بات نہ تھی جسکی اُنکو کہنے کی ضرورت ہوتی یا انکے کہنے پر موقوف رہتی بلکہ اس بات کا سرے سے منہ پر لانا ہی گراں ونازیبا معلوم ہوتا ہے اس لیے کہ اس کہنے سے ایک امام میں دوسرے کے قول کی حدیث رسول کیساتھ ایک ہمسری اور مساوات کی سی صورت پیدا ہوتی ہے کہ پھر حدیث رسول کو ترجیح دینے کی ضرورت پڑتی ہے مگر وہ توان مقلدین پر حجت قائم ہونا بھی ایک ضروری امر تھا اس وجہ سے اللہ تعالے نے ان اماموں کے دل میں کچھ ایسے ایسے خیالات پیدا کردیے جن کے سبب سے اُنکے منہ سے یہ بات نکل ہی گئی اور انکے مقلدین پر پوری حجت قائم ہو کر رہی افسوس کہ اسپر بھی مقلدین نے نہ مانا۔ اور گو قولاً تو وہ بھی اس کا انکار کسی طرح نہ کرسکا اور نہ کرسکتے تھے مگر عملاً اسکا خلاف ہی کرتے رہے چنانچہ مشاہدہ شاہد ہے جسکا جی چاہے انکے مخالف مذہب حدیث پیش کرکے دیکھ لے اسکے علاوہ تم پہلے شہادت کتنے مستند علماء کے اسکا ثبوت دیکھ چکے ہو اور جو ایسا نہ کرے پھر ہم کو اس سے اس بات کی کوئی شکایت نہیں۔ بلکہ بعض تو ان ائمہ کے خود اس قول ہی کے کچھ اور ہی طرح طرح کے معنے بنانے لگے۔ جن کے متعلق اگر موقع ملا تو ہم آگے انشاء اللہ تحریر کریں گے۔

اس شبہ کا جواب کہ ائمہ اربعہ سے باوجود انکے مجتہد ہونیکے حدیث کا خلاف کیسے صادر ہوا

سردست ہم اس جگہ ایک ایسے شبہ کی بابت کچھ لکھنا پسند کرتے ہیں جس کا اس موقع پر ایک طالب حق کے دل میں پیدا ہونا کچھ بعید نہیں وہ یہ کہ یہ تو مسلم ہے کہ امام اعظم صاحب اور نیز بقیہ تینوں امام بڑے بڑے عالم وامام ومجتہد تھے۔ اور جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے زمانہ مبارک سے قریب۔ پھر کیسے ہوسکتا ہے کہ وہ حدیث رسول کا خلاف کریں یا وہ رسول کی کسی حدیث سے بیخبر رہیں۔ اور ہم کو خبر ہو جائے کہ ہم انکی غلطی پکڑیں یا اُنکی باتوں میں اصلاح دیں۔ ہم لوگوں کی کیا ہستی ہے کہ ہم اُن جیسے متبحر عالموں کا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف ثابت کرسکیں تو بات یہ ہے کہ علم حدیث ابتدا زمانہ میں بہت منتشر اور مشکل الحصول تھا۔ جسکا فراہم کرنا سخت دشوار تھا۔ اور تمامتر کوشش صرف کرنے سے بھی اُسکی تھوڑی ہی مقدار حاصل ہوسکتی تھی۔ کہ بعض ائمہ اربعہ نے یہی زمانہ پایا۔ اور جیسا زمانہ گذرتا گیا وہ مجتمع اور سہل الحصول ہوتا گیا۔ کہ جس کا حاصل کرنا آسان ہوگیا **شرح** اس کی یہ ہے کہ جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جب اوقات مختلفہ میں احکام اسلام تعلیم فرمایا کرتے تھے تو سارے صحابہ

لہ یا امام احمد صاحب کو اُن میں سے مستثنےٰ کردینا چاہیے۔ تاہم امام احمد صاحب کے مابعد زمانہ میں اُن کے زمانے سے زیادہ تحقیقات اور کثرت فراہمی احادیث ایک مقدار تک علاوہ تنقیح وتمییز کے ضرور ہوئی چنانچہ کچھ تفصیل آگے انشاء اللہ آئے گی۔ ۱۲

اور مسلمان سب کے سب ہر وقت و ہر موقع پر حضور میں حاضر و موجود نہ ہوتے تھے اور نہ ہو سکتے تھے اس لیے کہ وہ مشاغل اسباب معیشت اور امور خانہ داری اور ضروریات بشری کو بھی انجام دیتے تھے کوئی تجارت و دکانداری کرتا تھا کوئی محنت مزدوری کر کے بسر اوقات کرتا تھا کوئی کھیتی و باغبانی کا شغل رکھتا تھا کوئی پیشہ کرتا تھا۔ کسی کو کوئی اور ضرورت مجبور کرتی تھی۔ کہ وہ اسمیں جا کر مصروف ہو۔ اس وجہ سے کسی طرح نہ ہو سکتا تھا کہ ہر وقت ہر شخص حضور انور میں حاضر ہی رہے کہ جو کچھ ارشاد ہو ہر ایک کو اسکا علم ہو جانا ضرور ہو۔ اس کے علاوہ بہت سے مسلمان ایسے تھے جو دوسرے دوسرے شہروں و قصبوں و گاؤں کے رہنے والے تھے لہٰذا وہ کبھی کبھار حاضر ہوتے تھے اور مسافرانہ طریقہ سے کچھ عرصہ تک خدمت میں حاضر رہ کر اپنے وطن کو واپس چلے جاتے تھے بعض بیچارے کل مدت العمر میں ایک ہی آدھ بار شرف صحبت سے مشرف ہو سکے۔ یہ لوگ حضور سے احادیث اور بھی کم پا سکے **علاوہ** ازیں بہت سے اوقات ظہور حدیث کے ایسے ہوتے تھے جو خاص خاص اور خلوت کے اوقات تھے جنمیں غیر لوگ موجود نہ ہو سکتے تھے۔ اور سوا ان خاص افراد (مثل ازواج مطہرات وغیرہا) کے اور لوگ ان احادیث پر مطلع نہ ہو سکتے تھے۔ اسکے برعکس بعض مواقع (مثل سفر وغیرہ کے) ایسے ہوتے تھے کہ انمیں وہ خاص افراد موجود نہ ہوتے تھے اور **ایک** دوسرا ہی گروہ ان احادیث سے مستفید ہوتا تھا **قطع نظر** اس سب کے حدیث ظہور کی حالت یہ تھی اور یہی ہو سکتی تھی کہ وہ عند الحاجت اور بحسب ضرورت اور بجواب سوال سائل بلا تعیین و بلا تخصیص کسی وقت کے بیان فرمائی جایا کرتی تھی اسکے لیے کوئی خاص وقت یا خاص موقع مقرر نہ تھا کہ اسوقت پر سب کے سب آ کر جمع ہو جائیں اور بیان پر کیا موقوف آپ تو قولاً فعلاً تقریراً ہر طرح سے معلم بنا کر بھیجے گئے تھے اور آپکے اقوال و افعال و اوضاع و اطوار اور ہر بات سے احکام شرع نکلتے تھے۔ جو شخص جتنی دیر حضور میں حاضری کا شرف حاصل کرتا اسیقدر وہ استفادہ کر سکتا اور جتنی دیر کو غائب رہتا اتنی دیر کے علوم سے محروم رہتا اگرچہ ایسا بھی ہوتا تھا کہ ایک کو دوسرے سے خبر ہو جاتی تھی۔ مگر نہ سب کو اور نہ ہر حدیث کی اس لیے اسکا کوئی انتظام نہ تھا۔ اور نہ اُس زمانے کی حالت پر غور کرنے سے ایسا انتظام ہونا آسان تھا کہ کسی ایک شخص کو یا ہر شخص کو جملہ احادیث و جملہ واقعات کی تمام لوگ جن جن کو جو جو معلوم ہوں وہ خبر کر دیں۔ اور نہ کوئی اس کا بندوبست کر لیا گیا تھا کہ جو کچھ فرما دیں اُس کو قلمبند کر کے سب کو یکجا جمع کر دیا جائے جیسا کہ پہلے ہی تم کو معلوم ہو چکا۔ پس کسی طرح عادتاً ممکن نہ تھا کہ ہر ایک فرد صحابہ کو یا کسی ایک کو جملہ احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا احاطہ ہوتا اور کوئی حدیث اسکے علم سے باہر نہ ہوتی

چنانچہ ایسا ہی ہوا خلفائے اربعہ جیسے اولوالعزم صحابہ سے خصوصاً حضرت ابوبکر جنہوں نے شرف مصاحبت

خلفاء اربعہ اور دیگر صحابہ سے کتنی احادیث کا مخفی رہنا له چنانچہ حضرت ابوبکر رضہ کو جدہ کی میراث والی حدیث معلوم نہ تھی یہ حدیث مغیرہ بن شعبہ اور محمد بن مسلمہ سے انکو معلوم ہوئی۔ حضرت عمر رضہ کو تین بار آواز دیکر لوٹ جانے والی حدیث معلوم نہ تھی۔ آخر ابو موسے اشعری وغیرہ سے معلوم ہوئی۔ اور نیز ان کو دیت جنین کی حدیث معلوم نہ تھی۔ وہ مغیرہ بن شعبہ سے معلوم ہوئی۔ اور نیز ان کو انگلیوں کی دیت کی حدیث معلوم نہ تھی اسوجہ سے انہوں نے انگوٹھے اور اس کے پاس والی انگلی کی دیت میں پچیس اونٹ کا حکم جاری کردیا آخر دوسرے صحابہ سے معلوم ہوا کہ پیغمبر صاحب نے سب انگلیوں میں دس دس اونٹ کی بابت حکم فرمایا تھا تب انہوں نے اپنے قول سے رجوع کیا اور نیز مجوس سے جزیہ لینے کی حدیث ان کو معلوم نہ تھی۔ وہ عبدالرحمن بن عوف سے معلوم ہوئی و نیز ان کو دیت زوج میں سے عورت کے میراث پانے کی حدیث معلوم نہ تھی۔ آخر ضحاک بن سفیان نے جو دیہات میں رہتے تھے انکو لکھکر بھیجا کہ پیغمبر صاحب نے میراث دلائی ہے تب انہوں نے اسکو اختیار کیا اور نیز ان کو انبیاء کے نام پر نام رکھنے کی حدیث معلوم نہ تھی اسوجہ سے وہ انبیاء کے نام پر نام رکھنے سے منع کرتے تھے حتے کہ طلحہ سے معلوم ہوا تب رجوع کیا و نیز ان کو اس کی کہ نماز میں شک پڑے تو کیا کرے حدیث معلوم نہ تھی۔ آخر عبدالرحمن بن عوف نے ان کو اس کی حدیث بتائی۔ اور نیز ان کو طاعون کے مقام پر جانے کے حکم کی حدیث معلوم نہ تھی چنانچہ جب شام کے سفر میں ملک شام میں طاعون ہونیکی خبر معلوم ہوئی تو ان کو تردد ہوا کہ کیا کرنا چاہیے ساتھ جو صحابہ تھے ان سے مشورے کئے اور ہی کسی کو کوئی صریح حدیث اس کی بابت معلوم نہ تھی آخر عبدالرحمن بن عوف وہ کہیں گئے ہوئے تھے جب آئے تو انہوں نے جو حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم سے سنی تھی بیان کی تب اسکے موافق عمل ہوا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اس جلسہ میں جو اور بہت اکابر صحابہ مہاجرین و انصار موجود تھے ان کو بھی یہ حدیث معلوم نہ تھی۔ اسی طرح اور بھی بیسیوں نظیریں ہیں حضرت **عثمان** رضہ کو متوفی عنہا زوجہا کے محل عدت کی حدیث معلوم نہ تھی۔ آخر فریعہ بنت مالک نے بتائی اور نیز حالت احرام میں شکار کے گوشت کے منع ہونے کی حدیث معلوم نہ تھی آخر حضرت علی نے بتائی وغیرہ وغیرہ **حضرت علی** کو انبیاء کے مال میں وراثت جاری نہ ہونے کی حدیث معلوم نہ تھی و نیز ان کو آگ سے عذاب دینے کی ممانعت کی حدیث معلوم نہ تھی۔ وغیرہ وغیرہ **حضرت عبداللہ بن** مسعود کو اس عورت کے مہر کی بابت حدیث معلوم نہ تھی جسکے خاوند نے انتقال کیا اور کچھ مہر مقرر نہ کیا تھا عرصہ کے بعد معقل بن یسار رضہ سے معلوم ہوئی اور نیز ان کو جنب کے لئے تیمم مشروع ہونے کی حدیث معلوم نہ تھی۔ وغیرہ حضرت **ابن عباس** کو حضرت کے ظہر و عصر میں قرأت کرنے کی حدیث معلوم نہ تھی۔ **حضرت ابوہریرہ** کو مسح خفین کی حدیث معلوم نہ تھی اور نیز ان کو روزہ دار کی حالت جنابت میں صبح کرنے کی حدیث معلوم نہ تھی **حضرت عائشہ** کو کھڑے ہوکر پیشاب کرنے والی حدیث معلوم نہ تھی و نیز مسح حین کی حدیث معلوم نہ تھی۔ اس قسم کی مثالیں ان صحابہ کی اور اسیطرح اور صحابہ کی کتب حدیث میں بکثرت موجود ہیں۔ جس قدر ہم نے لکھیں اس سے زاید رسالہ جلب المنفعۃ فی الذب عن المجتہدین الاربعہ میں مذکور ہیں اسیطرح اس کی بھی بہت نظیریں ہیں کہ نص کے نہ پہنچنے کی وجہ سے جس بات کے وہ قائل ہوئے برابر وہ اسی کے قائل رہے انکو نص پہنچی ہی نہیں [illegible]

بعض صحابہ کا احادیث منسوخہ پر عمل کرتے رہنا .... یا یہ کہ ایک منسوخ حکم کے قائل رہے اور ان کو ناسخ معلوم نہ ہوا۔ مثلاً حضرت عمر جنب کے لئے جواز تیمم کے قائل نہ تھے بلکہ فرماتے تھے پانی نہ پائے تو نماز ہی نہ پڑھے۔ اور حضرت ابن عمر موزوں کے مسح میں توقیت کے قائل نہ تھے بلکہ اجازت دیتے تھے جبتک چاہے مسح کرتا رہے اسکی بابت جو احادیث وارد ہوئیں ان کو نہ پہنچیں و نیز وہ غسل کے وقت عورتوں کو بال کھولنے کا حکم دیتے تھے حالانکہ ام سلمہ کی حدیث میں اجازت وارد ہوئی وہ انکو نہ پہنچی۔ اور ہندہ کو مستحاضہ والی حدیث نہ پہنچی تھی لہذا وہ استحاضہ میں نماز ہی نہ پڑھتی تھیں۔ اور حضرت ابن عمر اور عبداللہ بن عمرو بن العاص دریا کے پانی سے جواز طہارت کے قائل نہ تھے حضرت ابو موسے اشعری نیند کو ناقض وضو نہ کہتے جیسے اور جسقدر چاہے سوتا رہے مگر وضو نہیں جاتا۔ (بقیہ بصفحہ آئندہ)

اور نعمت معیت کا بڑا حصہ لیا اور اکثر سفر و حضر میں ساتھ رہے اور جنکو علم کے لینے کا طبعی شوق تھا بہت ایسی احادیث مخفی رہیں جو بعض دیگر صحابہ کو جو باوجود یکہ اُنکے مقابلے میں فضل و معیت و صحبت کا بہت کم حصہ رکھتے تھے معلوم تھیں چنانچہ علم حدیث سے جو شخص تھوڑی سی بھی واقفیت رکھتا ہے اسکے سامنے اُسکی بکثرت مثالیں موجود ہیں۔ اور جب اُن اکابر صحابہ کا جو شرف مصاحبت رسول ؐ اور نیز محبت علم دونوں کا بڑا حصہ رکھنے والے تھے یہ حال ہے تو اوروں کی حالت کا اسی پر اندازہ ہو سکتا ہے

طبقہ صحابہ میں احادیث کا منتشر رہنا

غرض اسمیں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ **طبقہ صحابہ** میں احادیث یکجائی جمع نہ تھیں بلکہ وہ تمام صحابہ پر منقسم اور اُن میں منتشر تھیں جسکو جسقدر معلوم تھیں اُسی کا دل اُسکا خزانہ تھا اور وہ اُسکے ساتھ ہی ساتھ رہتی تھیں ہر شخص علانیہ اپنی معلومات پر عمل کرتا تھا۔ جب کوئی نئی ضرورت پیش آتی کسی دوسرے سے جو ملجاتا دریافت کر لیتا کہ اُس کی بابت شائد اُس کے علم میں کوئی حدیث رسول صلعم ہو ملجائی تو فبہا ورنہ قیاس و اجتہاد پر عمل کرتا ایسا بھی ہوتا کہ اجتہاد پر عمل کے بعد کہیں اتفاق سے کوئی صحابی مل گیا اور اس سے اُسکی بابت کوئی صریح حدیث معلوم ہو گئی بعض بعض صحابہ اپنی مدت العمر یا ایک عرصہ تک بعض منسوخ حکموں پر عمل کرتے رہے۔ اور اُن کو

(بقیہ صفحہ ۱۰۳) حضرت ابن مسعود۔ رکوع میں بجائے گھٹنوں پر ہاتھ رکھنے کے دونوں ہاتھوں کو ملا کر رانوں کے بیچ میں رکھتے تھے جس کو تطبیق کہتے ہیں۔ حالانکہ یہ پہلے تہا پھر منسوخ ہو گیا انکو ناسخ نہ معلوم ہوا۔ اور حضرت علی بھی تطبیق کی اجازت دیتے تھے ناسخ انکو بھی نہ پہنچا۔ حرمت خمر کے بعد بعض برتنوں کا استعمال جنمیں وہ لوگ شراب زیادہ پیتے تھے منع فرمایا تہا بعد کو یہ حکم منسوخ کر دیا مگر حضرت **ابن عباس** اور حضرت ابن عمر منع ہی سمجھتے رہے انکو ناسخ نہ پہنچا۔ اسیطرح قربانی کے گوشت کو تین دن سے زاید رکھنے کو پیغمبر صاحب نے منع فرمایا تھا پھر اسحکم کو منسوخ کر دیا مگر حضرت علی اور ابن عمر منع ہی سمجھتے رہے انکو ناسخ نہ پہنچا۔ اسیطرح قربانی کے گوشت کو تین دن سے زائد رکھنے کو پیغمبر صاحب نے منع فرمایا تھا۔ پھر اس حکم کو منسوخ کر دیا مگر حضرت علی اور ابن عمر منع ہی سمجھتے رہے انکو ناسخ نہ پہنچا۔ اسیطرح نکاح متعہ منسوخ ہوا مگر کتنے صحابہ کو ناسخ نہ پہنچا وہ جائز ہی کہتے ہیں جیسے عبداللہ بن مسعود و عبداللہ بن عباس۔ جابر۔ اسماء بنت ابی بکر۔ معاویہ۔ ابو سعید وغیرہم ان میں سے بعض کا رجوع کرنا بھی منقول ہے۔ اس قسم کی مثالیں ہزاروں ہیں۔ جسکو علماء کے مذاہب پر اطلاع ہے وہ بکثرت اسکی مثالیں پاتا ہے بعض شراح نے ان آثار کو احادیث مرفوعہ کے خلاف دیکھکر بعض بعض میں کچھ کچھ تاویلیں بھی کی ہیں مگر اس میں کچھ استبعاد نہیں کہ انکو حدیث رسول نہ پہنچی اسوجہ سے انہوں نے ایسا کیا یا کہا۔ اور صحابہ کی جو تسلیم و انقیاد کی حالت تھی وہ کبھی جائز نہیں رکھتے کہ حدیث رسول معلوم ہو جانیکے بعد وہ ایسا کرتے۔ ہم نے جو کچھ لکہا عوام کے سمجھانے کیلئے واقعی حالات لکھے اس سے کسی کی منقصت شان یا توہین مراد نہیں حاشا و کلا۔ ہمارا یا کسی کا کیا منہ کہ کوئی ایسا کرے۔ اور نہ اس سے اُن کی کوئی منقصت شان ہوتی ہے بلکہ یہ جو کچھ ہوا وہی مقتضاء وقت تہا

^۵۱ چنانچہ ایک قول شاہ صاحب کا اسکی بابت پہلے گزر چکا ہے اور شاہ صاحب حجۃ اللہ میں لکھتے ہیں فبین الشافعی ان العلماء من الصحابة والتابعین لم یزل شانهم انهم یطلبون الحدیث فی المسئلة فاذا لم یجدوا تمسکوا بنوع اٰخر من الاستدلال ثم اذا ظهر علیهم الحدیث بعد رجعوا من اجتهادهم الی الحدیث انتهی صفحہ ۱۵۲۔ ۱۲ ^۵۲ دیکھو حاشیہ سابق ۱۲

ناسخ نہ پہنچا۔ اسکی نظیریں نہ صرف اصاغر صحابہ میں ملتی ہیں بلکہ اکابر صحابہ میں بھی موجود ہیں۔

صحابہ میں اختلاف کی وجہ

صحابہ کے مسائل میں باہم اختلاف کی یہی بڑی وجہ ہے گو اختلاف کی وجوہ اور بھی ہیں مگر سب سے بڑی وجہ یہی رہی ہر ایک صحابہ کو تمام احادیث کا نہ پہنچنا ہے چنانچہ اس قسم کے اختلافات جو اول طبقہ میں واقع ہوئے تھے بعد کے زمانوں میں جبکہ احادیث عام طور پر ظاہر ہو گئیں ۵۱ رفع ہوگئے اور جو باقی رہی انکے باقی رہنے کی کوئی دوسرے وجوہ پیش آگئے۔ طبقہ صحابہ میں جو ہم نے احادیث کے منتشر و متفرق ہونے کا بیان کیا۔ یہ اُسوقت اور زائد ہو گیا جبکہ صحابہ مختلف بلاد میں پھیلے اور دور دراز ممالک میں منتشر ہو گئے۔

بعد میں اس اختلاف کے باقی رہنے کی وجہ

جب تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی وجود باوجود سے اس عالم کو منور فرماتے رہے تمام صحابہ کا رخ مدینہ منورہ کی طرف کو تھا اور وہ لوٹ پھیر کر اُسی کی طرف رجوع کرتے تھے اور پروانہ کی طرح شمع عالم پر آکر فدا ہوتے تھے جب پیغمبر صاحب نے وفات پائی تو یہ زبردست مرکزی کشش چونکہ فوت ہو گئی لہذا صحابہ اور بھی جابجا منتشر ہو گئے خصوصاً جبکہ اسلامی دنیا زائد وسیع ہوئی اور دور دراز کے ممالک فتح ہو گئے اور صحابہ دینی و دنیاوی انتظام کے لیے ملک کے مختلف حصوں میں اور دور دور مقاموں پر بھیجے گئے تو ان کا علم جو انکے سینوں میں تھا اور بھی منتشر و متفرق ہو گیا۔

طبقہ تابعین میں انتشار حدیث کا حال

طبقہ صحابہ کے بعد طبقہ تابعین کا آیا۔ تابعین نے علم صحابہ سے لیا ہر تابعی کو اُن صحابی سے کہ جو اُنکی اپنی بستی میں موجود تھے بشرط قصد حاصل کرنا تو آسان ہی تھا۔ اُن کے پاس جسقدر مل سکا اُن سے حاصل کیا اور پھر اپنے اپنے شوق اور حوصلہ اور وسعت اور برداشت مصائب کے لائق جن سے جتنا بن پڑا دوسرے دوسرے شہروں میں جاکر دوسری صحابہ سے حدیثیں لیں کوئی دو سے ملا کوئی چار سے ملا کوئی دس سے کوئی بیس سے کوئی زیادہ سے مگر اس طبقہ میں بھی انتشار احادیث کی قریب قریب وہی حالت تھی جو زمانہ صحابہ میں تھی تابعین میں سے وہی شخص تمام احادیث نبویہ پر محیط ہو سکتا تھا جو تقریباً تمام افراد صحابہ سے جن کی تعداد تقریباً لاکھ سوا لاکھ بلکہ اُس سے بھی

---

۵۱ مثلاً مسائل مذکورہ میں سے جنب کیلئے تیمم ناجائز ہونا۔ مستحاضہ کا نماز نہ پڑھنا۔ دریا کے پانی سے طہارت کا جائز نہ ہونا۔ رکوع میں تطبیق۔ قربانی کا گوشت تین دن سے زائد رکھنا منع ہونا متعہ کا جائز ہونا۔ ان مسائل کا پچھلے مشہور علما میں سے کوئی قائل نہ رہا اور ان مسائل میں اختلاف رفع ہو گیا ۱۲

۵۲ مثلاً یہ کہ کوئی امام کسی صحابی کے مذہب پر خود بھی اُس کی بابت حدیث نہ پہنچنے کی وجہ سے قائم ہوا تھا۔ اُسکے بعد اُسکے مقلد اُسی مذہب پر چلے جاتے ہیں لہذا وہ ایک مذہب قائم ہو گیا گو اسکے مخالف حدیث ظاہر ہو گئی اور وہ مذہب اب قائم نہ رہنا چاہیئے مگر اُن مقلدوں نے اختلاف کو قائم رکھا اور اس مذہب کو چھوڑ دیا۔ اسکی مثالیں زیادہ حنفی و مالکی مذہب میں موجود ہیں ۱۲

۵۳ اسوقت ہمارے پاس کوئی ایسی کتاب موجود نہیں جس سے ہم صحیح تعداد صحابہ کی (بقیہ صفحہ آئندہ)

زائد تھی اور جو دنیا کے دور دراز حصوں اور مختلف ممالک میں منتشر ہو گئے تھے۔ ہر ایک سے ملتا اور ہر ایک کی خدمت میں رہتا اور ہر ایک سے ان کی معلومات کو حاصل کرتا۔ اور پھر ہر ہر صحابی تعلیم کے وقت ان سب احادیث کو جو ان کو معلوم تھیں بلا وقوع اس کے متعلق کسی حادثے کے یاد بھی لے آتا اور ان میں سے کسی حدیث کا اس کو ذہول بھی نہ ہوتا) حالانکہ ایسا ہونا امکان بشری سے خارج ہے خصوصاً اس وقت میں جبکہ سفر سخت دشوار تھا اور ذرائع سفر بہت کم تھے اور سلسلہ مراسلت و مکاتبت کا بھی پورا نظم و انتظام نہ تھا۔ اس طبقہ سے ایک نئی خرابی یہ شروع ہو گئی تھی کہ ہر شخص پر اعتبار نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ اس طبقہ کے کل افراد ثقہ نہ تھے۔ بلکہ ان میں غیر معتبر اور مجروح بھی ہونے لگے تھے۔ طبقہ صحابہ کا اس عیب سے پاک رہا۔ پس مابعد کے زمانوں میں اسکی بھی ضرورت پیدا ہو گئی تھی کہ جس کی حدیث لی جائے اس کو پرکھا بھی جائے۔ ان زمانوں میں بہت سی مصنوعی اور موضوع حدیثیں بھی مشہور ہو گئی تھیں۔ طبقہ تابعین کے بعد **طبقہ تبع تابعین** میں بھی فن حدیث منتشر ہی تھا۔ اور یہ انتشار کم و بیش اسوقت تک رہا کہ فن حدیث مجتمع ہو کر مکمل ہو گیا اور احاطہ تحریر میں لا کر ان کی کتابیں بن گئیں۔ جس کا ذکر تم اوپر پڑھ چکے ہو۔

متقدمین کی بہ نسبت متاخرین کا علم زیادہ ہو جانا

مگر ان طبقات میں جبکہ اور امور سے قطع نظر کر کے۔ صرف تقدم و تاخر زمانے کے لحاظ سے دیکھا جائے تو پچھلے زمانہ کے طبقات کے افراد بہ نسبت پہلے زمانے کے افراد سے مقدار احادیث کا زیادہ حصہ پاتے گئے۔ نظیر کے طور پر دیکھو مثلاً ایک تابعی دس ایسے صحابی سے مل سکا جن سے سو دس دس حدیثیں ملیں تو اس تابعی کو سو حدیثیں یاد ہو گئیں۔ ایک تبع تابعی دس ایسے تابعین سے مل لیا تو اس کو ہزار حدیثیں مل گئیں۔ ایک تبع تبع تابعی دس ایسے تبع تابعین سے

(بقیہ صفحہ گذشتہ) لکھ سکیں مگر ہم نے جو یہ تعداد لکھی وہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ غزوہ تبوک میں تعداد ایک لاکھ تک پہنچ گئی تھی اور غزوہ تبوک کے بعد بہار لوگ بھی مسلمان ہوئے حجۃ الوداع میں حاضرین کی جو تعداد بتائی گئی وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار اور ایک روایت میں ایک لاکھ چودہ ہزار ہے دیکھو شروح مشکوٰۃ بیان قصہ حجۃ الوداع اور ظاہر ہے کہ حجۃ الوداع میں تمام جہان کے مسلمان مرد و عورت نہ شامل ہو گئے تھے بلکہ خود مدینہ کی بابت عقل تسلیم نہیں کرتی کہ تمام مردوں عورتوں لڑکوں بچوں کل مسلمانوں نے مدینہ کو خالی کر کے کفار کے لئے چھوڑ دیا تھا پس جب حاضرین کی تعداد ایک لاکھ چوبیس ہزار یا چودہ ہزار تھی تو کل صحابہ ضرور اس سے زاید تھے واللہ اعلم ۱۲ ۵۱ اسلیئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک بات کو جانتا ہے مگر یاد وہ بات اسیوقت آتی ہے کہ اسکے متعلق کوئی واقعہ پیش آئے اور ویسے اس کی طرف خیال بھی نہیں جاتا ۱۲ ۵۲ دیکھو کتب اسماء الرجال اور خطبہ صحیح مسلم۔ تابعین ہی میں سے جابر جعفی اور حارث اعور ہیں جن کو کذاب اور متروک کہا گیا ہے دیکھو خطبہ صحیح مسلم وغیرہ ۱۲ ۵۳ دیکھو فتح المغیث شرح الفیۃ الحدیث اور کچھ اس کا تذکرہ ہمارے اگلے حواشی میں بھی آتا ہے ۱۲ ۵۴ تو تدوین کما رکا تو لگ گیا تھا مگر تھا منتشر ہی ۱۲۔

مستفید ہوا تو اُس کو دس ہزار حدیثیں معلوم ہوگئیں۔ اسی طرح یہ سلسلہ ترقی پکڑتا گیا۔ حتیٰ کہ امام بخاری رح کو جو کہ چوتھے پانچویں طبقہ میں ہیں چھ لاکھ حدیثیں ملیں حالانکہ امام مالک کو جو ان سے دو تین درجے اوپر ہیں ان کی مرویات کی تعداد کل قریب ایک ہزار ہے بات یہ ہے کہ جوں جوں زمانہ گزرتا گیا وہ علم جو دنیا کے اقطار و جوانب میں پراگندہ ہوجانے کی وجہ سے کسی ایک کو اس کا پانا اور اس کا فراہم کرنا نہ صرف دشوار بلکہ عادتاً ناممکن تھا اس میں رفتہ رفتہ شاخیں پھوٹنے اور پھیلنے کی وجہ سے یوماً فیوماً آسان اور سہل الوصول ہوتا گیا۔ اور آخر کار ایسا ہوگیا کہ ہر جگہ سے اور ہر شخص کو ملنے لگا۔ مثلاً فرض کیجیے کہ ایک صحابی کے دس تابعی شاگرد ہوئے اور پھر ہر تابعی کے دس دس تبع تابعی شاگرد ہوئے تو اب جو حدیث زمانہ صحابہ میں صرف ایک شخص سے اور ایک جگہ سے مل سکتی تھی وہ زمانہ تابعین میں دس شخص سے اور دس جگہ سے اور زمانہ تبع تابعین میں سو شخص سے اور سو جگہ سے ملنے لگی۔ وعلیٰ ہذا القیاس سلسلہ ترقی پکڑتا گیا چنانچہ اکثر احادیث میں برابر یہی دیکھا جاتا ہے کہ طبقہ اولیٰ میں جتنے اُسکے راوی ہوتے ہیں اُسکو نیچے کے طبقہ میں اس سے کئی درجہ زائد ہوتے ہیں اور پھر اس سے نیچے کے طبقے میں اس سے بھی اور کئی درجہ زائد ہوتے ہیں اس وجہ سے پچھلے زمانے والوں کو پہلے والوں کی نسبت آسانی ہوتی گئی۔ اور نیز ہر ایک پہلے زمانے والا جتنے شیوخ سے جسقدر احادیث پا سکتا تھا ایک بعد کے زمانے والا اتنی ہی شیوخ سے اُس سے بہت زائد احادیث پانے لگا۔ انہی وجوہ سے ایک بعد کے زمانہ کا محدث پہلے زمانے کے محدث کی نسبت جبکہ دونوں کوشش و جستجو میں مساوی ہوں حدیث کی مقدار کا زائد حصہ پاتا گیا۔

---

۵۱ جیسا کہ پہلے خود امام بخاری کا قول بضمن عبارت مقدمہ فتح الباری گزر چکا اور یہ خیال کرنا سخت غلطی ہے کہ ان میں سے صحیح اسیقدر تھیں جتنی انھوں نے اپنی صحیح (صحیح بخاری) میں درج کیں جیسا کہ نعمانی صاحب کی عبارت سیرۃ النعمان ص ۱۵۲ کہتی ہے۔ خود امام بخاری سے منقول ہے انھوں نے بہت سی احادیث صحیحہ بخوف طول اس کتاب میں درج نہیں کیں اور ایک روایت میں یہ ہے کہ جتنی چھوڑدیں وہ زائد ہیں ان سے جتنی اس میں درج کیں دیکھو مقدمہ فتح الباری صفحہ ۶ وغیرہ۔ اس کے علاوہ صحیح بخاری میں بحذف تکرار کل دو ہزار چھ سو تئیس حدیثیں ہیں دیکھو ص ۵۶۳ اور امام بخاری سے منقول ہے کہ مجھکو صحیح ایک لاکھ حدیث یاد ہے اور غیر صحیح دو لاکھ دیکھو ص ۵۷۵ نعمانی صاحب نے جو تعداد احادیث صحیح بخاری کے بیان کئے اس میں بھی غلطی کھائی ۱۲ ۵۲ قال ابن المدینی لم یخالف حدیث انتہیٰ دیکھو خلاصہ تذہیب تہذیب الکمال نے اسماء الرجال۔ ایک قول اس کے خلاف بھی ہماری نظر سے گذرا مگر وہ اس کے سامنے پایۂ اعتبار نہیں رکھتا۔ اور نہ دوسری شہادتیں اس کی تائید کرتی ہیں ۱۲ ۵۳ چنانچہ یہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ امام مالک صاحب اور امام بخاری صاحب تعداد شیوخ میں قریب ہی قریب ہیں اور پھر ان دونوں کی تعداد احادیث میں جو کچھ باہم تفاوت ہے وہ ابھی تم پڑھ چکے ہو۔ زمین و آسمان کا فرق ہے۔ امام مالک کے شیوخ کی تعداد نو سو سے زائد بتائی گئی ہے دیکھو زرقانی شرح موطا اور امام بخاری

ائمہ اربعہ کی باہم علمی نسبت ومتاخرین کا ذخیرہ حدیث کو ائمہ اربعہ سے زیادہ پانا

چنانچہ ائمہ اربعہ میں سے اسی انتشار احادیث کے زمانے میں سب سے پہلے امام ابوحنیفہ رح صاحب ہوئے اس وجہ سے سب سے کم حدیثیں انہیں کو ملیں امام مالک رح جو زمانے میں ان سے کسیقدر بعدیت رکھتے تھے انہوں نے ان سے زیادہ حصہ پایا چنانچہ امام محمد صاحب جو ان دونوں صاحبوں کے شاگرد تھے وہ اس بات کی بصراحت شہادت دیتے ہیں۔ امام شافعی صاحب جو ان دونو کے

ف۱ چنانچہ امام ابوحنیفہ صاحب سنہ ۸۰ھ میں پیدا ہوئے تھے اور امام مالک سنہ ۹۳ھ میں اور امام شافعی سنہ ۱۵۰ھ میں اور امام احمد سنہ ۱۶۴ھ میں۔ امام ابوحنیفہ نے سنہ ۱۵۰ھ میں انتقال کیا۔ اور امام مالک نے سنہ ۱۷۹ھ میں اور امام شافعی نے سنہ ۲۰۴ھ میں اور امام احمد نے سنہ ۲۴۱ھ میں۔ دیکھو خلاصہ اسماء الرجال وغیرہ ۱۲ ف۲ چنانچہ تاریخ ابن خلکان میں ہے قال الشافعی قال لی محمد بن الحسن ایہما اعلم صاحبنا ام صاحبکم یعنی اباحنیفۃ ومالکا قال قلت علی الانصاف قال نعم قال قلت ناشدتک اللہ من اعلم بالقرآن صاحبنا ام صاحبکم قال اللہم صاحبکم قال قلت ناشدتک اللہ من اعلم بالسنۃ صاحبنا ام صاحبکم قال اللہم صاحبکم قال قلت ناشدتک اللہ من اعلم باقاویل اصحاب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم المتقدمین صاحبنا ام صاحبکم قال اللہم صاحبکم قال الشافعی فلم یبق الا القیاس والقیاس لایکون الا علےٰ ہذہ الاشیاء فعلی ای شی نقیس انتہی۔ یعنی امام شافعی کہتے ہیں کہ مجھ سے محمد بن الحسن نے کہا بتاؤ دونوں میں کون زیادہ علم رکھتا تھا ہمارے استاذ (امام ابوحنیفہ رح) یا تمہارے استاذ (امام مالک۔ گو امام مالک امام محمد کے بھی استاذ ہیں مگر زیادہ تخصیص امام محمد کو امام ابوحنیفہ سے ہے جیسا کہ امام شافعی کو امام مالک سے) میں نے کہا انصافاً پوچھتے ہو انہوں نے کہا ہاں میں نے کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں کہ قرآن کا علم زیادہ کون رکھتا تھا ہمارے استاذ یا تمہارے استاذ۔ امام محمد نے کہا۔ تمہارے استاذ (امام مالک) میں نے کہا کہ میں تمہیں اللہ کی قسم دیکر پوچھتا ہوں۔ حدیث کا علم کون زیادہ رکھتا تھا۔ ہمارے استاذ یا تمہارے استاذ۔ کہا تمہارے استاذ امام مالک اسیطرح امام محمد نے اقوال صحابہ کی بابت بھی امام مالک کو امام ابوحنیفہ سے زیادہ واقف بتایا۔ تو شافعی نے کہا کہ اب قیاس ہی باقی رہ گیا۔ اور قیاس ان ہی چیزوں پر کیا جاتا ہے اور جب یہ چیزیں یعنے قرآن وحدیث ہی نہیں تو قیاس کسپر کریں گے ۱۲ ف۳ چنانچہ موطا امام مالک (جس میں کچھ کم سات سو حدیثیں ہیں) تو امام شافعی نے دس ہی برس کی عمر میں حفظ کرلیا تھا یہ تو جمع کیا کرایا انہیں بلامشقت مل گیا اور پھر عرصہ تک امام مالک کی خدمت میں رہ کر اور جو ان سے مزید برآں علم حاصل کیا اور امام مالک کے سوا اور بہت شیوخ کے پاس رہ کر اپنی معلومات کو بڑھایا دیکھو خلاصہ اسماء الرجال امام شافعی صاحب نے تصنیفات بھی کیں۔ اور قاضی ابویوسف کی اُس کتاب کا جواب لکھا جو انہوں نے امام اوزاعی کی کتاب کے جواب میں لکھی تھی جس میں اوزاعی نے امام ابوحنیفہ کی کتاب السیر کا رد لکھا ہے دیکھو توالی التاسیس صفحہ ۸۷ مؤلفہ علامہ ابن حجر عسقلانی۔ افسوس ہے کہ نعمانی صاحب نے سیرۃ النعمان میں قاضی ابو یوسف کا اوزاعی کے جواب میں کتاب لکھنے کا ذکر تو کیا مگر امام شافعی صاحب کا اس کے رد کردینے کا نام نہ لیا۔ امام شافعی نے نہ صرف امام ابوحنیفہ کے کتنے مسائل کا خلاف حدیث ہونا ثابت کیا بلکہ انہوں نے امام مالک کے بھی کتنے مسائل حدیث کے خلاف ثابت کئے اور دونوں ہی کے رد میں تحریریں کیں دیکھو توالی التاسیس جسکی بڑی وجہ یہی ہے کہ ان کو ان دونوں سے زائد حدیثیں ملیں ۱۲۔

بعد ہیں انکو ان دونوں سے زائد حدیثیں ملیں امام شافعی رحؒ سے بعد امام احمدؒ ہیں اُن کو ان سے بھی زائد حدیثیں فراہم ہوئیں بلکہ خود امام شافعیؒ رحؒ امام احمدؒ سے باوجودیکہ امام احمدؒ انکے شاگرد بھی تھے کہتے تھے تم لوگ (یعنے تمہارے طبقے کے لوگ ہم لوگوں (ہمارے طبقے کے لوگوں) سے زیادہ احادیث صحیحہ کے جاننے والے ہو کوئی حدیث صحیح ہو تو مجھے بھی بتادو کہ میں اسے اختیار کروں امام احمد صاحب چونکہ سب ہیں بعد تھے اس وجہ سے اُن کو سب سے زائد حدیثیں ملیں۔ چنانچہ امام احمدؒ نے جو مسند بنائی اُس میں تقریباً تیس ہزار حدیثیں ہیں یہ بھی مشہور ہے کہ امام احمد صاحب جب مسند جمع کرکے فارغ ہوئے تو انہوں نے اپنی تمام اولاد کو جمع کر کے وہ مسند انکو سنائی اور فرمایا مسلمانوں میں جب کبھی کسی حدیث رسول کی بابت اختلاف ہو تو انکو چاہیئے کہ وہ اس کتاب کی طرف رجوع کریں اگر اسکی اصل اس کتاب میں پائیں تو اس حدیث کو معتبر جانیں ورنہ اُس کو غیر معتبر خیال کریں امام احمد صاحب کا بھی یہ دعوے (اگر اسکے یہی معنے ہیں جو ظاہر الفاظ سے معلوم ہوتے ہیں) صحیح نہ اُترا۔ امام احمد صاحب کے بعد بھی بہت ایسی صحیح احادیث ثابت ہوئیں جن کی صحت میں کوئی کلام نہیں اور وہ انکی مسند میں نہیں ہیں۔

غرض ہمیں شک کرنے کی کوئی ذراسی بھی وجہ نہیں ہے کہ ذخیرہ فن حدیث کا اسکے مجتمع ہو جانے اور کتابوں کے اندر مدون ہو جانے کی وجہ سے جیسا کہ زمانہ بعد کے لوگوں کو ملا ائمہ اربعہ کو نہ ملا تھا اور وہ تمام احادیث جو نہایت مکمل اور منقح اب ہم بآسانی پارہے ہیں اس زمانہ میں انتشار کی وجہ سے یہ ائمہ اُن سب پر محیط نہ تھے اور نہ انکو ان سب کا پالینا آسان تھا بالخصوص وہ جو زمانے میں دوسروں پر تقدم رکھتے تھے مثل امام ابو حنیفہ رحؒ اور امام مالک رحؒ کے انکے لیے اور بھی زائد اشکال تھا اس لیے وہ دونوں بیچارے بقیہ دونوں اماموں سے بھی کم حصہ پاسکے

امام مالکؒ اور امام ابو حنیفہ رحؒ کا زمانہ نہایت پرآشوب اور سلاطین کی جنگ و جدال کا زمانہ تھا اس نقشہ کی وجہ سے وہ حدیث کم پا سکے شبلی نعمانی کا اقوال	اسکے علاوہ ان دونوں صاحبوں کو حدیث سے حصہ بہت کم پانے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ اتفاق سے ان دونوں صاحبوں کی عمر کا ایک حصہ ان ایام میں گذرا تھا کہ وہ مسلمانوں کے باہم ملکی نزاعات.

سلہ چنانچہ آگے شاہ صاحب کے قول میں آتا ہے ۱۲ سلہ مسند امام احمد کی تعداد احادیث میں مختلف قول ہیں کسی نے چالیس ہزار اور کسی نے پچاس ہزار بھی کہا ہے۔ علامہ ابن خلدون نے پچاس ہزار والا قول لکھا ہے۔ وجہ توفیق کی تراجم کی کتابوں میں مذکور ہے ۱۲ سلہ افسوس کہ اس مقام پر ہم پورا نقشہ اس کا اور نیز اس کا جو ہم نے پہلے زمانہ کے سلسلہ نما نہ جنگیوں کی طرف اشارہ کیا نہیں دکھا سکتے۔ اسلیے کہ اس کے لئے زیادہ بسط کی ضرورت ہے تاہم اجمالی طور پر کچھ ذکر کر دینا ضروری سمجھتے ہیں نعمانی صاحب سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں۔ امام کے بچپن کا زمانہ نہایت پرآشوب زمانہ تھا۔ حجاج بن یوسف خلیفہ عبد الملک کی طرف سے عراق کا (جو کہ امام صاحب کا وطن و مسکن تھا) گورنر تھا اور ہر طرف ایک قیامت برپا تھی چونکہ مذہبی گروہ کی مخالفت (بقیہ صفحہ آئندہ)

وفسادات کا زمانہ تھا اور چاروں طرف سے جنگ و جدال اور شرور وفتن کا بازار گرم تھا اور مسلمانوں کو ذرا بھی بدامنی اور بے چینی سے گزرتے تھے اُس وقت آسان نہ تھا کہ یکسوئی کے ساتھ سلسلہ تعلیم و تعلم کا کھولا جاتا یا پوری توجہ اس طرف

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کی وجہ سے عرب رجو کہ امام مالک کا وطن و مسکن تھا) و عراق میں اب تک مروانی حکومت کے پاؤں نہیں جمے تھے۔ حجاج کی سفاکیاں زیادہ تر انہیں لوگوں پر مبذول تھیں جو ائمہ مذہب اور علم و فضل کی حیثیت سے مقتدائے عام تھے۔ عبدالملک نے ۸۶ھ میں وفات پائی اور اس کا بیٹا ولید تخت نشین ہوا۔ ولید کے زمانے میں اگرچہ فتوحات نے نہایت ترقی کی لیکن اسلام کی روحانی برکتوں کا نشان نہ تھا۔ اس کی عہدہ داروں میں سے جو لوگ جسقدر زیادہ معزز اور بااختیار تھے۔ اسی قدر ظالم اور سفاک تھے۔ اس زمانے کی نسبت حضرت عمر بن عبدالعزیز فرمایا کرتے تھے۔ کہ ولید شام میں حجاج عراق میں۔ عثمان حجاز میں۔ قرہ مصر میں۔ واللہ تمام دنیا ظلم سے بھر گئی۔ حجاج ۹۵ھ میں مر گیا۔ ولید نے ۹۶ھ میں وفات پائی۔ غرض حجاج و ولید کے عہد تک تو امام ابوحنیفہ کو تحصیل علم کی طرف متوجہ ہونے کی نہ رغبت ہو سکتی تھی۔ نہ کافی موقع مل سکتا تھا۔ تجارت۔ باپ، دادا کی میراث تھی۔ اسلیئے خز بافی کا کارخانہ قائم کیا اور حسن تدبیر سے اس کو بہت کچھ ترقی دی۔ انتہے ملخصاً۔ اس وقت تک کہ امام صاحب اپنی عمر میں سے سولہ برس ختم کر چکے۔ لیکن فتن و شرور نے ان کو اب تک طالبعلمی بھی نہ شروع کرنے دی۔ لیکن اب ملک میں کچھ دنوں کے لیئے امن قائم ہو گیا اور اس عرصہ میں لوگوں نے علم کی طرف توجہ بھی شروع کی چنانچہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز نے ابی بکر بن حزم کو جو کہ مدینہ کے ان کی طرف سے حاکم و قاضی تھے لکھ بھیجا کہ احادیث رسول تلاش کر کے لکھکر بھیجدو۔ لیکن قبل اس کے کہ ابن حزم لکھ کر بھیجیں عمر بن عبدالعزیز نے وفات پائی۔ عمر بن عبدالعزیز نے اور ممالک میں بھی حدیث کے لکھنے کا حکم بھیجا تھا دیکھو زرقانی شرح موطا و فتح الباری۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز نے کل ڈھائی برس خلافت کی تھوڑے دنوں کے بعد اب ایک عالمگیر فساد اٹھنا شروع ہوا۔ جس کے جھگڑے میں لوگ پڑ گئے اور سب بھول گئے اور وہ سلسلہ جمع حدیث کا یوں ہی رہا۔ وہ عالمگیر فساد کیا ہے۔ انقلاب سلطنت یعنی دولت بنی امیہ کا زوال اور دولت عباسیہ کا قائم ہونا۔ چنانچہ اس کے متعلق بھی ہم نعمانی صاحب کے قول کو المامون سے لیکر پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں بنی ہاشم اپنی کوششوں میں برابر سرگرم تھے۔ اور مختلف وقتوں میں بڑے زور شور سے مقابلے کو اٹھے۔ اگرچہ ولید و ہشام کے پرزور ہاتھوں نے سلطنت کو ہر خطرہ سے بچالیا۔ لیکن بنیاد حکومت میں کسیقدر تزلزل پیدا ہو گیا۔ اور جب اس عظمت و اقتدار کے فرمانروا اٹھ گئے۔ تو حکومت مروانی کا چھپر بالکل ڈھیلا پڑ گیا۔ آل عباس کے نقبا تمام عراق و خراسان میں پھیل گئے اور ۱۰۲ھ و ۱۰۵ھ و ۱۰۰ھ و ۱۰۹ھ و ۱۱۱ھ میں ان کی طرف سے نمایاں کوششیں عمل میں آئیں۔ بعض وقت حکام بنی امیہ پر یہ سازش کھل گئی جسکا یہ نتیجہ ہوا کہ جن لوگوں پر شبہ ہوا وہ گرفتار ہو کر قتل کر دیئے گئے۔ اس اثنا میں کبھی کبھی علویین نے بھی علم خلافت بلند کیا۔ مثلاً ۱۲۱ھ میں زید بن علی و ۱۲۵ھ میں یحییٰ بن زید نے اپنی حوصلہ مندی کے جوہر دکھلائے اور میدان جنگ میں شجاعت کی داد دیکر مارے گئے انتہے۔ غرض اسیطرح یہ فساد بڑھتا گیا حتے کہ ۱۳۲ھ میں بڑی کشت و خون کے بعد مروانی خلافت کا ستارہ گر کر عباسیوں کا اقبال یاور ہوا۔ اور خلافت ان کے ہاتھ میں گئی۔ اس انقلاب میں ایک عالم کا عالم تہ تیغ ہوا۔ اور خون کے ندی نالے بہ گئے۔ جیسا کہ ذہبی کے کلام میں تم پڑھ چکے ہو۔ عباسیہ کے تسلط کے بعد بھی عرصہ تک مخلوق کو امن نہ ملی۔ چنانچہ المامون میں لکھتے ہیں اسکے بعد عباسیوں نے بڑی سفاکی کے ساتھ قتل عام شروع کیا۔ اور بالاتفاق ٹھیر گیا کہ خاندان بنی امیہ کا ایک بچہ دنیا میں زندہ نہ رہنے پائے ڈھونڈھ ڈھونڈھ کر ان کا پتہ لگایا جاتا تھا اور قتل کر دیئے جاتے تھے انتہی (بقیہ صفحہ آئندہ)

ہو سکتی کہ مسلمان کسی وقت میں بھی اپنے دین کی حفاظت اور اسکی تحصیل و تبلیغ سے غافل نہیں رہے اگر ایسا ہوا ہوتا تو یہ سلسلہ باقی کا ہے کو رہتا مگر کچھ شک نہیں کہ حدیث کے منتشر ہونے کی وجہ سے اس سے زیادہ حصہ بانی کے لیے جو ہمہ تن مصروف

(بقیہ صفحہ گذشتہ) اور سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں۔ اس خاندان کا پہلا فرمانروا ابوالعباس سفاح تھا۔ اس نے چار برس حکومت کے بعد ۱۳۶ھ میں قضا کی۔ سفاح کے بعد اس کا بھائی منصور تخت نشین ہوا۔ عباسیوں نے گو امیہ کے خاندان کو بالکل تباہ کر دیا تھا۔ یہاں تک کہ خلفائے بنی امیہ کی قبریں اکھڑوا کر ان کی ہڈیاں تک جلا دیں۔ تاہم چونکہ نئی نئی سلطنت تھی اور انتظام کا سکہ نہیں بیٹھا تھا۔ جابجا بغاوتیں برپا تھیں۔ ان فتنوں کے فرو کرنے میں سفاح و منصور اعتدال کی حد سے بہت دور نکل گئے اور وہ زیادتیاں کیں کہ مروانی حکومت کا نقشہ آنکھوں میں پھر گیا۔ تمام ملک کی آنکھیں ان نئے جانشینوں پر لگی تھیں۔ لیکن ان خونریزیوں نے سب کے دل افسردہ کر دیئے تھے۔ لیکن رفتہ رفتہ انتظام کے بعد امن و امان نے اپنا رنگ دکھلایا۔ چنانچہ سنہ ۱۴۵ھ میں منصور نے شہر بغداد کی بنا ڈالی اور اس کو بسانا شروع کیا۔ اب جب اطمینان ہو گیا تو ۱۴۳ھ میں علمائے اسلام تدوین حدیث کی طرف متوجہ ہوئے اور جابجا محدثین نے کچھ کچھ مجموعے تیار کیے۔ جن کا ذکر تم پہلے ذہبی کی کلام میں پڑھ چکے ہو۔ اب یہ وقت ہے کہ امام اعظم صاحب کی عمر عزیز میں کل چھ سات برس باقی رہ گئے۔ اتفاق کی بات کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد یعنی ۱۴۵ھ میں پھر بغاوت قائم ہوئی کہ جس نے اکثر بلاد اسلام کو ہلا دیا۔ اس وقت امام ابوحنیفہ صاحب اور امام مالک صاحب دونوں منصور کے فریق مقابل کے حامی تھے۔ لیکن اس جھگڑے کا جلد خاتمہ ہو گیا۔ اب منصور نے چونکہ زیادہ تر فسادات کا مرکز عراق اور عراق میں بھی کوفہ تھا اس وجہ سے اپنے سابق دارالخلافت کو جو کہ کوفہ کے قریب تھا چھوڑ کر بغداد کو دارالخلافت مقرر کیا۔ اور پھر ان لوگوں کی طرف متوجہ ہوا جو بغاوت میں شریک تھے۔ اور ان کا ضرب و قتل اور ان کو ایذا رسانی شروع کی امام ابوحنیفہ صاحب کو بھی کوفہ سے جو ان کا وطن تھا طلب کیا۔ کہتے ہیں ان کے قتل کا تو اس نے ارادہ کر ہی لیا تھا۔ مگر بہانہ ڈھونڈھتا تھا۔ آخر قید کر دیا۔ اور بےخبری میں ان کو زہر دلوایا۔ امام صاحب نے سنہ ۱۵۰ھ میں اس ارض فانی سے رحلت فرمائی۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ دیکھو تاریخ الخلفا اور سیرۃ النعمان وغیرہ۔ افسوس کہ ان پریشانیوں کے زمانے میں امام صاحب کو اس کی بھی مہلت نہ ملی۔ کہ وہ اپنے زمانے کے محدثین کے مجموعے فراہم کر کے دیکھتے۔ گو وہ مجموعے ایسے جامع و مفید نہ تھے۔ جیسا کہ تم زمانہ مابعد کے محدثین کی تالیفات دیکھتے ہو۔ کیونکہ یہ تو ابتدائے زمانہ تدوین تھا۔ پوری تکمیل تدوین و جمع حدیث کی تو اب سے لیکر تقریباً سو برس کے بعد تک میں ہوئی۔ جیسا کہ تم پہلے پڑھ چکے ہو تاہم اگر وہ سارے مجموعے امام صاحب کی نظر سے گذر جاتے تو ان کے علم میں حدیث کا ایک مستقل مجموعہ ضرور ہو جاتا ورنہ ظاہر ہے کہ ایسے انتشار احادیث اور سخت پریشانیوں کے زمانے میں اکیلے امام کہاں تک کر سکتے تھے۔ نعمانی صاحب امام صاحب کے زمانے میں احادیث کے انتشار کی بابت لکھتے ہیں۔ حدیثیں اسوقت تک نہایت پریشان و غیر مرتب تھیں۔ یہاں تک کہ بڑے بڑے اساتذہ دو چار سو حدیثوں سے زیادہ یاد نہیں رکھتے تھے۔ اس کے علاوہ طرق روایت میں اسقدر اختلافات پیدا ہو گئے تھے کہ ایک حدیث جب تک متعدد طریقوں سے نہ معلوم ہو اس کے مفہوم اور تعبیر کا ٹھیک ٹھیک متعین ہونا دشوار تھا انتہیٰ۔ اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں۔ غرض امام ابوحنیفہؒ کے زمانے میں احادیث کا جو دفتر تیار ہو چکا تھا۔ ہزلیات موضوعات۔ اغالیط۔ ضعیف مدرجات سے بھرا ہوا تھا۔ اس وقت امام بخاری و مسلم نہ تھے جو صحیح حدیثوں کے انتخاب کی کوشش (بقیہ صفحہ آئندہ)

ہونے کی ضرورت تھی وہ اُس پر آشوب زمانہ میں کسی طرح نہ کر سکتے تھے اور اسی طرح اُن سے پہلے کے مسلمان ابھی انہیں شرور و فتن کی وجہ سے جو حضرت عثمان رض کی خلافت کے وقت سے شروع ہو کر کم و بیش استحکام خلافت عباسیہ تک باستثنار کچھ کچھ فترات کے جاری رہے ہیں ایسے مطمئن اور فارغ دل تھے کہ وہ پوری توجہ اس طرف مبذول کر کے ایک معقول ذخیرہ فراہم کر رکھتے جوان دونوں اماموں (ابو حنیفہ و مالک) کو تیار شدہ مل جاتا کیونکہ خود ہی معذور تھے اور ان کی مسلسل توجہ اس طرف نہ ہو سکتی تھی۔ اس سب کے علاوہ ویسے بھی اسوقت تک اُن لوگوں کے دلوں میں اس کی کوئی تحریک پیدا نہ ہوئی تھی حضرت عمر بن عبد العزیز کے زمانے میں کہ اس وقت امن و عافیت نے اپنا رنگ دکھلایا تھا گو چند روزہ ہی سہی کچھ تحریک اُس کی ہوئی بھی مگر ہم نہیں جانتے کہ اُس کا سلسلہ آگے کو چلتا رہا ہو بہر حال ان دونوں نے جو کیا وہ انکو بیشتر اپنی قوت بازو سے کرنا پڑا اور گو انہوں نے کچھ امن و عافیت کا بھی زمانہ پایا مگر بہت ہی تھوڑا سا زمانہ تھا تو وہ بیچارے اس ابتدائی زمانہ میں اور تھوڑے سے وقت میں اور صرف اپنی ذاتی کوشش سے کیا کر سکتے تھے۔ اور کہاں تک کر سکتے تھے اس وجہ سے انہوں نے باوجود تمام تر سعی کے بہت ہی تھوڑا حصہ حدیث کا پایا برخلاف زمانہ مابعد کے کہ اس میں تدوین کی وجہ سے جو احادیث منتشر تھیں وہ جمع ہو گئیں اور جو مخفی تھیں وہ ظاہر ہو گئیں اور پھر ہر شخص کو ملنے لگیں چنانچہ شاہ صاحب اہل الرای کے مقابل اہل حدیث کے بیان میں جن کا کچھ ذکر ہم پہلے بھی کر چکے ہیں لکھتے ہیں تو انہ اہل حدیث کے لیے بلاد اسلام میں تدوین احادیث و آثار کا شائع ہونا اور کتابوں اور رسالوں کا لکھا جانا حتے کہ اہل روایت کم نکلیں گے جنکی کوئی کتاب یا رسالہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کرتے۔ انتہٰی۔ تنبیہ ۞ ۔ ہم نے جو جا بجا نعمانی صاحب کے قول نقل کیے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ انہوں نے تاریخ کے علاوہ حدیث وفقہ کا بڑا ذخیرہ مہیا کر کے کتاب سیرۃ النعمان لکھی (جیسا کہ خود انہوں نے اول میں قبول کیا ہے) جس میں امام اعظم کی سوانحعمری کے سوا امام صاحب کی تائید کو مد نظر رکھا اور ان کے مذہب کی ترجیح کی بہت کچھ کوشش کی رحتے کہ انہوں نے اس مقصد میں حد سے زائد غلو کی وجہ سے سخت سخت مسامحات کیے جن میں سے بعض بعض کے جواب ہمارے ہمعصر جناب مولوی عبد العزیز صاحب رحیم آبادی نے حسن البیان میں جو انہوں نے اسی واسطے تالیف کی۔ دے چکے ہیں۔ اور بہتوں سے انہوں نے درگذر کیا ان میں سے بعض بعض پر ہم نے بھی تنبیہ کی ہے) پس نعمانی صاحب نے جو بات اس مضمون کے خلاف ذکر کی یا تسلیم کی وہ وہی ہے جس سے وہ کسی طرح انکار نہ کر سکتے تھے اور جس کے ثبوت میں ذرا بھی کلام کی گنجائش نہیں۔ لہٰذا اتمام حجت کے لیئے ان کا کلام نقل کر دینا ہم نے زیادہ مفید خیال کیا ۱۲

لہ دیکھو حجۃ اللہ البالغہ ص ۱۵۳ و ۱۵۴ عبارت طویل ہونے کی وجہ سے نقل نہیں کی ۱۲

نہ ہوا ہو۔ بڑا کارآمد ہوا
متاخرین کا متقدمین سے الفاظ حدیث
و معنے حدیث و طرق حدیث وغیرہ
مذاہب صحابہ و مجتہدین وغیرہ میں اعلم ہونا

پس اسوقت میں جو اُن کے اکابر تھے وہ بلاد حجاز (حرمین شریفین) اور شام اور عراق اور یمن اور مصر اور خراسان میں پھرے اور ان کتابوں اور رسالوں کو (جو ابتداے زمانہ میں لکھے گئے تھے انہوں نے) جمع کیا۔ اور کمیاب حدیثوں اور نادر آثاروں کے جستجو میں خوب کوشش کی کہ تو ان لوگوں کے اہتمام سے اُنکے پاس احادیث و آثار اسقدر جمع ہو گئے جو اُن سے پہلے کسی کے پاس جمع نہ ہوئے تھے اور جتنے اُنکو میسر آئے اُتنے ان سے پہلے کسی کو میسر نہ آئے تھے اور انکے پاس حدیث کی اسانید بہت بہت جمع ہو گئیں۔ حتیٰ کہ اُنکے پاس بہت احادیث ایسی تھیں کہ ان (میں) سے ایک ایک حدیث (کی) سو سو طریقے اور سندیں تھیں بلکہ اس سے بھی زیادہ تو بعض طریقوں نے (اس میں کچھ تفصیل ہونے کی وجہ سے حدیث کے معنے و مطلب کے متعلق) ایسی بات کھولدی جو دوسرے طریقہ میں پوشیدہ تھی اسوجہ سے یہ لوگ نفس حدیث کے علاوہ مطالب حدیث سے بھی زیادہ واقفیت رکھنے والے ہو گئے اوران لوگوں نے ہر حدیث کا مرتبہ کہ وہ غریب ہے (جس کے بہت سے راوی نہیں) یا مستفیض ہے (جسکے روات بکثرت ہیں بھی) پہچان لیا اور انکو اسکی بھی قدرت ہوئی کہ وہ حدیث کے متابعات و شواہد دیکھیں اور انپر بہت سی احادیث صحیحہ ظاہر ہو گئیں جو پہلے کے اہل فتوی (مجتہدین) پر ظاہر نہ ہوئی تھیں (دیکھو امام شافعی امام احمد سے درخواست کرتے ہیں کہ چونکہ تم احادیث صحیحہ کے ہم سے زیادہ جاننے والے ہو تو کوئی صحیح حدیث ہو تو مجھ کو بھی) بتادینا کہ میں بھی اُسے لوں کوفی ہو یا بصری ہو یا شامی (یعنے کسی شہر والے کی حدیث ہو) چنانچہ ابن الہمام (حنفی) نے اُس کو حکایت کیا ہے اسکی وجہ یہ ہے کہ بہت احادیث صحیحہ ایسی ہیں کہ اُنکو صرف خاص ایک ہی شہر کے لوگ روایت کرتے ہیں (جیسے افراد شامیین و افراد عراقیین (یعنے وہ احادیث جن کو صرف شام والے روایت کرتے ہیں یا صرف عراق والے روایت کرتے ہیں جو کہ حدیث کی قسمیں کہلاتے ہیں) یا اُنکو کوئی خاص خاندان روایت کرتا ہے جیسے نسخہ برید عن ابی بردۃ الخ کا یا عمرو بن شعیب الخ کا یا (مثلاً کسی حدیث کا) صحابی کم روایت کرنیوالا و غیر مشہور تھا کہ جس سے (اس حدیث کو) کم لوگوں نے لیا تو اس قسم کی احادیث سے اکثر اہل فتوے (ائمہ) بیخبر رہے (اور اب ان زمانوں میں وہ آکر کھل گئیں اور علاوہ اسکے ان لوگوں کے پاس ہر شہر کے فقہاء (و مجتہدین) کے اقوال (بھی خواہ وہ فقہاء) صحابہ میں سے ہوں یا تابعین میں سے جمع ہو گئے۔ حالانکہ پہلے وقت میں آدمی اپنے شہر کی اور اپنے اساتذہ کی حدیث کے سوا اور جمع نہ کرسکتا تھا اور صرف انہیں کے مجتہدات و اقوال پر واقف ہو سکتا تھا) او

(ایک بات اور ہے کہ پہلے کے لوگ راویوں کے پہچاننے اور انکے مراتب عدالت معلوم کرنے میں اسی پر بھروسہ کرتے تھے جو خود انکو مشاہدہ حال اور تتبع قرائن سے سمجھ میں آتا تھا۔ اور (اب) اس طبقہ نے اس فن میں زیادہ تدقیق (و تحقیق) کی اور اس میں بحث کرکے (اس کو جمع کرکے اُسکو ایک مستقل علم بنا دیا۔ (پس اس میں بجائے صرف اپنے تتبع کے ہزاروں مبصروں کی تحقیقیں جمع ہو کر بات روشن ہو گئی اور اب زمانہ مابعد کے لوگ بطور خود (اس تحقیقات سے بھی سبکدوش ہو گئے) اور انہوں نے (کسی حدیث پر) صحت کے حکم لگانے وغیرہ میں آپس میں بحثیں کیں تو اپنی اس تدوین و بحث کی وجہ سے (احادیث کے) اتصال و انقطاع کا حال بھی کھل گیا۔ (غرض ہر طرح سے پچھلوں کی معلومات پہلوں کی معلومات سے ترقی کر گئی چنانچہ پہلوں میں سے نظیر کے طور پر دیکھو) سفیان و وکیع اور جو انکے ہم مثل تھے (جو کہ امام ابو حنیفہ رح و امام مالک کے ہم زمانہ ہیں) باوجودیکہ غایت درجہ کی کوشش کرتے تھے تاہم مرفوع متصل حدیث ہزار سے کم ہی پاتے تھے جیسا کہ ابوداؤد سجستانی (صاحب سنن) نے اپنے اس خط میں جو اہل مکہ کو انہوں نے بھیجا تھا لکھا ہے (اسی سے امام ابو حنیفہ اور امام مالک کی بھی تعداد احادیث معلوم ہو سکتی ہے) اور (اب) اس طبقہ کے لوگ (جو انکے بعد ہیں) چالیس چالیس ہزار حدیث یا اسکے قریب قریب روایت کرتے تھے بلکہ (امام) بخاری سے بسند صحیح ثابت ہوا کہ انہوں نے اپنی صحیح کو چھ لاکھ حدیث سے تلخیص کیا اور ابوداؤد سے مروی ہے کہ انہوں نے اپنی سنن کو پانچ لاکھ حدیث سے منتخب کیا۔ اور (امام) احمد نے تو اپنی مسند کو حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جانچنے کا آلہ ٹھہرا دیا کہ جو حدیث اس میں ہو گو ایک ہی سند سے سہی تو اُسکی اصل ہے اور جو حدیث اس میں نہو وہ بے اصل ہے (انکے پاس اس کثرت سے احادیث جمع ہو گئیں کہ اُنکو تمام احادیث کے احاطہ کا خیال ہو گیا۔ مگر بعد کی تحقیقات سے ثابت ہوا کہ بہت سی احادیث انکو بھی نہیں پہنچیں) انتہے

ائمہ اربعہ کے کسی مسئلہ کے خلاف حدیث ہونے پر کچھ تعجب نہیں اور اس امر سے وہ مورد الزام نہیں ہو سکتے

پس کچھ تعجب نہیں اگر ان ائمہ میں سے خصوصاً انمیں سے جو زمانہ میں اور بھی تقدم رکھتے تھے مثل امام ابو حنیفہ اور امام مالک رح کے کسی امام کا کوئی مسئلہ حدیث رسول کے خلاف پڑ جائے یا زمانہ مابعد کے لوگوں میں سے کسی کو کوئی ایسی حدیث معلوم ہو جائے جو انکو معلوم نہ تھی یا اس کو کوئی انکی اجتہادی خطا ثابت ہو جائے لیکن اس میں انکا کوئی قصور نہیں۔ وہ تو بڑے بڑے پاکیزہ نفوس تھے اور صاحب مناقب جلیلہ اور مفاخر جمیلہ۔ ان میں سے ہر ایک کے مناقب میں بڑی بڑی مستقل کتابیں لکھی گئیں۔

کسی امام کے مناقب دیکھ کر اسکی تقلید کرنے میں غلطی

ان مناقب کی کتابوں کو دیکھو تو جس امام کے مناقب کو پڑھو یہی جی چاہتا ہے کہ بس ان ہی کی تقلید کر لیجائے مگر اگر مناقب ہی پر مدار تقلید ہے تو کس کس کی

...... تقلید کیجائے جس امام کے مناقب دیکھو ہر ایک کی یہی حالت ہے ائمہ اربعہ مخصوص نہیں اور تمام اکابر ائمہ کا بھی یہی حال ہو کہ ایک سے ایک بڑھ کر نظر آتا ہے پس اس سے بہتر کوئی بات نہیں کہ فروع کی بجائے سب کے اصل کیطرف رجوع کیا جائے کہ وہ سرور اکرم فخر عالم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں اور نیز مناقب کے لحاظ سے بھی سب سے زیادہ مناقب آپ ہی کے ہیں لیکن ان ائمہ سے بھی ہم کو کسی طرح استغنا نہیں شریعت واحکام رسول انہیں کے یا انکے ہم مثلوں کے ذریعہ سے ہمیں پہنچے پھر ہم ان کو کیسے بھول سکتے ہیں، تاہم ہم کو یہ جائز نہیں کہ ہم ان کا کوئی قول جو حدیث رسول اللہ صلعم کے خلاف معلوم ہو اس کو اختیار کریں

کسی مسئلہ کے تلاش کرنے میں ائمہ اربعہ کا دستور العمل

یہ کوئی نہیں کہتا کہ ان اماموں میں سے کوئی امام اپنی طرف سے حدیث گھڑ لیتے ہیں اور اُسکی تلاش میں دانستہ سستی کرتا تھا یا اسکے ملنے کی صورت میں اس پر عمل میں اُس کو کوئی دریغ تھا بلکہ وہ قاعدے کے مطابق اول مسئلہ قرآن میں تلاش کرتے تھے اس میں نہ ملتا تھا تو حدیث رسول ڈھونڈھتے تھے جب حدیث نہ ملتی تب اجتہاد و قیاس سے کام نکالتے تھے جیسا کہ مجتہد کو کرنا چاہیے اور چونکہ اجتہاد میں خطا بھی ہوتی ہے اس وجہ سے ایسا بہت ہوا کہ جو مسئلہ انہوں نے اجتہاد سے بتایا اس میں اُنسے خطا ہوگئی اور دوسروں کو حدیث اسکے خلاف معلوم ہوگئی لیکن اس سے اُنکے ذمہ کوئی الزام نہیں۔ وہ بہر صورت ماجور ہیں۔

خود اقوال ائمہ سے ثابت ہے کہ وہ جمیع احادیث پر محیط نہ تھے اور حضرت مرزا جانجاناں نقشبندی سے اس کی تائید

بلکہ انہوں نے خود ہی بہت سے مسائل کا اپنے اجتہاد و رائے سے کہنا ظاہر کر دیا چنانچہ فرما دیا کہ حدیث رسول ملجائے تو ہمارا قول چھوڑ دینا اور حدیث رسول پر عمل کرنا۔[۱] اس سے معلوم ہوا کہ انہوں نے مسائل اجتہاد سے بھی کہے تھے اگر کل صریح منصوص سے کہے ہوتے تو اسکے کہنے کی کیا ضرورت تھی اور اُنکے اس قول سے یہ بھی ثابت ہوا کہ ان کو خود بھی اقرار ہے کہ ہم کو تمام احادیث رسول پر احاطہ نہیں اگر احاطہ[۲] ہوتا تو وہ

---

[۱] امام اعظم صاحب کا ایک قول کہ حب وہ مسند بناتے تھے تو فرما دیتے تھے کہ "یہ میری رائے ہے پس جو اس سے بہتر لادے تو وہی اولے ہو۔" پہلے گزر چکا اور ایک قول انکا یہ بھی ہے جسکو نعمانی صاحب نے بھی سیرۃ النعمان صفحہ ۱۰۳ میں ذکر کیا ھذا الذی نحن فیہ رای لا نجبر علیہ احدا ولا نقول یجب علے احد قبولہ انتہی یعنے ہم جس بات میں (مشغول) ہیں وہ ہمارے اجتہاد ہے۔ ہم کسی پر جبر نہیں کر سکتے کہ اس پر عمل کرے، اور نہ یہ کہ سکتے ہیں کہ اسکا قبول کرنا کسی پر واجب ہے۔ ۱۲ [۲] چنانچہ جناب مرزا مظہر جانجاناں صاحب نقشبندی اپنے ایک مکتوب میں تحریر فرماتے ہیں پوشیدہ نیست کہ ہیچ یکے از علماء امت جمیع احادیث را احاطہ نکردہ است چنانچہ قول اکثر کوفی بخبر رسول نص است براں کہ جمیع احادیث با امام نرسیدہ بلکہ بعض از انہا فوت شدہ وچرا فوت نشود کہ مثل خلفائے راشدین کہ اعلم امت وملازم صحبت جناب رسالتمآب صلے اللہ علیہ وسلم بودند بعض احادیث از ایشاں نیز فوت شدہ دمیدانند ایں معنے ہر کہ معرفتے بفن حدیث دارد انتہے دیکھو کلمات طیبات صفحہ ۴۲-۱۲ [۳] البتہ تلاش کے منازل متفاوت ہیں ۱۲ [۴] اور اگر مسئلہ کی حدیث ملجاتے تو خاص اس پر انکو عمل ہے ۱۲

ایسا کیوں فرماتے۔ بہر حال وہ ہر طرح سے بری ہیں اور اُنپر کوئی الزام نہیں۔

مقلدین اپنے امام کے مخالف حدیث کو رد کرنے میں طرح طرح کی کج بحثیوں اور تاویلات باردہ سے کام لیتے ہیں اور سینکڑوں حیلے تراشتے ہیں

الزام تو اُنپر ہے جو باوجود حدیث پانے اور امام کے قول کے اُسکے مخالف ہونے کے امام کی رائے پر چلے جاتے ہیں اور حدیث رسول کی ذرا بھی پروا نہیں کرتے بلکہ امام سے اپنے الزام دور کرنے اور اپنے پر جو

حدیث کے ساتھ مقلدین کا سلوک در نظر تحقیق اس میں بحث نکرنا **۵۱** جیسا کہ پہلے تم علامہ محمد حیات سندی کے قول میں پڑھ چکے ہو۔ اور ان کے لکھنے پر کیا موقوف اب بھی برابر یہی ہو رہا ہے حدیث پڑھاتے وقت کسی مقلد طالبعلم کے سامنے جس وقت حدیث سے جو جو مسائل مستنبط ہوتے ہیں بیان کئے جاتے ہیں تو جبتک اُسے یہ نہ معلوم ہو کہ یہ مسائل میرے امام کے مذہب کے خلاف ہیں اُس وقت تک اُسکو اُن مسائل کے تسلیم میں اور اُن مسائل کے اس حدیث سے مستنبط ہونے میں ذرا کلام نہیں ہوتا۔ اور جب اُسکو یہ معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں مسئلہ میرے امام کے خلاف ہے تو فوراً اُسکو اُس مسئلہ کے اُس حدیث سے مستنبط ہونے میں کلام پیدا ہو جاتا ہے اور وہ کسی طرح سے اُس مسئلہ پر اس حدیث کا دلالت کرنا تسلیم کرنا نہیں چاہتا بلکہ طرح طرح کی کج بحثیوں سے اُس کو رد ہی کرتا چلا جاتا ہے۔ اور طالبعلم کیا۔ اُن کے عوام و علماء سب کی یہی حالت ہے۔ کسی ایسی حدیث کو جو اُنکے امام کے مخالف نہیں یا اُس کا مخالف ہونا معلوم نہیں۔ جب سنتے ہیں تو اس میں کوئی بحث و انکار ان کو نہیں ہوتا۔ اور وہ حدیث کہ اس کا مخالف ہونا اُن کے علم میں ہو۔ اس میں طرح طرح کے عیب نکل آتے ہیں۔ اس سب کو جانے دو۔ ہم اُنہیں پر **انصاف** رکھتے ہیں۔ وہ ایمان ایمان سے کہدیں۔ اُن احادیث میں جو رفع الیدین یا آمین بالجہر یا قرأۃ خلف الامام کے ثبوت میں مثلاً وارد ہیں (جنکے صحت و ثبوت کو تمام محققین تسلیم کرتے ہیں) یہ لوگ جو کچھ کلام کرتے ہیں اور کسیطرح اُن کا لائق عمل ثابت ہونے دینا نہیں چاہتے بلکہ طرح طرح سے اُن کو غیر معمول بہ بنانے کی کوشش کرتے ہیں کیا یہ اسوقت بھی ایسا ہی کرتے اگر فرضاً امام ابو حنیفہ صاحب کی یہی رائے اُن احادیث کے موافق ہوتی اور اُن کا قول اُن کے خلاف نہ ہوتا۔ بلکہ امام شافعی وغیرہ کو اُن سے خلاف ہوتا۔ اور کیا اس صورت میں بھی یہ لوگ اُن احادیث کی مخالفت میں ایسا ہی گفتگو کرتے جیسا اب کرتے ہیں۔ اور کیا اُس حالت میں بھی ان لوگوں کے ذہن ان احادیث کی بابت انہیں تاویلوں کو جگہ دیتے جنکو اب دیتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہاں تو یہ حالت ہے کہ اپنے موافق کے نام سے اگر ضعیف سے ضعیف دلیل ملجائے تو اس کو قوی سے قوی سمجھا جاتا ہے اور مخالف کی کیسی ہی صریح و قوی دلیل ہو اس میں بیسیوں عیب نکالے جاتے ہیں بہر حال اگر وہ جی میں انصاف کریں تو کبھی اُسکے خلاف نہیں کہسکتے کہ اب وہ جن احادیث میں ان کو اپنے امام کے مخالف پانے کی صورت میں جو کچھ کلام کرتے ہیں اگر بالفرض اُنکے امام کا مذہب اُسکے برعکس ہوتا یا یہ کسی شافعی المذہب کے گھر میں پیدا ہوئے ہوتے تو کبھی اُنکو اُن میں یہ کلام نہ ہوتا۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ ایک لطف اور ہے وہ یہ کہ ایک ہی حدیث میں کا ایک جزو جو اپنے موافق ہے وہ معتبر و قابل حجت قرار دیا جاتا ہے اور دوسرا جزو جو موافق نہیں غیر قابل عمل قرار دیا جاتا ہے مثال کے طور پر حدیث عبد اللہ بن زید بن عبد ربہ اور حدیث ابی محذورہ کو دیکھو کہ ہر ایک میں جو جزو کہ صفت اذان بلا ترجیع اور اقامت بلا ایتار پر دلالت کرتا ہے معتبر و حجت ہے اور دوسرا جزو جو ترجیع اذان و ایتار اقامت پر دلالت کرتا ہے۔ غیر معتبر ہے۔ اس قسم کی مثالیں اگر تمہیں دیکھنا ہو تو اعلام الموقعین دیکھو۔ اور جب ایسا ہے تو ان کی احادیث میں یہ ساری بحثیں محققانہ کہاں رہیں بلکہ محض امام کی طرفداری کے لیے ہوئیں۔ افسوس کہ تقلید پیشہ لوگوں نے حدیث رسول کی کیسی بیقدری کی نعوذ باللہ من شرور انفسنا و من سیأات اعمالنا۔

اعتراض اٹھانے کی غرض سے حدیث کے معنے میں طرح طرح سے تاویلیں کرکے اور پھیر پھار کر اُسکو اپنے امام کے قول کے مطابق بناتے ہیں نہ یہ کہ حدیث رسول کو اصل قرار دیکر امام کے قول کو اسکی طرف پھیرتے اور حدیث کے تابع ہوتے جب یہ کچھ نہیں بنتی تو کبھی تو چونکہ اپنے مشائخ کا عمل اسکے خلاف دیکھتے ہیں تو یہ کہدیتے ہیں کہ یہ حدیث منسوخ ہوگی حالانکہ محض باتوں سے نسخ ثابت نہیں ہوتا جبتک کہ صریح طور پر ثابت نہو جائے کہ پیغمبر صاحب نے یہ حکم دیکر پھر اُس کو اٹھا دیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں فرماتے ہیں ۲؎ فقہار کا ان احادیث کو جو اُنکے مشائخ کے عمل کے خلاف ہیں منسوخ کہدینا۔ کوئی ماننے کے لائق بات نہیں اتنے کبھی کہتے ہیں ہمارے امام کے پاس بھی کوئی حدیث ضرور ہوگی جب تو انہوں نے اس طرح مسئلہ بتایا۔ حالانکہ امام کے پاس اُنکے بتائے ہوئے مسئلہ کے موافق حدیث کا ہونا محض ایک احتمالی بات ہے کیونکہ نہ صرف احتمال بلکہ ظن غالب ہے کہ یہ مسئلہ انہوں نے قیاس (استنباط سے کہا ہوگا) اور اسکے خلاف میں حدیث رسول یقینی موجود ہے پس کیسی غلطی ہے کہ یقین کو چھوڑ کر محض احتمال و شک پر مدار عمل رکھا جائے کبھی کہتے ہیں ہمارے امام نے اس حدیث کو ضعیف سمجھا ہوگا۔ یا اسکے کوئی اور معنے کیے ہونگے۔ یا اُن کے نزدیک یہ حدیث منسوخ ہوگی تب ہی تو اُسکے موافق مسئلہ بتایا اس وجہ سے ہم اس حدیث کو نہیں مانتے حالانکہ یہ سارے خیال اس وقت کیے جاسکتے ہیں کہ پہلے یقینی طور پر یہ بات ثابت ہوجائے کہ یہ حدیث اُنکو ملی بھی اور پھر اختیار نہیں کی تو کہا جاسکتا ہے شاید اس وجہ سے اختیار نہیں کی کہ سند ضعیف سے انکو پہنچی تھی یا اُسکے کوئی اور معنے خیال کیے یا اُس کو منسوخ جانا۔ اور جب سرے سے ہی نہیں معلوم کہ انہوں نے یہ حدیث سنی بھی ہے یا نہیں تو پھر محض ایسے گمانوں پر ایک صریح و صحیح حدیث رسول کو رد کردینا کیسی بے انصافی ہے۔ کبھی کسی صحابی کا قول یا فعل اپنے موافق پاکر کہنے لگتے ہیں دیکھو فلاں صحابی اسکے قائل ہیں۔ اگر یہ بات صحیح نہ ہوتی اور اس مخالف حدیث میں کوئی نہ کوئی بات نہ ہوتی تو یہ صحابی کیسے اس مسئلہ کے قائل ہوتے حالانکہ اگر یہ دلیل صحیح مان لی جائے تو بہت سی احادیث رسول رد ہوجائیں۔ کیونکہ بہت سی **احادیث** ایسی ہیں جنکو صریح خلاف افعال و اقوال صحابہ ملتے ہیں (جس کی بڑی وجہ ابھی تم معلوم کرچکے ہو) تو چاہیے کہ ان تمام حدیثوں کو ایسے ہی احتمالات پیدا کرکے غیر مقبول کردیا جائے

بتوں کو آستینوں اور مُنہ میں رکھنے کا قصہ

۱؎ رفع الیدین اور آمین بالجہر کے منسوخ بنانے کے لیئے کیسے جھوٹے قصے اڑاتے ہیں کہ دو تو اسلئے حکم دیا گیا تھا کہ منافق لوگ آستینوں میں اور مُنہ میں بُت رکھکر نماز کو آتے تھے پس رفع الیدین کا حکم دیا گیا کہ بت گر پڑیں اور زور سے آمین کہنے کیوجہ سے منہ میں نہ رکھ سکیں، کیسی جھوٹی جھوٹی باتوں سے سنت رسول کو رد کرنا چاہتے ہیں ۱۲

۲؎ عبارت یہ ہے دقول الفقہاء لما یحل ونہ خلاف عمل مشائخہم منسوخ غیر مقنع انتہی صـ۱۲۲

اسکے علاوہ اس قسم کے موقعوں پر اکثر فریق مقابل کے موافق بھی اقوال وافعال موجود ہوتے ہیں تو فریق مقابل بھی اسی طرح کہہ سکتا ہے کہ یہ مسئلہ اس طرح پر نہ ہوتا تو فلاں فلاں صحابہ کیسے اُسکے قائل ہوتے۔ فریق مقابل کے پاس تو اس دلیل کے سوا حدیث رسول بھی موجود ہے۔ پھر بڑا تعجب ہے کہ اُنکا یہ قول تو مقبول رہے اور فریق مقابل کا قول جو اُن سے زبردست ترجمت رکھتا ہے قابل قبول نہ ہو۔ اور قطع نظر اس سب کے خود اُن کے اصول کا بھی مسلمہ مسئلہ ہے کہ موقوف[1] (قول وفعل تقریر صحابہ) مرفوع (حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) کے مقابل حجت نہیں ہو سکتا پس اگر ایسے حیلوں کا اعتبار ہوتا تو اس قاعدے کے معنے ہیں۔

مقلدوں کے اس قول کی تردید کہ حدیث کا سمجھنا اور اس سے دلیل پکڑنا اور موافق اور مخالف کا جاننا صرف مجتہد کا کام ہے اور بس

کبھی یہ عذر پیش کرتے ہیں کہ حدیث کا سمجھنا اور اس سے دلیل پکڑنا اور اُس کی موافقت ومخالفت کا جاننا مجتہد کا کام ہے ہم کیا سمجھ سکتے ہیں۔ کہ یہ حدیث مخالف ہے یا موافق ہے اس کا مفصل **جواب** تو انشاء اللہ تم آگے پڑھوگے مگر یہاں پر اتنا کہدینا ہم ضروری سمجھتے ہیں کہ جب تم حدیث سمجھتے ہی نہیں تو تم امام کے قول کی حدیث رسول سے مخالفت اُٹھانے کے وقت یہ کیسے کہتے ہو کہ اس حدیث کو یہ معنے نہیں ہیں (جس سے مخالفت امام کے قول کی ثابت ہوتی ہو) بلکہ اسکے معنے یہ ہیں (جو مخالف امام کے قول کے نہ ہوں) اور حدیثوں میں تاویلیں اور حجتیں کیوں کرتے ہو بلکہ تم کو بالکل سکوت اختیار کرنا چاہیے فَلِمَ تُحَاجُّونَ فِيمَا لَيْسَ لَكُم بِهِ عِلْمٌ[2] اور نیز فریق مقابل کے مقابلے میں دلیلیں اور حجتیں کیوں لانے اور مناظرے کیوں کرتے ہو جب تم کو موافق ومخالف دلیل پہچاننے اور دلیل پکڑنے کی تمیز ہی نہیں تو اپنی[3] طاقت سے زائد کام کیوں کرتے ہو جس کے تم اہل نہیں اور نیز پھر تمہارے لیے علم اصول پڑھنا اور اس میں اپنی اوقات صرف کرنا بالکل ایک فضول کام ہے۔ اس لیے کہ غرض علم اصول سے طریقہ استدلال ودلائل سے استنباط مسائل کا طریقہ معلوم ہوتا ہے جب تم اس کی اہلیت کو پہنچتے ہی نہیں تو اس میں مصروف ہو کر اپنی تضییع اوقات کیوں کرتے ہو۔

مقلدین کی ان تمام حیلوں کی اصل وجہ ان کو ایک نیک شرہ

مگر اصل میں یہ کچھ نہیں یہ سارے ....

[1] چنانچہ ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں قول الصحابی عند ناحجة مالم ینفه شئ من السنة انتہٰی اور یہ ایسی ظاہر بات ہے جس کے لیے کسی حوالہ کی ضرورت نہیں ۱۲

[2] یعنے سو کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم کو خبر نہیں۔ آل عمران رکوع ۷-۲۔

[3] دیکھو کتب اصول ۱۲۔

حیلے وبہانے صرف اس واسطے ہیں کہ امام کے قول کے چھوڑنے کو جی نہیں چاہتا۔ مجبور ہیں۔ کچھ بنی نہیں تو اسی طرح باتیں بنا کر پیچھا چھڑانا چاہتے ہیں اور اہل حدیث ہیں کہ کسی کل پر انہیں چین نہیں لینے دیتے۔ لیکن ہم کہتے ہیں اگر تم کو براہ راست رسول سے اور رسول کی حدیث سے ذرا بھی الفت وغرض نہیں۔ اور تم اپنے امام ہی کے قول کے پابند رہنا چاہتے ہو تو آؤ ہم تم کو ایک ایسی تدبیر بتائیں جس سے تم اپنے امام کے قول پر بھی جمے رہو اور ان غیر مقلدوں کے اعتراضوں سے بھی نجات پا جاؤ۔ وہ یہ کہ تم یہی سمجھ کر کہ ہمارے ہی امام نے فرمایا ہے کہ میرا قول حدیث کے خلاف ہو تو حدیث پر عمل کرنا۔ حدیث پر عمل کر لو۔ اگر تم ایسا کرنے لگو گے تو غیر مقلد بھی تم پر اعتراض

اسکا جواب کہ یہ لوگ صرف رفعیدین وغیرہ پر جھگڑتے ہیں اور سنتوں پر عمل نہیں کرتے **۵۱** بعض لوگوں کو ہم نے دیکھا کہ جب وہ جانتے ہیں کہ علمی بحث میں تو ہم ان سے پیش پا ہی نہیں سکتے اور دلی عناد وتعصب بھی نہیں دیتا تو ادھر ہی طرح طرح کی باتوں سے وہ اپنے دل کو ٹھنڈا کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ لوگ آمین بالجہر ورفع الیدین پر بہت اصرار وجھگڑے کرتے ہیں اور سنتوں پر عمل نہیں کرتے تو اول تو یہ الزام ہی صحیح نہیں۔ جس سے جہانتک ہو سکتا ہے عمل کرتا ہے۔ ان کی کوئی تخصیص نہیں مگر چونکہ اس سے ان کو زیادہ خلاف ہے اس وجہ سے یہی ان کو بہت کھٹکتی ہے اور ناگوار ہونے کی وجہ سے اسی سے صدمہ زیادہ پہنچتا ہے اس واسطے یہی یاد رہتا ہے دوسرے یہ ضرور نہیں کہ جو تمام باتوں پر عمل کر سکے تب ہی کرے ورنہ ساری سنتیں چھوڑ کر بیٹھ رہے اور کسی ایک پر بھی عمل نہ کرے۔ تیسرے ان سنتوں کا اگر بہ نسبت دوسری سنتوں کے زائد اہتمام کیا جائے تو اس کی خاص کئی وجہیں ہیں اول یہ سنتیں متممات ومکملات صلوٰۃ سے ہیں جو کہ افضل اعمال اسلام ہے لہٰذا وہ اسی قابل ہیں کہ ان کا زائد اہتمام کیا جائے۔ دوسرے۔ لوگ ان سنتوں سے بالخصوص بے خبر ہیں پس ان پر زیادہ عمل درآمد کرنے سے احیاء سنت ہوتا ہے۔ تیسرے۔ سنتوں سے جلنے والے سب سے زیادہ انہیں سنتوں سے جلتے ہیں لہٰذا ان کو زیادہ جلانا بھی داخل خیر ہے پیغمبر صاحب نے آمین سے یہود کے جلنے کی وجہ سے حکم دیا کہ تم آمین زیادہ کہو تاکہ وہ خوب جلیں معلوم ہوا کہ عمل خیر سے جلنے والے کو اور جلانا چاہئیے۔ لہٰذا ان وجوہ سے اگر ان سنتوں پر زیادہ اصرار کیا جائے تو حق بجانب ہے۔ بایں ہمہ ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر کوئی ایسا کرتا ہے کہ اور سنتوں پر عمل کا ارادہ نہیں کرتا تو اسکو ایسا نہیں کرنا چاہئیے۔

اسکا جواب کہ یہ لوگ سب کچھ اپنی شہرت کیلئے کرتے ہیں کبھی کہتے ہیں کہ یہ لوگ اماموں کا خلاف جو کرتے ہیں تو اپنی شہرت کیلئے اور تکبراً ایسا کرتے ہیں ان کی نیت بخیر نہیں حالانکہ یہ بالکل غلط ہے اور یہ اہتمام آج نیا نہیں انہیں نے پیش رووں نے پہلے امام شافعی کے اوپر بھی یہی اتہام کیا تھا کہ شافعی جو امام مالک اور امام ابو حنیفہ وغیرہ کا خلاف کرتے ہیں تو دنیا کیلئے (اور اپنی شہرت کے لیے) کرتے ہیں دیکھو توالی التاسیس صفحہ ۷۶ مطبوعہ مطبع میریہ مصر۔

اہلحدیث کی عیب چینی کبھی یوں اپنے جی کو خوش کر لیتے ہیں کہ کبھی کسی اہل حدیث سے بحسب اتفاق وبمقتضائے بشریت کوئی گناہ یا غیر موزوں فعل ہو گیا تو کہتے ہیں دیکھو یہ لوگ ایسے ہوتے ہیں۔ حالانکہ ان باتوں کو نفس مذہب سے کیا تعلق۔ کسی مسلمان سے اگر کوئی نامناسب فعل ہو جائے تو اسلام یا مسلمانوں پر عیب اس سے کیونکر لگ سکتا ہے۔ دوسرے کیا وہ خود سب کے سب معصوم ہیں۔ انکے افراد اس قسم کے افعال کے کیا مرتکب نہیں ہوتے۔ مگر وہاں اصلیت کو کون دیکھتا ہے۔ مقصود تو عیب گیری ہے۔ غرض اسی طرح کی ان لوگوں کی اور بھی کتنی باتیں ہیں جنکو ہم بخوف طول کلام چھوڑتے ہیں ۱۲۔

نہ کر سکیں گے۔ اور تم اپنے امام کے قول کے بھی پابند رہے۔ گو ہم اس صورت میں اسبات کی تو ذمہ داری کر نہیں سکتے کہ یہ عمل تمہارا عنداللہ مقبول ہوگا۔ اس لیے کہ یہ عمل حدیث پر نہ اس حیثیت سے ہوگا کہ آپ کے رسول کی حدیث پر عمل ہے۔ بلکہ اس حیثیت سے ہے کہ اپنے امام کے قول پر عمل ہے مگر اس میں شک نہیں کہ غیر مقلدوں کے مذکورہ بالا اعتراضوں سے ضرور بچ جاؤ گے اور اپنے مقصود اصلی (قول امام) پر بھی قائم رہے اور اس میں ذرا بھی شبہ نہیں کہ امام اعظم صاحب یا کوئی اور امام اگر اس وقت تک زندہ رہتے کہ احادیث فراہم ہو کر مدون ہو جاتیں تو ان کا مذہب بھی یہی ہوتا جو یہ حدیثیں بتاتی ہیں

امام شعرانی رحمہ اللہ کا قول کہ امام ابو حنیفہ رح اگر حدیث پاتے تو قیاس نہ کرتے اسی وجہ سے انکے مذہب میں قیاس زیادہ ہے وہ معذور تھے اور مقلدین معذور نہیں جو امام کے قیاس کے مقابل حدیث کو چھوڑ دیتے ہیں

شیخ المشائخ امام عبدالوہاب شعرانی رح کی میزان کبری میں ہے **امام ابو حنیفہ** رح کے بارے میں ہمارا اعتقاد اور ہر منصف کا اس قرینہ سے جو ہم نے اُن کی ابھی رائے کی مذمت اور رائے سے تبری۔ اور ان کا نص (قرآن وحدیث) کو قیاس پر مقدم کرنا نقل کیا ہے اگر وہ احادیث کے جمع ہو جانے تک اور حفاظ (حدیث) کے حدیثوں کے جمع کرنے کے لیے مختلف بلاد اور اطراف ممالک اسلام میں پھرنے کے بعد زندہ رہتے اور ان احادیث کو پاتے تو ضرور وہ انکو لیتے اور جو جو قیاسیں اُنہوں کی ہیں وہ سب چھوڑ دیتے اور اُنکے مذہب میں بھی قیاس کم ہوتی جیسا کہ اوروں کے مذہب میں کم ہے مگر چونکہ اُنکے زمانے میں (جو زیادہ) دلیلیں شریعت کی راہیں یعنے احادیث وہ

لہ عبارت یہ ہے واعتقادنا واعتقاد كل منصف فى الامام ابى حنيفة رض بقرينة ما رويناه انفا عنه من ذم الرأى والتبرى منه ومن تقديمه النص على القياس انه لو عاش حتى دونت احاديث الشريعة وبعد رحيل الحفاظ فى جمعها من البلاد والثغور وظفر بها لاخذ بها وترك كل قياس كان قاسه وكان قل فى مذهبه كما قل فى مذهب غيره بالنسبة اليه لكن لما كانت ادلة الشريعة مفرقة فى عصره مع التابعين وتابع التابعين فى المدائن والقرى والثغور كثر القياس فى مذهبه بالنسبة الى غيره من الائمة ضرورة لعدم وجود النص فى تلك المسائل التى قاس فيها بخلاف غيره من الائمة فان الحفاظ كانوا قد رحلوا فى طلب الاحاديث وجمعها فى عصرهم من المدائن والقرى ودونوها فجاوبت احاديث الشريعة بعضها بعضا فهذا كان سبب كثرة القياس فى مذهبه وقلته فى مذاهب غيره ويحتمل ان الذى اضاف الى الامام ابى حنيفة انه يقدم القياس على النص ظفر بذلك فى كلام مقلديه الذين يلزمون العمل بما وجدوه عن امامهم من القياس ويتركون الحديث الذى صح بعد موت الامام فالامام معذور واتباعه غير معذورين وقولهم ان امامنا لم ياخذ بهذا الحديث لا ينهض حجة لاحتمال انه لم يظفر به او ظفر به لكن لم يصح عنده وقد تقدم قول الائمة كلهم اذا صح الحديث فهو مذهبنا وليس لاحد معه قياس ولا حجة الا طاعة الله ورسوله بالتسليم له

تابعین اور تبع تابعین کے ساتھ ساتھ (متفرق) شہروں اور گانوں اور سرحدوں پر منتشر تھیں (اسوجہ سے اُن کو زیادہ نہ مل سکیں۔ لہٰذا اور ائمہ کی بہ نسبت انکے مذہب میں قیاس سے مجبوراً زیادہ کام پڑا کیونکہ ان مسائل (کثیرہ) میں جنمیں انہوں نے قیاس کیا انکو کوئی نص نہیں ملی۔ بخلاف دوسرے اماموں کے کیونکہ اُن کے زمانوں میں حفاظ حدیث گانوں و شہروں سے حدیثیں تلاش کرنے اور حدیثوں کے جمع کرنے کیلئے سفر کرنے لگے تھے اور انہوں نے احادیث کو اکٹھا کیا تھا تو احادیث ایک دوسری سے آملیں یہ وجہ ہوئی امام ابوحنیفہ کے مذہب میں قیاس کے زیادہ ہونے اور اور اماموں کے مذہب میں کم ہونے کی۔ اور یہ جو امام ابوحنیفہ کی طرف منسوب ہے کہ وہ قیاس کو نص (قرآن و حدیث) پر مقدم رکھتے تھے شاید اسکی وجہ یہ ہو کہ انکے مقلدین کے کلام میں ایسا (قیاس کو نص پر مقدم کرنا) پایا گیا۔ جو کہ اسی پر عمل کو لازم رکھتے ہیں۔ جو قیاس کہ امام سے منقول پاتے ہیں اور امام کی وفات کے بعد جو حدیثیں صحیح ثابت ہوئیں ان کو چھوڑتے ہیں تو امام تو معذور تھے۔ اور یہ انکے اتباع غیر معذور ہیں۔ اور انکا یہ عذر کہ ہمارے امام نے اس حدیث کو نہیں لیا حجت نہیں ہو سکتا کیونکہ احتمال ہے۔ کہ اُن کو وہ حدیث نہیں ملی یا ملی مگر انکو صحیح نہ ثابت ہوئی اور پہلے تمام اماموں کا قول گزر چکا ہے کہ جب حدیث صحت کو پہنچ جائے وہی ہمارا مذہب ہے اور پھر کسی کو اُسکے ساتھ کوئی قیاس یا حجت کی گنجائش نہیں سوائے اسکے کہ بس سر جھکا کر اللہ اور رسول کی تابعداری کی جائے انتہٰے میزان شعرانی کے اس بیان سے منکشف ہو گیا۔ کہ جو مسئلہ صحیح حدیث سے ثابت ہو وہی امام کا مذہب ہے۔ اور گویا وہی اُن کا قول ہے پھر اب امام کے قول پر اصرار کرنیوالونکو حدیث پر عمل میں کونسا عذر باقی ہے۔ اس بیان سے صرف یہی نہیں ثابت ہوا بلکہ اس سے چند اور بھی باتیں معلوم ہوئیں ایک یہ کہ (جیسا کہ ہم نے بھی اوپر لکھا ہے) امام کا کسی حدیث کو نہ لینا اسکے غیر معمول بہ ہونیکی دلیل نہیں ہو سکتا دوسرے یہ کہ مقلدین حنفیہ نے امام صاحب کے قیاس پر عمل کو لازم پکڑ کر حدیث پر عمل کو چھوڑ دیا تیسرے امام ابو حنیفہ صاحب کے مذہب میں اور سب اماموں سے قیاس زائد ہے

امام صاحب کی حدیث کم پانے کے وجوہ تھے جو امام صاحب کو اور سب اماموں سے کم حدیثیں ملیں (وجہی انکو سب سے زیادہ قیاس کرنا پڑا) جس کی وجہ یہ ہے کہ انکے زمانے میں اور سب اماموں کے زمانے سے زائد انتشار احادیث تھا۔ اس وجہ سے وہ بہت کم حصہ پا سکے۔ امام صاحب کے حدیث سے کم حصہ پانے کی صرف یہی دو وجہیں نہیں ہیں جو اب تک تم نے پڑھیں۔ بلکہ اس کی کئی وجہیں اور بھی ہیں منجملہ اُن کے ایک یہ ہے جسکو تیسری وجہ شمار کرنا چاہیے کہ حدیث کے حاصل کرنے کے لیے ضرورت تھی۔ کہ بغرض طلب حدیث مختلف شہروں کے سفر کیے جاتے اور جا بجا

اساتذہ - ارباب روایت کی خدمتوں میں جا جا کر رہا جانا اور ہر ایک سے انکی احادیث محفوظ حاصل کی جائیں، جیسا کہ ان تمام محدثین نے کیا چنانچہ جہاں اُنکی سوانح عمریاں اور ان کے مفصل حالات لکھے ہیں۔ اُنکے تمام ان اسفار اور رحلتوں کا بھی ذکر ہے۔ امام اعظم صاحبؒ کی جب سوانح عمری پر نظر کی جاتی ہے۔ اور تحقیقی نظر سے جو اُن کے حالات دیکھے جاتے ہیں تو ان کا اس طرح پر طلب حدیث کے لیے مختلف بلاد میں سفر کرنا کچھ بھی پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچا۔ ہم نے باوجود کوشش و تلاش کے اس وقت تک کوئی ثبوت اسکا نہ پایا - بلکہ انہیں مناقب کی کتابوں سے جن میں اُنکے مناقب کے علاوہ اُنکے مذہب کی نصرت اور اُن کو اور ائمہ پر ترجیح دینے کو بھی مدنظر رکھا گیا ہے) اس کے برعکس یہ معلوم ہوتا ہے کہ اُن کی عمر عزیز کا وہ حصہ[1] جو عموماً انسان کی آزادی اور امور دنیاوی سے بے تعلقی کا زمانہ ہوتا ہے۔ اور جو تحصیل علم و سفروں کے لیے زیادہ مناسب ہے ایسی حالت میں گزر گیا کہ ان کو کسی علم کی طرف توجہ نہ ہو سکی تھی۔ اور جب توجہ ہوئی تو پہلے علم کلام[2] کیطرف ہوئی (جس کو تعلق زیادہ تر حدیث سے ہے ہی نہیں) اور عرصہ تک اس میں مشغول رہے اور اپنی طباعی و ذہانت کی وجہ سے اس میں بہت کچھ تبحر پیدا کیا۔ اس عمر میں امام صاحب کو مسائل عملیہ سے (کہ انہیں کے ساتھ حدیث کو بڑا تعلق ہے) ایسی بے تعلقی تھی کہ ایک مرتبہ ایک عورت نے ایک معمولی مسئلہ طلاق کا دریافت کیا۔ تو اس کے بھی جواب میں توقف ہوا۔ آخر مجبور ہو کر فرمانا پڑا کہ کسی اور سے جاکر دریافت کرے لیکن عمر و تجربہ بڑھنے پر علم کلام سے طبیعت ہٹی تو فقہ کی طرف متوجہ ہو گئے اور اپنے وطن کے مشہور فقیہ امام حماد رح

---

[1] جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا ہے اور سیرۃ النعمان میں امام صاحب کی طلب حدیث کا وقت بیس برس کی عمر سے بتایا ہے صفحہ ۳۴

[2] سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں امام ابو حنیفہ کی تحصیل علم کلام سے شروع ہوئی جس کی ممارست نے ان کی قوت فکر وحدت نظر کو نہایت قوی کر دیا تھا۔ علم کلام کے بعد وہ فقہ کی طرف متوجہ ہوئے انتہی صفحہ ۳۳ و ۳۴ - ۲۔ اور لکھتے ہیں۔ امام ابو حنیفہ نے اس فن میں وہ کمال پیدا کیا کہ بڑے بڑے اساتذہ فن بحث کرنے میں ان سے جی چُراتے تھے۔ اگرچہ آخر ان جھگڑوں کو چھوڑ کر وہ علم فقہ پر مائل ہوئے۔ اور تمام عمر اس کی نذر کر دی لیکن اخیر تک یہ مذاق طبیعت سے نہ گیا۔ شروع شروع تو امام صاحب اس فن (علم کلام) کے بہت دلدادہ رہے۔ لیکن جس قدر عمر و تجربہ بڑھتا جاتا تھا۔ ان کی طبیعت رکتی جاتی تھی۔ خود ان کا بیان ہے کہ آغاز عمر میں میں اس علم کو سب سے افضل جانتا تھا۔ لیکن پھر خیال آیا کہ صحابہ کبار ہمیشہ ان بحثوں سے الگ رہے۔ اسی زمانہ میں ایک دن ایک عورت نے آکر یہ مسئلہ پوچھا کہ ایک شخص اپنی بیوی کو سنت کے طریقہ پر طلاق دینی چاہتا ہے کیونکر دے خود تو بتا نہ سکا۔ عورت کو ہدایت کی کہ امام حماد جن کا حلقہ درس یہاں سے قریب ہے جاکر پوچھے مجھکو سخت عبرت ہوئی۔ اسی وقت اُٹھ کھڑا ہوا۔ اور حماد کے حلقہ درس میں جا بیٹھا۔ انتہے ملخصاً صفحہ ۲۸ وغیرہ ۱۲۔

کے حلقہ درس میں جاکر داخل ہوئے اور ان کی زندگی بھر اُن کی مصاحبت نہ چھوڑی[۱] حماد روایت حدیث میں یا محدث کے نام کے ساتھ کچھ ایسی شہرت نہ رکھتے تھے۔ ہاں وہ اُس مجموعہ فقہ کے جو کہ ابراہیم نخعی سے ان کو ملا تھا بڑے حافظ تھے اور کوفہ کے مشہور فقہا میں سے تھے[۲] امام صاحب نے علم فقہ پڑھنا چاہا تو اُستادی کیلئے انہیں کو انتخاب کیا۔ امام صاحب ان کی زندگی ہی میں درجۂ اجتہاد کو پہنچ گئے تھے[۳] اور اُن کی وفات کے بعد انہیں کی مسند درس پر جانشین ہو گئے اور اب خود درس دینے لگے اور ترتیب فقہ و نشر مسائل میں مشغول ہو گئے اور اخیر عمر تک اسی میں مشغول رہے[۴] حماد کا علمی خاندان امام صاحب کی معلومات کا بس یہی مرکز تھے[۵] اور اسی پر امام صاحب کے مذہب کی زیادہ تر بنا ہے مگر انکی قدرتی ذہانت اور فطرتی ذکاوت نے اُس کو بہت کچھ ترقی دے لی اور اس کو حماد کے وقت سے زیادہ چمکا دیا

امام صاحب کے جلد شہرت پانیکے وجوہ

اسکے علاوہ انکے عالم باعمل ہونے نے۔ انکی زہد و عبادت نے انکے ورع و تقوی نے۔ انکی سخاوت نے انکے حسن خلق نے۔ اُنکے بڑے مقرر اور خوش تقریر ہونے نے انکے ہر شخص کے ساتھ بڑے سلوک سے پیش آنے نے۔ اُنکے علم مجلس نے۔ انکی ملکی خدمات عہدہ قضا وغیرہ سے بے رغبتی کرنے اور انکو نہ قبول کرنے نے۔ اُنکے اخلاص و بڑے بے غرضی کے ساتھ درس علم و شغل فقہ

---

[۱] چنانچہ خود امام صاحب کا قول آگے آتا ہے ۱۲ [۲] دیکھو سیرۃ النعمان ص۳۱ [۳] دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۵۴۔۱۲ [۴] سیرۃ النعمان صفحہ ۱۹۷ میں ہے ابراہیم نخعی کے عہد میں مسائل فقہ کا ایک مختصر مجموعہ تیار ہو گیا تھا جس کا ماخذ حدیث نبوی اور حضرت علیؓ اور عبداللہ بن مسعود کے فتاوی تھے۔ یہ مجموعہ گو مرتب طور پر قلمبند نہیں کیا گیا لیکن ان کے شاگردوں کو اسکے مسائل زبانی یاد تھے سب سے زیادہ یہ مجموعہ حماد کے پاس جمع تھا۔ جو ابراہیم کے تلامذہ میں نہایت ممتاز تھے چنانچہ ان کے مرنے کے بعد فقہ کی مسند خلافت بھی انہیں کو ملی۔ حماد نے گو فقہ کو چنداں ترقی نہیں دی۔ لیکن وہ ابراہیم کے مجموعہ فقہ کے بہت بڑے حافظ تھے۔ حماد نے ۱۲۰ھ میں قضا کی اور لوگوں نے ان کی جگہ امام ابوحنیفہ کو فقہ کی مسند پر بٹھایا۔ انتہی ۱۲ [۵] چنانچہ ابھی نعمانی کے قول میں گذر چکا۔ اور صفحہ ۲۰۰ میں لکھتے ہیں کہ اس کام (تدوین فقہ) میں کم و بیش تیس برس کا زمانہ صرف ہوا یعنی ۱۲۰ھ سے ۱۵۰ھ تک جو امام ابوحنیفہ کی وفات کا سال ہے ۱۲ [۶] سیرۃ النعمان صفحہ ۳۲ میں لکھتے ہیں امام ابوحنیفہ نے اگرچہ حماد کے سوا اور بزرگوں کی خدمت میں بھی فقہ کی تحصیل کی لیکن کچھ شبہ نہیں کہ اس فن خاص میں وہ حماد ہی کے تربیت یافتہ ہیں انتہی۔ نعمانی صاحب نے اس کے بعد جو امام صاحب کے طلب حدیث کے متعلق لکھا ہے تو اس کی تحقیق تم ہمارے کلام میں پڑھو۔ نعمانی صاحب کا ایک اور قول امام صاحب کے لئے حدیث و فقہ و مذہب سب میں اسی خاندان کے مرکز ہونے کی بابت آگے آتا ہے ۱۲ [۷] امام صاحب کے یہ تمام اوصاف ایسے مشہور و مسلم ہیں کہ ہم کو ضرورت نہیں کہ ہم کسی کتاب کے حوالہ سے بیان کریں تاہم کچھ لکھے دیتے ہیں مگر بلا لحاظ ترتیب کے۔ امام ذہبی تذکرۃ الحفاظ میں لکھتے ہیں فقیہ العراق وکان اماما ورعا عالما عاقلا متعبدا کبیر الشان قال ابن المبارک ابو حنیفۃ افقہ الناس انتہی اور تاج مکلل میں ہے کان حسن الوجہ حسن المجلس۔ شدید الکرم حسن المواساۃ لاخوانہ۔ احسن الناس منطقا واحلاھم نغمۃ ۱۲ [۸] سیرۃ النعمان میں ہے جن لوگوں سے ملنے والے تھے سب کے روزینے مقرر کر رکھے تھے شیوخ اور محدثین کے لئے تجارت کا ایک حصہ مخصوص کر دیا تھا۔ سال کے سال ان لوگوں کو پہنچتا تھا۔ عام معمول تھا کہ گھر والوں کے لئے کوئی چیز خریدتے تو اسیقدر محدثین اور علما کے پاس بھجواتے۔ اتفاقیہ کوئی شخص ملنے آتا تو اس کا حال پوچھتے۔ حاجتمند ہوتا تو حاجت روائی کرتے۔ شاگردوں میں جس کو تنگ حال دیکھتے ان کی ضروریات خانگی کی کفالت کرتے بہت سے لوگ جن کو مفلسی کی وجہ سے تحصیل علم کا موقع نہیں ملسکتا تھا امام صاحب ہی کی دستگیری کی بدولت بڑے بڑے رتبوں پر پہنچے۔ انہیں میں قاضی ابویوسف صاحب بھی ہیں صفحہ ۴۲ امام صاحب کی سخاوت و مواسات کے بہت سے قصے ہیں اور لکھتے ہیں۔ گفتگو

نے بالخصوص اپنی ذاتی آسودگی کی وجہ سے انکے طلبہ کو نہایت بے تکلفی کے ساتھ درس دینے نے انکے طلبہ کے ساتھ مالی امداد و سلوک نے انکے کوفہ کے اندر اپنے خاندانِ علم اور اپنے گروہ کے طرزِ استدلال کے اندر منفرد رہجانے نے انکے ایک موروثی اور مشہور علمی خاندان کی گدی پر متمکن ہونے نے انکے فقاہت میں ایک خاص طریقہ پر امتیاز اور کمال اور تجربے نے ان کو بہت جلد مشہور کر دیا ۔ اور جماعت کثیر کا مرجع بنا دیا اور آگے چلکر قاضی ابو یوسف وغیرہ نے دنیا میں انکا سکہ جما دیا ۔ چونکہ حماد کا سلسلہ خاندانِ علم امام صاحب کی علمی زندگانی کا مربی تھا اس وجہ سے امام صاحب اس خاندان کے ہمیشہ بڑے دلدادہ رہے ۔ حماد کو سوا کوفہ کے دیگر شیوخ سے جو روایت حدیث میں مشہور تھے ۔ گو ان میں سے بعض سے امام کے اخذ روایت کا ذکر بعض معتبر کتابوں میں ملتا ہے مگر ہم کو اسکا کوئی معتبر ثبوت نہیں ملتا کہ امام صاحب نے انکی خاص طور پر ملازمت کی ہو ۔ اور انکی روایات کا استقصار کیا ہو اور انکی تمام حدیثیں لے لیں ہوں ۔ کوفہ کے سوا بعض دیگر بلاد کے رواۃ حدیث سے اخذ روایت کا جو کہیں کہیں پتہ چلتا ہے تو یہ بھی تھا کہ ایام حج میں حرمین شریفین کی اندر اتفاقی اجتماع کیوجہ سے وقوع میں آ گیا ۔ یا تجارت وغیرہ کے متعلق سفر میں اتفاق پڑ گیا ۔ ورنہ اس وقت تک کسی معتبر ذریعہ سے ثابت نہ ہو سکا اور نہ کسی دعوی کرنیوالے نے

امام صاحب نے طلب حدیث کیلئے سفر نہیں کیا اور ایسا کرنیکی وجہ

۱؎ سیرۃ النعمان میں ہے امام صاحب کی تجارت نہایت وسیع تھی لاکھوں کا لین دین تھا ۔ اکثر شہروں میں گماشتے مقرر تھے ۔ بڑے بڑے سوداگروں سے معاملہ رہتا تھا ۔ ایسے بڑے کارخانے کے ساتھ دیانت و احتیاط کا اسقدر خیال رکھتے تھے کہ ناجائز طور پر ایک حبہ بھی ان کے خزانے میں نہیں داخل ہو سکتا تھا (اس احتیاط کے متعلق ان کے کتنے باثر قصے ہیں) انتہی صفحہ ۳۷ ۔ اور لکھتے ہیں مزاج میں تکلف تھا ۔ اور اکثر خوش لباس رہتے تھے کبھی کبھی سنجاب اور قاقم کے جبے بھی استعمال کرتے تھے (چادر و قمیص قیمتی چار سو درہم کی پہنی ہوئی بھی ان کو دیکھا گیا) انتہے صفحہ ۷۰ ۔ ۱۲ ۲؎ سیرۃ النعمان میں ہے حماد کوفہ کے مشہور امام اور استاد وقت تھے ۔ حضرت انس سے حدیث سنی تھی اور بڑے بڑے تابعین کی فیض صحبت سے مستفید ہوئے تھے ۔ اس وقت کوفہ میں انہیں کا مدرسہ مرجع عام سمجھا جاتا تھا حضرت عبداللہ بن مسعود سے فقہ کا جو سلسلہ چلا آتا تھا اس کا مدار انہی پر رہ گیا تھا ۔ ان باتوں کیساتھ زمانے نے بھی اس کا ساتھ دیا تھا ۔ یعنی دولتمند اور فارغ البال تھے اور اس وجہ سے نہایت اطمینان کے ساتھ اپنے کام میں مشغول رہتے تھے ۔ انتہی صفحہ ۳۱ ۔ اور لکھتے ہیں چونکہ ابراہیم نخعی کے بعد فقہ کا مدار انہی پر رہ گیا تھا ان کی موت نے کوفہ کو بے چراغ کر دیا ۔ حماد نے ایک لائق بیٹا چھوڑا لیکن وہ لغت و ادب کی طرف زیادہ مائل تھے ۔ آخر موسی بن کثیر نے کہ حماد کے شاگردوں میں تجربہ کار اور سن کے لحاظ سے سب سے ممتاز تھے انکی جگہ لی وہ فقہ کے ماہر نہ تھے ۔ وہ حج کو گئے تو تمام بزرگوں نے متفقاً امام ابو حنیفہ سے درخواست کی کہ مسند درس کو مشرف فرمائیں انتہی ملخصاً صفحہ ۴۵ ۔ اس سے معلوم ہوا کہ حماد کی درسگاہ بڑی معروف و مشہور تھی جس پر امام صاحب مسند نشین ہوئے ۔ اور یہ کہ اس مشہور سلسلہ خاندان علمی کا مدار حماد ہی پر رہ گیا تھا اور حماد کے بعد صرف امام ابو حنیفہ صاحب پر رہا ۱۲ ۳؎ چنانچہ اس کا بیان مفصل اوپر گذر چکا ۱۲ ۴؎ افسوس کہ نعمانی صاحب نے ظاہر لفظوں میں دعوی تو کیا مگر باوجود دعوی تحقیق کے کوئی ثبوت اس کا نہ پیش کیا ۱۲ ۵؎ گو نعمانی صاحب بلا کسی ثبوت پیش کرنے کے اسکے خلاف دکھانا چاہتے ہیں تاہم ان کے کلام سے بھی یہ بات مترشح ہے ۔ چنانچہ جہاں حرمین کے سفر کا ذکر شروع کرتے ہیں تو امام صاحب کے ایک حج کی حکایت بیان کرتے ہیں انتہی صفحہ ۴۰ ۔ پھر صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں عطاء ۱۱۵ھ تک زندہ رہے اور اس مدت میں امام ابو حنیفہ کو جب مکہ جانے کا اتفاق ہوتا تو ان کی خدمت میں اکثر حاضر رہتے انتہی ۔ اور صفحہ ۵۳ میں لکھتے ہیں حج کی تقریب میں ممالک اسلامی کے ہر گوشہ سے بڑے بڑے اہل کمال مکہ میں آ کر جمع ہو جاتے تھے ۔ امام صاحب اکثر ان لوگوں سے ملتے امام اوزاعی ۔ مکحول ۔ کہ شام کے امام المذہب کہلاتے تھے امام ابو حنیفہ نے مکہ ہی میں ان لوگوں سے تعارف حاصل کیا انتہی ملخصاً ۔ اور بصرہ کی بابت لکھتے ہیں تجارت کی ضرورت سے اکثر بصرہ جانا ہوتا تھا صفحہ ۲۰ ۔ امام صاحب کی توجہ طلب حدیث کی غرض سے سفر کرنے کی طرف نہ تھے اس کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ امام حسن بصری سنہ ۱۱۰ھ تک زندہ رہے باوجودیکہ وہ ایک مشہور آدمی تھے اور بصرہ کوفہ سے کچھ ایسا دور بھی نہ تھا اور حسن بصری کی زندگی میں امام صاحب تقریباً تیس برس کے ہو گئے تھے اپنی باکرہ طالبعلمی ص... کرتے ہوئے دس برس گذر گئے تھے مگر پھر بھی انہوں نے قصد نہ کیا کہ حسن بصری کی خدمت میں آ کر حاضر ہوتے ۔ دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۳۸ ۔ ۱۲

کوئی کافی ثبوت پیش کیا جس سے متحقق ہوتا جاتا کہ امام صاحب نے طلب حدیث کے لئے مختلف ممالک میں سفر کیے ہیں اور جابجا اساتذہ کے تلمذ میں جا کر رہے ہیں اور ان سے تحصیل حدیث کی ہو ورنہ مشکل ہے اگر کوئی دو ایک شہروں کا سفر دکھا سکے تو دکھا سکے تاہم یہ کسی طرح ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ اور محدثین کی طرح طلب حدیث کے لیے شہروں شہروں پھرے ہوں۔ اور حقیقت میں انکو ایسا کرنا تھا بھی مشکل ابتدائے عمر سے انکے ساتھ دوکانداری کا ایک بڑا تعلق لگا ہوا تھا۔ لاکھوں کا لین دین تھا اسکے ہوتے ہوئے وہ ایسے آزاد کیسے پھر سکتے تھے۔ اسکے علاوہ موروثی آسودگی کی وجہ سے مزاج میں ایک خاص تکلف و نزاکت بھی تھی جو محدثین کی طرح میلے کچیلے۔ نرمی و سختی۔ سردی گرمی۔ دور و قریب کی مشقتوں اور سفر کی لازمی مصیبتوں کو انکو کب سہنے دیتی۔ تاہم ان سب باتوں کے ساتھ جو کچھ امام صاحب نے کیا جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں وہ اس سے بہت زائد کیا جو ایک دوسرا شخص ان تمام باتوں کے ساتھ کرتا۔ انہوں نے اپنی اوقات میں سے بڑا حصہ اللہ کی عبادت اور علم کی خدمت کے لیئے وقف کر رکھا تھا۔ حماد کے حلقۂ درس میں ہمیشہ حاضری دیتے تھے۔ خود انکا بیان ہے کہ میں دس برس تک حماد کے حلقۂ درس میں حاضر ہوتا رہا۔ پھر خیال ہوا کہ اب خود درس تعلیم کا سلسلہ قائم کروں لیکن استاد کا ادب مانع تھا۔

امام صاحب کے سارے مسائل کا صحیح نہ ہونا اور حماد کا ان سے غلطیاں نکالنا

اتفاق سے انہیں دنوں حماد کو ایک ضرورت سے بصرہ جانا پڑا۔ چونکہ مجھ کو اپنا جانشین کر گئے تھے تلامذہ و ارباب حاجت نے میری طرف رجوع کیا بہت سے ایسے مسئلے پیش آئے جن میں استاد سے میں نے کوئی روایت نہیں سنی تھی اسلئے اپنے اجتہاد سے جواب دیئے اور احتیاط کے لیئے ایک یادداشت لکھتا گیا دو مہینے کے بعد حماد بصرہ سے واپس آئے میں نے وہ یادداشت پیش کی کل ساٹھ مسئلے تھے انمیں سے بیس غلطیاں نکالیں باقی کی نسبت فرمایا کہ تمہارے جواب صحیح ہیں میں نے عہد کیا کہ جب تک حماد زندہ ہیں انکی شاگردی کا تعلق کبھی نہ چھوڑوں گا۔

لہ امام صاحب کی تحصیل حدیث کی بابت نعمانی صاحب نے دعوے تو بڑے لانبے چوڑے اور خوب خوش آئیند الفاظ میں کیے۔ مگر افسوس کہ ثبوت کچھ نہ پیش کر سکے کہیں کہیں جو عقود الجمان کا حوالہ دیا ہے تو عقود الجمان تاریخ یا رجال کی کوئی معتبر کتاب نہیں یہ بھی انہیں کتابوں میں ہے جنکو آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ ان میں دور از کار اور فضول قصے مذکور ہیں صفحہ ۲۰ جن میں سے جس کو آپ کا جی چاہتا ہے صحیح تسلیم کرتے ہیں اور جسکو جی چاہتا ہے غلط کہہ دیتے ہیں۔ پھر ایسی غیر معتبر کتاب کا حوالہ کیا حجت ہو سکتا ہے اسلئے کہ اس کا روایت کی رو سے ناقابل اعتبار ہونا تو ثابت ہی ہو گیا۔ رہی درایت تو جو بات درایت کی رو سے ناممکن الوقوع ہے تو اُس کا نہ ہونا تو مسلم و یقینی ہے اور جو روایت کی رو سے ممکن الوقوع ہو تو مجرد امکان سے یہ ثابت نہیں ہو سکتا کہ وہ واقع بھی ہوئی ہو اسلیئے کہ ہر عاقل جانتا ہے کہ ہر ممکن کیلئے واقع بھی ہونا ضروری نہیں۔ افسوس کہ اسپر آپ کی جرأت یہ ہے کہ صفحہ ۲۳ میں لکھتے ہیں۔ ہم امام ابوحنیفہ کی تحصیل حدیث کے حالات ان کتابوں کی سند سے لکھ آئے ہیں جن پر فن رجال کا دارومدار ہے انتہٰے۔ تعجب ہے کہ ایسا صریح خلاف دعوٰی۔ بعض شیوخ کے نام تو بیشک بعض معتبر کتابوں کے حوالے سے گنائے ہیں مگر تحصیل حدیث کے حالات کونسی ایسی کتاب سے لکھے ہیں ذرا بتائیں تو ۱۲ سلہ چنانچہ اسکے متعلق ہم نعمانی صاحب کے اقوال پہلے لکھ چکے ہیں اور لکھتے ہیں۔ اس قسم کی ٹوپی جو اہل دربار اور امراکیساتھ مخصوص تھی کبھی کبھی استعمال کرتے تھے دنیا دار دولتمندوں کے لیئے تو ایک معمولی بات ہے لیکن علما کے دائرے میں یہ امر تعجب کی نگاہ سے دیکھا گیا کہ امام صاحب کے توشہ خانہ میں اکثر سات آٹھ ٹوپیاں موجود رہتی تھیں اور باتوں میں بھی امام صاحب کا طرز معاشرت ان حیثیتوں میں اور علماء سے بالکل جدا تھا انتہٰے بلفظہ۔ امام صاحب کو اس چادر اوڑھنے میں شرم آتا تھی لکھتے ہیں جسکو دوسرے بعض علماء ناز کرتے تھے اور جس کی قیمت پانچ دینار سرخ تھے دیکھو صفحہ ۲۰۷ ۱۲ سلہ دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۲۰ یہ عبارت بھی اسی کی ہے ۱۲

انتہے۔ الیٰ صل امام صاحب کی معلومات کے بڑے حصے کا مدار حماد کی روایت پر ہے۔

اہل عراق کا قلیل الحدیث ہونا اور امام صاحب کے خاندان کا علم

اتفاق کی بات کہ اول تو عراق والے عموماً اور بالخصوص بنسبت اہل حرمین قلیل الحدیث تھے یہ خاندان کہ جو امام صاحب کی معلومات کا مرکز ہے وہ اور بھی زائد قلیل الروایۃ تھا یہ بات انکی قلت حدیث کے لیئے اور معین ہو گئی یہی انکا قلیل الحدیث ہونا وجہ ہے کہ وہ عام طور پر محدث مشہور ہوئے اور کتب طبقات و تراجم میں جہاں انکا نام نامی اور انکے مناقب کا ذکر آتا ہے تو فقیہ مثل فقیہ اہل العراق وغیرہ کے لقب سے انکو یاد کیا جاتا ہے اور انکی فقاہت ہی کی جس میں انکو بڑا کمال تھا تعریف کی جاتی ہے اور انکا فن حدیث کے ساتھ چنداں تعلق یا اس میں کچھ تبحر بیان نہیں کیا جاتا۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ والانصاف میں جہاں ائمہ کا موازنہ کیا ہے۔ اور ہر امام کے خصوصیت کے ساتھ کارنامے بتلائے ہیں تو ہر ایک کا خاص خاص تعلق حدیث کے ساتھ بیان کیا لیکن امام صاحب کے تذکرہ میں حدیث کا کچھ ذکر نہ آیا۔

---

۵۱ کیونکہ اہل علم کی تو وہیں سے ہے اور وہی صحابہ کی اصلی قرارگاہ ہے اور دوسری جگہ وہیں سے نکل کر ان صحابہ کیساتھ جو وہاں گئے پہنچا اور عراق میں جو صحابہ گئے تھے ان کا زیادہ تر شغل جہاد رہا نہ اشاعت علم چنانچہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں مع ان اهل الحجاز اكثر رواية للاحاديث من اهل العراق لان المدينة دار الهجرة ومأوى الصحابة ومن انتقل منهم الى العراق كان شغلهم بالجهاد اكثر انتہی اور لکھتے ہیں وكان الحديث قليلا فى اهل العراق انتہی یعنے حدیث اہل عراق میں کم تھی اس سے سیرۃ النعمان کی وہ غلطی بھی ظاہر ہوتی ہے جو انہوں نے کوفہ بصرہ کو حرمین کا مثل بنایا ہے۔ اور نعمانی صاحب نے جو یہ کہا ہے کہ کوفہ حضرت علی اور حضرت ابن مسعود کی وجہ سے دار العلم تھا جیسا کہ حرمین حضرت عمر اور حضرت ابن عباس کی وجہ سے اس کا جواب حسن البیان میں دیدیا گیا ہے اس وجہ سے ہم لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے ۱۲ ۵۲ چنانچہ نعمانی لکھتے ہیں حدیث کے متعلق پہلا اجمالی خیال جو امام صاحب کے دل میں پیدا ہوا وہ یہ تھا کہ بہت کم حدیثیں ہیں جو صحیح ہیں یا یہ کہ بہت کم حدیثیں ہیں جنکی صحت کا کافی ثبوت موجود ہے۔ اس خیال کا بڑا سبب یہی تھا کہ یہ مسئلہ کسی نہ کسی پیرایہ میں ان کے خاندان تعلیم میں وراثتاً چلا آتا تھا۔ حدیث و فقہ میں ان کے خاندان کی تعلیم کے مورث اول عبد اللہ بن مسعود ہیں اور حنفی مذہب کی بنیاد زیادہ تر انہیں کی روایات و استنباط پر ہے۔ عبد اللہ بن مسعود اگرچہ بڑے محدث تھے لیکن اور محدثین صحابہ کی نسبت قلیل الروایۃ تھے جس کی وجہ یہ تھی کہ وہ متشدد اور محتاط تھے۔ ابراہیم نخعی جو عبد اللہ بن مسعود کے بیک واسطہ شاگرد اور امام ابو حنیفہ کے بیک واسطہ استاد تھے ان کا بھی یہی مذہب تھا اور اسی وجہ سے یسیر فی الحدیث کہلاتے تھے۔ امام ابو حنیفہ نے گو اور بہت سی درسگاہوں میں تعلیم پائی تھی لیکن ان کی معلومات اور خیالات کا اصلی مرکز یہی خاندان تھا انتہی ملخصاً صفحہ ۱۵۴ و صفحہ ۱۵۵ و صفحہ ۱۵۶ ۵۳ چنانچہ خود نعمانی صاحب لکھتے ہیں اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ عام طور پر وہ محدث کے لفظ سے مشہور نہیں انتہی صفحہ ۱۳۴ ۱۲ ۵۴ دیکھو کتب طبقات و تراجم تذکرۃ الحفاظ کی عبارت ابھی دیکھ چکے ہو گھوم گھام کر نعمانی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ امام صاحب کی علمی زندگی کا بڑا کارنامہ فقہ ہی ہے۔ صفحہ ۱۹۳ ۱۲ ۵۵ چنانچہ امام مالک کی بابت لکھتے ہیں وكان مالك من اثبتهم فى حديث المدنيين عن رسول الله صلى الله عليه وسلم واوثقهم اسنادا واعلمهم بقضايا عمر واقاويل عبد الله بن عمر وعائشة واصحابهم من الفقهاء السبعة وبه وبامثاله قام علم الرواية والفتوى انتہی حجۃ اللہ صفحہ ۱۵۱ یعنی مدینہ والے جو حدیث رسول صلعم روایت کرتے ہیں تو اس میں امام مالک اثبت الناس تھے اور سب سے زیادہ استاد میں ثقہ تھے۔ اور حضرت عمر کے فیصلوں اور ابن عمر اور عائشہ اور ان کے شاگرد و فقہاء سبعہ کے اقوال کو سب سے زیادہ جاننے والے چنانچہ امام مالک اور انہیں جیسوں سے علم روایت (حدیث) اور علم فتوی قائم ہوا۔ انتہے۔ اور امام شافعی کے ذکر میں ان کی ترتیب اصول حدیث اور فن حدیث سے بہت سی باتوں میں پہلوں کے تسامح نکالنے

اور ان کی حدیث میں تبحر کی بابت تو بہت کچھ لکھا عجب نہیں اگر موقع ملا تو ہم آگے کہیں نقل کریں اور آگے چل کر اہلحدیث کے ذکر میں امام احمد صاحب

کی بابت لکھتے ہیں۔ وكان اعظمهم شانا واوسعهم رواية واعرفهم للحديث مرتبة واعمقهم فقها احمد بن محمد بن حنبل انتہی صفحہ ۱۵۵ یعنی ان سب میں زائد عظیم الشان اور وسیع الروایت اور زیادہ حدیث کے جاننے والے

اور فقاہت میں سب سے زائد دقیق النظر احمد بن حنبل تھے فقط۔ اور امام ابوحنیفہ کے تذکرہ میں حدیث کا نام تک نہ لیا بلکہ ابراہیم نخعی کے مذہب کو لازم پکڑنا اور اسپر جما رہنا اور اسپر تخریج کرنا ذکر کیا چنانچہ اس عبارت کو ہم انشاء اللہ عنقریب نقل کریں گے ۱۲

امام صاحب کے علمی کارناموں سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ قلیل الحدیث تھے

اور خود امام صاحب نے اپنے زمانہ میں جبکہ تدوین علم کی تحریک ہوئی اور ہر علم والے نے اپنی اپنی معلومات کو مدون کرنے کی توجہ کی تو اوروں نے تو احادیث رسول کی تدوین کی مگر انہوں نے بجائے حدیث کے فقہ و رائے کو جمع کیا جیسا کہ پہلے تم امام ذہبی کے کلام میں پڑھ چکے ہو یہ تمام باتیں اس بات کی کافی دلیلیں ہیں کہ امام صاحب کو فن حدیث میں بہت زیادہ دخل نہ تھا اور نہ وہ کثیر الحدیث تھے۔ اور نہ انکو حدیث کے ساتھ کوئی بڑا نمایاں تعلق تھا۔ جو انکے علمی کارناموں میں قابل ذکر ہوتا بلکہ ذکر آتا ہے تو برعکس اور قلت روایت کا ذکر آتا ہے چنانچہ مولانا عبد الحی صاحب لکھنوی مرحوم مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں امام صاحب کے ترجمہ میں انکی نسبت انکے مشائخ انکے تلامذہ انکے طبقہ کے ذکر کے بعد جب انکی روایت احادیث کی سرخی دیکر لکھتے ہیں تو لکھتے ہیں[1] کہ اور محدثین کی نسبت انکی روایت حدیث گو کم ہے مگر یہ کمی انکے مرتبے کو نہیں گھٹاتی۔ انتہے۔

امام صاحب کے قلیل الحدیث ہونے کا انکے شاگردوں کی شہادت سے ثبوت

اور اس سب سے زیادہ ذی اثر وہ شہادت ہے جو انکے ایک مشہور شاگرد عبد اللہ بن مبارک کی ہے اور کچھ شک نہیں کہ ایک لائق واقف کار ماہر صاف گو شاگرد کی شہادت استاد کے علمی حالات کی بابت بہت وزنی اور قابل قبول ہے[2] امام محمد بن نصر مروزی اپنی کتاب قیام اللیل میں فرماتے ہیں کہ میں نے اسحق بن ابراہیم سے سنا کہ ابن مبارک کہتے تھے کہ ابو حنیفہ حدیث میں یتیم (کم مایہ) تھے انتہے اور امام محمد کی شہادت تو تم پہلے ہی سن چکے ہو اور ابن مہدی کہتے تھے اگر تو روایات چاہے تو سفیان اسکے محل ہیں (انکے پاس جا) اور اگر یہ (عقلی) دقائق مطلوب ہوں تو (امام) ابو حنیفہ اسکے محل ہیں (انکے پاس جا) انتہی[3] اس مقابلہ کا جو مفاد ہے وہ ظاہر ہے خلاصہ یہ کہ اس میں شک کرنے کی ذرا بھی گنجائش نہیں ہے کہ امام اعظم صاحب نے حدیث کا حصہ کم پایا اور وہ کثیر الحدیث نہ تھے اور حقیقت میں یہ وہ بات ہے کہ جس کے اقرار سے کسی محقق کو انکار نہیں چنانچہ کتنے اکابر محققین کے اقوال ہم ذکر کر چکے ہیں اور بعض آگے بھی انشاء اللہ تعالیٰ آئیں گے اور لطف یہ ہے کہ جو اسکے خلاف میں بڑے ساعی ہیں۔ وہ خود بھی لوٹ پھیر کر اقرار کرتے ہیں[4]

---

[1] عبارت یہ ہے واما روایاتہ للاحادیث فھی ان کانت قلیلۃ بالنسبۃ الی غیرہ من المحدثین الا ان قلتھا لا تحط مرتبتہ انتہی ص۳۲ ۱۲ [2] یہ کتاب نہایت عمدہ کتاب ہے اس کا حوالہ جابجا ابن حجر نے بھی فتح الباری وغیرہ میں دیا ہے طبع ہو چکی ہے۔ عبارت یہ ہے۔ سمعت اسحاق بن ابراھیم یقول قال ابن المبارک کان ابو حنیفۃ یتیما فی الحدیث انتہی۔ ابن المبارک کو امام صاحب کا مشہور مخلص معتقد شاگرد نعمانی صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں دیکھو صفحہ ۳۳ و صفحہ ۲۸۶۔ ۱۲ [3] دیکھو مقدمہ عمدۃ الرعایہ۔ عبارت یہ ہے اذا اردت الاثار فسفیان واذا اردت تلک الدقائق فابو حنیفۃ انتہی ص۳۲ [4] بیشک ان کے علمی و عملی صدہا فضایل کے سامنے جیسا کہ ہم نے بار بار ذکر کیا۔ اگر ان میں حدیث کی ایک حد تک کمی ہے تو اس سے ان کی عظمت اور شان میں فرق نہیں آتا ۱۲۔

کہ امام صاحب اور تمام محدثین سے قلیل الحدیث تھے۔

اس بات کا جواب کہ چونکہ امام صاحب کے استاد اور شاگرد بڑے بڑے آدمی تھے اسلیے وہ قلیل الحدیث نہیں ہو سکتے

بڑی سے بڑی دلیل جو امام صاحب کے کثیر الحدیث ہونے کی وہ پیش کرتے ہیں یہ ہے کہ وہ کتنے ایسے رواۃ حدیث کے نام جو کہ روایت حدیث میں مشہور ہیں جنسے امام صاحب کے اخذ روایت کا کتب رجال سے پتہ چلتا ہے شمار کرا کر لکھتے ہیں جس کے اساتذہ یہ لوگ ہوں جو فن روایت کے ارکان ہیں اور جنکی روایتوں سے بخاری مسلم مالامال ہیں وہ حدیث میں کس رتبہ کا شخص ہوگا۔ اسکے بعد لکھتے ہیں کہ امام صاحب کے شاگرد و نیز بحاظ کرو فلان فلان میں (جو بڑے بڑے پایہ کے لوگ ہیں جنکا امام صاحب سے اخذ روایت کا پتہ چلتا ہے) کیا اس رتبہ کے لوگ جو خود روایت و حدیث کے پیشوا تھے کسی معمولی شخص کے سامنے سر جھکا سکتے تھے انتہے بحاصلہ امام صاحب کے شیوخ کی تعداد بلا تحقیق مناقب لکھنے والوں نے تو بہت کچھ لکھی ہے مگر چونکہ اس وقت تحقیق کی روشنی عام ہو رہی ہے پس اب ایسی گپیں ذرا دیر کو بھی فروغ نہیں پاسکتیں اس وجہ سے خود ہی مجبوری کو تسلیم کرتے ہیں کہ یہ تعداد محدثانہ اصول سے بیشک ثابت نہیں ہے تاہم جن لوگوں سے امام کے اخذ روایت کا ذکر معتبر کتابوں سے نکلتا ہے گو وہ تھوڑے ہی سہی مگر انکی جلالت شان بادی النظر میں بالخصوص ایک ناواقف کو ضرور دھوکے میں ڈالتی ہے کہ ایسوں کے شاگرد کو قلیل الحدیث کیسے کہا جا سکتا ہے اسی طرح ان مشہور محدثوں کی شاگردی جائز نہیں رکھتے کہ ان لوگوں کا استاد قلیل الحدیث ہو لیکن فن روایت سے جو شخص ذرا سی بھی واقفیت رکھتا ہے اسکے سامنے یہ دلیل کچھ چیز نہیں

لہ چنانچہ نعمانی صاحب صفحہ ۱۵۴ میں لکھتے ہیں ان کے اصول تنقید نہائیت سخت خیال کیے گئے ہیں یہاں تک کہ محدثین نے ان کو مشددفی الروایۃ کا لقب دیا ہے۔ تمام اور محدثین کی بہ نسبت امام صاحب کی قلیل الروایہ ہونے کی ایک یہ بھی وجہ ہے بلکہ تمام اور وجوہ کی بہ نسبت زیادہ قوی سبب ہے انتہیٰ اور صفحہ ۱۵۷ میں لکھتے ہیں البتہ اور محدثین کی نسبت ان کی احادیث مسلمہ کی تعداد کم ہے انتہیٰ ۱۲ ۲ھ سیرۃ النعمان وغیرہ ۱۲ ۳ھ چنانچہ نعمانی صاحب لکھتے ہیں ابو حفص کبیر نے دعویٰ کیا ہے کہ امام نے کم از کم چار ہزار شخصوں سے حدیثیں روائیت کیں۔ اگرچہ تاریخ اسلام میں یہ کوئی عجیب بات نہیں مسلمانوں نے حدیثوں کے جمع کرنے میں جو محنتیں اور جانفشانیاں کیں ہیں دنیا کی اور قوم میں اس کا اندازہ بھی نہیں کر سکتیں ہم متعدد شخصوں کے نام بتا سکتے ہیں جن کے شیوخ حدیث چار ہزار سے کم نہ تھے۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ امام ابو حنیفہ کی نسبت یہ دعویٰ محدثانہ اصول پر ثابت نہیں ہو سکتا عقود الجمان میں تین سو انیس شخصوں کے نام بقید نسب لکھے ہیں لیکن چونکہ ان کی فہرست زیادہ تر فقہا حنفیہ سے ماخوذ ہے ممکن ہے کہ محدثین کو کلیتہً اس سے اتفاق نہ ہو انتہیٰ صفحہ ۴۹ و ۵۰ ۴ھ اس دلیل کی کمزوری و بے بنیادی اس سے بھی ظاہر ہے کہ امام صاحب کے ہمعصر مثل امام مالک اور سفیان و وکیع (جو امام صاحب کے اکثر مشائخ میں باوجود امام صاحب کے شریک ہو نیکے امام صاحب سے اور بہت زائد بڑے بڑے مشائخ رکھتے تھے اور جیسے امام صاحب کے بڑے بڑے نامی شاگرد بتائے جاتے ہیں ان کے بھی ایسے ہی اور اس سے زائد ہیں) احادیث کی جس مقدار کیساتھ ظفریاب ہوئے تم اوپر پڑھ چکے ہو یعنی ایک ثلث حدیث یا اس سے بھی کم پس ایسے بڑے بڑے اساتذہ کی شاگردی اور اتنے بڑے بڑے پایہ کے لوگوں کی استادی کے ساتھ امام صاحب کی قلت حدیث پر جو کچھ تعجب اور استبعاد ہوتا ہے اس سے زائد ان لوگوں کی بابت ہے۔ اور حقیقت میں واقفکار کے لیے کوئی استبعاد نہیں استبعاد و تعجب جبھی ہوتا ہے کہ

ہر زمانہ کی خصوصیات سے ناواقفی ہو اور آدمی ہر زمانے کے تاریخی واقعات کو اپنے زمانے پر قیاس کر کے رائے زنی کرے یا ظاہر بینی سے

فن روایت سے ادنیٰ واقفیت رکھنے والا بھی جانتا ہے کہ ایک محدث کا دوسرے سے سلسلہ روایت قائم ہو جانے کے لیے اُسکی تمام معلومات کا استیعاب شرط نہیں۔ کوئی شخص کسی محدث کثیر الحدیث سے اگر ایک حدیث بھی لے لے خواہ کسی طور سے اُسکا اتفاق پڑجائے تو اُسکے ساتھ اس شخص کے سلسلۂ اخذ روایت پیدا ہو جانے کے لیئے وہی کافی سمجھا جاتا ہے اور یہ شخص اُسکا شاگرد اور اس سے روایت کرنیوالا کہلائیگا۔ حالانکہ یہ ضرور نہیں کہ اس شخص کو اس محدث کی تمام احادیث مرویہ معلوم ہوگئی ہوں یا مثلاً کوئی محدث کثیر الحدیث ایک شخص سے جسکے پاس چند ہی حدیثیں تھیں کوئی ایک حدیث لے کر روایت کرنے لگے تو یہ محدث اسکا شاگرد اور اس سے روایت لینے والا کہلائیگا۔ لیکن یہ ضرور نہیں کہ جسقدر اس شاگرد روایت لینے والے کو حدیثیں معلوم ہیں اس استاذ قلیل الحدیث کو بھی معلوم تھیں ماسکے علاوہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اپنی ابتدا تحصیل کے زمانہ میں ایک معمولی استاذ سے کچھ حاصل کرتا ہے پھر اور اساتذہ سے حاصل کر کے پہلے استاذ سے بہت زائد کامل و ماہر فن ہو جاتا ہے لیکن وہ اُسکا ہمیشہ استاذ ہی کہلاتا ہے اور برابر وہ اُس کی تعظیم و تکریم بھی اُستاذوں کی سی کرتا ہے حالانکہ وہ ایک معمولی ہی اُستاذ تھا پس یہ کہنا کیسی غلطی ہے کہ یہ استاذ اگر معمولی ہوتا تو فلاں ماہر فن اُسکے سامنے سر کیسے جھکاتا بہر حال مجرد اس قسم کی شاگردی اور اُستاذی کے تعلقات سے کسی شخص کا کثیر الحدیث یا اس کا فن حدیث میں عالی پایہ ثابت کرنا ایک صریح غلطی سے خالی نہیں۔

امام صاحب کو قلت حدیث میں حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما پر قیاس کرنیکی غلطی

اور اگر ہم تسلیم کر لیں کہ امام صاحب نے ان تمام اکابر رواۃ حدیث سے انکی تمام مرویات اخذ کر لی تھیں اور امام صاحب کثیر الحدیث تھے تو ظاہر ہے کہ امام صاحب[۱] کا زمانہ حضرت ابو بکر اور حضرت عمر کا سا زمانہ نہ تھا کہ اس وقت میں سلسلہ روایت کا رواج نہ ہوا تھا اور نیز اس وقت تک روایت حدیث کی عموماً چنداں حاجت بھی نہ تھی جس کی وجہ سے باوجود انکی وسیع معلومات ہونے کے انکی روایات کثرت سے مروی نہ ہوئیں بلکہ یہ وہ وقت تھا کہ روایت کا سلسلہ جاری ہو گیا تھا۔ اور لوگوں کو احادیث کے حاصل کرنے کی ضرورت محسوس ہو چکی تھی اور جس محدث کے پاس کسی حدیث رسول کا پتہ چلتا تھا طالب حدیث دوڑ دوڑ کر دور دور سے اُس کے پاس پہنچتے تھے اور اوس سے انکی مرویات کو حاصل کرتے اور اُن کو روایت کرتے تھے۔

امام صاحب کے کثیر الحدیث ہونیکی ایک اور دلیل

علاوہ بریں ایسے وقت ہر کسی علم والے کو خود بھی جائز نہ تھا کہ وہ اپنی معلومات کا کتمان کرے۔ اور ان احادیث رسول کو جو اسکے علم میں ہے طالبین کو اعلان کے

---

[۱] یہ نعمانی صاحب کی اس غلطی کیطرف اشارہ ہے جو انہوں نے امام صاحب کی قلت حدیث کو شیخین پر قیاس کرکے دفع کرنا چاہا ہے بکھوشت ۱۳۳

ساتھ نہ پہنچا دے۔ تو اگر امام صاحب کثیر الحدیث تھے تو انکی وہ تمام احادیث کیا ہو گئیں[1] جب امام صاحب سے امام صاحب کی احادیث لینے والے ایسے مشہور محدث تھے جن کی روایات سے کتب حدیث پر ہیں۔ بلکہ امام صاحب کی کثرت تلامذہ کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ اس کثرت سے تھے کہ

مسند امام اعظم و عقود الجواہر کا حال

[1] اس موقع پر جبکہ ہم امام صاحب کے علم حدیث کی بابت ایک محققانہ بحث لکھ رہے ہیں مناسب سمجھتے ہیں کہ ان مسندوں کی بابت بھی کچھ لکھیں جو امام صاحب بتائے گئے ہیں جنکو ابو المؤید خوارزمی متوفی ۶۶۵ھ میں نام تبا کر انکو یکجا جمع کرکے اسکا نام جامع المسانید رکھا جو مسند خوارزمی بلکہ مسند امام اعظم رح کے نام سے مشہور ہے اور ذہبی کے حوالے سے علامہ سید محمد مرتضیٰ زبیدی متوفی سنہ نے عقود الجواہر المنیفۃ فی ادلۃ مذهب الامام ابی حنیفۃ تالیف کی لیکن اس تنگ مقام پر ہم صرف نعمانی صاحب کی تحقیقات کا ذکر کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔

نعمانی صاحب ان سب مسندوں کا نام لکھکر تحریر فرماتے ہیں جو لوگ امام صاحب کے سلسلۂ کمالات میں تصنیف و تالیف کا وجود بھی ضروری سمجھتے ہیں وہ انہیں مفصل بالا کتابوں کو شہادت میں پیش کرتے ہیں۔ لیکن انصاف یہ ہے کہ ان تصنیفات کو امام صاحب کیطرف منسوب کرنا نہایت مشکل ہے مسند خوارزمی کو امام صاحب کا مسند کہنا مجازی اطلاق ہے خوارزمی خود ساتویں صدی میں تھے۔ جن مسندوں کو جمع کیا ہے وہ بھی اکثر تیسری یا چوتھی صدی یا اس سے بھی بعد کی ہیں۔ حماد قاضی ابو یوسف البتہ امام صاحب کے ہمعصر ہیں اور ان کا مسند بے شبہ امام ابو حنیفہ کا کہا جا سکتا تھا لیکن خوارزمی کے سوا اور کسی نے ان مسندوں کا نام نہیں لیا ہے حالانکہ حدیث کی کتاب جبتک مشہور اور مستند روایتوں سے نہ ثابت ہو اس کا اعتبار نہیں کیا جا سکتا ہمارے نزدیک اس بحث میں شاہ ولی اللہ صاحب کا فیصلہ کافی ہے وہ حجۃ البالغہ میں فرماتے ہیں کہ طبقہ رابعہ کی وہ کتابیں ہیں جنکے مصنفوں نے ایک مدت دراز کے بعد ان روایتوں کو جمع کرنا چاہا جو وہ پہلے طبقوں میں موجود نہ تھیں اور گمنام سندوں اور مجموعوں میں پائی جاتی تھیں ان لوگوں نے اُن کو بلند کرنا چاہا حالانکہ وہ حدیثیں اُن لوگوں کی زبانوں پر تھیں جنکا محدثین اعتبار نہیں کرتے مثلاً زیادہ گو واعظین اور اہل بدعت اور ضعیف الروایۃ یا وہ صحابہ اور تابعین کے آثار یا بنی اسرائیل کے قصے تھے یا حکما اور واعظین کے مقولے تھے جنکو راویوں نے رسول اللہ کے کلام سے مخلوط کر دیا تھا یا قرآن اور حدیث کے محتمل مضامین تھے جنکو اُن نیک آدمیوں نے بلمعنے روایت کیا جو فن روایت کی باریکیوں سے ناواقف تھے ان لوگوں نے ان باتوں کو رسول اللہ کیطرف منسوب کر دیا۔ یا ایسے مضامین تھے جو قرآن اور حدیث سے مستنبط ہوتے تھے اُن کو قصداً حدیث نبوی بنا دیا۔ یا مختلف حدیثوں کے ٹکڑے تھے۔ جو ایک عبارت میں مرتب کر دیئے گئے اس قسم کی حدیثیں کتاب الضعفاء ابن حبان کامل ابن عدی تصنیفات خطیب و ابونعیم و جوزقانی۔ و ابن عساکر و ابن نجار و دیلمی میں ملسکتی ہیں مسند خوارزمی بھی قریباً اسی طبقہ میں داخل ہے (شاہ صاحب کا کلام ختم ہوا) شاہ ولی اللہ صاحب نے ذرا سختی کی۔ بات اتنی ہے کہ جن مسندوں کی نسبت بیان کیا جاتا ہے کہ امام صاحب کے شاگردوں نے لکھے اُن کا نہ تاریخوں سے ثبوت ملتا ہے وہ خود کہیں پائے جاتے ہیں جو مسند۔ امام صاحب کے زمانہ سے بہت پیچھے لکھے گئے وہ البتہ موجود ہیں لیکن اُن کی حدیثوں کا امام صاحب تک بسند صحیح متصل پہنچنا نہایت مشتبہ ہے اس سے بڑھکر یہ کہ بعض بعض مسانید میں بے اعتباری کی اندرونی شہادتیں موجود ہیں مسند حصکفی میں کئی روایتیں امام صاحب کی طرف منسوب ہیں جنکو انہوں نے خود صحابہ سے سُنا اور روایت کیا ہے۔ حالانکہ امام صاحب کا صحابہ سے روایت کرنا محدثانہ تحقیقات کی رو سے ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا انتہےٰ صفحہ ۱۱۴-۱۱۷۔ اس تحقیقات سے ثابت ہے کہ جو امام صاحب مسندیں کہی جاتی ہیں اور جو احادیث ان میں مذکور ہیں ان کا راوی امام صاحب کو بنایا جاتا ہے۔ اس بات کا کوئی کافی ثبوت نہیں اور نیز عقود الجواہر میں جو احادیث ذکر کرکے امام صاحب کو انکا راوی قرار دیا ہے گو وہ احادیث فی نفسہا ثابت ہوں اس لیئے کہ وہ دوسرے محدثین کی روایت سے ثابت ہیں جیسا کہ خود عقود الجواہر کے اول میں ذکر کیا ہے مگر اس بات کی کوئی سند نہیں کہ امام صاحب بھی ان کے راوی ہیں کیونکہ امام صاحب کا اُن احادیث کو روایت کرنا صرف انہیں مسندوں کے اعتماد پر بتایا گیا ہے جیسا کہ خود عقود الجواہر کے اول میں اور نیز آخر میں ذکر کر دیا اور یہ مسندیں جنکے اعتماد پر امام صاحب کو راوی ٹھیرایا وہ خود ہی درجہ اعتماد و اعتبار کا عند التحقیق نہیں رکھتیں ۱۲۔

اُنکی اُستادی کی حدود خلیفہ وقت کے حدود حکومت کے برابر تھے تو ان لوگوں نے وہ اُنکی تمام روایتیں کیوں نہیں روایت کیں اور وہ احادیث اہل علم میں کیوں نہ مشہور ہوئیں اور پھیلیں۔ اور وہ تمام احادیث انہیں محدثین کی جو امام صاحب کے شیوخ بنائے جاتے ہیں بروایت انہیں لوگوں کے جو امام صاحب کے شاگرد بنائے جاتے ہیں جیسا کہ بتوسط امام صاحب کے اور ہمعصر محدثین کے ان تمام کتب احادیث میں مذکور ہیں اگر امام صاحب بھی اُنکے راوی تھے تو وہ امام صاحب کے بھی سلسلۂ سند سے کیوں نہیں مذکور ہوئیں اس سب کے علاوہ اگر امام صاحب کثیر الحدیث ہوتے تو ضرور سب سے پہلے انکے با اخلاص شاگرد جو اُنکی اعلاء منزلت اور اظہار علو شان میں بڑی گرمجوشی کے ساتھ کوشان تھے اس کا اعلان کرتے اور انکی ان روایات کثیرہ کو پھیلاتے اور شہرت دیتے حالانکہ ان لوگوں نے ایسا نہ کیا بلکہ انہوں نے جسقدر راوروں سے روایتیں کیں اُن سی نہ کیں اور جو اُن سے روایت کیں وہ کثرت کا مصداق نہیں بلکہ وہ بہت کم ہیں چنانچہ وہی علماء جو امام صاحب کی بابت قلت حدیث کے بعض اقوال کی بڑے زور سے مخالفت کرتے ہیں وہ بھی امام صاحب کی کثرت احادیث کو ثابت کرنے کے لیے (گویا مبالغہ کے ساتھ) جب انہیں کتابوں کے پتہ سے جو انکی روایات کا مرکز اور مخزن ہیں اور جو اُنکے انہیں ارشد تلامذہ اور مخلص شاگردوں امام ابو یوسف اور امام محمد کی تالیف ہیں۔ ذکر کرتے ہیں تو بس تنو دو تنو روایتیں یا اس سے کسی قدر زائد بتاتے ہیں کچھ شبہ نہیں کہ انکے خاص شاگردوں کا ان سے اس قلت کے ساتھ احادیث کا ذکر کرنا خصوصًا ایسی تالیفات میں جو حدیث کی کتابیں ہوں اس تقدیر پر کہ وہ کثیر الحدیث تھے بڑی

---

۱۵ دیکھو سیرۃ النعمان صفحہ ۵۵۔ ۱۲۔ ۵۲ یہ وہ دلیل ہے جس کو نعمانی صاحب نے اثبات کے ثابت کرنے کیلئے کہ امام صاحب نے کسی صحابہ سے کوئی روایت نہیں لی پیش کی ہے چنانچہ صفحہ ۴۲ میں لکھتے ہیں صاف بات یہ ہے کہ امام صاحب نے صحابہ سے ایک بھی روایت کی ہوتی تو سب سے پہلے امام کے تلامذہ خاص اسکو شہرت دیتے لیکن قاضی ابو یوسف۔ امام محمد۔ حافظ عبدالرزاق بن ہمام۔ عبداللہ بن مبارک۔ ابو نعیم۔ مکی بن ابراہیم۔ ابو عاصم وغیرہ سے کہ امام کے مشہور اور با اخلاص شاگرد تھے اور سچ پوچھیے تو زیادہ تر انہیں لوگوں نے ان کی ناموری کے سکے بٹھائے ہیں ایک حرف بھی اس واقعہ کے متعلق منقول نہیں انتہٰی یہ دلیل نعمانی صاحب کے سوا اور لوگ بھی بیان کرتے ہیں دیکھو رد المحتار حاشیہ درمختار یہ دلیل اس مطلوب کیلئے دلیل ہو سکتی ہے تو وہ ہمارے مطلوب کیلئے بھی دلیل ہے ۱۲۔

۵۳ چنانچہ مولنا عبدالحی صاحب مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں سترہ حدیث والے قول کی رد میں لکھتے ہیں لان من نظر تصانیف تلامذتہ الاعاظم الذین اسندوا الروایات فیہا الی اسنادھم واسندوھا الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم باسنادھم کموطأ للامام محمد وکتاب الحجج لہ وکتاب الآثار والسیر الکبیر لہ وکتاب الخراج للامام ابی یوسف وغیر ذلک وجد فیہا روایات الامام ازید من مائۃ بل مائتین فما معنی کون روایاتہ سبعۃ عشر فقط انتہی صفحہ ۳۶ اور نعمانی صاحب لکھتے ہیں امام شاگردوں نے خود انہی سیکڑوں حدیثیں روایت کی ہیں۔ موطا امام محمد۔ کتاب الآثار کتاب الحجج جو عام طور پر متداول ہیں ان میں بھی امام صاحب سے بیسیوں حدیثیں مروی ہیں اسنخہ صفحہ ۱۵۶۔ ۱۲

قابل تعجب امر ہے خلاصہ یہ کہ اسبات کے یقین کرنے کی کوئی وجہ نہیں کہ امام صاحب کثیر الحدیث تھے۔ لیکن اس سے انکی عظمت شان میں جبکہ ان میں دیگر علمی و عملی بیشمار فضائل جمع تھے نقصان نہیں آتا۔

امام صاحب کی حدیث کی تعداد

علامہ ابن خلدون نے امام صاحب کی تعداد احادیث کی بابت ایک قول لکھا ہے کہ ان کی روایات سترہ حدیث تک تھیں۔ مولانا عبد الحی صاحب مرحوم نے جس موقع پر اس قول کا رد کیا ہے وہیں امام صاحب کی تعداد روایات کی بابت پانچ قول نقل کیئے ہیں۔ ایک ؎ یہ کہ انکی کل روایات پانسو تھیں۔ دوسرا قول سات سو ہیں۔ تیسرا قول ایک ہزار اور کچھ حدیث ہیں۔ چوتھا ایک ہزار سات سو ہیں۔ پانچواں چھ سو چھیاسٹھ ہیں انتہے۔ افسوس ہمارے پاس اس وقت کوئی ایسا ذریعہ نہیں جس سے ہم تحقیق کر سکیں کہ ان میں سے کونسا قول زیادہ قرین صواب ہے تاہم دو معتبر شہادتیں ایک امام محمد رح کی جس میں انہوں نے امام مالک سے جن کی تعداد احادیث قریب ایکہزار ہے امام صاحب کو حدیث میں کم بتایا ہے دوسری وہ جس کو شاہ صاحب نے امام ابی داؤد سے نقل کیا جس میں انہوں نے امام صاحب کے ہم عصر سفیان و وکیع کا جن کا امام صاحب کی بہ نسبت کثیر الحدیث ہونا ایک ظاہر امر ہے) باوجود تمامتر کوشش کے ایک ہزار حدیث سے کم ہی پر دسترس پانا ذکر کیا ہے (جن کو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں) اس فیصلے پر مجبور کرتے ہیں کہ ہزار سے کم ہی والے قولوں میں سے کوئی قول صحیح ہے۔ نہ ہزار سے زائد والا قول۔ اور ان دو شہادتوں کے سوا اور وجوہ و اسباب جو ہم ذکر کر چکے یا جو آگے کرنے والے ہیں وہ بھی اسی کے قرینہ ہیں؎ پس حسب ظن غالب محقق یہی ہے کہ امام اعظم صاحب کی کل احادیث کی تعداد جو انکے علم و روایت میں تھیں۔ ایکہزار سے کم ہے۔

امام صاحب سے احادیث احکام کسقدر چھوٹ گئیں

اسکے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ خود علما حنفیہ لکھتے ہیں کہ وہ احادیث جن سے تعلق احکام کا ہے انکی مقدار تین ہزار ہے؎ پس اس حساب سے بین طور پر ثابت ہوا کہ حنفیہ ہی کی مقدار مسلمہ کے موافق امام سے احکام ہی کی احادیث میں سے دو تہائی سے زائد رہ گئی تھیں اور ایک تہائی سے کم ان کو ملی تھیں۔ اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب ہم تسلیم کریں

؎ معلوم ہوتا ہے کہ اس سے زائد مقدار بتانے والا کوئی قول نہیں ملا ۱۲ ؎ عبارت یہ ہے۔ ذکر الزرقانی شارح مواہب اللدنیۃ والموطا وغیرہ فی عدد روایاتہ اقوالا احدہا ان روایاتہ خمسمائۃ وثانیہا سبعمائۃ وثالثہا بضع والف ورابعہا سبعمائۃ والف وخامسہا ست و ستین وستمائۃ انتہی ص۲۳ ؎ اس سب کے علاوہ ایک قرینہ یہ بھی ہے کہ انکے معاصر امام مالک کو تقریباً نو سو شیوخ میں ہزار حدیث پر دسترس ہوئی اور امام صاحب کے شیوخ تو تین سو بھی ثبوت کو نہیں پہنچے۔ نعمانی صاحب نے تمام کوشش صرف کرکے تقریباً اسی شمار کئے ہیں اس نسبت سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ امام صاحب کی احادیث کا کیا مقدار ہونا چاہیے ۱۲ ؎ چنانچہ ہم کوالہ نورالانوار اوپر لکھ چکے ہیں۔

کہ وہ کل احادیث جو امام صاحب کو ملیں احکام ہی کی تھیں ان میں کوئی سیر، ترغیب و ترہیب، تفسیر کی حدیثوں میں سے نہ تھی حالانکہ عقل سلیم کسی طرح باور نہیں کرتی کہ امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے جب کوئی استاذ پیغمبر صاحب کے حالات کے متعلق انکے غزوات انکے اسفار وغیرہ کی کیفیت کے بیان میں کوئی حدیث یا قرآن مجید کی تفسیر کے متعلق اُسکے شان نزول اسکے معنے و مطلب کی بابت کوئی حدیث یا کسی اچھے کام کی فضیلت کسی برے کام کی مذمت ثواب و عقاب امور آخرت۔ دوزخ، جنت وغیرہ وغیرہ کی نسبت کوئی حدیث بیان کرتا ہو تو وہ اُس کو رد کر دیتے ہوں اور اُس کو لینا نہ چاہتے ہوں اور اس کو اپنے خزانہ معلومات میں جگہ دینا پسند نہ کرتے ہوں یا اگر معلوم ہو تو اُسکو کسی کے سامنے بیان کرنے اور اُسکی تبلیغ کو ناجائز یا ناپسند رکھتے ہوں۔ ہرگز نہیں لہذا ضرور ہے کہ جو تعداد احادیث کی مذکور ہوئی اس میں احکام کے سوا اس قسم کی بھی ضرور احادیث تھیں پس احکام کی احادیث اور بھی گھٹ گئیں۔ ابھی ایک بات اور باقی ہے یہ معلوم نہیں کہ وہ تمام احادیث جو امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچی تھیں وہ کل کی کل بسند صحیح و متصل تھیں یا اُنمیں ضعیف منقطع و مرسل بھی تھیں ہم تو اُن شاگردوں کی کتابوں میں جو امام صاحب کی احادیث دیکھتے ہیں تو بہت سی معلق و منقطع و مرسل بھی پاتے ہیں۔ اور نیز ایسی بھی پاتے ہیں جو ضعیف و مجروح راویوں کے امام صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو پہنچیں۔ ایک مشکل یہ ہوئی کہ امام صاحب کے زمانے میں لوگ مرسل حدیث کو صحیح و معتبر خیال کرتے تھے۔ چنانچہ امام صاحب و امام مالک رحمۃ اللہ علیہ اور سفیان ثوری کا عمل درآمد بھی تھا کہ وہ مرسل حدیث سے حجت پکڑتے تھے اس وجہ سے امام صاحب نے بے دھڑک مرسل حدیثیں لے کر انپر اعتماد کر لیا۔ لیکن بعد کے زمانے میں تجربہ سے ثابت ہوا کہ مرسل قابل اعتبار نہیں جیسا کہ ہم آگے انشاء اللہ العزیز مفصل بیان کرینگے پس کل وہ احادیث جو امام صاحب نے معتبر سمجھ کر مرسل کی تھیں خارج ہو گئیں۔ اور مرسل ہی کی طرح منقطع کیساتھ بھی ہوا چنانچہ آگے آتا ہے ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان سب باتوں کے اعتبار کے بعد امام صاحب کے احکام کی صحیح صحیح احادیث قلت کی کس حد تک پہنچیں گی اور وہ احادیث احکام کی کس کثرت سے نکلیں گی جو انکو نہیں پہنچیں۔

مقلدین حنفیہ پر افسوس کہ حدیث ملنے پر بھی اسکے قبول کرنے میں لیت و لعل کرتے ہیں

افسوس صد افسوس کہ آج بھی مقلدین حنفیہ جب کبھی انکے سامنے کوئی ایسی حدیث جس کو نہ پانے کے سبب سے انکے امام نے اجتہاد کیا اور اتفاق سے اجتہاد خلاف پڑ گیا۔ پیش کی جاتی ہے تو وہ اُس کو کسی طرح ماننا نہیں چاہتے اور وہ بھی خیال کرتے رہتے ہیں کہ ہمارے امام نے بھی ضرور یہ حدیث دیکھی ہوگی اور اس میں کوئی نہ کوئی خلل پایا لہذا یہ حدیث عمل کے قابل نہیں اور گویا اُن کو اس سے انکار ہے کہ امام صاحب کو کوئی حدیث نہ پہنچی ہو۔

لہ دیکھو کتاب الآثار اور کتاب الحجج امام محمد صاحب وغیرہما۔

یا انکا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف ثابت ہو سکے کاش یہ لوگ مذکور الصدر تحقیقات کو بگوش ہوش سنتے۔

امام صاحب کی حدیث دانی کی بحث لکھنی کی مجبوری

لیکن بعض تو باوجود دعوی تحقیق کے صریح اس سے انکار کرتے ہیں اور

امام صاحب کی قلت حدیث اقوال حنفیہ سے بھی ثابت ہے ۵۱

چنانچہ نعمانی صاحب فرماتے ہیں یہ خیال غلط اور بالکل غلط ہے کہ امام ابوحنیفہ حدیث میں کم مایہ تھے صفحہ ۱۳۴ اور فرماتے ہیں بعض لوگوں کا خیال ہے کہ امام صاحب کے بہت سے مسائل احادیث صحیحہ کے مخالف ہیں۔ ان لوگوں میں سے بعض نے الزام دیا ہے کہ امام صاحب نے دانستہ حدیث کی مخالفت کی بعض انصاف پسند وجہ یہ بتاتے ہیں کہ امام صاحب کے زمانہ تک احادیث کا استقصا نہیں کیا گیا تھا۔ اسلئے بہت سی حدیثیں ان کو نہیں پہنچیں۔ لیکن یہ خیال محض لغو اور بے سروپا ہے انتہے صفحہ ۲۲۴ ہمکو نعمانی صاحب کے باوجود دعوی اجتہاد و تاریخ دانی و تحقیق کے اس سخت تعصب سخت تعجب ہے ایک ایسی قطعی و صریح بات کا انکار کر دیا جس میں آجتک کسی مورخ یا محقق عالم نے شک نہیں کیا۔ امام صاحب کا بسبب احادیث مدون نہونے کے بہت سی احادیث کو نہ پانا ایک ایسی مسلم بات ہے جسکی برابر محقق و اکابر علما تصریح کرتے چلے آتے ہیں مگر نعمانی صاحب کی غیرت تھی کہ انہوں نے ایسی صریح بات سے انکار کر دیا خود حنفیہ کو بھی اس سے انکار نہیں کہ امام کو کل حدیثیں نہیں پہنچیں چنانچہ فتح المبین کا قول جسپر اکثر مشاہیر حنفیہ کی مہریں ہیں ہم پہلے نقل کر چکے ہیں اور امام صاحب کے قلت حدیث کی بابت تو ہم نے کتنے محققین کے اقوال اس رسالہ میں نقل کئے یہ سب لوگ اسبات کی گویا شہادت دیتے ہیں کہ امام صاحب سے بہت حدیثیں چھوٹ گئیں کیونکہ جب اقرار ہے کہ وہ قلیل الحدیث تھے تو ظاہر ہے کہ بڑا حصہ حدیث کا ان سے رہ گیا۔ اُن کی قلت حدیث سے تو کسی دیدہ ور کو انکار نہیں یہی وجہ ہے کہ فقہا برابر ان کے تذکرے میں ان کی حدیث میں دخل ثابت کرنے کیلئے بڑی بڑی کوششیں لگاتے ہیں اور بالائی باتوں سے اسکے ثابت کرنے میں سعی کرتے ہیں کوئی شیوخ کے عدد کثیر بتا کر کہتے ہیں دیکھو جسکے اتنے شیوخ ہوں گے اس کا حدیث میں کیا پایہ ہوگا کوئی کسی محدث کے تذکرہ محدثین میں ان کا ترجمہ ذکر کر دینے سے استدلال کرتا ہے۔ کوئی اُن کا مذہب محدثین میں زیادہ قبولاً مبحوث ہونے سے حجت لاتا ہے۔ کوئی مجتہد ہونے سے محدث ہونا ثابت کرتا ہے۔ قطع نظر اسکے کہ یہ دلائل فی نفسہا کیسے ہیں اس قسم کے دلائل پیش کرنے سے خود ظاہر ہے کہ ان کا تبحر حدیث میں ایسا ظاہر باہر نہیں ہے جسکے لئے ایسے بالائی دلائل پیش کرنے کی ضرورت نہ ہو۔ دوسرے خود فقہا امام صاحب کے قلت حدیث کی طرح طرح سے عذر پیش کرتے ہیں کوئی کہتا ہے کہ فقہ کی شغل کی وجہ سے قلیل الروایت رہے۔ کوئی شروط میں تشدد کا عذر بیان کرتا ہے۔ کوئی انتشار احادیث کو سبب بتاتا ہے۔ کوئی کہتا ہے درایت کیساتھ تھوڑی ہی روایت ہوں تو بہتر ہیں کثرت روایت بلا درایت سے۔ ان اعذار سے ہمکو بحث نہیں لیکن ان تمام اعذار کے پیش کرنے سے ثابت ہو کہ سبکو مسلم ہے کہ وہ قلیل الحدیث اور قلیل الروایت تھے۔ مگر نعمانی صاحب کی حمیت نے ان باتوں کی ذرا پروانہ کی۔

امام صاحب کے کثیر الحدیث ہونیکے بارہ میں شبلی نعمانی کے دلائل اور انکا مفصل جواب اور امام حنفیہ کے اقوال کا بڑا حصہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں

نعمانی اسکے بعد اپنے دعوی کا ثبوت جو پیش کرتے وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے زمانہ تک تو حدیثیں جمع نہ ہوئیں۔ لیکن جب جمع ہو چکیں اس وقت بڑی بڑی محدثین اُنکے مسائل کو کیوں صحیح تسلیم کرتے رہے۔ وکیع بن الجراح جن کی روایتیں بخاری میں بکثرت موجود ہیں۔ وہ امام ابوحنیفہ کے مسائل کی تقلید کرتے تھے خطیب بغدادی نے ان کے حال میں لکھا ہے کان یفتی بقول ابیحنیفۃ یحیے بن سعید القطان جو فن جرح و تعدیل کے موجد ہیں۔ اکثر مسائل میں امام ابوحنیفہ کے پیرو تھے خود انکا قول ہے قد اخذنا باکثر اقوالہ امام طحاوی جو حافظ الحدیث تھے امام ابوحنیفہ کے مسائل اختیار کئے اور کہا کرتے تھے میں ابوحنیفہ کا مقلد نہیں ہوں بلکہ ان سے مجکو توارد ہے طحاوی امام بخاری و مسلم کے ہمعصر ہیں اور یہ وہ زمانہ ہے کہ جب حدیث کا دفتر کامل طور سے مرتب ہو گیا تھا متاخرین میں علامہ ماردینی حافظ زیلعی ابن الہمام قاسم بن قطلوبغا وغیرہ کی نسبت قلت نظر کا کون گمان کر سکتا ہے یہ لوگ عموماً حنفی مسائل کے حامی ہیں۔ اسکے علاوہ جو لوگ عموماً حافظ الحدیث تسلیم کئے گئے ہیں ان کو مسائل امام ابوحنیفہ سے (بقیہ بصفحہ آئندہ)

وہ امام صاحب کے کثیر الحدیث ثابت کرنے میں ضعیف ضعیف باتوں کے ساتھ بڑی کوششیں کرتے ہیں تاکہ مذکورہ

(بقیہ صفحہ گذشتہ) کیوں موافق ہیں۔ طبقہ اولیٰ میں سب سے بڑے محدث امام احمد حنبل ہیں۔ امام احمد بہت سے مسائل میں امام ابوحنیفہ کے موافق ہیں۔ سفیان ثوری کو محدثین نے امام الحدیث تسلیم کیا ہے اُن کے مسائل عموماً ابوحنیفہ کے مسائل کے موافق ہیں اتنے مختصا مگر یہ تو ظاہر ہے کہ یہ کوئی بھی نہیں کہتا کہ امام صاحب کے جملہ مسائل۔ اول سے آخر تک سب ہی حدیث کے خلاف ہیں اور کوئی اُن میں سے صحیح نہیں۔ بلکہ کچھ شک نہیں کہ انکے بھی مسائل بکثرت صحیح ہیں۔ خواہ اس وجہ سے کہ امام صاحب نے ان کو نص صریح سے فرمایا۔ یا یہ کہ قیاس و اجتہاد سے فرمایا تھا مگر وہ قیاس و استنباط صحیح تھا۔ اسکے خلاف میں کوئی حدیث رسول ثابت نہیں ہوئی۔ تو اس قسم کے مسائل میں اگر کسی محدث نے ان کی موافقت کی یا ان کے قول پر فتویٰ دیا یا اُن کے قول کو لیا تو کوئی تعجب نہیں لیکن اس سے ان کے تمام مسائل کا حدیث کے مطابق ہونا لازم نہیں آتا۔ یہ عام دستور رہا ہے کہ متاخر علماء متقدم مشاہیر علماء کے اقوال و مذاہب کو موقعوں موقعوں پر پیش کرتے اور بطور مؤید لاتے ان سے سند پکڑتے رہے ہیں اور چونکہ امام صاحب اپنے وقت کے مشہور علماء میں سے تھے اور وکیع ابن الجراح اور یحییٰ بن سعید کے طبقہ سے متقدم تھے لہذا انہوں نے ان کے قول و مذہب کو لیا اور اسپر فتویٰ دیا خصوصاً جبکہ ان کو امام صاحب سے کچھ علاقہ تلمذ کا بھی تھا لیکن اس سے یہ نہیں ثابت ہوتا کہ ان کو امام صاحب کے تمام مسائل سے اتفاق تھا اور انہوں نے ان کا ایک ایک مسئلہ حدیث سے پڑتالا تھا اور سب کو حدیث کے موافق پایا اور ان کو امام صاحب کے کسی مسئلے سے خلاف نہ تھا سب سے بڑے امام صاحب کے مذہب کے حامی اور ان کے اقوال کے دلدادہ تو امام ابو یوسف اور امام محمد تھے جب انہیں نے امام صاحب کا دو تہائی مذہب میں خلاف کیا تو بیچارے وکیع بن الجراح اور یحییٰ بن سعید کہاں تک امام صاحب کی موافقت کر سکتے تھے مگر چونکہ محدثین کا امام صاحب کے قول سے استناد کرنا باوجودیکہ امام صاحب ایک دوسرے فریق (اہل الرای) کیساتھ شہرت رکھتے تھے تعجب خیز امر تھا اسلئے وہ خاص طور پر ذکر کیا گیا۔ اور یحییٰ بن سعید کے قول کا منشا بھی غالباً یہی ہے کہ گو وہ اہل الرای ہیں مگر یہ نہ سمجھو کہ انکے کل اقوال غیر معتبر ہیں۔ نہیں۔ بلکہ ہم نے ان کے اکثر اقوال لیئے ہیں۔ اور کوئی شبہ نہیں کہ امام ابو یوسف اور امام محمد صاحب کے مذہب و اقوال اور انکے دلائل اور ان کے وجوہ استدلال کے ساتھ سب سے زیادہ واقف اور امام صاحب کے پورے ہمراز تھے۔ اگر امام صاحب کے تمام اقوال قرآن و حدیث کے موافق ہوتے اور ذرا بھی خلاف نہ ہوتے تو کبھی وہ امام صاحب کا خلاف نہ کرتے انکا اس کثرت سے مخالفت کرنا صریح دلیل ہے کہ امام صاحب کے اقوال و مذہب کا بڑا حصہ وہ ہے جو صریح قرآن و حدیث سے ثابت نہیں۔ اور اگر کسی کی موافقت و مخالفت ہی کسی کے مذہب کے حق دریافت کرنے کا معیار ہے تو دیکھنا چاہیئے کہ کتنے محدثین نے جو نہ صرف فن حدیث کے امام تھے بلکہ فقاہت و اجتہاد میں بھی نہایت رفیع پایہ رکھتے تھے امام صاحب کی موافقت کی اور کتنوں نے مخالفت کی اور کس قدر مسائل میں مخالفت کی۔ افسوس کہ اسکی تفصیل کی یہاں گنجایش نہیں لیکن ظاہر ہے کہ اگر مخالف فریق و مخالف حضرات کا ذکر کرنا چاہیں تو صرف نام ہی شمار کرانا مشکل ہوگا اور موافق فریق اگر نکلینگے تو مشکل سے معدودے چند اشخاص مل سکیں گے۔ اور اگر ہم تسلیم کرلیں کہ وکیع یا کسی اور محدث نے امام صاحب کے تمام مذہب کی اجمالاً تصویب کردی لیکن ایک ایک مسئلہ پر کوئی حدیث پیش کر کے نہیں دکھائی تو یہ بات اس شخص کے لئے جس کے سامنے امام صاحب کی کسی مسئلے کے خلاف کوئی صریح و صحیح حدیث رسول موجود ہو اور اس کا نسخ بھی نہ ثابت ہو کسی طرح قابل حجت نہیں ہو سکتی چنانچہ یہ ایک اصولی مسئلہ ہے جس کی شرح افسوس کے ساتھ ہم تنگی مقام کی وجہ سے چھوڑتے ہیں حالانکہ یہ کہیں ثابت نہیں کہ وکیع و یحییٰ بن سعید نے امام صاحب کے تمام مسائل سے اتفاق رائے کیا۔ اور امام طحاوی نے بھی تمام مسائل میں امام صاحب کی موافقت نہیں کی۔ باوجودیکہ انکے مزاج میں امام صاحب کے مذہب کی ایک خاص طرفداری و حمایت بھی تھی جیسا کہ خود حنفیہ لکھتے ہیں تاہم ان کو بیت بیگہ امام صاحب کے خلاف کرنا پڑا چنانچہ مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی التعلیقات السنیہ میں فرماتے ہیں قد خالف صاحب المذهب فی کثیر من الاصول والفروع من طالع شرح معانی الآثار وغیرہ یجد و یعتاد خلاف (بقیہ صفحہ آئندہ)

بالا خیال کو قوت دیں اور رسول کی احادیث صحیحہ و صریحہ کو رد کریں۔ اُنکی انہیں باتوں ع۵ نے ہم کو مجبور کیا

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ما اختاره صاحب المذهب كثيرا اذا كان دليل عليه قويا انتہی یعنے طحاوی نے امام صاحب کے بارے میں بہت سے اصول و فروع میں خلاف کیا جو شرح معانی الآثار وغیرہ دیکھیگا وہ پائیگا کہ وہ بکثرت امام صاحب کے خلاف اختیار کرتے ہیں جب خلاف کی دلیل قوی ہوتی ہے۔ اور فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں سلك مسلك الانصاف الا في بعض المواضع فعدل عن الفطر فيما عن التحقيق وسلك مسلك الجدل والخلاف الغير اللائق انتہی یعنے امام طحاوی (امام صاحب کے مسائل کے متعلق فیصلے میں) طریقہ انصاف کا چلے مگر بعض مواضع میں (ایسا نہیں کیا بلکہ امام صاحب کے مسائل کی حمایت میں ناانصافی اختیار کی اور) نظر کو تحقیق سے علیحدہ رکھا اور طریقہ جدال اور نامناسب خلاف کا چلے۔ اس تمام بیان سے ثابت ہوا کہ امام طحاوی کو امام صاحب کے مذہب کی حمایت مدنظر تھی تاہم انہوں نے مجبوراً بہت جگہ خلاف کیا۔ اسکے علاوہ امام طحاوی حدیث میں پوری بصیرت بھی نہ رکھتے تھے علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں۔ ليست عادته نقد الحديث كنقد اهل العلم ولهذا يحتج بما هو منها في الغالب من جهة القياس الذي رآه حجة ويكون اكثره مجروحا من جهة الاسناد لا يثبت فانه لم يكن له معرفة بالاسناد كمعرفة اهل العلم به وان كان كثير الحديث فقيها عالما انتہی۔ یعنی ان کی عادت حدیث پر کہنے میں اہل العلم کی طرح نہ تھی بلکہ اکثر قیاس کی رو سے جس کو وہ حجت سمجھتے تھے ترجیح دیتے تھے حالانکہ اکثر اس میں کا اسناد کی رو سے مجروح وغیر ثابت ہوتا تھا کیونکہ اہل العلم کی طرح اسناد حدیث میں ان کو بصیرت نہ تھی گو وہ کثیر الحدیث اور فقیہ و عالم تھے۔ مولانا عبدالحی صاحب فواید بہیہ میں اس قول کو نقل فرما کر گو کسیقدر اسمیں مبالغہ بتاتے ہیں تاہم اصل بات انہیں بھی تسلیم ہے امام بیہقی نے بھی امام طحاوی کے ایسے قریب قریب لکھا ہے۔ ابن الہمام اور زیلعی کی بابت جو لکھا تو انہوں نے بھی بکثرت امام صاحب کا خلاف کیا جسکے متعلق ہم انشاء اللہ کچھ آگے بھی لکھینگے۔ اور امام احمد صاحب وغیرہ کا جو امام صاحب کے کچھ مسائل میں موافقت کرنا بیان کیا تو امام صاحب کے کل مسائل کو خلاف حدیث کون کہتا ہے اسبات کی غلطی کہ ہر مجتہد کے نزدیک وہی حدیث صحیح ہے جو اسکا مذہب ہے اور سیرۃ النعمان کی اغلاط بھر نعمانی صاحب اپنی فرط حمایت کیوجہ سے محققین کو کوتاہ نظر بنا کر امام مالک و امام شافعی کے بھی مسائل کا خلاف حدیث ہونا لکھکر (جنکو ہم بھی معصوم نہیں کہتے) لکھتے ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ اجتہادی امور ہیں اور ان کی بناء پر ہم کسیکو مخالف حدیث نہیں کہسکتے جس حدیث کو ایک مجتہد صحیح سمجھتا ہے ضرور نہیں کہ دوسرے مجتہد کے نزدیک بھی صحیح ہو انتہے نعمانی صاحب خوب سمجھتے تھے کہ بغیر کسی اور بات کو پیدا کیے ہوئے ابتک جو کچھ ہم نے لکھا اس سے امام صاحب کے مذہب کی پوری حمایت اور ان سے رفع الزام (حالانکہ اصل میں امام صاحب کے ذمہ کوئی الزام نہیں جیسا کہ ہم بار بار لکھ چکے ہیں) ممکن نہیں اس وجہ سے یہ بات بنائی۔ حالانکہ یہ وہیں بن سکتا ہے کہ اس حدیث کی تصحیح و تضعیف میں اختلاف کا موقع ہو اور وہ حدیث ہر دو مجتہد کو پہنچی ہو۔ ورنہ ہر جگہ ایسا خیال کرنا سخت غلطی ہے۔ جسکے غلط ثابت کرنیکے لئے ہماری یہ تمام مدلل تحقیقات جو ذکر کی کافی ہے اور خود ظاہر ہے کہ اگر ہم امام کو سب حدیثیں پہنچ گئیں ہوتیں اور ہر ایک کو وہی حدیث صحیح معلوم ہوتی جو اسکا مذہب ہے تو وہ یہ کیوں فرماتے کہ جب تم کو ہمارے خلاف صحیح حدیث ملجائے تو اسپر عمل کرنا۔ اسکے بعد نعمانی صاحب نے اپنی خوش فہمی سے امام بخاری پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے جو اگر خود ہماری نظر سے نہ گزرا ہوتا تو ہم کبھی یقین نہ کرتے کہ نعمانی صاحب باوجود ایسے دعووں کے امام بخاری پر ایسے بے اصل اعتراض کرینگے جسکا جواب غالبا حسن البیان میں دیا گیا ہے اسوجہ سے ہم لکھنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہم افسوس کے ساتھ کہتے ہیں کہ نعمانی صاحب کو سیرۃ النعمان میں جسقدر سقطات پیش آئے ہیں ہم ان کا ذکر نہیں کرسکتے ان کے لیے ایک مستقل تالیف کی ضرورت ہے۔ اور حسن البیان میں جسقدر ان کی لغزشوں سے تعرض کیا گیا وہ بہت کم ہیں لنسے جنسے اغماض کیا گیا واللہ یقول الحق وھو یھدی السبیل ۱۲

ع۵ اور فتح ستر لکھتے ہیں اور یہ باتیں کہ امام صاحب وغیرہ کو بہت سی حدیثیں نہیں پہنچیں متعصبین کی محض نفسانیت اور خانہ سازیں ہیں کوئی حجت اسپر نہیں انتہے اصفحہ ۱۲۔ اور صفحہ ۱۳۹ میں لکھتے ہیں کوئی اس دعوی کو بھی نہیں ثابت کر سکتا کہ امام صاحب کو اسقدر حدیثیں نہیں پہنچیں جسقدر امام بخاری کو پہنچیں تھیں انتہی ۱۲۔

کہ ہم اس بحث کو کسی قدر شرح کے ساتھ لکھیں ورنہ ہم قسمیہ کہتے ہیں کہ ہم خود بھی اس بحث کو بڑی کراہت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ کہاں امام اعظم صاحب اور کہاں ہمارا منہ جو ہم انکی حدیث دانی پر نکتہ چینی کی صورت پیدا کریں تاہم بفضل اللہ جہاں تک ہم خیال کرتے ہیں کوئی بات نفس الامر کے خلاف نہیں لکھی باینہمہ اگر ہم کو یہ مجبوری نہ ہوتی تو ہم کسی طرح پسند نہیں کرتے کہ ہم یا کوئی اور اس قسم کے تذکرے ان ائمہ عظام کی بابت کیا کرے اس واسطے کہ یہ کسی طرح لائق نہیں کہ ایک شخص جسمیں سیکڑوں کمال ہوں اگر اسمیں کسی ایک وصف کی خامی ہو تو ہم اسکی اس خامی کے پیچھے پڑ جائیں اور اسکے تمام کمالات کا گویا خیال نہ رکھیں نہیں بلکہ چاہیئے تو یہ ہے کہ اسکے اور تمام کمالات کے لحاظ کی وجہ سے اس کی اس خامی سے چشم پوشی کر کے اس کو ہمہ صفات موصوفین میں شمار کرنے لگیں۔

علامہ ذہبی کے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحب کا ذکر کرنے سے مقلدین کا استدلال اور اسکا جواب

یہی وجہ ہے کہ علامہ ذہبی نے امام اعظم صاحب کو تذکرۃ الحفاظ میں داخل کر لیا لیکن افسوس کہ بعض لوگ اس نکتہ کو نہ سمجھے اور وہ یہ لے دوڑے کہ علامہ ذہبی نے امام صاحب کو حفاظ حدیث سے شمار کیا اور انکے کثیر الحدیث ہونے کا اعتراف کیا۔ حالانکہ علامہ ذہبی نے جو کچھ امام صاحب کے ترجمہ میں ذکر کیا وہ ہمارے سامنے ہے اس میں انکے تمام مناقب و اوصاف بیان کیے لیکن انکے کثیر الحدیث ہونے کا نام بھی نہ لیا۔ بلکہ ان کی قلت حدیث کی طرف اشارہ کیا کیونکہ علمی منقبتوں میں سے صرف ثقہ ہونا ذکر کیا اور حدیث میں سفیان کو ان سے احفظ بتایا) حالانکہ سب سے بڑی بات بیان کے لائق یہی تھی۔

مولوی رشید احمد صاحب کی امام بخاری کے بارے میں تلخ کلامی

علہ جیسا کہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی امام المحدثین امام بخاری کو (جن کے منجملہ سینکڑوں مناقب کے ایک منقبت یہ ہے کہ قرآن مجید کے بعد اسلام کے اندر انہی کی کتاب کا مرتبہ ہے) متعصب بغرض تائید اپنے مذہب کے حدیثوں کی تصحیح و تضعیف کرنیوالا۔ اور اپنے مطلب کے لیے ثابت حدیثوں سے انکار کر دینے والا لکھتے ہیں دیکھو ہدایت المعتدی صفحہ ۴۳ و ۴۴ ۔ لفظ یہ ہیں اسیواسطے باقتضا تعصب مذہبی امام بخاری کو ہرگاہ کہ اس فقرے میں گنجایش طعن نہ ملی تو جزء قرأت میں لکھتے ہیں معلوم نہیں اس فقرے کو سلیمان تیمی نے قتادہ سے سنا یا نہیں سخت تعجب ہے کہ سلیمان تیمی مدلس نہ تھے پھر بھی امام بخاری بسبب معنعن ہونیکے سماع سلیمان میں شک فرما دیں معاذ اللہ اگر یہی شک ہے تو صحیح بخاری کی صدہا روایتوں کا آدمی انکار کر سکتا ہے لاحول ولا قوۃ الا باللہ۔ اور جیسا کہ امام بخاری اس زیادۃ سلیمان میں بسبب نہ تائید مذہب کے عدم سماع سلیمان تیمی لکھتا ہے اس سے بھی زیادہ ہے جو کہ زیادۃ معمر لفظ فصاعدا کی نسبت انکار کیا ہے۔ بس ایسے توہمات خلاف اپنے قواعد مسلمہ کر در خلاف ائمہ حدیث کے کسطرح معتبر اور ملتفت الیہ ہو سکتے ہیں انتہے ہمکو اپنے معظم بڑا افسوس ہے کہ انکو ایسے عالی منزلت شخص کی بابت جنکا طبقہ صحابہ کے بعد دنیائے اسلام میں کوئی نظیر نہیں ایسے سخت الفاظ استعمال کرتے ذرا پاک نہوئی کیا اس سے بڑھکر بھی کوئی عیب ہے کہ آدمی حدیث رسول کی تنقید کیوقت جسپر بنای اسلام ہے خود غرضی کو کام میں لائے یہ بہت بڑا الزام ہے جو انہوں نے امام بخاری پر تھوپا یا ہمارے معظم کو اسکا خیال نہ رہا جو پہلے محدثین مقبولین پر طعن و تشنیع کرنیوالوں کو اہل سنت سے خارج کر چکے ہیں۔ اس سے تمکو اس بات کی کسیقدر تصدیق ہو سکتی ہے جو ہم بار بار لکھ آئے کہ انکی یہ چکنی چپڑی باتیں صرف عدقول تک محدود ہیں در معنی اس مجبوری کو جو ہم پہلے بتا چکے نہ عملا ورنہ اگر ہم تھوڑی دیر کو تسلیم بھی کر لیں کہ امام بخاری صاحب سے اس تنقید میں غلطی ہو گئی تو کیا یہی ضرور تھا کہ ہمارے معظم (بقیہ بصفحہ آئندہ)

خصوصاً جبکہ قدیم سے انکی نسبت خیال قلت حدیث کا پھیلا ہوا تھا اور عام طور پر انکی بابت قلیل الحدیث ہونے کا گمان کیا جاتا تھا پس امام ذہبی کے نزدیک اگر وہ کثیر الحدیث تھے تو صاف طور پر امام ذہبی کو اس عام بدظنی اور غلط خیالی کا رفع کرنا اور صراحت کے ساتھ اُسکا ذکر ضرور تھا۔ بہرحال امام صاحب کو امام ذہبی کے مجرد تذکرۃ الحفاظ میں ذکر کرنے سے یا اسی اور قلیل الحدیث کو نہ ذکر کرنے سے امام صاحب کے کثیر الحدیث ہونے پر استدلال صحیح نہیں کیا جس قلیل الحدیث کو انہوں نے تذکرہ میں نہیں ذکر کیا اسمیں اسبقہ اوصاف تھے جتنے امام صاحب میں تھے اور کیا وہ اسی مرتبہ کا شخص تھا جس مرتبہ کے امام اعظم تھے۔ ہرگز نہیں پھر اس قلیل الحدیث کو نہ ذکر کرنے اور امام صاحب کے ذکر کرنے سے امام صاحب کا کثیر الحدیث ثابت کرنا کیسا بیجا ہے۔

امام صاحب کے قلیل الحدیث ہونے کی چوتھی اور پانچویں وجہ

چوتھی وجہ امام صاحب کے قلیل الحدیث ہونے کی وہ وجہ ہے جو کہ علامہ ابن خلدون لکھتے ہیں اور فقہائے حنفیہ وغیرہم کے کلام سے بھی اُسکی تصدیق و تسلیم ثابت ہوتی ہے کہ امام ابو حنیفہ رح کی روایت اس وجہ سے کم ہوئی کہ انہوں نے حدیث کی روایت اور تحمل کے شروط سخت مقرر کیے اور وہ یقینی (و صحیح) حدیث کو ضعیف ٹھہرا دیتے تھے جب کہ اُسکی شہادت نفس (قیاس) کے برخلاف ہوتی تھی۔ اس وجہ سے انکا روایت (حدیث کا شغل) کرنا کم ہوا (اور وسعت کے ساتھ وہ حدیث روایت نہ کر سکے) پس انکی حدیث کم رہیں نہ یہ کہ انہوں نے قصداً حدیث چھوڑ دی۔ لیکن اس کلام میں علامہ موصوف نے امام صاحب کی قلت حدیث کی ایک وجہ نہیں بلکہ دو وجہیں بتائیں ایک تشدد شروط دوسری اپنی درایت پر

(بقیہ صفحہ گزشتہ) انکے حق میں اس قدر دہنی کو بھی کام فرمائیں مگر ہم نے جہانتک اپنی ہمعصر کے رسائل دیکھے ہمکو ثابت ہوا کہ انکو اپنی تقلید کے جوش تعصب میں اہلحدیث کیساتھ زبان درازی کرنے کا خاص شیوہ ہے جنمیں سے بعض الفاظ ہم پہلے ہی نقل کر چکے ہیں ان کے سوا بہت سے اور عوام و خواص کی بھی اکثر یہی حالت ہے۔ اہلحدیث کو رافضیوں خارجیوں کی طرح اہلسنت سے خارج گمراہ۔ فاسق۔ ضال مضل بے دین۔ ملحد۔ بے ایمان۔ وغیرہ کہنا تو کوئی بات ہی نہیں دیکھو رسالہ جامع الشواہد اور بعض تقریظات فتح مبین جواب ظفر مبین شہود وغیرہ مشہور مولویوں نے کیسے کیسے ڈھونڈ ڈھونڈ کے (بغیر تحقیق کے ہوئے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ اور پھر بھی آپ کے پاک۔ اور اہلحدیث بیچارے بدگوئی کا الزام۔ خیر۔ لنا اعمالنا ولکم اعمالکم ۱۲۔

[۱] چنانچہ امام محمد اور ابن مبارک اور ابن داؤد کا قول پہلے پڑھ چکے ہو اور امام احمد صاحب کا مقولہ ہے هؤلاء اصحاب ابی حنیفة ليس لهم بصر بشيء من الحديث ماهو الا الجرأة اخرجه محمد بن نصر المروذی فی قیام اللیل یعنے (دیکھو) یہ ابو حنیفہ کے اصحاب ہیں انکو حدیث میں ذرا بھی بصیرت نہیں پر جرأت ہی جرأت ہی انتہا اور دیکھو مسند خوارزمی متوفی ۶۶۵ھ اور نعمانی صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ یہ خیال پہلے سے چلا آتا ہے چنانچہ لکھتے ہیں یہ (امام صاحب کی قلت روایت کا) خیال کچھ نیا نہیں ہے۔ اگلے زمانے میں بھی بعض لوگوں کی یہی رائے تھی انتہے صفحہ ۱۳۶ [۲] عبارت یہ ہے۔ الامام ابو حنیفة انما قلت روايته لما شدد في شروط الرواية والتحمل وضعف رواية الحديث اليقيني اذا عارضها الفعل النفسي وقلت من اجلها روايته فقل حديثه لانه ترك رواية الحديث متعمداً فحاشاه من ذلک ۱۲

سے دیکھو تاریخ صفحہ ۱۰۱

زیادہ اعتماد کرتے تھے کہ روایت کی رو سے گو حدیث یقینی ثابت ہو مگر وہ اپنی درایت کے سامنے اسے قبول نہیں کرتے تھے تو اگر اس کو دو وجہیں ٹھہرایا جائے تو ہم جو پانچویں وجہ لکھنے کو تھے ۔

چھٹی وجہ

اس کو چھٹی وجہ کہنا چاہیے اور وہ یہ ہے کہ جناب امام صاحب کی اصل توجہ فروعات و فقہی مسائل کی طرف تھی اور پیشتر وہ اسی میں مشغول رہے جن کا بیان مشرح ہم بضمن وجہ سوم کے کر چکے ہیں اور عنقریب شاہ صاحب کے قول میں بھی آتا ہے اور اس بارے میں خطیب بغدادی کی روایت بھی جو انہوں نے بہ سند امام صاحب کی روایت کی ہو سکتی شاہد ہو جسمیں امام صاحب نے اور علوم کو چھوڑ فقہ کا اپنے لیے شغل پسند کرنا فرمایا ہے غرض اس میں شبہ نہیں کہ امام صاحب کا بڑا شغل فقہ تھا اور اسی طرف انکی مزید توجہ تھی اس وجہ سے وہ حدیث کا زیادہ حصہ نہ پا سکے ۔

ساتویں وجہ امام صاحب کا اہل الرای ہونا اور شاہ ولی اللہ صاحب اور علامہ ابن خلدون کے قول سے شہادت

ساتویں وجہ یہ ہے کہ حضرت امام صاحب اہل الرای میں سے تھے اور اہل الرائی کا حال تم پہلے شاہ صاحب کے کلام سے معلوم کر چکے ہو کہ وہ روایت حدیث سے ڈرتے تھے اور بخوف کلام رسول میں غلطی ہو جانے کے نقل حدیث کم

نعمانی صاحب کی ایک غلطی اور اس کا جواب

۵۱ اس روایت سے نعمانی صاحب نے بلا کسی معقول وجہ کے انکار کر دیا ہے (جس پر حسن البیان میں بحث کی گئی ہے اور نعمانی صاحب کے شکوک کے جواب بھی دیئے ہیں) تاہم یہ نعمانی لکھتے ہیں ممکن ہے کہ تحصیل علوم کے بعد آپ نے خیال کیا ہوگا کہ کسی فن کو اپنا خاص فن بنائیں اور چونکہ عام خلائق کی ضرورتیں فقہ سے وابستہ دیکھیں۔ اسکو ترجیح دی انتہےٰ (صفحہ ۳۰) اور اس روایت کے غلط ہونیکے ثبوت میں جو نعمانی صاحب کہتے ہیں کہ اس روایت کو صحیح مانیں تو ماننا پڑیگا کہ حدیث و کلام کی طرف امام ابوحنیفہ نے توجہ ہی نہیں کی حالانکہ ان فنون میں امام کا جو پایہ ہے اس سے کون انکار کر سکتا ہے انتہیٰ تو حدیث کیطرف توجہ و پایہ کا حال حسن البیان میں بھی لکھا ہے اور ہماری تحقیقات سے بھی ظاہر ہے باقی رہا علم کلام تو جیسا مناقب والے لکھتے ہیں کہ انہوں نے علم کلام کیطرف توجہ کی تھی اگر اسکا کوئی قوی ثبوت ہے تو ممکن ہے کہ علم کلام کی بابت ان کی رائے پلٹ گئی ہو جس کا ثبوت اسی سے ہوتا ہے کہ انہوں نے اسطرف توجہ کی جسکا کافی ثبوت موجود ہے اور چونکہ حدیث کی بابت ایسا ثبوت نہیں لہذا اسکی بابت معلوم ہوتا ہے کہ وہی رائے قائم رہی۔ دوسرے ممکن ہے کہ یہ مقولہ اسوقت کا ہو جبکہ علم کلام حاصل کر چکے تھے اور اس سے دل ہٹ کر کسی دوسرے علم کیطرف توجہ کا ارادہ تھا تو علم کلام میں مشغول رہنے سے بھی بے رغبتی مع اسکی وجہ کے ظاہر فرمائی اور طلب حدیث کے شغل کو بھی بایں وجہ جیسا کہ اسی روایت میں ہے کو ہر الحدیث کیلئے اولاً تو ایک مدت درکار تھی اسکے علاوہ کم سنوں سے واسطہ پڑتا اور ہر وقت یہ فکر رہتی کہ لوگ جرح و تعدیل کا نشانہ بنائیں گے ناپسند فرمایا نعمانی صاحب کو اس پر بھی تعجب ہے کہ یہ روایت کسی کتاب میں امام کا قول کر کے بیان کی گئی ہے اور کسی میں امام صاحب کے ہمکلام کا قول ہے اور امام صاحب کا اسکو تسلیم کرنا ذکر ہے۔ افسوس نعمانی صاحب نے یہ خیال نہ فرمایا کہ عام دستور ہے کہ جب اہل شوریٰ باہم تخاطب کر کے ایک بات پر متفق الرائے ہوتے ہیں تو وہ بات ہر ایک کیطرف نسبت کیجا سکتی ہے کیا انہوں نے قرآن مجید میں یہ آیتیں نہیں پڑھیں قال الملاء من قوم فرعون ان هذا لساحر عليم "الآية اور قال للملاء حوله ان هذا لساحر عليم" الآیہ ایک ہی بات کو ایک واقعہ میں ایک جگہ فرعون کا کہنا بیان فرمایا دوسری جگہ بجائے اسکے حواشی فرعون کا کہنا فرمایا۔ تو کیا اس واقعہ میں بھی نعمانی صاحب کو شک ہے ۱۲

۵۲ فقہ کی وجہ سے امام صاحب کا حدیث کیطرف (اچھی طرح) نہ متوجہ ہو سکنا نعمانی صاحب کو بھی قبول ہے چنانچہ صفحہ ۱۴۵ میں لکھتے ہیں امام ابوحنیفہ کے زمانہ میں احادیث کا جو دفتر تیار ہو چکا تھا ہزاروں موضوعات و اغالیط۔ (بقیہ بصفحہ آئندہ)

بچتے تھے اسوجہ سے اُنکے پاس احادیث رسول کم تھیں اور وہ بجائے حدیث کے اپنے سے پہلوں کے کلام پر
اعتماد کرتے تھے اور بیشتر مسائل کی بنا انہیں کے اقوال پر رکھتے تھے چنانچہ امام صاحب کا بھی یہی دستور
تھا جیسا کہ شاہ صاحب حجۃ اللہ میں اُنکے حال میں لکھتے ہیں (امام ابو حنیفہ رح سب میں زیادہ ابراہیم نخعی
اور انکے اقران کے مذہب کو لازم پکڑے ہوئے تھے اس سے تجاوز نہیں کرتے تھے الا ماشاء اللہ (یعنے بہت کم)
اور ابراہیم نخعی کے مذہب (قواعد) پر مسائل نکالنے میں بڑی شان (یعنے اس میں خوب دخل) رکھتے
تھے تخریج کے طریقوں میں باریک بین تھے پوری توجہ فروعات (مسائل فقہیہ) پر رکھتے تھے اگر تم کو
ہمارے قول کی تحقیق منظور ہو تو ابراہیم (نخعی) اور اُنکے اقران کے اقوال آثار (امام) محمد اور جامع عبد
الرزاق اور مصنف ابی بکر بن ابی شیبہ سے تلخیص کر کر امام صاحب کے مذہب کے ساتھ مقابلہ کرکے دیکھو
تو انکے مذہب کو تم پاؤ گے کہ اس طریقے سے جدا نہیں ہوتا۔ مگر بہت تھوڑی جگہ اور اُن تھوڑی جگہوں میں بھی
فقہاء کوفہ (کے اقوال) سے باہر نہیں جاتا انتہے اور مصفی شرح مؤطا میں لکھتے ہیں باید دانست کہ سلف در
استنباط مسائل و فتاوی بر دو وجہ بودند یکے آنکہ قرآن و حدیث و آثار صحابہ جمع میکردند و ازانجا
استنباط می نمودند و این اصل رائی محدثین ست و دیگر آنکہ قواعد کلیہ کہ جمعے از ائمہ تنقیح و تہذیب آں کردہ
اند یاد گیرند بے ملاحظہ ماخذ آنہا۔ پس ہر مسئلہ کہ وارد میشد جواب آں ازہماں قواعد طلب میکردند و ایں
اصل رائی فقہا رست و اشارہ بہمیں معنی ست آنکہ گفتہ اند کہ حماد بن ابی سلیمان اعلم ناس بود بمذہب
ابراہیم ای بقواعد کلیہ کردے در فتاوی تہذیب و تنقیح آن کردہ بود انتہے۔ علامہ ابن خلدون نے مقدمہ
تاریخ میں لکھتے ہیں۔ ان (متقدمین) میں فقہ دو طریقے پر منقسم ہوگئی۔ ایک طریقہ اہل الرای و القیاس کا
اور عراق والے لوگ ہیں۔ اور ایک طریقہ اہلحدیث کا اور وہ حجاز (مکہ و مدینہ) والے ہیں اہل عراق میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ) مدرجلت سے بہرا ہوا تھا۔ اسوقت امام بخاری و مسلم نہ تھے جو صحیح حدیثوں کی انتخاب کی کوشش کرتے امام ابو حنیفہ کو بہاعث
فقہ کیوجہ سے اسطرف متوجہ نہ ہو سکے ۱۲ اور کچھ عبارتیں اوپر گزر چکیں ۱۲ ؎ چنانچہ اگلی عبارتوں سے تم کو معلوم ہو جائیگا ۱۲ ؎ نعمانی
صفحہ ۲۴۲ میں لکھتے ہیں چنانچہ تاریخوں میں جہاں انکا (امام ابو حنیفہ رح کا) نام لکھا جاتا ہے امام اہل الرائے لکھا جاتا ہے ۱۲ ؎ نعمانی
صاحب کو جہاں ان کی حمیت نے اور خلاف واقع باتوں کو ملمع کاری کرکے دکھانے پر مجبور کیا تھا۔ اس بات پر بھی مجبور کیا کہ وہ اہل الرائے کے
موقع ایسے نئے معنے بنائیں جس سے اس مقصود کو جسکی حمایت میں بڑی سرگرمی سے نقصان پہنچتا تھا نہ پہنچے چنانچہ انہوں نے اہل الرائے کے ایک نئے طرح
کے معنے ایجاد کئے (جسکے رد کیلئے مستند علماء کے وہ اقوال اہل الرائے کے معنے میں جو ہم نے ذکر کئے کافی ہیں) اور اہل حدیث کو وہ گروہ ٹھیرایا جنکو
ناسخ و منسوخ سے ہی سروکار نہ تھا۔ والی اللہ المشتکے ۱۲ ؎ دیکھو صفحہ ۱۵ حواشی کے طول پکڑنے کیوجہ سے عبارت نقل نہیں کی اور یہ کتاب
نادر الوجود بھی نہیں ۱۲۔

؎ عبارت یہ ہے انقسم الفقہ فیہم الی طریقین طریقۃ اہل الرای والقیاس وہم اہل العراق وطریقۃ اہل الحدیث
وہم اہل الحجاز وکان الحدیث قلیلا فی اہل العراق لما قدمناہ فاستکثروا من القیاس ومہروا فیہ فلذلک قیل اہل الرای
ومقدم جماعتہم الذی استقر المذہب فیہ وفی اصحابہ ابو حنیفۃ ۱۲ انتہی ۱۲۔

حدیث کم تھی جس کی وجہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں تو انہوں نے قیاس سے زیادہ کام لیا اور قیاس (ہی) میں وہ خوب ماہر ہوئے انکو اہل الرائے کہا گیا۔ اہل الرای کی جماعت کے سردار جن میں اور جن کے شاگردوں میں یہ (طریقہ) مذہب قائم ہوا (امام) **ابو حنیفہ** ہیں انتہے

امام صاحب کا طریقہ اجتہاد الحاصل امام صاحب اہل الرائے میں سے تھے جو روایت سے ڈرتے اور بچتے تھے اس وجہ سے وہ قلیل الحدیث رہے اور اجتہاد و استنباط میں جو طریقہ اہل الرائے کا تھا بیشتر وہی طریقہ انکا بھی تھا۔ اور اہل الرائے کو طریقے کے موافق خاص خاص لوگوں یعنے ابراہیم نخعی اور انکے اقران) کے اقوال پر زیادہ تر انکے مذہب کی بنا ہے اور وہ ابراہیم نخعی وغیرہ کے اقوال پر تخریج میں بڑے ماہر اور دقیق النظر تھے۔

تخریج کی شرح شاہ صاحب نے اہل الرای کے ذکر میں تخریج کی جو شرح ذکر کی ہے ہم پسند کرتے ہیں کہ اس موقع پر اسکو بھی ہدیہ ناظرین کریں۔ شاہ صاحب اس بیان کے بعد کہ اہل الرائے کے پاس احادیث رسول اور آثار صحابہ اسقدر نہ تھے جن سے وہ استنباط مسائل اُس طور پر کر سکتے جسطور پر محدثین کرتے تھے لہذا ان لوگوں نے فقہ کو تخریج کے قاعدے پر مرتب کیا جس کو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں لکھتے ہیں کہ تخریج کی صورت یہ ہے کہ ہر شخص اس عالم کے مجموعے کو کہ اساتذہ کے اقوال سے خوب واقف ہو اور ترجیح میں صحیح تر نظر رکھتا ہے اور وہ اساتذہ کی (گویا) زبان ہی یاد کرلے پس ہر مسئلہ میں اسکے حکم کی وجہ سوچتے تو جب کبھی اس سے کسی مسئلہ کا سوال کیا گیا یا اُس کو خود کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئی تو اُس نے اساتذہ کے صریح اقوال کو جو اسے یاد تھے دیکھا اگر اُن میں اُسکا جواب نکل آیا تو خیر ورنہ (انہیں اقوال سے استنباط شروع کیا تو) تو انکے کلام کے عمومات کو دیکھا (اگر کسی عام کے تحت میں درج ہو سکا) تو اس عموم کو اس مسئلہ پر جاری کر دیا۔ یا کلام کے اشارہ ضمنے کو غور کیا اور اس سے (ہی) استنباط کر لیا۔ کبھی کسی کلام سے کوئی اشارہ نکلتا ہے یا اُس سے کچھ لازم آتا ہے جو مقصود کو سمجھا دیتا ہے کبھی جس مسئلہ کی تصریح ہوتی ہے اسکے دوسرا مشکل ہوتا ہے جو اس پر قیاس کر لیا جاتا ہے کبھی کسی وجہ کے ساتھ اُنکے بتائے ہوئے مسئلہ میں علت پیدا کر کے اس علت پر مدار حکم رکھ کر غیر بتائے ہوئے مسئلوں میں وہ حکم جاری کر دیا کبھی استاذ کے کلاموں کو ملا کر نتیجہ کے طور پر مسئلہ کا حکم نکال لیا۔ کبھی وہ چیز جس کے جامع مانع تعریف اساتذہ کے کلام میں نہیں تھی گو وہ چیز مثال سے یا تقسیم سے مفہوم ہوتی تھی۔ تکلفات کر کے اُس کی جامع مانع تعریف مرتب کر دی (اور پھر اس تعریف کے موافق اُسکے تمام افراد پر وہ احکام جاری کر دیئے) کبھی اساتذہ کا کلام کئی احتمال رکھتا

ف۱ اس تحقیقات سے **نعمانی** صاحب اور انکے ہم خیالوں کے اس دلیل کی بھی بے ثباتی ثابت ہوتی ہے جس میں وہ امام صاحب کے مجتہد ہونے سے کثیر الحدیث ہونا ثابت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اجتہاد کے طریقے مختلف ہیں اس **مطلوب** کے متعلق نعمانی صاحب نے جو کچھ لکھا ہے اُن سبکا جواب تم ہماری اس تحریر میں یا حسن البیان میں ضرور پاؤ گے انشاء اللہ تعالے ۱۲ ف۲ دیکھو حجۃ اللہ صفحہ ۱۵۲ - ۱۲ - منہ

تھا اسکے ایک معنے قائم کیے کبھی ان مسائل کا دلائل سے لگاؤ جو خفی تھا اسکے وجوہ بیان کیے۔ بعض تخریج کرنے والوں نے اپنے ائمہ کے فعل سے یا انکی کسی بات پر چپ رہنے وغیرہ سے بھی استدلال کیا تخریج یہ ہے۔ انتہے۔

فقہ کا دائرہ اسی تخریج کے ذریعہ وسیع ہوا | فقہار کا عمل درآمد زیادہ تر اسی تخریج پر رہا۔ اور اسی کے ذریعہ سے بقیہ[1] فقہ کا دائرہ وسیع ہوا جس فقیہ کو جب کوئی مسئلہ پیش آیا۔ اپنے امام کے اقوال کو دیکھا ان سے صراحۃً اُسکا حکم معلوم ہو گیا تو خیر ورنہ انکے اقوال سے انہیں طریقوں میں سے کسی طریقہ سے استنباط کرکے مسئلہ نکال لیا۔ ایسے فقہار کا نام مجتہد فے المذہب ہے۔

مجتہد فی المذہب کا حدیث سے واقف ہونا ضروری نہیں | مجتہد فے المذہب کے لیے اسیقدر کافی ہے کہ وہ اپنے امام کے اقوال میں خوب ماہر ہو اسکے لیے حدیث کا جاننا ضرور نہیں۔ ایک حدیث بھی نہ جانتا ہو وہ بھی اس قسم کا مجتہد ہو سکتا ہے۔ شاہ صاحب اسکے بعد لکھتے ہیں ان لوگوں کو مجتہد فے المذہب کہتے ہیں اور ایسا ہی اجتہاد (اور) اسی طریقے پر مراد ہے اس شخص کی جس نے کہا کہ جس شخص نے مبسوط (فقہ کی ایک کتاب ہے) یاد کر لی وہ مجتہد ہو گیا۔ اگرچہ اُسکو ذرا بھی روایت کا علم نہ ہو۔ اور نہ ایک حدیث کا تو ہر مذہب میں تخریج واقع ہوئی اور بکثرت ہوئی انتہے اور عقد الجید میں مجتہد فے المذہب کے بیان میں لکھتے ہیں جب ایسا حادثہ پیش آیا جس میں امام کی تصریح نہ معلوم ہوئی تو اس حادثہ کے لیے امام کے مذہب پر اجتہاد کیا اور امام کے اقوال اور انہیں کے طریقہ پر اس کی تخریج کر لی انتہے یہ طرز عمل فقہا میں طبقۃً بعد طبقۃٍ جاری رہا ہر طبقہ کے فقہا تے جو مسائل اپنی تخریج سے طیار کیے وہ پچھلوں کے مسلمات میں شامل ہوتے گئے اور ایک مستحکم دستاویز قرار پاتے گئے (الا ماشاء اللہ) حتے کہ انمیں سے کسی قول کا اگر کوئی خلاف کرے تو گویا اُس نے ایک نص قطعی کا انکار کر دیا حالانکہ وہ خود امام صاحب کا

---

[1] چنانچہ آنے والی عبارتیں شاہ صاحب شامی وغیرہ کی اسپر دال ہیں ۱۲ [2] عبارت یہ ہے ویقال هذا لاء المجتهد ون فی المذهب وعنی هذا الاجتهاد علی هذا الاصول من قال من حفظ المبسوط کان مجتهدا وان لم یکن له علم برواية اصلا ولا بحدیث واحد فوقع التخریج فی کل مذهب وکثر انتهی ص۱۵ ۱۲ [3] دیکھو ص۱۰ مطبوعہ صدیقی لاہور ۱۲

[4] چنانچہ شامی کی عبارت میں ابھی آتا ہے ۱۲ [5] چنانچہ کتب فقہ پر جسکی نظر ہے وہ اسکو بخوبی جانتا ہے یہ بڑے بڑے فتاوی جو زیادہ تخریج متاخرین سے پر ہیں۔ انہیں کی عبارتوں پر عموماً فتووں کا مدار ہے جب اُن سے کوئی جزئیہ صریح نہیں ملتا تو اشارۃً سے نکالا جاتا ہے اور تخریج در تخریج کے سلسلہ کو اور ترقی دیجاتی ہے عمس درآمد تو یوں فقہا نے اس کی بابت قاعدہ بھی مقرر کر دیا چنانچہ رد المحتار میں لکھتے ہیں .... واذا لم یوجد للحادثة عن واحد منهم جواب ظاهر وتکلم فیه المشائخ المتاخرون قولا واحدا یوخذ به فان اختلفوا یوخذ بقول الاکثرین ثم الاکثرین وان لم یوجد منهم جواب البتة نصا ینظر المفتی فیها نظر تامل وتدبر واجتهاد لیجد فیها ما یقرب عن الخروج عن العهدة انتهی ملخصا ص۵۲ ج۱ ۱۲

بھی قول نہیں ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ یہ امام صاحب کے اقوال پر تخریج کرنیوالے امام صاحب کی منشار کو پہنچ ہی جائیں اور امام صاحب کے سامنے اگر وہی مسئلہ تخریج کیا ہوا پیش کیا جاتا تو امام صاحب بھی یہی فرماتے جو ان تخریج کرنیوالوں نے اپنی فہم سے سمجھا۔ کیا کوئی حنفی تسلیم کریگا کہ امام صاحب کے بعد کوئی فقیہ اس پایہ کا ہوا ہے کہ جو امام صاحب کے ہم پلہ ہو جبکہ امام صاحب فارغ التحصیل ہو کر استقلال کے ساتھ اپنا درس گاہ علیحدہ قائم فرمانا چاہتے تھے۔ خود امام صاحب نے اس زمانے میں جب امام حماد کے اقوال پر تخریج کی تو تم پڑھ چکے ہو کہ منجملہ ساٹھ کے کئی مسئلے ایسے ہیں کہ جن میں وہ حماد کے منشار کو پہنچے تھے اور کئی وہ ہیں جن میں انہوں نے حماد کے خلاف مرضی تخریج کی جس کو حماد نے ناجائز رکھا۔

تخریج کا امام صاحب کے منشار کو پہنچنا ضرور نہیں۔

پس ہم کسی طرح تسلیم نہیں کر سکتے کہ امام صاحب کے اقوال پر تخریج کرنیوالے امام صاحب کی اصلی منشار کو ہر جگہ ضرور پہنچے ہونگے اسکے علاوہ ان اہل تخریج کے امام کے اصلی منشار تک نہ پہنچنے کی ایک صریح دلیل یہ بھی ہے کہ انمیں باہم بہت کچھ اختلاف ہے ایک کی تخریج میں کچھ نکلتا ہے دوسرے کی تخریج اُسکے خلاف ہے پس ظاہر ہے کہ امام کے نزدیک وہ دونوں صواب پر نہیں ہو سکتے ورنہ اجتماع ضدین لازم آجائے گا۔ صرف ایک ہی فقہ کو دیکھو مثلاً حنفی فقہ کو کہ اُس میں ایک ایک مسئلہ میں کس کثرت سے مختلف اقوال ہیں اسکی بڑی وجہ مخرجین کی آرار کا باہم خلاف ہے اگرچہ اس اختلاف کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ خود امام صاحب سے ایک ایک مسئلہ میں کئی کئی قول بھی مروی ہیں مگر زیادہ تر وجہ اس کی اختلاف فہم مخرجین ہے اور ایک وجہ مخرج کے اصل منشاء امام تک پہنچنے کے نہ ضروری ہونے کی یہ بھی ہے کہ تخریج بھی تو ایک قسم کا اجتہاد ہے اور ہر اجتہاد محتمل خطا و صواب ہے پس کچھ ضرور نہیں کہ ان تمام مسائل کو جو اپنے اجتہاد سے امام کا مذہب پیدا کر کے کہتے ہیں وہ اصل میں بھی انکا مذہب ہو اور کسیقدر تفصیل آگے بھی آتی ہے۔

فقہ کے تمام مسائل کو امام صاحب کا مذہب قرار دینا سخت غلطی ہے کیونکہ کتب فقہ تخریجی مسائل سے پر ہیں۔

پس ہم نہیں کہہ سکتے کہ اگر آج امام صاحب موجود ہوتے اور ان تمام مسائل کو جن سے فقہ کی کتابیں پر ہیں ملاحظہ فرماتے تو وہ کتنے ان میں خارج کر دیتے بہر حال ان تمام مسائل کو جو فقہ کی کتابوں میں مذکور ہیں امام صاحب کا مذہب خیال کرنا سخت نادانی ہے چنانچہ علامہ شعرانی فرماتے ہیں[1]

---

[1] عبارت یہ ہے هذا الذي ذكرناه يقع فيه كثير من الناس فاذا وجدوا عن اصحاب امام مسئلة جعلوها مذهبا لذلك الامام وهو تهور فان مذهب الامام ابو حنيفة هو ما قاله ولم يرجع عنه الى ان مات لا ما فهمه اصحابه من كلامه فقد لا يرضى الامام ذلك الامر الذي فهموه من كلامه ولا يقول به لو عرض عليه فعلم ان من عزا الى الامام كل ما فهم من كلامه فهو جاهل بحقيقة المذاهب انتهى ۱۲-

یہ جو ہم نے ذکر کیا اس غلطی میں بہت سے لوگ پڑ جاتے ہیں کہ جب اصحاب[۱] امام سے کوئی مسئلہ پاتے ہیں تو اس کو امام کا مذہب ٹھہرا دیتے ہیں اور یہ بڑی جرأت ہے کیونکہ امام صاحب کا مذہب حقیقتاً وہی ہے جو انہوں نے خود کہا۔ اور پھر اپنے آخر وقت تک اس سے رجوع بھی نہیں کیا نہ وہ کہ جو انکے اصحاب نے انکے کلام سے سمجھا۔ کیونکہ کبھی امام اس کو جو انہوں نے انکے کلام سے سمجھا نہ پسند کرتے اور اُسکے قائل نہ ہوتے اگر اُس کو یہ لوگ اُنپر پیش کرتے"۔ تو معلوم ہوا کہ جو شخص کل اُس چیز کو جو امام کے کلام سے سمجھا جائے امام کی طرف نسبت کردے تو وہ حقیقت مذاہب سے ناواقف ہے انتہی۔ اور شاہ صاحب اعلی حجۃ اللہ میں لکھتے ہیں میں نے بعض لوگوں کو دیکھا کہ وہ خیال کرتے ہیں کہ ان بڑی بڑی شرحوں اور موٹے موٹے فتاوٰں میں جو کچھ مذکور ہے وہ سب (امام) ابو حنیفہ اور صاحبین کا قول ہے اور وہ انکے اصلی قول اور قول مخرج کے درمیان فرق نہیں کرتے۔ انتہے غرضکہ ان تخریجی مسائل کو فقہ کی مبسوط کتابوں مثل فتاوی عالمگیری و قاضیخان و درمختار وغیرہ میں اس قسم کے مسائل کا ایک بڑا حصہ ہے اور صرف انہیں میں نہیں۔ بلکہ[۲] دیگر متون اور شروح کی متداول و درسی کتابوں میں بھی بلا امتیاز کے بکثرت مذکور ہیں) یقینی طور پر امام صاحب کی طرف نسبت کرنا اور انکا مذہب قرار دینا سخت غلطی ہے اور ان تخریجی مسائل کی خصوصیت نہیں انکے علاوہ بھی فقہ کے بہت سے مسائل ایسے ہیں[۳] جو خاص امام صاحب کا فرمودہ نہیں ہے بلکہ دوسروں کی رائیں ہیں یا یہ کہ وہ امام صاحب تک کسی معتبر ذریعہ سے نہیں پہنچے۔

مسائل کے طبقات چنانچہ ردالمحتار شرح[۴] درمختار میں لکھتے ہیں ہمارے اصحاب حنفیہ کے مسائل کے تین طبقے ہیں پہلا طبقہ مسائل اصول جن کو ظاہر روایت کہتے ہیں اور وہ مسائل وہ ہیں جو اصحاب مذہب سے مروی ہیں جو کہ ابو حنیفہ اور ابو یوسف اور محمد ہیں (ان میں زفر اور حسن بن زیاد اور انکے سوا بھی جنہوں نے امام صاحب کی شاگردی کی شامل ہیں لیکن ظاہر روایت میں اکثر پہلے والے تین صاحبوں کا قول ہوتا ہے اور ظاہر روایت کا ماخذ محمد کی چھ کتابیں ہیں۔

---

[۱] عبارت یہ ہے انی وجدت بعضهم یزعم ان جمیع ما یوجد فی هذه الشروح الطویلة وکتب الفتاوی الضخمة هو قول ابی حنیفة رح وصاحبیه ولا یفرق بین القول المخرج وبین ما هو قول فی الحقیقة۔ انتہی صفحہ ۱۶۵ ۱۲

[۲] چنانچہ ردالمحتار کے قول میں آگے آتا ہے اور مولنا عبدالحی صاحب مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں تحریر فرماتے ہیں۔ بہت مرتبہ صاحب متون وہ مسئلہ ذکر کرتے ہیں جو تخریجات مشائخ متقدمین سے برخلاف مسلک اصحاب مذہب کے ہوتا ہے صفحہ ۱۰ ۱۲ [۳] نعمانی صاحب لکھتے ہیں حنفی فقہ جس میں امام ابو حنیفہ کے علاوہ انکے نامور شاگردوں کے مسائل بھی شامل ہیں۔ زمانہ بعد میں گو علماء حنفیہ نے اسپر بہت کچھ اضافہ کیا اور جزئیات کی تفریع کیں اصول فن کو نہایت ترقی دی الخ صفحہ ۲۱ ۱ اور صفحہ ۲۰۴ میں لکھتے ہیں فقہ اگرچہ عام طور سے فقہ حنفی کہلاتی ہے لیکن درحقیقت وہ چار شخصوں یعنے امام ابو حنیفہ زفر قاضی ابو یوسف امام محمد کی رایوں کا مجموعہ ہے ۱۲ [۴] دیکھو صفحہ ۱۵ ۱۲

دوسرا طبقہ مسائل نوادر اور وہ مسائل ہیں جو مذکورہ بالا اصحاب سے مروی ہیں لیکن ان چھ کتابوں میں نہیں۔ بلکہ امام محمد کی دوسری کتابوں وغیرہ میں ہیں اور انکو غیر ظاہر روایت اسواسطے کہتے ہیں کہ وہ کتابیں امام محمد سے صحیح وثابت وظاہر روایتوں کے ساتھ مروی نہیں ہوئیں مثل پہلی کتابوں کی طرح تیسرا طبقہ واقعات۔ وہ مسائل وہ ہیں جن کو پچھلے مجتہدوں (فی المذہب) نے جبکہ ان سے وقتاً فوقتاً سوال کیا گیا اور انہوں نے (اصحاب مذہب سے) اس میں کوئی روایت نہ پائی۔ استنباط کیا۔ یہ لوگ (استنباط کرنے والے) (امام) ابو یوسف اور (امام) محمد کے شاگرد ہیں اور پھر (انکے بعد) انکے شاگردوں کے شاگرد اور اسی طرح یہ سلسلہ چلا گیا۔ اور ایسے لوگ بکثرت ہوئے ہیں انتہے فقہ کی اکثر متداول کتابوں میں تمام مسائل مختلط بلا کسی امتیاز کے مذکور ہیں جیسا کہ شامی نے بھی خود[1] اسکے بعد لکھا ہے۔ ناظرین خیال کر سکتے ہیں کہ امام صاحب کے علاوہ کس کثرت سے دوسرے لوگوں کی رائے ان فقہی کتابوں میں درج ہو گئیں لیکن ان میں کسی مسئلہ سے کوئی علیحدگی کرے عموماً یہی کہا جاتا ہے کہ امام صاحب سے منکر ہو گیا اور انکے مذہب سے انکار کر دیا۔ حالانکہ امام صاحب کا ان مسائل سے جو تعلق ہے اُس کی حقیقت تم معلوم کر چکے

مسائل فقہ کی اور چند قسمیں اور انکا بیان۔

تخریج کے لحاظ سے فقہ کے مسائل کی چند قسمیں اور بھی نکلتی ہیں کہ جنکے منازل باہم ایک بین تفاوت رکھتے ہیں۔ اصحاب مذہب کے اقوال (جن پر تخریج کی بنا رکھی ہے) یا نص صریح سے ثابت ہونگے یا اجتہاد و استنباط سے نکالے گئے ہونگے۔ پھر تخریج یا قسم اول کے اقوال پر ہوگی یا قسم ثانی کے لہذا مسائل کی یہ چار قسمیں نکلیں۔ تخریج کی بابت تم پہلے معلوم کر چکے ہو کہ وہ بھی ایک قسم کا اجتہاد (یعنے اجتہاد فی المذہب) ہے فرق اسی قدر ہے کہ اجتہاد مطلق میں بلا واسطہ خود نصوص شرعیہ سے استنباط کیا جاتا ہے اور تخریج میں ان علماء کے اقوال سے جن کے ساتھ اپنے آپ کو ایک خاص عقیدت ہے اور جن کو خصوصیت کے ساتھ اپنا پیشوا قرار دیا ہے استنباط کیا جاتا ہے تو جیسے مجتہد قرآن وحدیث کو پیش نظر رکھ کر مسائل کا

---

۱ لفظ یہ ہے ثم ذکر المتاخرون ہذہ المسائل مختلطۃ غیر ممیزۃ انتہے اور بعض نے ممتاز بھی بیان کئے ہیں ۱۲ ۲ اہل تخریج کے مختلف ہونے کی صورت میں ایک قول کو اختیار کرنے والا معترض نہیں کہلاتا کیونکہ وہ تو انہیں میں سے ایک قول کو ترجیح دیتا ہے معترض جب ہے کہ اتفاقی صورت کو نہ ملنے یا اختلافی صورت میں کل اقوال سے بے پرواہی کرے ۱۲ ۳ ہمارے آگے کے بیان سے تم کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ مسئلہ جو مجموعہ چند اقوال سے مخرج ہو جن میں بعض صریحی ہوں بعض استنباطی وہ استنباطی والی قسم میں شامل ہونیکا زیادہ مستحق ہے ۱۲ ۴ جو مسئلہ تخریجی مسئلہ پر مخرج ہوگا اس کو قسم چہارم میں شامل سمجھنا چاہئیے گو ابتداءً تخریج نصی مسئلہ پر ہو ۱۲

استنباط کرتا ہے ایسی ہی مخرجین اپنے علماء کے اقوال پیش نظر رکھ کر استنباط کرتے ہیں لہذا جیسا کہ اجتہاد محتمل خطا وصواب ہے اسی طرح تخریج بھی محتمل خطا و ثواب ہے کیونکہ جس طرح مجتہد غیر منصوص واقعہ میں اور نصوص پر غور کرکے اپنے اندازہ و تخمین سے شارع کا منشا معلوم کرنا چاہتا ہے اور اپنی رائے شارع کے منشاء کی بابت اپنے گمان کے موافق قائم کرتا ہے اور اس رائے میں کبھی مصیب ہوتا ہے اور کبھی نہیں اسی طرح مخرج غیر مصرح مسئلہ میں اپنے اندازہ و تخمین سے اس عالم کا منشا جس کے قول پر تخریج کر رہا ہے اسکے اور اقوال کے قرائن سے معلوم کرنا چاہتا ہے اور اپنی سمجھ کے موافق اپنے گمان سے اسکا عندیہ قائم کرتا ہے پس ضرور نہیں کہ وہ ہر جگہ اسکے اصلی عندیہ کو پہنچ جائے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص کے قول کی ہم کچھ علت خیال کرتے ہیں حالانکہ اسکے نزدیک اس کی وہ علت نہیں ہوتی یا وہی ہوتی ہے مگر اُسکے لیے اُسکے نزدیک کچھ شرائط یا موانع بھی ہوتے ہیں کہ جن تک ہمارا خیال نہیں پہنچتا۔ اور ہم بلا لحاظ اُن شرائط و موانع کے اُنکی رائے ایک امر کی بابت قائم کر لیتے ہیں لیکن جب وہی امر اُس کے سامنے پیش کیا جاتا ہے تو وہ اس رائے کے ساتھ متفق نہیں ہوتا۔ اور یہ ایک ایسی بات ہے جو روزمرہ ہم اپنے معاملات و گفتگوؤں میں دیکھتے ہیں۔ الحاصل اجتہاد و تخریج دونوں میں احتمال خطا و صواب دونوں کا ہے جب یہ ضمنی بات تم معلوم کر چکے تو اصل مدعا کو سنو۔ فقہ کے مسائل کی چار قسمیں جو ہم نے بتائیں اس میں سے قسم اول تو بالکل احتمال خطا سے محفوظ ہے قسم دوم و قسم سوم میں ایک مرتبہ احتمال خطا کا ہے قسم دوم میں تو اجتہادی ہونے کی وجہ سے اجتہاد کے وقت پیدا ہوا اور قسم سوم میں تخریجی ہونے کی وجہ سے تخریج کے وقت گو اصل قول میں جس پر تخریج کی گئی نصی ہونے کی وجہ سے احتمال خطا کا نہ تھا۔ مگر تخریج کے وقت پیدا ہو گیا۔ قسم چہارم میں دو مرتبہ احتمال خطا کا ہے۔ اول احتمال اصل کے اجتہادی ہونے کی وجہ سے پیدا ہوا تھا۔ اور دوسرا احتمال تخریج کے وقت پیدا ہوا خطا کا احتمال جو اصل میں پیدا ہوا تھا وہ فرع کی طرف متعدی ہوگا۔ اس لیے کہ اگر اصل صحیح نہیں تو فرع جس کا مدار اسی اصل پر ہے کیسے صحیح ہو سکتی ہے گو وہ تفریع و تخریج صحیح ہو اور اصل کو صحیح مانا جائے تو فرع کا صحیح ہونا لازم نہیں آتا اس لیے کہ تفریع کے وقت احتمال خطا کا پیدا ہے پس اصل میں جو احتمال خطا ہے وہ فرع کی طرف متعدی ہوگا اور اصل کا احتمال صواب فرع کے لیے تسکین بخش اور اطمینان دہ نہیں ہو سکتا۔ لہذا جو مسئلہ اجتہادی مسئلہ پر مخرج ہوگا اس میں منجملہ چار صورتوں کے ایک صورت صواب کی اور تین صورتیں خطا کی نکلیں گی صواب کی ایک صورت یہ کہ نہ اصل

اصل مسئلہ میں اجتہاد کے وقت خطا ہوئی اور نہ مخرج مسئلہ میں تفریع کے وقت۔ اور تین صورتیں خطا کی یہ ہیں اصل میں خطا نہ ہوئی تھی مگر تفریع میں ہو گئی اصل میں خطا ہو گئی گو تفریع میں نہ ہوئی تھی اصل میں خطا ہوئی تھی۔ اور تفریع میں بھی ہوئی اور پھر اس تخریجی مسئلہ پر اگر تخریج کی گئی تو خطا کے احتمال اور ترقی پکڑ گئے چنانچہ اس درجہ میں منجملہ آٹھ صورتوں کے ایک صورت صواب کی اور سات صورتیں خطا کی نکلیں گی اور جسقدر سلسلہ تخریج آگے کو چلے گا احتمالات خطا زیادہ ہوتے جائیں گے پس اس سے ظاہر ہے کہ فقہ کے وہ مسائل جن میں تخریج در تخریج سے کام لیا گیا ہے وہ صواب کی بہ نسبت خطا کی بہت زائد محتمل ہیں لیکن وہ اسپر بھی مقلدین کے نزدیک حدیث رسول سے (جو کہ ان احتمالات سے پاک اور خطاء سے معصوم ہے) مقدم ہیں اور ایسے ہی اقوال پر چلنے والا راہ صواب اور طریقہ حق پر ہے اور ان کو چھوڑ کر حدیث رسول پر چلنے والا کسی طرح راستی پر نہیں۔

مسائل فقہ اور حدیث کا موازنہ کاش اس موقع پر ہم وہ مضمون ذکر کرتے جو علامہ بہاء الدین مرجانی حنفی نے ناظورۃ الحق میں حدیث رسول چھوڑ کر فقہاء کے اقوال کو لازم پکڑنے کی شناعت میں بیان کیا ہے مگر طول کا خوف اسکے ذکر کی اجازت نہیں دیتا۔ تاہم اسکے بعض ٹکڑے ذکر کئے دیتے ہیں فرماتے ہیں۔ حدیث فی ذاتہ رسول کا کلام ہے جو کہ (خطاء سے) معصوم تھے (اور) اپنی خواہش سے نہیں بولتے تھے جو فرماتے وہ وحی (الٰہی) ہوتی تھی۔ اور حدیث میں جو (بالائی) شبہات کا احتمال (مثلاً) موضوع ہونے یا منکر ہونے یا ضعیف ہونے کا پیش آتا ہے اُس کو اُس کی سند کا صحیح ہونا اور اس کا نقل کی رو سے ثابت ہونا رفع کر دیتا ہے۔ خواہ (یہ بات) اس حدیث کی سند رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم تک نقل ایک ثقہ کے دوسرے ثقہ سے۔ شذوذ و علت سے پاک رہ کر پہنچ جانے اور اسکے راویوں کی تحقیق اور اُنکے حالات سے بحث کرنے سے (حاصل ہو) اور خواہ معتبر کتابوں اور معتمد مجموعوں میں اس حدیث کے ملنے سے ہو (جیسے صحیح بخاری صحیح مسلم

لہ عبارت یہ ہے والحدیث فی اصلہ کلام الرسول المعصوم الذی لا ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی وانما یتطرق الیہ مظنۃ تلک الشبہات من الوضع والنکارۃ والضعف بل فعہ صحۃ سندہ وثبوت نقلہ اما برفع اسنادہ الی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بنقل الثقۃ عن الثقۃ سالما عن الشذوذ والعلۃ وتفتیش رجالہ والبحث عن احوال رواتہ واما بوجدانہ فی الاصول المعتبرۃ والمجامیع المعتمدۃ وقول الفقہاء محتمل الخطاء فی اصلہ وغالبہ خال عن الاسناد فدفعہ بطریق مقبول متفق علیہ وکل احتمال ذکرنا فی الحدیث قائم فیہ فانہ محتمل ان یکون موضوعا قد افتری علیہ غیرہ الا تری ویکون منکرا لا یعلم ناقلہ وضعیفا لاضطراب ادیہ وامثال ذلک کثیرۃ عند تنزل الزمان وشیوع الکذب والھذیان ولو صح وثبت یحتمل ان یکون منسوخا قد رجع عنہ وافتی بخلافہ فان کلا من ابی حنیفۃ واصحابہ ومالک والشافعی واحمد وغیرھم قد رجعوا من اقوالہ الی اقوال بما ترجحت عندھم من شواھد دلائل ویحتمل ان یکون مأولا ویکون مخصصا او مقیدا انتھی ملخصا

وغیرہ ہیں جن کی احادیث کو انکے مصنفوں کے علاوہ اور تمام محدثین بھی پرکھ کر صحیح مان چکے ہیں۔ الحاصل حدیث میں باعتبار اس کی ذات واصل کے تو کوئی شبہ ہے ہی نہیں اور عارضی شبہے دور ہو گئے، اور فقہا کا قول اپنی اصل (ذات) میں خطا کا محتمل ہے اور (پھر اسناد کی روسے دیکھو تو) اکثر اقوال اسناد سے اور صاحب مذہب تک معتبر و مقبول سند کے ساتھ پہنچنے سے خالی ہیں (کیونکہ جیسا کہ حدیث کے لیے اسناد وغیرہ کا بندوبست کیا گیا ان کے لیے نہیں کیا گیا) اور (پھر) جس قدر احتمال (سند کی روسے) حدیث میں ذکر کیے وہ کل قول فقہا میں (بھی) قائم ہیں۔ احتمال ہے کہ وہ موضوع ہو صاحب مذہب کی طرف کسی نے غلط نسبت کر دیا ہو۔ کیا تم نہیں دیکھتے (اسکی چند مثالیں لکھیں کہ جن میں اصحاب مذہب کیطرف غلط نسبت کر دی گئی ہے) اور احتمال ہے کہ منکر ہو۔ اسکے راوی کے متہم ہونے کی وجہ سے یا ضعیف ہو اسکے ناقل کے اضطراب کی وجہ سے (اسکی بھی مثال ہیں چند روایات لکھ کر لکھتے ہیں) مثالیں اسکی اور بہت ہیں خصوصاً زمانہ کے تنزل اور جھوٹ و بیہودہ پھیل جانے کے وقت میں (پھر لکھتے ہیں) اگر روایۃً صحیح و ثابت بھی ہو جائے تو (پھر اور احتمال باقی رہتے ہیں چنانچہ) احتمال ہے کہ منسوخ ہو (یعنی یہ) کہ اس قول سے اس مجتہد نے رجوع کرکے اس کے خلاف فتویٰ دیا ہو کیونکہ (امام) ابو حنیفہ اور انکے اصحاب اور مالک و شافعی و احمد میں سے ہر ایک نے اپنے (کتنے) قولوں سے رجوع کرکے دوسرے قول اختیار کیے ہیں جو ان کو (بعد کو) دلائل سے راجح ثابت ہوئے اور احتمال ہے کہ اپنے ظاہر معنے کے سوا کوئی اور معنی رکھتا ہو۔ اس کی بھی مثال لکھ کر لکھتے ہیں) اور احتمال ہے کہ اس میں کوئی تخصیص ہو یا اسکے ساتھ کوئی قید (اور بھی) ہو انتہے خلاصہ یہ کہ جسقدر شبہے کوئی حدیث رسول کی نسبت پیدا کر سکتا ہے وہ سارے کے سارے قول فقیہ میں موجود ہیں۔ اور قول فقیہ کا اپنی ذات میں محتمل خطا ہونا ان سب پر مزید ہے۔

> کوئی وجہ نہیں کہ مسائل فقہ کو لیا جائے اور حدیث رسول کو ترک کیا جائے

پس کوئی وجہ نہیں کہ صحیح حدیث رسول کے سامنے قول مجتہد و فقیہ کو تو لیا جائے اور حدیث رسول کو چھوڑ دیا جائے۔ بلکہ ایسا کرنا سخت غلطی ہے بالخصوص جبکہ وہ مجتہد و امام جن کے اقوال کی یا ان کے اقوال پر مخرج اقوال کی پابندی کی جاتی ہو انہوں نے بوجوہ چند در چند حدیث کا (جس پر اکثر مسائل کا مدار ہے) حصہ کم پایا ہو) گو اس کا ان پر کوئی الزام نہیں وہ اپنی نیک نیتی اور مجبوری کی وجہ سے ہر طرح پر معذور و ماجور ہیں مگر کچھ شک نہیں کہ اس سے انکے اس مسئلہ کی بابت جو خلاف حدیث ثابت ہو یہ ظن نہایت قوی ہو جاتا ہے کہ ان کو اسکی بابت حدیث نہ پہنچی تھی اور خود انہوں نے فرما بھی دیا کہ ہمارے قول کو حدیث کے

سامنے چھوڑ دینا۔) جیسا کہ ہم اوپر بیان کر چکے بالاخر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم تسلیم کر لیں کہ امام ابو حنیفہ صاحب کو حدیث کے ساتھ وہ نسبت نہ تھی جیسا کہ اوپر محققین کے اقوال سے محقق ہو چکا بلکہ انکا پایہ حدیث میں اس حد عالی تھا اور وہ دیگر محدثین کی طرح مثل امام مالک بلکہ امام شافعی کے منزلت رکھتے تھے جانے دو بلکہ امام احمد صاحب کیطرح کثیر الحدیث تھے تو ان صاحبوں کے بھی تو جملہ مسائل مخالفت حدیث سے نہیں بچ سکے اور زمانہ مابعد کی فراہمی احادیث اور تحقیقات بالغہ نے انکے بھی بہت سے مسائل ایسے نکالے جو حدیث کے خلاف[۱] ہیں پس امام صاحب کے جملہ مسائل کیسے بچ سکتے ہیں ہم خود ان لوگوں کو دیکھتے ہیں جو بڑے زور سے امام صاحب کے مذہب کی تائید کرتے ہیں اور کبھی جوش میں آکر یہ بھی کہہ دیتے[۲] ہیں کہ انکا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف نہیں آخر کار وہ بھی تسلیم کرتے ہیں کہ انکو تمام احادیث[۳] نہ پہنچیں تھیں اور بعض انہیں وجوہ کو جو ہمنے انکی قلت حدیث کی بابت[۴] پیش کر کے کہتے ہیں کہ اسوجہ سے انکو احادیث نہ پہنچ سکیں لہذا انکو کثرت سے قیاس کرنا پڑا اور ضرور انکے مسائل[۵] ایسے بھی ہیں جن میں ان سے خطا اجتہادی ہوئی اور کم سے کم اس سے انکار کی تو ذرا بھی گنجائش نہیں کہ امام صاحب جملہ احادیث رسول کو محیط نہ تھے اور نہ اس کا کوئی متعصب سے متعصب دعوی کر سکتا ہے پس تب بھی جو مسئلہ انکا حدیث کے خلاف ثابت ہو احتمال ضرور ہے کہ اسکی بابت انکو حدیث نہ ملی ہو اور انکے خلاف میں حدیث کا موجود ہونا یقینی امر ہے تاہم یہ لائق نہیں کہ اس یقینی حدیث کو چھوڑ کر انکے قول کا التزام کر لیا جائے

امام صاحب کے خلاف حدیث ہو جانے کے چند دیگر وجوہ

اس سب کے علاوہ اگر ہم تسلیم بھی کر لیں کہ انکو وہ حدیث پہنچی تھی۔ تو ممکن ہے کہ کسی ضعیف سند سے پہنچی[۶] ہو یا کوئی اور علت قادحہ اس میں ان کو پیش آئی جس سے انہوں نے اس کو نہیں لیا اب جب ہم اس میں کوئی موجب ترک کا

---

[۱] چنانچہ علامہ ابن دقیق العید متوفی ۷۰۲ھ نے ایک ضخیم کتاب تصنیف کی جسمیں ائمہ اربعہ کے مسائل جو مخالف حدیث ہیں جمع کئے جیسا کہ علامہ فلانی نے ذکر کیا ۱۲ [۲] الفتح المبین میں لکھتے ہیں آجتک کوئی ایسی حدیث پائی نہیں گئی کہ کوئی مسئلہ حنفیہ کا مخالف اسکے نکلے ۱۲ [۳] چنانچہ الفتح المبین کا قول امام صاحب کے جملہ احادیث نہ پانیکی بابت گزر چکا ۱۲ [۴] چنانچہ امام شعرانی اور نعمانی کے اقوال پہلے گذر چکے ۱۲ [۵] نعمانی صاحب لکھتے ہیں لیکن یہ سمجھنا چاہئے کہ ہم امام ابو حنیفہ کی نسبت عام یہ دعوے کرتے ہیں کہ ان کے مسائل صحیح اور یقینی ہیں امام ابو حنیفہ مجتہد تھے پیغمبر نہ تھے اسلئے ان کے مسائل میں غلطی کا ہونا ممکن ہے نہ صرف امکان بلکہ ہم وقوع کا دعوے کر سکتے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ خود ان کے شاگردوں نے بہت سے مسائل میں ان سے مخالفت کی۔ مدت رضاعت۔ قضا قاضی کا ظاہراً و باطناً نافذ ہونا۔ قتل بالمثقل۔ نکاح محرمات میں حد کا نہ لازم آنا۔ ان تمام مسائل میں ہمارے نزدیک امام ابو حنیفہ کے مذہب کی کوئی صحیح تاویل نہیں ہو سکتی اور ایسے اور بھی مسائل ہیں انتہے صفحہ ۲۸۰-۱۲ [۶] امام شافعی صاحب سے متعدد مسائل میں منقول ہے کہ انہوں نے فرمایا اس مسئلہ میں میرا قول یہ ہے لیکن اس بارے میں ایک حدیث ہے جس کا مدلول انکے قول کے منافی تھا اور وہ ان کو بسند ضعیف پہنچی تھی تو فرمایا کہ اگر وہ صحیح ثابت ہو جائے تو پھر وہی میرا مذہب ہے چنانچہ کتنی حدیثیں اسی قسم کی بعد کو صحیح ثابت ہوئیں منجملہ ان کے ایک مسئلہ اونٹ کے گوشت سے وضو ٹوٹنے کا ہے جیسا کہ بیہقی نے ذکر کیا ۱۲

نہیں پاتے تو پھر کس طرح اسکو ترک کرسکتے ہیں۔ یا یہ کہ اسی سند سے انکو بھی ملی تھی جس سند سے ہمکو ملی لیکن اسکے راویوں کو وہ ضعیف سمجھتے تھے اور ہم کو دوسری شہادتوں سے ثابت ہوا کہ وہ ضعیف نہیں یا جس کو وہ علت قادحہ خیال کرتے تھے تحقیقات کے بعد ثابت ہوا کہ وہ قادح نہیں یا انہوں نے کسی حدیث کو تمام ان مذاہب کے جو انکے علم میں تھے مخالف پانے کی وجہ سے خلاف اجماع سمجھ کر قبول نہ کیا یا قرآن کی کسی آیت کے خلاف خیال کرکے رد کردیا۔ حالانکہ دوسروں کو وجہ تطبیق کی ظاہر ہوئی اور ثابت ہوا کہ وہ حدیث آیت قرآنی کے خلاف نہیں یا یہ کچھ نہ تھا لیکن امام کو مسئلہ فرماتے وقت اس حدیث سے ذہول ہوگیا۔ اور بالکل اسکا خیال نہ رہا اور اپنے اجتہاد سے مسئلہ اُسکے خلاف بتادیا اور ایسا ہونا کوئی تعجب کی بات نہیں بہت اکابر کو اس طرح پیش آیا ہے۔ حدیث تو درکنار آیات قرآنی سے ذہول ہوگیا۔ بسا اوقات انسان کے علم میں ایک بات ہوتی ہے لیکن اس طرف خیال بھی نہیں جاتا۔ ایک مدت کے بعد خود ہی یا کسی کے ٹوکنے سے اس کا خیال ہوتا ہے پس باوجود ان تمام احتمالات کے ایک امام کی ذاتی رائے کو پکڑے رہنا اور حدیث رسول کو اس گمان پر کہ اگر قابل عمل ہوتی تو وہ ضرور اُس کو اختیار کرتے رد کردینا کس طرح صحیح ہوسکتا ہے ان تمام باتوں کے سوا امام صاحبؒ کے زمانہ تک اصول و ضوابط مرتب ہوتے تھے اسواسطے نصوص پر عمل اور ان کے ترک کا مدار بیشتر ان کے ذاتی سلیقوں اور دلی شہادتوں پر تھا لہٰذا بعض احادیث کا اخذ و ترک اس طرز پر وقوع میں آیا تھا جو زمانہ مابعد کی تحقیقات نے اسکے خلاف ثابت کیا۔ اسی طرح بعض اُنکے معمولات احادیث کے قبول و رد کی بابت جو کہ بطور قواعد کے اُن میں جاری تھے اس میں کے بھی بعض پچھلے اماموں کے تجربوں نے نامعتمد ثابت کیے جن کی بنا پر اسوقت جو احادیث مقبول یا غیر مقبول ٹھہرائی گئیں تھیں وہ بعد کو اس طرح قائم نہ رہ سکیں۔

امام شافعی کے مذہب کی ابتدا

اس موقع پر ہم شاہ صاحب کے اس کلام کو نقل کرتے ہیں جو انہوں نے امام شافعی کے مذہب کی بنیاد اور اُنکے امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کی مخالفت کرنے کی وجہ میں لکھا ہے اس سے ہم کو ہماری ان باتوں کی تصدیق ہوسکتی ہے۔ شاہ صاحب فرماتے ہیں (امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ

---

۵۱ اسواسطے کہ بعض رجال کی بابت اختلاف ہی ہے ۱۲ ۵۲ اسکی تفصیل فن اصول میں ہے اور کچھ تذکرہ شاہ صاحب کے کلام میں بھی آتا ہے ۱۲ ۵۳ یہ ایک ایسی معمولی بات ہے کہ جسکا تجربہ ہے وہ کبھی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔ تاہم دیکھو حضرت عمرؓ سے آیت وآتیتم احدٰہن قنطارًا سے ذہول ہوگیا کہ زیادت مہر سے ممانعت فرماتے تھے جب ایک عورت نے ان کو یہ آیت یاد دلائی تب منع کرنے سے توقف فرمایا اور اسکو تسلیم کیا۔ اسیطرح حضرت عمرؓ اور بعض دیگر صحابہ کو آیت افان مات او قتل اور آیت انک میت الآیہ سے ذہول ہوگیا تھا اور حضرت کو میت کہنے پر لڑنے کو تیار تھے۔ حتی کہ حضرت ابوبکرؓ نے یہ آیت یاد دلائی تب باز رہے۔ اور جنب کے تیمم والی حدیث کو تو وہ بالکل ہی بھول گئے تھے یہانتک کہ عمارؓ نے ان کو یاد بھی دلایا اور اپنے اور انکے موجود ہونیکا قصہ بھی ذکر کیا تب بھی ان کو یاد نہ آیا ۱۲ ۵۴ دیکھو حجۃ اللہ صفحہ ۱۵۱ و ۱۵۲ ۱۲

دونوں (کے) مذہبوں کے ظہور اور انکے اصول و فروع کی ترتیب کے اوائل میں امام شافعی پیدا ہوئے تو انہوں نے پہلوں کے (طرز) عمل کو دیکھا تو ان میں ایسے امور پائے جن پر چلنے میں انکو توقف ہوا چنانچہ انہوں نے انکو اپنی کتاب الام کے اول میں ذکر کیا ہے۔

امام ابو حنیفہ اور امام مالک کا مرسل سے احتجاج اور اس میں خلل

منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ انہوں نے دیکھا کہ وہ لوگ (امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ وغیرہ) مرسل و منقطع (حدیث) سے حجت پکڑتے ہیں اور (حالانکہ) اُن دونوں میں خلل ہے کیونکہ طرق حدیث جمع کیا جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ بہت سی مرسل ہیں کہ جن کی کوئی اصل نہیں (ملتی) اور کتنی مرسل ہیں کہ وہ مسند (حدیث) کے مخالف ہیں تو امام شافعی نے قرار دیا کہ مرسل کو بلا ان شروط کے جو کہ کتب اصول میں مذکور ہیں قبول نہ کریں گے اور **منجملہ** انکے ایک یہ کہ مختلف نصوص میں جمع کرنے کے قاعدے ان لوگوں کے پاس ضبط نہ تھے اس وجہ سے اُنکے مسائل اجتہادیہ میں خلل پہنچتا تھا۔ پس امام شافعی نے اسکے قاعدے بنائے اور ایک کتاب میں اُنکو جمع کیا اور یہ

اصول فقہ کی ابتدائی تدوین

اصول فقہ کی سب سے پہلے تدوین ہے اسکی مثال جو ہم کو پہنچی ہے یہ ہے کہ امام شافعی (ایک مرتبہ) امام محمد بن الحسن (امام صاحب کے مشہور شاگرد) کے پاس آئے اور وہ مدینہ والوں پر (مسئلہ) قضا بالشاہد الواحد بالیمین کی بابت طعن کر رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے کہ یہ کتاب اللہ پر زیادت ہے۔ تو شافعی صاحبؒ نے ان سے کہا کہ آپ کے نزدیک یہ بات مسلم ہے کہ خبر واحد سے زیادت کتاب اللہ پر نہیں جائز انہوں نے کہا ہاں شافعی صاحب بولے تو پھر آپ حدیث لا وصیۃ لوارث کی وجہ سے (جو خبر واحد ہے) وارث کے لیے عدم جواز وصیت کے کیوں قائل ہوئے حالانکہ قرآن میں) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کُتِبَ عَلَیْکُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ الآیہ جس میں عموماً وصیت کا حکم ہے) امام شافعیؒ نے امام محمدؒ پر اسی قسم کے اور کتنے اعتراض کیے آخر محمد بن الحسنؒ بند ہو گئے (اس سے ثابت ہوا کہ جمع نصوص کے ٹھیک قاعدے اُنکے پاس مقرر نہ تھے جن کی وہ ہر جگہ پابندی کرتے ہوں)

ائمہ تابعین کو بعض احادیث کا نہ پہنچنا

منجملہ انکے ایک یہ کہ علماء تابعین میں سے جن پر فتوی کا اعتماد تھا انکو بعض احادیث صحیحہ نہ پہنچیں تھیں۔ پس انہوں نے (انکے متعلق مسائل میں) اپنی رائے سے اجتہاد کیا تھا اور عمومات کے تابع ہو گئے تھے اور صحابہ میں سے جو پہلے ہو چکے تھے ان (کے اقوال) کی اقتداء کر لی تھی۔

---

[1] نعمانی صاحب نے فرط حمیت کی وجہ سے بلا کسی سند کے اس قصہ سے انکار کر دیا حالانکہ وہ اسناد کثیرہ مروی ہے جیساکہ علامہ ابن حجر نے توالی التاسیس میں لکھا اور مستند لوگوں نے اسے تسلیم کیا نعمانی کے اس انکار کا رد حسن البیان میں بھی کیا گیا ہے - ۱۲ -

اور اسی کے موافق فتوے دیئے تھے پھر وہ احادیث صحیحہ اسکے بعد طبقہ ثالثہ میں ظاہر ہوئیں۔

امام ابوحنیفہ اور امام مالک کا بعض احادیث کو خلاف اجماع سمجھ کر انپر عمل نہ کرنا

اگر (اس طبقہ کے) لوگوں نے جن میں کہ امام ابوحنیفہ و مالک ہیں عمل نہ کیا اس خیال سے کہ وہ احادیث انکے تمام ملک کے عمل و طریقہ کے جس کی بابت انمیں کچھ بھی اختلاف نہیں خلاف ہیں (گویا اجماع کے مخالف ہیں پس ضرور ان میں کوئی نہ کوئی ایسی بات ہے جس کی وجہ سے وہ قابل عمل نہیں) اور یہ بات (یعنے خلاف سب کے عمل کے ہونا) حدیث (کے ثبوت) میں قادح ہے اور اسکے سقوط کا باعث یا وہ احادیث طبقہ ثالثہ میں (بھی) ظاہر نہ ہوئیں اور بعد میں جا کر ظاہر ہوئیں جبکہ اہلحدیث نے طرق حدیث کے جمع کرنے میں کوششیں کیں اور کناروں زمین تک (طلب حدیث میں) سفر کیے اور علم والوں کی (تلاش و) تفتیش کی۔ تو بہت سی احادیث ایسی ملیں جن کو صحابہ میں سے صرف ایک دو شخص روایت کرتے تھے اور پھر اُن سے بھی ایک ہی یا دو شخص روایت کرتے تھے اور اسی طرح پر (کمی رواۃ کے ساتھ) سلسلہ چلا گیا تو (ایسی احادیث) فقہ والوں پر پوشیدہ رہیں اور حفاظ (حدیث) کے زمانہ میں جنہوں نے طرق حدیث کو جمع کیا کثرت سے ظاہر ہوئیں جو کہ مثلاً انکو صرف بصرہ والے روایت کرتے تھے اور تمام ملکوں کے لوگ ان سے بیخبر تھے تو شافعی صاحب نے بیان کیا کہ علماء صحابہ و تابعین کا ہمیشہ دستور رہا کہ وہ مسئلہ کے لیے حدیث تلاش کرتے تھے جب نہیں ملتی تھی تو کسی دوسرے طریقہ سے استدلال کرتے تھے پھر جب اُن کو حدیث ظاہر ہو جاتی تھی تو اپنے اجتہاد کو چھوڑ کر حدیث کیطرف رجوع کر لیتے تھے اور جب یہ بات ہو تو انکا کسی حدیث سے تمسک کرنا اس حدیث میں قدح (کی دلیل) نہیں (بلکہ یہ تمسک کرنا حدیث نہ ملنے کی وجہ سے تھا) ہاں اگر (صاف طور پر) علت قادحہ کو بیان کر دیں (تو بیشک ثابت ہوگا کہ انکے نزدیک وہ حدیث مقدوح ہے لہذا ویسے طبقہ ثانیہ یا ثالثہ کا ان احادیث پر باوجود ملنے کے عمل نہ کرنا صحیح نہیں) اسکی مثال قلتین کی حدیث ہے کہ وہ حدیث صحیح ہے اور بہت سی سندوں سے مروی ہے جن میں کی اکثر ابوالولید بن کثیر کی طرف جو محمد بن جعفر سے اور وہ عبداللہ سے (جو کہ حضرت عمرؓ کے بیٹے ہیں) یا محمد بن عباد بن جعفر کی طرف جو عبیداللہ بن عبداللہ (بن عمرؓ) سے روایت کرتے ہیں رجوع کرتی ہیں اور وہ (عبداللہ و عبیداللہ) دونوں حضرت ابن عمرؓ سے اسکو روایت کرتے ہیں اور پھر بعد کو اسکے بہت سلسلے پھیل گئے اور وہ دونوں اگرچہ ثقات میں سے ہیں لیکن ان لوگوں میں سے نہ تھے جنپر فتوے کا تکیہ تھا اور لوگ عموماً انکی طرف رجوع کرتے تھے اسوجہ سے یہ حدیث نہ سعید بن المسیب کے زمانہ میں ظاہر ہوئی اور نہ زہری کے زمانہ میں اور مالکیہ اور حنفیہ اہل فتوی کے عمل کے خلاف دیکھ کر اسپر نہ چلے اور اُسکے موافق عمل نہ کیا اور

امام شافعی نے اسپر عمل کر لیا (اور یہی ہونا بھی چاہیے تھا) اسی طرح حدیث خیار مجلس کی ہے کیونکہ وہ صحیح حدیث ہے (اور) بہت طرق سے مروی ہے اور صحابہ میں سے ابن عمرؓ اور ابوہریرہؓ کا اسپر عمل بھی ہے لیکن وہ فقہائے سبعہ اور انکے معاصرین پر ظاہر نہ ہوئی لہٰذا وہ اسکے قائل نہ تھے تو (امام) مالک رح اور (امام) ابو حنیفہ نے اس بات کو اس حدیث کے لیے علت قادحہ (یعنے اسکا موجب ضعف) خیال کیا اور امام شافعی نے اسپر عمل کر لیا۔

آثار صحابہ سے احتجاج

اور منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ (امام) شافعی کے وقت میں اقوال صحابہ جمع کیے گئے تو وہ بکثرت فراہم ہوئے اور (انہوں نے دیکھا) تو وہ آپس میں مختلف اور متفرق تھے اور بہتوں کو حدیث صحیح کے مخالف پایا۔ کیونکہ ان صحابہ کو وہ حدیث نہ پہونچی تھی اور سلف کو دیکھا کہ وہ برابر ایسے موقعوں میں حدیث ہی کی طرف رجوع کرتے ہیں لہٰذا انہوں نے اقوال صحابہ سے حجت پکڑنے کو جب تک کہ وہ متفق نہ ہوں چھوڑ دیا۔ اور کہنے لگے ہم رجال ونحن رجال۔

استحسان کا حال

اور منجملہ انکے ایک یہ ہے کہ انہوں نے ایک گروہ فقہا کو دیکھا کہ وہ اس رائے کو جس کی شرع نے اجازت نہیں دی قیاس شرعی کے ساتھ جسکو شرع نے ثابت کیا ہے۔ غلط کرکے اُس رائے سے حجت پکڑتے اور اسپر عمل کرتے ہیں اور ایک کو دوسرے سے تمیز نہیں کرتے اور کبھی اس رائے کا نام استحسان رکھ لیتے ہیں اور رائے سے میرا مطلب یہ ہے کہ حرج یا مصلحت کے خیال کو کسی حکم کی علت (قرار دیکر اسپر حکم کا مدار) ٹھہرانا (یعنے حرج یا مصلحت کے خیال کی بنا پر اپنی طرف سے جدید حکم دینا) اور قیاس (شرعی) یہ ہے کہ حکم منصوص سے علت نکالکر اسپر حکم کا مدار رکھا جائے (اور غیر منصوص میں اس کو جاری کیا جائے) تو امام شافعی نے اس قسم کی رائے کا پورے طور پر ابطال کیا۔ اور کہا جو استحسان کا طریقہ برتتا ہے وہ شارع بننا چاہتا ہے۔ انتہٰے شاہ صاحب کے اس بیان سے ثابت ہوا کہ حدیث نہ پہنچنے ہی پر موقوف نہیں، امام ابوحنیفہ رح اور امام مالک رح کو بعض اسباب ایسے پیش آئے کہ جنکی وجہ سے انہوں نے باوجود حدیث پہنچنے کے بھی اس پر عمل نہ کیا اور انکے اجتہاد و رائے نے انکو یہی ثابت کیا (نہ یہ کہ عمداً انہوں نے حدیث رسول کو حدیث سمجھ کر چھوڑ دیا) لیکن مابعد کی تحقیقات نے ثابت کر دیا کہ ان احادیث پر عمل نہ کیے جانے کی کوئی وجہ نہیں یہ تو نفس حدیث کے رد و قبول کے لحاظ سے تھا ابھی ایک بحث معنی کی باقی ہے بعض نصوص کے صحیح معنے تک پہنچنا اس بات کا محتاج ہوتا ہے کہ دوسری نصوص سے ملا کر اس کو دیکھا جائے۔ لہٰذا جبتک دیگر نصوص کو جن میں اس کی تفسیر ہے نہ دیکھا جائے صحیح مراد نہیں معلوم ہوتی اور ایک ہی حدیث جو مختلف طریقوں سے مروی ہوتی ہے جب اُسے

تمام طریقوں کو جمع کر کے اسکے تمام مختلف الفاظ کو ملایا جائے تو اسکا مفہوم پوری طور پر قائم ہوتا ہے ورنہ بلا اسکے بعض اوقات غلطی ہو جاتی ہے اور صحیح مفہوم نہیں قائم ہوتا زمانہ مابعد والوں کو احادیث کے فراہم ہونے اور طرق احادیث کے جمع ہونے کی وجہ سے یہ بات بخوبی حاصل ہوئی اور انکو تعداد حدیث کے علاوہ معنے حدیث کی واقفیت کا بھی زیادہ حصہ ملا جیسا کہ شاہ صاحب کے کلام میں پہلے تم پڑھ چکے ہو پس پہلے ائمہ کو باوجود حدیث پہنچنے کے اسکے صحیح مطلب تک پہنچنے اور صحیح مراد پر عمل ہونے میں ایک معذوری یہ بھی تھی اور یہ اس سے علاوہ ہے جو معمولاً ایک بشر سے کسی نص کے معنے سمجھنے میں غلطی ہو سکتی ہے الحاصل ائمہ متقدمین میں سے کسی امام کا کوئی مسئلہ اگر حدیث کے خلاف ثابت ہو جائے کوئی وجہ نہیں کہ اسپر تعجب کیا جائے بلکہ اور اس تعجب کرنے پر تعجب ہونا چاہیئے پس بڑا افسوس ہے کہ حدیث رسول کو جسکا وجود یقینی ہے آدمی چھوڑ دے اور محض احتمال پر ایک ایسے قول کو جسکا حدیث رسول کے مخالف ہونا صاف دیکھ رہا ہے پکڑ رہے

حدیث کو ناقابل عمل ثابت کرنے کیلیے مقلدین کے طرح طرح کے حیلے حالانکہ متقدمین حنفیہ کے نزدیک حدیث کا معتبر اور صحیح ہونا مسلم ہے

لیکن اس سے زیادہ افسوس اسپر ہے کہ کچھ عرصہ سے بعض لوگ اپنے مذہب کی حمایت کیلیے جبکہ انسے اور کچھ نہیں بنتی تو یہی کرنا چاہتے ہیں کہ سرے سے حدیث ہی کو نکما ٹھہرا دیں یا فن حدیث کو ایک بے اعتبار فن ثابت کریں چنانچہ وہ حدیث کی فہم اور اُسپر عمل کی مزاحمت[51] میں اشکالات کا ایک طومار تیار کر کے لا کھڑا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حدیث کی فہم اور اُس سے استدلال وغیرہ تو ائمہ اربعہ ہی کا حصہ تھا اور حدیث گو کیسے ہی صحیح ثابت ہو جائے مگر اس میں بیسیوں رخنے نکلتے ہیں لہذا اُسپر عمل کیسے کیا جا سکتا ہے غرضکہ فن حدیث اب ایک بیکار شی ہے کوئی حدیث کو بے اعتبار کرنے کیلیے اُس میں بکثرت اختلاف[52] ہونا پیش کرتا ہے۔ کوئی سب میں زیادہ[53] جو احادیث کی مقبول و مسلم کتابیں صحیحین ہیں اُسکے راویوں کو مجروح دکھانے کیلیے فہرست بنا کر شائع کرتا ہے کوئی صحاح ستہ و صحیح بخاری کے ان راویوں کو جو امام صاحب سے زمانہ میں بعد ہوئے ہیں صاف صاف کاذب[54] و متعصب، اور حقانیت و سچائی سے دور لکھتا ہے

---

٥١ دیکھو تقریظ مولوی محمد حسن سنبھلی الفتح المبین وغیرہ ۱۲ ٥٢ الفتح المبین میں لکھتے ہیں پھر اخذ حدیث میں اسقدر اختلاف ہے کہ ایک شخص اسکو منسوخ جانتا ہے اور دوسرا معمول بہ سمجھتا ہے۔ ایک کے نزدیک بنا اسکی ایک امر پر ہے اور دوسرے کے نزدیک دوسرے امر پر مبنی ہے اگر اس قسم کا اختلاف نہ ہوتا تو ہم ائمہ کیطرف ہرگز رجوع نہ کرتے ہمکو اختلاف روایتوں نے تقلید پر مجبور کر دیا ہے انتہی صفحہ ۱۱-۱۲ فتح مبین کا جواب الکلام المبین میں دیکھو۔ اور مولوی رشید احمد صاحب سبیل الرشاد میں لکھتے ہیں احادیث میں اس قدر تعارض ہے کہ دیکھنے سے تعلق رکھتا ہے انتہی

٥٣ چنانچہ ابھی تھوڑے دن ہوئے کہ مقلدین نے شائع کی ہے ۱۲

٥٤ دیکھو تقریظ فتح مبین منجانب بعض مدرسین ہوگلی اُن کے نامبارک الفاظ یہ ہیں فلا شک ان فیہا (ای الصحاح) اقوال المعاندین المتعصبین والمنافقین قد دخلت اور لکھتے ہیں الرواۃ للبخاری قد کانوا متعصبین ومنکرین علی الامام الہمام فالحقیۃ والصدق من الرواۃ الناقلین من الامام بالتعصب او بتبدیل الزمان قد فقدت کان الایۃ السابقون السابقون والاحادیث خیر القرون فی فقدانہا سبقت برعلی کذب الرواۃ الناقلین قد شہدت فان الاعتماد علی جمیع روایات الصحاح اور لکھتے ہیں من رواۃ الصحاح الناقلین عند فی الدرجۃ البعیدۃ التی قد شہدت بکذب ہم الاحادیث المذکورۃ انتہی ۱۲-

اور صحاح ستہ میں اقوال معاندین و منافقین کے داخل بتاتا ہے تاکہ انکا اعتبار اٹھا دے کوئی فن رجال[1]
اور سلسلہ مروجہ اسناد و تحدیث کی جس پر حدیث کا مدار ہے عیب چینی میں مبالغہ کر کے اُس کو ناقابل
اطمینان ثابت کرتا ہے لیکن انہوں نے ایسا کر کے اہلحدیث کا رد نہیں کیا۔ بلکہ خود اسلام پر حملہ کیا اور
اسلام کے ایک رکن رکین کی جڑھ کھودنا چاہی اور اعدائے اسلام کو موقع دیا کہ انکے اقراروں کے موافق
جو کہ اصل میں خود بے اصل ہیں یا غلط فہمی پر مبنی ہیں اسلام پر مواخذہ کریں اور اسکے ارکین کی بے ثباتی
مسلمانوں کے تسلیم کردہ بیانوں کی رو سے بیان کیا کریں۔ افسوس کہ اُنکے اپنے مذہب پر تعصب اور اُسکی
حمایت نے کس حد تک اسکی نوبت پہنچا دی۔ لیکن انہیں کے مقتدا پہلے علمائے حنفیہ[2] ایسا نہیں کرتے
تھے۔ بلکہ وہ انہیں کتابوں کو اور اُنکے مؤلفین کی روایات کو مدار کار سمجھتے تھے اور حق و باطل کی تمیز کا
ذریعہ انہیں کو قرار دیتے تھے اور اُنکا معتبر و صحیح ہونا تسلیم کرتے تھے اور ہے بھی نفس الامر میں یہی بات
چنانچہ اہل تحقیق کو کسی زمانہ میں شک نہیں ہوا۔ اور نہ اب ہے اگر حدیث ہی جسپر احکام اور شرع
کے بڑے حصے کا مدار ہے غیر قابل عمل اور نا مفہوم المراد ہو جائے یا وہ عموماً بلا کسی تفصیل کے بے اعتبار
یا فن رجال ناقابل اعتماد ٹھہر جائے تو پھر صحیح و غیر صحیح بات۔ اور راجح و مرجوح مذہب کے دریافت کا کیا
ذریعہ رہیگا اور تمام متقدمین اور متاخرین برابر اس سے اپنے مطالب پر استدلال کیوں کرتے
رہے۔ اور پھر جو شکوک اسمیں پیدا کیے جاتے ہیں اتنے ہی یا اس سے زائد روایات فقہ میں موجود ہیں
جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے لیکن ان مقلدین کو اقوال فقہا قبول ہیں وہ حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ
وآلہ وسلم قبول کرنا نہیں چاہتے۔

یہ کہہ کر پیچھا چھوڑانا کہ ہر امام کا ماخذ قرآن و حدیث ہے

اسی طرح بعض لوگوں نے ایک نئی روش یہ اختیار کی ہے کہ وہ کسی مسئلہ
کی حدیث کے ساتھ موافقت یا مخالفت کی بحث میں بات بنانے کے لیے
کہنے لگتے ہیں کہ ہر امام کا ماخذ حدیث و قرآن ہے اگر ایک امام مجتہد نے ایک حدیث سے اخذ کیا
ہے تو دوسرے امام و مجتہد کا ماخذ دوسری حدیث ہے۔ غرض کوئی امام مخالف حدیث و قرآن
کے نہیں کہتا حالانکہ ماخذ ہونے میں بحث نہیں ہے۔ ہر عالم نے اپنے ارادے سے تو قرآن حدیث

[1] چنانچہ نعمانی صاحب نے سیرۃ النعمان میں اخبار احاد کے ظنی ہونے کا ذکر چھیڑ کر اور اپنی طرف سے محدثین کو اسکا مخالف قرار دیکر اس بیان میں اسقدر طول دیا اور مبالغہ کیا کہ جس کا ظاہر نتیجہ یہی نکلتا ہے کہ حدیث کوئی قابل اعتماد فن نہیں لیکن اسکا مفصل جواب حسن البیان میں دیا گیا ہے ۱۲ [2] چنانچہ طحطاوی کا قول پہلے گزر چکا ۱۲ [3] دیکھو الفتح المبین صفحہ ۱ اور ۳ جن میں لکھتے ہیں حنفیہ اسکے مدعی ہیں کہ کوئی بات فقہ کی قرآن و حدیث کے برخلاف نہیں اور ماخذ فقہ کا قرآن و حدیث ہے علیٰ ہذا القیاس فقہ شافعی اور مالکی اور حنبلی بھی ہرگز مخالف قرآن و حدیث کے نہیں لکھتے فتح مبین کے ان اقوال کا اور نیز طعن کی بابت جو لکھا سب کا جواب الکلام المبین میں اچھی طرح دیا گیا ہے ۱۲۔

ہی کا قصد کیا اگر کوئی شبہ نہیں کہ سب کے سب ہر بات میں فی نفس الامر۔ قرآن و حدیث کو نہیں پہنچے بلکہ کسی نہ کسی ہی ضرور خطاء اجتہادی ہوئی۔ اور نہ ہر ایک کے قول کو واقع کے اعتبار سے مطابق قرآن و حدیث کہہ سکتے ہیں ورنہ اگر ہر ایک مطابق قرآن و حدیث کہا جائے تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ قرآن و حدیث میں بکثرت اختلاف ہے حالانکہ اللہ تعالے فرماتا ہے وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا افسوس ہے کہ بعض لوگ اسکا خیال نہیں رکھتے بلکہ اس قسم کے مواقع میں ایسے الفاظ استعمال کرتے ہیں جس سے سمجھا جاتا ہے کہ قرآن و حدیث کسی مجنون کی بڑ یا دیوانے کا کلام ہے کہ اُس نے ذرا دیر میں کچھ کہا اور ذرا دیر میں کچھ اور اس میں ہر قسم کے متضاد اقوال موجود ہیں اور تمام مختلف الاقوال اس کے مطابق و موافق ہیں چنانچہ وہ اقوال مختلفہ کو حدیث کے مطابق کہتے ہیں اور یہ بھی کہتے ہیں لاریب جو مسئلہ خلاف سب نصوص کے ہے وہ باطل ہے اور یہ بھی کہتے ہیں۔ اگر ایک نص کے مقابل اور دوسری نص کے موافق ہو تو مقابل نص کسی طرح اُس کو نہیں کہہ سکتے تو گویا انکے نزدیک ایک فعل کا کلام شارع کے ساتھ موافق و مخالف دونوں ہونا یا دو مختلف و متضاد اقوال کا موافق ہونا جائز ہے حالانکہ کوئی قول ہو جب وہ قرآن و حدیث کی کسوٹی پر رکھا جائے تو وہ یا موافق ہی نکلے گا یا مخالف اسی طرح جب کوئی قول موافق ہوگا تو اُسکا ضد موافق نہیں ہو سکتا اور گو کسی کو سرسری نظر سے کام لینے کی وجہ سے نصوص میں تعارض معلوم ہو مگر نظر تحقیق سے دیکھنے کے بعد کوئی تعارض نہیں رہتا۔ اور اُس اختلاف کے موقع میں ایک جانب کو ایک صریح ترجیح ظاہر ہو جاتی ہے اور معدودے چند

۱؎ جیسا کہ ابھی نتیج مبین کے قول میں تم پڑھ چکے ہو۔ حالانکہ ترجیح و تحقیق کے موقع میں اس قسم کی باتیں کرنا محض ملمع سازی ہے چونکہ اپنے ان مسائل سے جنکی بابت بحث ہے مخالفت حدیث کا دھبہ تو کسیطرح دور کر نہیں سکتے۔ تو ضعیف اور ساقط روایتوں سے جو غالباً دور زمانہ میں پیدا ہوگئیں یا بعید بعید استنباطات سے استدلال کر کے کہنے لگتے ہیں کہ ہمارے مسائل جملہ نصوص کے خلاف تھوڑی ہیں ایک دو حدیث کے خلاف ہیں تو ایک دو کے تو موافق ہیں یا کسی عموم سے یا دلالت النص یا اشارۃ النص وغیرہ سے تو مستنبط ہیں اور اختلاف نصوص کیوجہ سے مجتہدین نے جسکو چاہا ترجیح دیا یا جانے دو۔ سب ہی کو مسائل موافق ہیں کسی کے مخالف نہیں۔ مگر پھر اہلحدیث کے مسائل سے مخالفت کیوں کرتے ہو یا ان تمام فقہانے ائمہ ثلاثہ باقیہ کو مستر کار دا اپنی کتابوں میں کیوں کرنا چاہا اور انکے غیر صحیح و مرجوح بنانے میں کیوں اسقدر کوششیں کیں ۱۲

۲؎ دیکھو سبیل الرشاد صفحہ ۱۳ آگے عبارت یہ ہے ایسا مسئلہ کہ جملہ نصوص کے مخالف ہو اور کسی نص کی عبارت یا دلالت یا اشارت سے ثابت نہ ہو اور کلیات دین کے خلاف ہو وہ باطل ہوتا ہے نہ یہ کہ کسی ایک دو حدیث کے مخالف جہلاء محدث کو معلوم ہوتا ہو اور فی الواقع (حنفیہ کی رائے کی موافق) دوسری نص کیموافق اور مستنبط کلیہ دین کی ہو وہ بھی واجب الترک ہو انتہی ۱۲

۳؎ سبیل ارشاد صفحہ ۶ ۱۲

۴؎ ایسے مواقع جنمیں سرسری ہی نظر سے تعارض معلوم ہو کچھ بہت زیادہ نہیں ہیں ۱۲

۵؎ یعنی یہ اللہ کے سوا کسی اور کی طرف سے ہوتا تو اس میں بہت اختلاف پاتے۔ معلوم ہوا کہ اسمیں اختلاف نہیں ہے ۱۲

جو مواقع ایسے ہیں کہ جہاں صریح وجہ ترجیح نہیں ملی یا جو استنباطی مسائل ہیں اور صریح نص انمیں نہیں اور فریقین کے وجوہ استنباط قریب قریب برابر کے ہیں اُنکے خلاف میں اہلحدیث کو اصرار بھی نہیں ہے اور نہ وہ انمیں سے کسی کو مخالف حدیث کہتے ہیں۔ اہلحدیث کو تو اس قسم کے مسائل میں خلاف ہے جنکی مخالفت احادیث کے ساتھ ان وجوہ سے وقوع میں آئی جنکا ذکر تم اوپر دیکھ چکے ہو جن کو ہم مجمل یا مفصل لکھ چکے البتہ ایک وجہ جو ہم نے زمانہ متقدم کے ائمہ کا انتشار کی وجہ سے احادیث کا ایک حصہ نہ پاسکنا لکھی تھی اس کی بابت ہم کو ابھی اور کچھ لکھنا باقی ہے

اس شبہ کا جواب کہ نماز وغیرہ کی ہیئات ان قریب کے زمانے والوں پر کیسے مخفی رہیں۔

اور وہ ایک **شبہ** کا دفعیہ ہے جو ممکن ہے کہ بعض اصحاب کو اُسکی نسبت پیش آئے وہ یہ کہ قولی احادیث اور وہ کہ جن سے خاص خاص اوقات میں کام پڑتا ہے تو تسلیم ہے کہ امام صاحب یا قریب کے زمانہ کے کسی دوسرے امام کو نہ پہنچی ہوں مگر وہ امور کہ جن سے ہر وقت تعلق رہتا ہے اور وہ کہ روزمرہ برتے جاتے ہیں اور حضرت کے وقت سے لیکر استمرار کے طور پر برابر مسلمانوں میں جاری رہے مثل ہیئات نماز اور طریقہ وضو یا الفاظ اذان وغیرہ جنکو صحابہ نے حضرت ؐ کو کرتے دیکھا اور اُن سے سیکھا اور صحابہ کو دیکھ کر تابعین نے سیکھا اور ہر طبقہ دوسرے طبقہ کو برابر دیکھتا چلا آیا اور ایسے امور سے کسی کی بابت کسی طرح سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ کسی بالخصوص اُن قریب کے زمانہ والوں سے مخفی رہا ہو پس ان باتوں میں سے کسی بات کی نسبت یہ کہنا کہ فلاں امام کو اُسکی بابت حدیث نہ پہنچی ہو۔ کس طرح تسلیم کیا جاسکتا ہے لہذا ہم اسکے متعلق بھی ایک مختصر تحقیق ذکر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں سب سے پہلے یہ بات قابل توجہ ہے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ انہیں متقدم زمانوں تابعین وغیرہم کے وقت میں ان عملی و استمراری امور کی بابت بھی رواج مختلف تھا کوئی کسی طرح پر عمل کرتا تھا۔ کوئی کسی طرح پر۔ اور اُس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ باستثناء ان امور کے جن میں شارع کی طرف سے تخییر و توسع ہی یعنے جس طرح پر چاہے کرے دونوں جائز ہیں صحیح عند اللہ ایک ہی رواج و عمل تھا۔ اور دوسرا غیر صحیح پس بالضرور بعض اعمال غیر صحیح بھی کسی نہ کسی وجہ سے رواج پاگئے تھے تابعین کے اختلاف کی منجملہ اور وجوہ کے سب سے بڑی وجہ صحابہ کا اختلاف تھا۔ اور صحابہؓ کے اختلاف کی غالب وجہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں پس وہی وجہ اگر بغور پڑھی جائے تو اس شبہ کے بھی بہت حصوں کے رفع کے لیے کافی ہے تاہم خاص طور پر بھی ہم اسکی ایک وجہ اور لکھتے ہیں صحابہ و تابعین کے زمانہ میں بعض ایسے اعمال جو رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ثابت تھے جنکو وہ لوگ واجب و فرض نہ جانتے تھے بلکہ سنت و مستحب خیال کرتے تھے چھوٹ گئے تھے اور عموماً مروج نہ رہے تھے یہ چھوٹ جانا خواہ اس سے ہو کہ ان کو ان سے زائد اہم امور

عہ [illegible]

میں اشتغال کی وجہ سے اُنکی محافظت کی طرف توجہ نہ رہی تھی۔ یا بمقتضائے بشریت یا کسی خاص وجہ سے ایسا وقوع میں آ یا یا انہوں نے قصداً اس اظہار کے لیے کہ اُن کو سنت و مستحب کی ہی حد تک رکھا جائے فرض و واجب نہ سمجھا لیا جائے۔ اس استمرار کو ترک کر دیا بہرحال کتنے ایسے اعمال بھی ہیں جنسے ہر وقت کام پڑتا ہی یا وہ استمراری اعمال کے متعلق ہیں گو وہ پیغمبر صاحب سے ثابت ہیں ان تابعین متروک ہو گئے تھے۔ اور وہ عام طور پر شائع نہ تھے کہ ہر کسی کا اُن سے واقف ہوجانا ضروری ہو چنانچہ دیکھو نماز میں جو اُٹھتے بیٹھتے اللہ اکبر کہا جاتا ہے جس کو تکبیر انتقال کہتے ہیں وہ ایک زمانہ میں عام طور پر متروک ہو گئیں تھیں عکرمہؒ تابعی نے اتفاق سے کہیں ابو ہریرہؓ کے پیچھے نماز پڑھی اور انہوں نے یہ تمام تکبیرات ادا کیں انکو بہت تعجب ہوا اور ابن عباسؓ سے آکر کہنے لگے کہ یہ تو کوئی احمق ہے ابن عباسؓ نے فرمایا ارے یہ تو رسول اللہ صلعم کی سنت ہے۔ عمرانؓ بن حصین نے جب بصرہ میں حضرت علی کے پیچھے نماز پڑھی۔ جنہوں نے ان تکبیرات کو ادا کیا تو کہنے لگے ہم کو انہوں نے وہ نماز یاد دلادی جو ہم رسول اللہ صلعم کے ساتھ پڑھا کرتے تھے حضرتؓ ابو موسیٰ نے بھی حضرت علی کے پیچھے نماز پڑھ کر ایسا ہی کہا۔ اور یہ بھی کہا ہم لوگ اس کو بھول گئے یا قصداً چھوڑ دیا یہ تمام باتیں صاف کہہ رہی ہیں کہ ان تکبیرات کا رواج عموماً ترک ہو گیا تھا۔ ورنہ یہ سب کچھ کاہے کو کہا جاتا۔ اسی طرح بعض اور کیفیات میں بھی نماز کی حالت بدل گئی تھی چنانچہ ابو ہریرہؓ ایک شخص کے پیچھے نماز پڑھ کر کہتے ہیں میں نے حضرت کے ساتھ مشابہ نماز ان سے بڑھ کر اور کسی کے پیچھے نہیں پڑھی۔ معلوم ہوا کہ عموماً اس سے غیر نماز پڑھی جاتی تھی زہریؒ کہتے ہیں میں دمشق میں حضرت انسؓ کے پاس گیا تو وہ رو رہے تھے میں نے عرض کیا آپ کیوں روتے ہیں تو فرمایا کہ پیغمبر صاحب کے زمانے کی کوئی بات میں نہیں پاتا بجز نماز کے اور نماز بھی کھو دی گئی۔ ام درداء کہتے ہیں کہ ابو الدرداء (صحابی) غصہ میں بھرے ہوئے میرے پاس آئے تو میں نے پوچھا غصے کیوں ہو تو فرمایا میں ان لوگوں میں پیغمبر صاحب کی باتوں میں سے کوئی بات نہیں پاتا کہ صرف ایک یہ بات باقی رہی ہے کہ جماعت سے نماز پڑھ لیتے ہیں ان شہادتوں سے ثابت ہی نماز کے نفس افعال میں تغیر پیدا ہو گیا تھا اور نفس افعال کے سوا بعض اقسام نماز سے بھی عموماً اُن پر عمل نہ رہنے کی وجہ سے بیخبری ہو گئی تھی۔ مرثدؒ بن عبداللہ (تابعی نے) ابو تمیم کو مغرب کی نماز سے

صحیح بخاری

۱ صحیح بخاری ۱۲ ۲ صحیح بخاری ۱۲ ۳ مسند امام احمد وغیرہ ۱۲ ۴ مسند امام احمد وسنن نسائی ۱۲ ۵ صحیح بخاری ۱۲ ۶ یعنی باتیں بدل گئیں اور عموماً ان پر عمل نہیں کیا جاتا نہ یہ کہ بالکل دین اٹھ گیا کیونکہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا مسلمانوں نے اپنے دین کی ہمیشہ حفاظت کی ہے اور ایک جماعت ہر وقت میں اسکی محافظ قائم رہی ۱۲ ۷ صحیح بخاری وغیرہ ۱۲ ۸ اصلی ترجمہ یوں ہے میں نے کسی کے پیچھے جو نماز میں حضرت کیساتھ آپ سے مشابہ تر ہو نماز نہیں پڑھی ۱۲

پہلے دو رکوت نفل پڑھتے دیکھا تو اُن کو بڑا ہی تعجب ہوا۔ اور وہ عقبہ بن عامر صحابی کے پاس آکر کہنے لگے میں تم کو ایک تعجب کی بات سناؤں۔ ابو تمیم نماز مغرب سے قبل دو رکعتیں پڑھتے ہیں۔ تو عقبہ نے کہا حضرت صلعم کے وقت میں ہم خود پڑھا کرتے تھے۔ میں نے کہا تو اب کون چیز تم کو پڑھنے سے روکتی ہے کہا شغل اس بحث کے متعلق روایتیں ہمارے علم میں اور بھی ہیں مگر ایک سمجھدار کے لئے اسیقدر شہادتیں کافی ہیں یہ شہادتیں اسبات کا کافی ثبوت ہیں کہ بہت سے اعمال پیغمبر صاحب کے وقت کے زمانہ مابعد میں بوجوہ چھوٹ گئے جن سے عموماً لوگ بیخبر ہو گئے تھے پس کوئی تعجب نہیں کہ اس قسم کے امور میں سے بھی بسبب اسکے عام رواج نہ رہنے اور عموماً شائع نہ ہونے کے کوئی امر کسی امام سے پوشیدہ رہا ہو اور وہ زمانہ مابعد میں اسکے بہ سلسلہ روایت محفوظ ہو جانے اور کتب حدیث میں مندرج ہو جانے کی وجہ سے ظاہر ہو جائے۔ الحاصل حدیث کی یہ چھیوں مشہور اور مستند کتابیں جو صحاح ستہ کہلاتی ہیں جنپر زیادہ تر مدار احادیث کا ٹھہرا ہے اور جو بیشتر احادیث احکام کو حاوی ہیں ائمہ اربعہ کے بعد تالیف ہوئیں اور صحاح ستہ کے سوا اور بھی حدیث کی بہت سی کتابیں جن سب نے ملکر احادیث کو جو کہ منتشر تھیں جمع کر کے لوگوں کے لیے آسان کر دیا ائمہ اربعہ کے بعد ہی مدون ہوئیں لہذا ہر قسم کے احکام کے متعلق اور ہر بات میں حدیث کو تلاش کر لینا اور اسکا پالینا پچھلوں کو بہت آسان ہو گیا اور جو بات پہلوں کے افراد کو بہ مشکل معلوم ہو سکتی تھی یا معلوم نہوئی اس کا علم پچھلوں کو بخوبی میسر آگیا۔ اب تو ناظرین بخوبی سمجھ گئے ہونگے کہ کسی قسم کا کوئی مسئلہ ہو ان ائمہ میں سے کسی امام سے اسکے پوشیدہ رہنے یا اُس کی حدیث رسول کے خلاف ہو جانے میں تعجب کو ذرا بھی گنجائش نہیں بلکہ خود ایسا ہونا نہایت قرین قیاس ہے۔

اس شبہ کا جواب کہ فقہاء سے احادیث کیسے مخفی رہیں جبکہ وہ جمع احادیث کے بعد پیدا ہوئے اور انکے حدیث سے بے خبر رہنے کی وجہ

لیکن اس جگہ اب ایک سوال اور پیدا ہوتا ہے وہ یہ کہ ان اماموں کی نسبت تو ہم تسلیم کر سکتے ہیں کہ انکو احادیث کے مدون نہ ہونے کی وجہ سے تھوڑی یا بہت احادیث نہ پہنچی ہوں لیکن زمانہ مابعد میں جبکہ احادیث مدون ہو گئیں۔ اسکے بعد جو یہ تمام فقہاء گزرے ہیں جنہوں نے فقہ کی کتابیں

---

۵۱ کاش ہمارے زمانے کے وہ لوگ جو اپنے رواج کے خلاف جب کوئی بات پاتے ہیں تو اسکو بہت ہی بری نگاہوں سے دیکھتے ہیں اور اپنے تمام رواجوں کو صحیح و درست خیال کرتے ہیں ذرا اس سے عبرت پکڑتے جب اُن خیر و برکت کے زمانوں کے رواج کی یہ حالت ہے تو مابعد کے زمانوں کی کیا حالت ہوگی جیسا کہ علامہ ابن حجر مذکورہ بالا حدیث اُم درداء کی تحت میں لکھتے ہیں وکان ذلک صدر من ابی الدرداء فی اواخر عمرہ وکان ذلک فی اواخر خلافۃ عثمان فیالیت شعری اذا کان ذلک العصر الفاضل بالصفۃ المذکورۃ عند ابی الدرداء فکیف بمن جاء بعدھم من الطبقات الی ھذا الزمان انتھی

تصنیف کی ہیں اُنکی نسبت احادیث کے پانے سے معذوری کا عذر تو کسی طرح نہیں خیال کیا جاسکتا تو مثلاً فقہار حنفیہ جو ان فقہی مسائل کو لکھتے پڑھتے اور انہیں پر عمل کرتے اور انہیں کے حامی رہے تو ان مسائل میں سے کوئی مسئلہ اگر حدیث کے خلاف ہو تو کیا سب کے سب وہ ایسے بیدین تھے کہ انکو حدیث رسول بمقابلہ قول امام کے چھوڑتے ہوئے ذرا اللہ کا ڈر نہ آیا یا سارے کے سارے ایسے کند فہم اور بے سمجھ تھے کہ انکو اس مسئلہ کا حدیث کے خلاف ہونا سمجھ ہی میں نہیں آتا تھا حالانکہ ان دونوں باتوں میں سے کسی بات کو عقل سلیم تسلیم نہیں کرتی پھر ہم کیسے تسلیم کرسکتے ہیں کہ فقہ کا کوئی مسئلہ حدیث کے خلاف ہو۔ اسلیے کہ اگر ایسا کوئی مسئلہ ہوتا تو فن حدیث کے مدون ہوجانے کے بعد کے جو فقہاء ہیں ضرور ان مسائل کو خارج کردیتے اور کبھی مسلم نہ رکھتے اور جب ایسا نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ وہ حدیث کے خلاف نہیں **جواب** ہرچند کہ ایسی حالت میں فقہ کے کسی مسئلہ کو خلاف حدیث کہنا ایک تعجب خیز امر معلوم ہوتا ہے لیکن اس میں بھی شبہ نہیں کہ کچھ مسائل فقہ کے ضرور ایسے ہیں جنمیں خطا اجتہادی ہوگئی۔ اور جن کے خلاف حدیث ہونے سے انکار کی گنجائش نہیں پس اس قسم کے مسائل پر فقہار کے قائم رہنے کی اگر وہ قائم رہے ہیں چند وجوہ ہیں جن کو حق پسندی کے ساتھ دیکھنے کے بعد یہ سارے شبہے و تعجب انشاء اللہ تعالے بخوبی زائل ہوجائیں گے **وجہ اول** چند اسباب ایسے پیش آئے جن کی وجہ سے عموماً فقہار **فن حدیث** میں دخل پیدا کرسکے اور نہ وہ اس کی طرف متوجہ ہوسکے ایک سبب تو وہی ہے جو تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ اہل الرای کے طرز عمل نے جس نے مذہب تقلید کی بنا ڈالی حدیث سے استدلال اور اس کی طرف توجہ کے ترک کا عادی بنا دیا تھا۔ اور حدیث کا شغل کم کرنے اور اقوال علما پر کاربند رہنے اور ان سے ہی سند پکڑنے کا طریقہ جاری کردیا۔ جن لوگوں[2] میں اس طرز عمل نے اپنا رنگ جمایا انکے لیے ایک شدنی امر تھا کہ انکا شغل حدیث کے ساتھ کچھ زائد نہ ہو۔ دوسرا سبب وہ ہے جو شاہ صاحب کے کلام میں تقلید کے جاری ہونے کے سبب میں گزرچکا کہ فقہار کی باہم نزاع کا خاتمہ نہ ہوتا تھا جب تک کہ وہ متقدمین سے کسی عالم کا قول نہ پیش کریں اسی طرح انکی قضا وافتار عالم ماسبق کے قول کو حوالے کے بغیر معتبر نہ ہوتی تھی اور اس بات کی ان لوگوں میں اس حد تک کثرت ہوئی کہ طریقہ تقلیدیہ کا پورا رنگ ہی

لہ اس میں اسبات کی طرف اشارہ ہے کہ ممکن ہے کہ اصحاب کتب نے جو کتابوں میں یہ فقہی مسائل ذکر کئے ہیں اس میں محض اصحاب مذاہب (امام صاحب وغیرہ) کے نقل مذہب کا ارادہ کیا ہو اور اسی کو ذکر کیا نہ ذاتی تحقیقات اور اپنے مذہب کا پس اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان کو ان تمام مسائل سے اتفاق رائے تھا۔ ممکن ہے کہ بعض میں ان کو خلاف ہو چنانچہ بعض بعض فقہا کے خلاف کا پتہ ملتا بھی ہے ١٢ سہ جو کہ اہل تقلید ہیں جیسا کہ پہلے گزرچکا ١٢

ف جیسا کہ بعض بیانات و تشنیعات علما کرام سے ثابت ہوا اور آگے بھی آتا ہے

قائم ہوگیا پس انکو اپنے فتاوے و فیصلوں اور استدلال و مناظرات میں جس بات کی ضرورت تھی وہ صرف اقوال علماء ہیں نہ قرآن و حدیث اگر قرآن و حدیث کے ساتھ استدلال کا رنگ موجود و قائم ہوتا تو تقلید کا رنگ ہی کیوں جمنے پاتا۔ اس سے معلوم ہوا جن لوگوں میں تقلید نے رواج پایا حدیث سے استدلال کا طریقہ اور اسکا شغل انمیں جاری نہ رہ سکا۔ تیسرا سبب خود مسلک تقلید ہے۔ تقلید کا جیساکہ ہم اوپر لکھ چکے ایسا ہونا ایک لازمی اثر تھا۔ اس لیے کہ جس نے جس امام کی تقلید کی اسکا وہم منصبی تھا کہ وہ ہر وقت و ہر موقع میں اسی امام کے عندیہ و قول کو دریافت کرے اور اسی کا طالب ہو اور اسی سے اس کی غرض متعلق رہے چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ اور وہ اسی پر عامل ہوا اور اسی کو اپنے لیئے کافی و وافی سمجھتا رہا۔ جسکا یہ نتیجہ ہوتا تھا اور ہوا کہ حدیث کے شغل اور اس سے استنباط احکام کی طرف اُنکی توجہ نہو سکی اور نہ وہ اُس کو اُسکی اصلی غایت و موضوع لیے ہیں استعمال کر سکے چوتھا سبب انہیں فقہی مسائل کا منظور نظر سلاطین ہونا اور عوام و خواص کا انہیں کی طرف توجہ کرنا اور انہیں میں تجر و کمال سے ملکی عہدوں و معزز خدمتوں پر ممتاز ہونا ہے اس وجہ سے نہیں کی زائد ضرورت ہوئی اور انہیں کی بڑی قدر ہوئی اس سبب سے انہیں کے حاصل کرنے میں سرگرمی کی وجہ سے تحصیل حدیث کی طرف عموماً لوگ متوجہ نہ ہو سکے اور اس سے بیشتر بیخبر رہے امام غزالی فاتحۃ العلم میں تحریر فرماتے ہیں اقسام[1] علوم کی طرف مخلوق کی توجہ کی بابت زمانوں کی

---

[1] عبارت یہ ہے اعلم ان الاعصار قد اختلف فی اقبال الخلق علی انواع العلوم فالخلافۃ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تولاھا الخلفاء الراشدون وھم ائمۃ یستقلون بالفتوی کانوا لا یستعینون بالفقہاء الا فی وقائع نادرۃ و کان الاسلام فی زمانہم علی طراوتہ فلم یکن لہم رغبۃ فی العلم الا للہ تعالی فلاجرم کان اشتغالہم بمہمات الدین و مراقبۃ القلب و ملازمۃ التقوی و طلب علم الحدیث والقران للعمل والھدایۃ لا للروایۃ فلما انقضی عصرہم تولی الخلافۃ اقوام لا استقلال لہم بعلم الفتوی واتسعت الولایۃ فاحتاجوا الی القضاۃ والفقہاء المستقلین بالفتاوی فی الاقضیۃ وکان قد بقی من علماء التابعین من ھو علی الصفۃ الاولی فی ملازمۃ صفو الدین فکانوا اذا طلبوا ھربوا فاضطر الخلفاء الی اکرامہم والالحاح فی طلبہم فرای اھل تلک الاعصار العلماء واقبال الخلفاء والولاۃ علیہم مع اعراضہم عنہم فاکبوا علی طلب علم الفتاوی توصلا الی نیل العز والجاہ وکثرت الرغبۃ فی علم المذاہب ای تسع ھذا العلم واکب الناس علیہ ثم عرضوا انفسہم علی الولاۃ وتعرفوا الیہم وطلبوا الولایات منہم فمنہم من حرم ومنہم من نجح الامن وفقہ اللہ تعالی فلم یخل عصر من الاعصار من العلماء باللہ معرضین عن السلاطین لکن کان اکثر الاقبال فی ذلک العصر علی علم الفتاوی والاقضیۃ وھو سمیتہ الان علم المذہب ثم لغت بالغۃ المتکلمین من المعتزلۃ وغیرہم وظہر من الصدور والخلفاء من مال الی البحث عن العقائد والی التعصب فیہ واقبلوا علی من اشتغل بہ العلماء فاکب الناس علی علم الکلام فاکثروا فیہ التصانیف ورتبوا فیہ طرق المجادلات والمناقضات وزعموا ان غرضنا الذب عن دین اللہ والنضال عن السنۃ کما زعم من قبلہم ان غرضنا الاشتغال بالفتاوی لتمیز الحلال من الحرام ثم ظہر بعد ذلک من الصدور من لم یستصوب الخوض فی اصول العقائد لما فیہ من الفتنۃ بقیہ …

حالت مختلف ہی ہے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد خلافت کے متولی خلفائے راشدین ہوئے وہ خود بڑے بڑے عالم تھے جو بذاتہ علم فتوے پر قادر تھے اور جو سوائے نادر مسائل کے کسی دوسرے عالم سے مسائل میں مدد نہ لیتے تھے اور اسلام اُنکے وقت میں اپنی تازگی پر تھا اس زمانے کے لوگوں کی رغبت علم کی طرف اللہ تعالےٰ ہی کے واسطے تھی اُنکا علمِ حدیث و قرآن کو طلب کرنا خاص عمل بہت کے لیے تھا نہ صرف روایت کے لیئے جب ان کا زمانہ گزر گیا تو خلافت کی ایسی قومیں مالک ہوئیں جو بذاتہ علم فتوے کا نہ رکھتی تھیں اور سلطنت بھی وسیع ہو گئی لہذا انکو علماء و قضاۃ کی ضرورت پڑی جو علمِ فتوے و قضایا رکھتے ہوں۔ علماء تابعین میں سے کچھ لوگ اس وقت تک باقی تھے جو پہلے طریقہ کے موافق خالص دین کو پکڑے ہوئے تھے تو جب ان سے درخواست ملکی خدمات قبول کرنے کی کیجاتی تھی تو وہ دور دور بھاگتے تھے۔ پس سلاطین انکا اکرام کرنے اور خوش آمد کے ساتھ قبول کرنے پر مجبور ہوئے۔ اب جب اس زمانے کے لوگوں نے علماء کی یہ قدر دیکھی تو وہ علم فتوے کی تحصیل کی طرف عزت و جاہ حاصل کرنے کے لیئے جھک پڑے۔ **اور علم مذہب فقہ کی طرف** توجہ بہت زائد ہوئی اور یہ علم خوب زائد وسیع ہو گیا۔ اور لوگ اس پر جھک پڑے پھر اپنے آپکو سلاطین کے سامنے پیش کیا۔ اور شناسائی پیدا کی اور حکومتیں حاصل کرنا چاہیں سو کوئی مراد کو پونچا اور کوئی محروم رہا۔ مگر کوئی زمانہ ایسے حقانی علماء سے بھی خالی نہیں رہا جو سلاطین سے اعراض کرتی رہے ہیں لیکن اس زمانہ میں زیادہ توجہ علم فتوے و قضایا مسائل فرعیہ کی طرف رہی جسکا نام میں نے ابھی علم مذہب لیا ہے پھر ایک جماعت متکلمین معتزلہ وغیرہ کی آپہنچی اور امراء و سلاطین میں سے وہ لوگ ظاہر ہوئے جن کی رغبت ہوئی کہ عقائد میں بحث کی جائے اور اسمیں تعصب برتا جائے پس لوگ **علم کلام** کیطرف جھک پڑے اور اسمیں کثرت سے کتابیں تصنیف کیں اور اسمیں مجادلوں اور

لہ بقیہ صفحہ ۱۶۱ فاعرض عن المتکلمین واقبل علی المتعصب للمذاہب فی الفروع واقبل علی من یناظر فی الفقہ وبیان الاولی من مذہب الشافعی وابی حنیفۃ خاصۃ وزعموا انہم انما یفعلون ذلک للہ تعالیٰ وغرضہم استنباط دقائق الشرع وبیان ماخذ الاحکام واکثروا فیہ التصانیف والاستنباطات ورتبوا طرق المجادلات واعرضوا عن الخلاف عن مالک واحمد بن حنبل وسفیان وغیرہم مما یخالفون من جہۃ الاحادیث والبحث عن معانی الاحادیث ومایصح منہا ومالا یصح اہم فی ماخذ الاحکام ولکن کانت رغبتہم بحسب میل الولاۃ والصدور واذ کان بہم التوسل الی الاوراد والصلات والولایات فلم یشتغلوا الا بما یروج عندہم ولو مالت نفوس ارباب الولایات الی الخلاف مع احمد ومع مالک لاشتغلوا بالبحث عن مذاہبہم ومناقضاتہم ولم یسکتوا عن دعویٰہم انا انما نطلب ماخذ الدین للہ وفی اللہ فہکذا کان ترتیب الاعصار الی الآن ولا ندری ما قدرہ اللہ تعالیٰ فیما بعد من الاعصار انتہی

اور مناقضات کے طریقے مرتب کر دیئے اور خیال کیا کہ ہم اللہ کے دین کیطرف سے جواب دیتے ہیں اور سنت کی حفاظت کرتے ہیں جیسا کہ پہلے والوں نے خیال کیا کہ ہماری غرض علم فتوے میں مشغول ہونے سے یہ ہے کہ حلال و حرام میں تمیز ہو جائے پھر بعض وہ امرا ظاہر ہوئے جنہوں نے عقاید میں بحث کو فتنہ کے خیال سے ٹھیک نہ جانا پس انہوں نے متکلمین سے بے توجہی کی اور اس شخص کی طرف توجہ مبذول کی جو ان فرعی مسائل کے مذاہب میں تعصب برتنے اور مسائل فقہ میں اور خاصکر مذہب امام شافعی اور امام ابو حنیفہ کے باہم ترجیح[1] میں بحث و مناظرے کرے اور خیال کیا کہ یہ صرف اللہ ہی کے واسطے کرتے ہیں اور غرض اس سے نکات شریعت کا استنباط اور احکام کی اصل کا بیان کرنا ہی آخر انہوں نے اس میں کثرت سے تصانیف کیں اور استنباط کیے اور مجادلے کے طریق (جیسا کہ کتب اصول اور بعض کتب فقہ میں مثل ہدایہ[2] وغیرہ کے مذکور ہیں) مرتب کر ڈالے اور اُن لوگوں نے مالک اور احمد بن حنبل اور سفیان کے خلاف سے (اور انکے مسائل کے ساتھ مقابلہ سے) تعرض نہ کیا حالانکہ وہ لوگ احادیث کی رو سے خلاف کرتے تھے اور ماخذ احکام کی بحث میں احادیث کے معانی کی رو سے بحث کرنا اور یہ کہ کون سی حدیث صحیح ہے اور کون سی نہیں صحیح زیادہ ضروری[3] تھا لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا بلکہ ماخذ احکام کے بیان میں دوسری طریق پر چلے اس واسطے کہ انکی رغبت تو امرا و سرداروں کی توجہ کے موافق تھی تو وہ اسی میں مشغول ہوئے اور جو امرا کے پاس رواج پا سکے اور اگر ارباب حکومت احمد یا مالک کے ساتھ خلاف کی بحث کی طرف مائل ہوتے (یا فنون حدیث کی طرف رغبت کرتے) تو وہ لوگ انہیں کی طرف متوجہ ہو جاتے (لیکن چونکہ امرا اس طرف مائل نہ ہوئے لہذا وہ بھی اسکی طرف متوجہ نہ ہوئے لیس یہ ہے زمانوں کی ترتیب ہماری وقت تک اور ہم نہیں جانتے آئندہ زمانوں کیلیے اللہ تعالے نے کیا مقدر کر رکھا ہے انتہی پھر چند سطروں کے بعد لکھتے ہیں مناظرہ[4] سے غرض ماخذ شرع کا معلوم کرنا ہوتا ہے تاکہ آدمی رتبۂ اجتہاد کو پہنچ جائے اور

---

[1] یعنے حنفی بمقابلہ شافعی کے اپنے مذہب کی ترجیح اور اپنے مذہب کے مسائل کی خوبیاں بیان کرے اور شافعی اپنے مذہب کیلئے بمقابلہ حنفی کے ایسا ہی کرے ۱۲

[2] یعنے یہ مباحثے بیشتر عقلی دلائل اور وجوہات پر مبنی تھے جیسا کہ اگلی عبارت بھی شاہد ہے ۱۲

[3] اس سے ثابت ہوا کہ فقہا کی بحث و مناظرے احادیث کی رو سے نہ تھے بلکہ وہ اور ہی طریق پر تھے ۱۲۔

[4] عبارت یہ ہے فان غرض المناظرة طلب ماخذ الشرع لینال رتبة الاجتهاد وهذا من فروض الکفایة فان آحاد فرض کفایة معطلة لاقائم بها فلا یشتغل بما قام جماعة وعلم الاحادیث فی هذا العصر من فرائض الکفایات ولا قائم به وقد اشرف علی الاندراس وهو اصل الدین انتهی ۱۲ [5] جیسا کہ شاہ صاحب کے قول میں گزر چکا ۔۔۔ حاشیہ صفحہ ۔۔۔ دیکھو ۱۲

وہ فرض کفایہ سے ہی تو اگر کسی فرض کفایہ کو دیکھے کہ وہ متروک ہو رہا ہے کوئی اس کا قائم کرنے والا نہیں تو اُس کو چھوڑ کر ایسے فرض میں مشغول نہ ہو جس کو ایک جماعت قائم کر رہی ہے اور **علم حدیث** اس زمانے میں فرض کفایہ سے ہی کوئی اسکا قائم کرنیوالا نہیں اور وہ معدوم ہو جانے کے قریب ہو گیا ہے۔ حالانکہ وہی اصل دین ہے۔ انتہیٰ اس سے معلوم ہوا کہ عموماً لوگوں کی انواع علوم کی طرف رغبتیں۔ امرا و سلاطین کی توجہ کے تابع رہیں اور امرا و سلاطین کی بیشتر توجہ فقہی مسائل اور بالخصوص خلافیات امام ابوحنیفہ اور امام شافعی ہی کی طرف رہی اور ان خلافیات میں بھی وجوہ ترجیح کی طرف جو توجہ تھی تو وہ حدیث کی تحقیق کی رو سے نہ تھی بلکہ دوسرے ہی طریقوں سے تھی اسیوجہ سے حدیث کا چرچا ان زمانوں میں بہت کم رہا حتی کہ امام غزالی کے زمانے میں فن حدیث معدوم ہو جانے کے قریب ہو گیا تھا۔ امام غزالی کے زمانہ کی تخصیص نہیں یہی حالت علم حدیث کی قریب قریب اور زمانوں میں بھی رہی امام غزالی ۴۵۰ھ میں پیدا ہوئے اور ۵۰۵ھ میں وفات پائی **امام ابو شامہ** کا قول جو ۵۹۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۶۶۵ھ میں وفات پائی تم پہلے پڑھ چکے ہو **امام ذہبی** جو ۶۷۳ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۷۴۸ھ میں وفات پائی وہ اپنے زمانہ کا حال لکھتے ہیں[۱]۔ اصحاب حدیث کم ہو گئے۔ اور کم ہو گئے اور اکثر علما ر زمانہ فروعات میں تقلید[۲] کے مجاور ہو گئے کچھ بھی مسائل کی تحقیق نہیں کرتے اور عقلیات یعنے علوم حکمت اور آرا متکلمین پر جھک پڑے پس کیسی بلا پھیل گئی اور بدعات قوی ہو گئیں اور علم کے اٹھ جانے کے آثار ظاہر ہو گئے سو اللہ بھلا کرے اس شخص کا جو اپنے حال پر توجہ کرے اور اپنی زبان کو روکے اور قرآن مجید کی تلاوت کیا کرے اور اپنے زمانہ کی حالت پر روئے اور بغور صحیحین بخاری و مسلم کو دیکھے اور موت کے آنے سے پہلے اللہ کی ٹھیک ٹھیک طریقہ پر عبادت کر لے اے اللہ تو توفیق دے اور ہمارے حال پر رحم کر اور ہم کو انہیں لوگوں میں داخل کر دے (جن کے یہ نصیب ہیں) **انتہیٰ** اور علامہ

---

۱ عبارت یہ ہے فلقد تقلل اصحاب الحدیث وتلاشوا وصار علماء العصر فی الغالب عاکفین علی التقلید فی الفروع من غیر تحریر لها ومکبین علی عقلیات من حکمة الاوائل وآراء المتکلمین فعم البلاء واستحکمت الاهواء ولاحت مبادی رفع العلم وقبضه من الناس فرحم الله امرأ اقبل علی شانه وقصر من لسانه واقبل علی تلاوة قرانه وبکی علی زمانه وادمن النظر فی الصحیحین وعبد الله قبل ان یبغته الاجل اللهم وفق وارحم واجعلنا منهم انتهی ملخصاً دیکھو تذکرة الحفاظ ۱۲

۲ مسائل کو حدیث سے ملا کر نہیں دیکھتے اور انکی تحقیق نہیں کرتے۔ جانتے نہیں ہیں کہ کونسا حدیث کے موافق ہے اور کونسا نہیں ہے بلکہ تقلید پر بھروسہ کر کے بیٹھ رہے ۱۲-

تاج الدین سبکی جو ۷۲۹ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۷۷۱ھ میں وفات پائی اپنے زمانہ کی حالت لکھتے ہیں منتہائے نظر ہمارے زمانے کے لوگوں کا علم حدیث میں مشارق الانوار تک ہے اور اگر کبھی مصابیح تک نظر پہنچ گئی تو خیال ہو گیا کہ درجہ محدثین تک پہنچ گئے اور یہ صرف ان لوگوں کے حدیث سے جاہل ہونے کی وجہ سے ہے اور جسکو زمانہ کے لوگ اعلیٰ درجہ پر پہنچا ہوا سمجھتے ہیں اور اسکو محدث المحدثین اور بخاری العصر کہہ کر پکارتے ہیں وہ وہ شخص ہے جو جامع الاصول کے پڑھنے پڑھانے میں مشغول ہوا اور اس نے ابن الصلاح کی علوم الحدیث اور تقریب نووی کو یاد کر لیا ہو انتہی ان تمام شہادتوں سے ظاہر ہے کہ ان زمانوں میں فن حدیث کس کمی کے ساتھ مروج رہا۔ اسی پر زمانہ مابعد کی حالت کا بھی اندازہ ہو سکتا ہے گو فن حدیث مدون و مکمل ہو چکا تھا۔ لیکن کچھ شک نہیں کہ بجز خاص خاص افراد کے جن کے ذریعہ سے اللہ جل شانہ کو اس فن کا قائم و باقی رکھنا منظور تھا عموماً علماء و فقہاء ان تمام زمانوں کے جب سے تقلید مذاہب نے اپنا قدم جمایا اس سے بیخبر رہے یا اس میں معتد بہ دخل نہ پیدا کر سکے۔

کتب فقہیہ کا حدیث کی بحث میں غیر معتبر ہونا

یہی وجہ ہے کہ فقہاء نے جو کہیں کہیں اپنی تالیفات میں احادیث ذکر کیں اور ان سے تمسک کرنا چاہا تو اس میں قابل افسوس غلطیاں کھائیں اور اسی وجہ سے فقہاء کی احادیث کا جو وہ اپنی کتابوں میں ذکر کرتے ہیں اعتبار نہیں رہا ملا علی قاری رح کی موضوعات میں من قضی صلوۃ من الفرائض الخ کے تحت میں لکھتے ہیں یہ روایت بلا شبہ باطل ہے یقیناً اور کچھ اعتبار نہیں۔ صاحب نہایہ شرح ہدایہ یا دوسرے شارحین ہدایہ کے اس کو ذکر کرنے کا جو کہ انہوں نے اس کو شرح ہدایہ میں ذکر کیا ہے کیونکہ وہ محدثین میں سے نہیں ہیں اور نہ انہوں نے کسی محدث کا حوالہ

ف۵ یعنی موضوع

ف۱ عبارت یہ ہے واعلم ان قصاری نظر ابناء زماننا فی علم الحدیث النظر فی مشارق الانوار فان ترفعت الی مصابیح البغوی ظننت انہا تصل الی درجۃ المحدثین وما ذلک الا لجہلہم بالحدیث وانما الذی یعدہ اہل الزمان بالغا الی النہایۃ وینادونہ محدث المحدثین وبخاری العصر من اشتغل بجامع الاصول لابن الاثیر مع حفظ علوم الحدیث لابن الصلاح او تقریب للنواوی انتہی ف۲ مشارق الانوار میں صرف صحیحین کی قولی حدیثیں مذکور ہیں صاحب مشارق الانوار نے بھی اپنے زمانے کے لوگوں کی حدیث سے بیعلم ہونے کی شکایت کی ہے اور لکھا ہے کہ کم علم نافہم جنکو صحیح و ضعیف حدیث کی تمیز نہیں عالم اور پیشوا مشہور ہو گئے انتہی صاحب مشارق الانوار نے جیسا کہ اپنے زمانے کی یا دیگر اصحاب نے اپنے اپنے ملکوں اور اپنے اپنے زمانوں کی کمی علم حدیث کی بابت شکایت کی اس سے بدتر حالت اس بارے میں ہندوستان کی رہی اور افغانستان اور بعض دیگر ممالک میں ابتک یہی حال ہے چنانچہ کچھ تفصیل آگے آتی ہے ۱۲ ف۳ جیسا کہ ہندوستان میں مشکوۃ المصابیح

ف۴ عبارت یہ ہے باطل قطعا لانہ لا عبرۃ بنقل صاحب النہایۃ ولا بقیۃ شراح الہدایۃ فانہم لیسوا من المحدثین ولا اسندوا الحدیث الی احد من المخرجین انتہی ف۵ اس سے ثابت ہوا کہ یہ تمام شراح ہدایہ جو بڑی بڑی معتبر کتابوں میں شمار ہوتے ہیں محدث نہ تھے اسیطرح اگلی عبارتیں جو فقہاء کے بارے میں آتی ہیں بتا رہی ہیں کہ یہ تمام بڑے بڑے فقہاء اصحاب تالیف و تصنیف جنپر مسائل فقہیہ کا مدار ہے اور ان کی ترجیح و فتویٰ پر اعتماد کیا جاتا ہے محدث نہ تھے کہ جنکے علم سے فن حدیث کی بابت کوئی نتیجہ مرتب ہو سکے ۱۲

دیا انتہے[1] مولوی عبد الحی صاحب مرحوم مقدمہ عمدۃ الرعایہ میں لکھتے ہیں ملا علی قاری کے اس کلام سے
معلوم ہوا کہ کتب فقہیہ گو فی نفسہا فروعات مسائل کے نقل میں معتبر ہیں اور انکے مصنفین
معتبر لوگوں اور فقہائے کاملین میں سے تھے۔ مگر انکی احادیث پر اعتماد نہ کر لیا جائے اور نہ ان میں
واقع ہونے سے ان احادیث کے ثابت ہونے اور وارد ہونے کا یقین کر لیا جائے کیونکہ بہت سی
احادیث فقہ کی معتبر کتابوں میں ذکر کی گئیں حالانکہ وہ موضوع اور بنائی ہوئی ہیں جو پیغمبر صاحب پر
جھوٹ جوڑ دی گئیں انتہے اور مولانا موصوف اجوبہ فاضلہ میں لکھتے ہیں[2] اسی وجہ سے علماء نے
صاف لکھ دیا کہ کچھ اعتبار نہیں ان احادیث کا جو فقہ کی بڑی بڑی کتابوں میں نقل کیجاتی ہیں۔
جبتک کہ انکی سند ظاہر نہو یا محدثین کا ان احادیث پر اعتماد کرنا معلوم نہ ہو گو ان کتابوں کے
مصنفین بڑے پایہ کے فقیہ کیوں نہوں جنپر نقل احکام وحکم حلال وحرام میں اعتماد کیا جاتا ہو
کیا تم صاحب ہدایہ کو نہیں دیکھتے جو جلیل القدر حنفیوں میں سے ہیں اور رافعی شارح وجیز کو جو جلیل
القدر شافعیوں میں سے ہیں باوجودیکہ وہ دونوں ان لوگوں میں سے ہیں جنکی عظمت شان کی طرف اشارے کیے
جاتے ہیں اور انپر بزرگان قوم اور عالی پایہ لوگ بھروسا کرتے ہیں پھر بھی ان دونوں نے اپنی کتابوں
میں ایسی روایتیں درج کیں جنکا کوئی نشان حدیث جاننے والوں کے نزدیک نہیں پایا جاتا چنانچہ
جس نے تخریج ہدایہ زیلعی اور تخریج شرح رافعی ابن حجر عسقلانی کو دیکھا اس پر پوشیدہ نہیں
اور جب حال ان بڑوں کا ایسا ہے تو اور فقہاء کو تم کیا خیال کرتے ہو۔ جو احادیث کے لانے میں پرواہی
برتتے ہیں اور انکی سندوں میں غور نہیں کرتے انتہے اور نووی شرح مسلم میں لکھتے ہیں[3] ائمہ حدیث

---

١ عبارت یہ ہے وھذا الکلام من القاری افاد فائدۃ حسنۃ وھی ان الکتب الفقہیۃ وان کانت معتبرۃ فی
انفسہا بحسب المسائل الفرعیۃ وکان مصنفوھا الصالحین المعتبرین والفقہاء الکاملین لا یعتمد علی الاحادیث المنقولۃ فیہا
اعتمادا کلیا ولا یجزم بورودھا وثبوتہا قطعا بمجرد وقوعہا فیہا فکم من احادیث ذکرت فی الکتب المعتبرۃ وھی موضوعۃ
مختلفۃ انتہی ٢ عبارت یہ ہے من ھہنا نصوا علی انہ لا عبرۃ للاحادیث المنقولۃ فی الکتب المبسوطۃ مالم یظھر سندھا او یعلم
اعتماد ارباب الحدیث علیہا وان کان مصنفہا فقیہا جلیلا یعتمد علیہ فی نقل الاحکام وحکم الحلال والحرام الا تری الی
صاحب الھدایۃ من اجلۃ الحنفیۃ والرافعی شارح الوجیز من اجلۃ الشافعیۃ مع کونہما ممن یشار الیہما بالانامل ویعتمد
علیہ الاماجد والاماثل قد ذکرا فی تصانیفہما مالم یوجد لہ اثر عند خبیر بالحدیث کما لا یخفی علی من طالع تخریج احادیث
الھدایۃ للزیلعی وتخریج احادیث شرح الرافعی لابن حجر العسقلانی واذا کان حال ھؤلاء الاجلۃ ھذا فما بالک بغیرھم
من الفقہاء الذین یتساھلون فی ایراد الاخبار ولا یتعمقون فی سند الآثار انتہی ٣ عبارت یہ ہے فان الائمۃ
لا یرودن من الضعفاء شیئا یحتجون بہ علی انفرادہ فی الاحکام ھذا شیئ لا یفعلہ امام من ائمۃ المحدثین و
لا محقق من غیرھم من العلماء واما فعل کثیر من الفقہاء او اکثرھم ذلک واعتمادھم علیہ فلیس
بصواب بل قبیح جدا انتہی ١٢ –

ضعیف راویوں کی کوئی حدیث روایت کرکے تنہا اُسکے ساتھ احکام میں حجت نہیں پکڑتے اور یہ ایسی بات ہے کہ اسکو محدثین میں کا کوئی امام یا اُنکے سوا کوئی اور محقق عالم نہیں کرنے کا۔ بہت سی فقہار یا اکثر فقہار کا ایسا کرنا اور ضعیف ضعیف روایتوں پر اعتماد کرنا جیسا کہ وہ کرتے ہیں صحیح نہیں ہے بلکہ بہت بُرا ہے انتہے یہ صرف فقہار کے فن حدیث سے ناواقفیت کی وجہ سے ہے۔

فقہار کا تقلیداً حدیثیں بیان کرنا اور ان میں غلطی کرنا جس کی وجہ ہوتا ہے کہ انہوں نے علم حدیث کیطرف مطلقاً توجہ نہیں کی

عموماً فقہار نے جو فقہی مسائل لکھے اور فقہ کی کتابیں تصنیف کیں تو اول تو سرے سے دلائل لکھے ہی نہیں اور جو کہیں کہیں اور کسی کسی نے لکھے اور احادیث سے استدلال کیا تو بیشتر کا حال یہ ہے کہ اگر اُن کو بہ نظر تحقیق دیکھا جائے اور انکی تفتیش کیجائے تو مشکل سے اُنکا بہت قلیل حصہ ایسا نکلے گا جو اسی طور پر ثابت ہو جیسا کہ انہوں نے ذکر کیا ورنہ اکثر ساقط یا ضعیف ہیں یا قول کسی صحابی کا یا کسی نیچے والے کا ہے کہ اُس کو قول رسول کہہ دیا۔ یا حدیث کسی کی ہے اور کسی اور کیطرف اُسکو نسبت کر دی گیا ہے کیونکر اور بیان کر دی کس طور کی غرضکہ بہت کم روایتیں ایسی نکل سکیں گی جو خطا یا صریح غلطی سے پاک ہوں حالانکہ ایک مقتدا و مقتدر و صاحب تصنیف عالم کے لیے اسقدر صریح غلطیاں کرنا سخت قابل افسوس ہے مگر اصلی بات وہی ہے فن حدیث کی تحصیل کیطرف توجہ نہ کرنا اور کتب حدیث کی جانب رجوع نہ کرنا عینی شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں۔ کہ صاحب لہ نہایہ اور جو انکے متبع شراح ہدایہ ہیں روایت ابن عباس کو معارضہ سے بچی ہوئی جو بتاتی ہیں تو وہ یہ کس طرح کہہ سکتے ہیں حالانکہ وہ سرے سے صحیح ہی نہیں جیسا کہ ہم ذکر کر چکے اور یہ ساری غلطیاں تقلید کی آفت سے ہیں اور ان لوگوں کی کتب حدیث کی طرف رجوع نہ کرنے سے انتہی۔ اور عینی ٹہ صاحب ہدایہ کے اس قول کے تحت میں کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ابا دجانہ کو قبر میں رکھا لکھتے ہیں۔ یہ سخت غلطی ہے کیونکہ ابو دجانہ بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واقعہ یمامہ میں شہید ہوئے اور سبب اس غلطی کا تقلید ہے کیونکہ شیخ الاسلام نے مبسوط میں اسی طرح ذکر کیا۔ اور اسی طرح صاحب بدائع نے بھی ذکر کیا۔ انتہے

لہ عبارت یہ ہے وکیف یقول صاحب النہایۃ ومن تبعہ من الشراح ان روایۃ ابن عباس اسلم من المعارضۃ والحال انہ لم یصح کما ذکرنا وھذا کلہ من آفۃ التقلید وعدم رجوعھم الی مدارک الحدیث انتہی۔ ٹہ عبارت یہ ہے ھذا وھم فاحش فان ابا دجانۃ قتل یوم الیمامۃ کما اسندہ الطبرانی فی معجمہ عن محمد بن اسحٰق وسبب ھذا الوھم التقلید فان شیخ الاسلام ذکر فی المبسوط ایضاً ھکذا وکذا ذکرہ صاحب البدائع انتہی

سہ ان سب صاحبوں نے سخت غلطی کھائی اور کتب حدیث کو کھولکر نہ دیکھا۔

اسی طرح صاحب نور الانوار نے اَلْخَمَرُ لَعْمٍ کَالْخَلِّ لَنَا وَالْخِنْزِیرُ لَهُمْ کَالشَّاةِ لَنَا کو حدیث کرکے لکھدیا حالانکہ وہ صاحب ہدایہ کا قول اور ہدایہ کی ایک عبارت ہے مگر غالبًا بات یہ ہوئی کہ وہ اصل فن سے بوجہ توجہ نہ کرنے کے ناواقفیت تھی اور صاحب ہدایہ کا قول زبان زد ہوگیا تھا۔ بے پرواہی سے اسکو حدیث سمجھکر حدیث کہدیا۔ اسی طرح نور الانوار میں اور بھی کتنی بے اصل حدیثیں ہیں جنکو یقینی طور سے حدیث کہکے بیان کردیا۔ فن اصول میں ضرورتًا حدیث کی بحث آتی ہے وہ ان اصول کی کتابوں میں جس عنوان اور جن مثالوں کے ساتھ ذکر کی ہے فن حدیث سے واقف کار کے نزدیک بالخصوص ان عالی پایہ مصنفین سے ایک شرمناک بحث ہے جسکی وجہ بس یہی ہے کہ ان لوگوں نے فن حدیث میں دخل پیدا کیا وہ جو لوگوں میں ایک مشہور حدیث ہے یکثر لکم الاحادیث من بعدی فاذا روی لکم حدیث فاعرضوا علی کتاب اللہ صاحب تلویح اسحدیث کا صحیح بخاری میں ہونا ذکر کیا اور یہ بھی اقرار ہے کہ وہ منقطع ہے اور اسکا راوی غیر معروف ہے۔ حالانکہ صحیح بخاری میں اسحدیث کا کہیں پتہ بھی نہیں۔ دوسرے جو لوگ فن حدیث سے تھوڑی سی بھی واقفیت رکھتے ہیں اپر ظاہر ہے کہ یہ حدیث اس درجہ سے بہت دور ہے کہ صحیح بخاری میں آسکے۔ تیسرے منقطع یا غیر معروف راوی کی حدیث کو بخاری کی شرط کے خلاف سمجھنا بھی تعجب ہے۔ اسی کے قریب وہ قصہ بھی ہے جو علامہ ابن البغدادی سے وقوع میں آیا چھٹی صدی کا ذکر ہے کہ شاہی دربار میں فقہاء لوگ جمع تھے ایک اہلحدیث نے انکے خلاف کسی مسئلہ پر صحیحین کی ایک حدیث سے استدلال کیا علامہ ابن البغدادی حنفی اسکے جواب میں بولے یہ حدیث صحیح نہیں۔ اُس نے جوابدیا کہ اس حدیث کو تو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے اور اُن صحیحین کی احادیث کی بابت مسلم ہے کہ کوئی ضعیف نہیں اسکے جواب میں علامہ ابن البغدادی نے فرمایا بخاری اور مسلم میں تو امام ابو حنیفہ صاحب کی جرح کی ہے انتہی۔ یہ کیسا تعجب خیز قصہ ہے اول تو بلا تحقیق حدیث کو اپنے مخالف دیکھکر غیر صحیح کہدیا۔ دوسرے بخاری و مسلم کو جن کی ثقاہت او جلالت شان پر اجماع امت ہے بے تامل مجروح کہدیا۔ تیسرے امام صاحب کا بخاری و مسلم میں جرح کرنا کیسی عجب بات ہے امام صاحب پہلے وفات پا چکے بخاری و مسلم ان سے مدت بعد پیدا ہوئے پھر امام صاحب نے ان میں پہلے سے کیسی جرح کر رکھی۔ اگر یہ قصہ صحیح ہے تو اس کی وجہ یہی ہے کہ فقیہ ابن البغدادی حنفی کو فن حدیث میں دخل نہ تھا اسوجہ سے ایسا اُن سے وقوع میں آیا۔

---

۱ اصول کی کتاب جو کشف ہے اسکے مصنف نے بھی اس حدیث کو صحیح بخاری میں بتایا ہے۔ اول غلطی غالبًا انہیں نے کھائی انہیں کی تقلید تفتازانی نے بھی لکھدیا۔ خود بخاری کو کھولکر نہ دیکھا اور نہ اور باتوں پر غور کیا جسکی وجہ تحقیقات حدیثیہ کیطرف توجہ نہ کرنا ہے

۲ کتنے محدثین نے اسکو موضوع بتایا ہے ۱۲ ۳ التاج المکلل صفحہ ۱۳۱-۱۲

وسطے زمانہ کے بڑے بڑے نامو فقہار کا حدیث سے ناواقف ہونا

علامہ[۵۱] محمد بن علا حنفی بڑے متبحر عالم تھے یہ ہندوستان میں بھی آئے تھے اور ہند میں انہوں نے علم پھیلایا بہت متورع عالم تھے مگر علامہ مقریزی لکھتے ہیں کہ معرفت سنن و آثار سے دور ہونیکی وجہ سے کچھ خلاف امور کے مرتکب ہوتے تھے اور حدیث اور المحدیث سے انحراف رکھتے تھے۔ حتیٰ[۵۳] کے نووی کے بھی کلام کو دیکھنے سے منع کرتے تھے اور کہتے تھے کہ وہ ظاہری تھا انتہی علامہ[۵۴] احمد بن سلیمان حنفی ممالک روم میں ایک بہت مشہور عالم گزرے ہیں جنکی تصانیف تین سو سے بھی زیادہ ہیں دارالسلطنت میں برابر مفتی رہے با ایں ہمہ فن حدیث میں مہارت نہ رکھتے تھے۔ حدیث میں بہت کم پایہ تھے۔ اسی طرح قاضی القضاۃ محمد بن عبداللہ حنفی مقدسی تمام علوم میں ماہر تھے اور تحصیل علوم میں انہوں نے بہت کچھ کوششیں کیں لیکن حدیث میں دخل نہ رکھتے تھے جیسا کہ خود انہیں کے قول سے ثابت ہے غرض ان تمام بیانوں سے بخوبی واضح ہے کہ اس وسطی زمانہ میں جو یہ تمام علمار و فقہار و اصحاب تصنیف و تالیف گزری ہیں انمیں سے کسی کے بڑی بڑی القاب کے ساتھ ملقب ہونے یا معزز عہدوں پر ممتاز ہونے یا عرفی بڑے فقیہ مشہور ہوتے یا صاحب تالیف و تصنیف ہونے یا امام و مجتہد فی المذہب یا بڑے عالم کہلانے سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ علم حدیث میں بھی ماہر یا اس سے واقف تھا۔ بلکہ کچھ شک نہیں کہ اس دوران کے اکثر علمار و فقہار حدیث سے ناواقف رہے اور وہ اسباب مذکورہ کی وجہ سے علم حدیث میں دخل نہ پیدا کر سکے۔ بالخصوص فقہار حنفیہ کا حدیث کیساتھ اشتغال ہمیشہ ہی سے اور بھی کم رہا۔ جیسا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے الانصاف میں تحریر فرمایا ہے۔ فقہار کا شغل احادیث سے علیحدہ رہنا اور احادیث کی تتبع نہ کرنا شاہ صاحب کے وصیت نامہ سے بھی ظاہر ہے پس اس صورت میں کوئی تعجب نہیں اگر فقہار کسی ایسے مسئلہ کے قائل رہے جو در اصل حدیث کے خلاف ہے کیونکہ ان سے ایسا ان کے حدیث کی تحصیل کی طرف توجہ نہ کرنے اور اس سے بیخبر رہنے کی وجہ سے وقوع میں آیا۔ لہذا ان بزرگوں پر نہ الزام عمداً ترک حدیث کا ہے اور نہ دھبہ بے فہمی کا۔

جن فقہار نے حدیث میں دخل پیدا کیا وہ مقلدین کے مذہب سے علیحدہ ہوگئے

اور جن لوگوں نے فن حدیث کی طرف توجہ کی اور اس کو حاصل کیا اور اس میں نظر تحقیق سے کام لیا تو ان کی کسی طرح وہ حالت نہ رہی۔

۵۱ اتحاج المکلل صفحہ ۳۲۲ یہ آٹھویں صدی کے اخیر میں ہوئے ہیں ۱۲ ۵۲ ۸۴۵ھ میں وفات پائی فقہا کا انپر ہی بہت اعتماد ہے دیکھو درمختار و شامی وغیرہ ۱۲ ۵۳ دیکھو الفوائد البہیہ للعلامۃ اللکھنوی ۱۲ ۵۴ دیکھو الفوائد البہیہ۔ انہوں نے ۹۴۰ھ میں وفات پائی ۱۲ ۵۵ یہ عبارت عنقریب آتی ہے ۱۲ ۵۶ یہ عبارت حاشیہ صفحہ ۸۷ میں گذر گئی ۱۲۔

جیسے دوسرے مقلدین فقہار کی ہے بلکہ جس نے جسقدر امام کے مذہب کی طرف داری کو علیحدہ رکھ کر انصاف وتحقیق سے کام لیا بحسب اپنے انداز طبع اور انتقال ذہن کے اتنا ہی اُس کو اپنے امام کے ان مسائل سے جو بوجوہ مذکورہ حدیث کے خلاف ان سے وقوع میں آگئے جن میں اہلحدیث کو کلام ہے علیحدہ ہونا پڑا۔ ہم اسبات کو اگر کسی قدر تفصیل کے ساتھ ثابت کرنا چاہیں تو اسکے لیے ایک مستقل ضخیم کتاب چاہیے تاہم اس جگہ دو چار صاحبوں اور چند مسائل کو بطور مثال کے ذکر کیے دیتے ہیں علامہ منصور بن محمد متوفی ۴۸۹ھ حنفی المذہب تھے۔ اور حنفی مذہب کی تائید میں تیس برس تک فریق مقابل سے مناظرے کرتے رہے۔ اتفاق کی بات ان کو حدیث کا شوق ہوا کتب حدیث کے مطالعہ میں مشغول ہوئے اس سے ان کو حنفی مذہب سے بیدلی پیدا ہوئی۔ اسی عرصہ میں سفر حج کی نوبت آئی وہاں غالباً اہل حرمین یا دیگر ممالک کے علمار محدثین سے نوبت استفادہ کی پہنچی اس سے انکے خیالات وجدید معلومات کی اور تائید ہوئی آخر انہوں نے ۴۶۸ھ میں اعلان کے ساتھ حنفی مذہب کو ترک کردیا اور شافعی مذہب کے ساتھ جو نسبتہً حدیث کے ساتھ زائد موافق ہے اپنے آپکو نامزد کیا۔ اور گو ان کے اس انتقال سے انکو سخت سخت مصائب کا سامنا ہوا اور انکے وطن کے عوام وخواص اُنکے دشمن ہو گئے۔ اور امیر بلخ سے انکی بابت تشدید کے احکام پہنچے آخر وہ وہاں سے نکل گئے۔ مگر پھر بھی وہ اپنی تحقیقات سے ہٹے نہیں اور اُسی پر قائم رہے جو انکو ثابت ہوا تھا۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی متوفی ۱۱۷۶ھ نے جب علوم حدیث میں دخل پیدا کیا۔ اور مذاہب کو دلائل سے پڑتالا تو انکو محدثین ہی کا طریقہ پسند ہوا اور اس طرز عمل پر قائم رہے جو عموماً مقلدین کا ہے چنانچہ وہ خود تحریر فرماتے ہیں وبعد ملاحظہ کتب مذاہب اربعہ واصول فقہ ایشان واحادیثے کہ متمسک ایشان ست قرار داد خاطر بمدد نور غیبی روش فقہا محدثین افتاد انتہی اور اپنے وصیتنامہ میں تحریر فرماتے ہیں در فروع پیروی علمار محدثین کہ جامع باشند میان فقہ وحدیث کردن ودر اینجا تفریعات فقہیہ بر کتاب وسنت عرض نمودن وآنچہ موافق باشد در حیز قبول آوردن والا کالائے بد بریش خاوند دادن امت را ہیچ وقت از عرض مجتہدات بر کتاب وسنت استغنائے حاصل نیست وسخن متقشفہ فقہا راکہ قول علمائے را دستا ویز ساختہ تتبع سنت را ترک کردہ اند نشنیدن ودرآن التفات نہ کردن وقرب خدا جستن بدوری ایناں انتہی

۱؎ الفوائدالبہیہ ترجمہ محمد بن الفضل ۱۲ ۲؎ شاہ صاحب نے خود ہی اپنے ترجمہ میں ایک مختصر رسالہ لکھا ہے اسی کی یہ عبارت ہے ۱۲

شاہ ولی اللہ صاحب کے خاندان کی بدولت علم حدیث ہندوستان میں پھیلا پہلے زمانہ کے ہندوستان کے علما ..... علم حدیث سے بےخبر تھے۔

شاہ صاحب کے اہل خاندان مثل شاہ عبد العزیز صاحب اور شاہ اسمٰعیل صاحب وغیرہم کا بھی تقریباً یہی رنگ تھا اسی خاندان کی فیوض و برکت سے ہندوستان میں بیشتر علم حدیث پھیلا فن حدیث کے مسلسل شیوع اور اسکے اس چرچے کی اسی با برکت خاندان سے ابتدا رہی ہے اس سے قبل ہندوستان میں علم حدیث کا رواج نہ تھا اور نہ عموماً ہند کے علما حدیث میں دخل رکھتے تھے بلکہ ہندوستان میں ہمیشہ سے فقہ حنفی کا چرچا رہا اور اسی کی حکومت رہی اور اسمیں تبحر کے اعتبار سے منقولی علم کے علما نامدار ہوتے رہے ہیں متشکل سے متفرق قرنوں میں شدہ دو چند افراد ایسے نکلتے ہیں جن کے

۵۱ مثل علامہ محمد طاہر پٹنی متوفی ۹۸۶ھ کہ انہوں نے سفر حرمین شریفین میں علم حدیث وہاں کے مشائخ مثل شیخ ابی عبید اللہ زبیدی اور سید عبد اللہ عدنی اور شیخ جار اللہ مکی اور شیخ ابن حجر مکی اور شیخ علی مدنی وغیرہم سے حاصل کیا تھا۔ اور مثل شیخ عبد الحق محدث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ یہ بھی حرمین محترمین میں مدتوں رہے اور وہیں علم حدیث کی تکمیل کی۔ دیکھو آثر الکرام وغیرہ ان کے فرزند علامہ نور الحق بھی مشہور علما سے تھے ۵۲ یہ افراد بھی غالباً وہی ہیں جو دوسرے ممالک مثل حرمین شریفین وغیرہما کا سفر کر کے وہاں کے محدثین سے علم حدیث حاصل کر کے ہندوستان میں آئے جیسا کہ تم ابھی پڑھ چکے ہو۔ شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے بھی علم حدیث سفر حج میں مشائخ حرمین سے حاصل کیا جیسا کہ خود انہوں نے تحریر فرمایا ہے ان لوگوں کا عرب میں پہنچکر یہ دولت حاصل کرنا اور علماء ہند سے اسکا نہ پا سکنا اور نیز ان پہلے کے بزرگوں سے پھر آگے کو علم حدیث کا سلسلہ نہ چلتا رہنا۔ صاف دلیل ہے کہ ہندوستان کے اہل علم میں حدیث کا رواج نہ تھا اور نہ عموماً لوگوں کو اسکی طرف توجہ تھی علامہ محمد طاہر پٹنی نے بھی اپنی تالیفات میں اسکی طرف کئی جگہ اشارہ کیا ہے چنانچہ مجمع البحار میں ایک جگہ لکھتے ہیں ان ھمم اھل البلاد الیہ فاترۃ یعنے حدیث کیطرف ان بلاد کے لوگوں کے قصد سست ہیں اور لکھتے ہیں فمقتضی احوالہم ان یکون الکلام مقتصراً علی حل الغرائب محذ وفا عنہ ما لا یخطی الامن تبحر فی ھذا الفن و تاھل لتلک الزوائد یعنی ان لوگوں کے حال کے مناسب یہ ہے کہ نادر لفظوں کا مطلب کھولدیا جائے اور زاید باتیں نہ لکھی جائیں جو اس فن کے ماہر ہی کو مزا دیتی ہیں اور ان کو جو ان کے اہل ہیں (برخلاف ہندوستان کے لوگوں کے) انتہیٰ اور لکھتے ہیں لفقد من لہ رجع من الائمۃ الاعلام فی ھذہ البلاد انتہیٰ یعنی ان بلاد میں (اس فن حدیث کا جاننے والا) کوئی بڑا عالم نہیں ہے جس کو میں یہ کتاب دکھا کر اصلاح لیتا انتہیٰ علامہ موصوف کا وہ زمانہ ہے جبکہ ہندوستان میں اسلامی شوکت نہایت قوی تھی۔ اور شاہ اکبر اہل کمال کی بڑی قدر کرتے تھے۔ شاہ اکبر نے علامہ موصوف کا بھی بہت اعزاز کیا تھا اور اپنے ہاتھ سے انکے سر پر عمامہ باندھا تھا۔ دیکھو کتب تاریخ۔ اور علامہ موصوف مغنی میں لکھتے ہیں۔ بل لا تجد عزماتھم عن طلب نفس الحدیث الا بریا واللہ المستعان علی ھذہ المصیبۃ القطعیۃ یعنی اس ملک کے لوگوں کے ارادے نفس حدیث کی طلب سے خالی ہیں (پھر اور زائد تحقیقات کا تو کیا ذکر) اس سخت بڑی مصیبت کیلئے اللہ ہی سے مدد مانگی جاتی ہے انتہیٰ ان بیانات سے ہندوستان والوں کی حدیث کیطرف سے بے توجہی اور انکا حدیث سے غیر ماہر رہنا ظاہر ہے۔ ملا جیون صاحب مؤلف نور الانوار کے جو کہ شاہ عالمگیر کے اُستاد بھی تھے حدیث میں دخل کا اندازہ تم پہلے کر چکے ہو۔ یہ باوجودیکہ عرب کو بھی گئے اور وہاں رہے جب بھی اس کی تحصیل کی طرف توجہ نہ کی جو بزرگ سلاطین کی استادی کیلئے منتخب تھے ان کی حدیث میں مہارت کا یہ حال تھا تو اور ون کا حال اسی پر اندازہ ہو سکتا ہے غرض کوئی مبصر پہلے زمانے کے دور کو آنکھ کھولکر دیکھنے کے بعد اس میں شک نہیں کر سکتا کہ ہندوستان کے اندر گذشتہ زمانے میں ہمارے زمانہ کی طرح علم حدیث کے درس و تدریس کا رواج نہ تھا اور نہ یہ فن اس طرح عام و شائع تھا اسی وجہ سے پہلے زمانے کے لوگ ان مسائل سے جواب فن حدیث کے شائع ہونے سے ظاہر ہوئے۔ عموماً ناواقف رہے پس ان لوگوں کے ان مسائل پر کاربند نہونے یا اُن کے ان مسائل کے قائل نہ ہونے یا ان کے خلاف کے قائل ہونے پر کوئی تعجب نہیں لیکن جو لوگ واقعات پر غور نہیں کرتے ان کو تعجب ہے کہ ہندوستان میں اتنی مدت

(البقیہ بصفحہ آئندہ)

حدیث میں دخل کا پتہ ملتا ہے لیکن اس میں شبہ نہیں کہ حدیث کا عام رواج نہ تھا اور نہ مسلسل اسکا سلسلہ قائم تھا جیسا کہ فن تاریخ پر نظر رکھنے والے جانتے ہیں۔ اسکے علاوہ ایک قوی شہادت یہ بھی موجود ہے کہ اگر ہندوستان میں لگاتار حدیث کا رواج رہا ہوتا تو آج ہم تحصیل وتکمیل علم حدیث کی بکثرت ایسی سندیں پاتے جو علمار ہندوستان کے سلسلہ سے ہم تک پہنچتیں۔ برخلاف اسکے ہم تو دیکھتے ہیں کہ دو ایک ناموں کے بعد عموماً سندوں میں عرب کو سلسلہ رجوع کر جاتا ہے اور آگے علمار ہندوستان کا نام نہیں آتا۔ حالانکہ اسلام اور اسلامی سلطنت کو ہندوستان میں آئے صدہا برس گذر گئے اور مدت سے ہندوستان علوم کا گھر اور علمار کا مرکز بنا رہا لیکن ہم اور علوم کی طرح ہندوستان کے آثار باقیہ میں سے علم حدیث کا اثر ونشان نہیں پاتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ہندوستان میں علم حدیث کا رواج ہی نہ تھا اور نہ عام طور پر لوگ اس میں دخل پیدا کرتے تھے اور یہ تو ابھی تھوڑے دنوں کی باتیں ہیں کہ بیشتر فن حدیث کے درس وتدریس کا مدار جہانتک ہم جانتے ہیں مشکوٰۃ شریف پر تھا۔ اور وہ بھی بطور تبرک کے اسکے پڑھنے پڑھانے والا محدث کہلاتا تھا۔ علم حدیث کے درس وتدریس کا اس کثرت سے رواج تھوڑے ہی عرصہ سے ہولاہے

اور چونکہ یہ رواج قریب زمانے ہی سے ہے اسوجہ سے ہندوستان کے لوگ مسائل حدیثیہ اور مذہب اہلحدیث سے بالکل اجنبی ہیں لہٰذا وہ مسائل حدیث سنکر	سمر لوگوں کی مذہب اہلحدیث پر تعجب کرنے کی وجہ

بہت تعجب کی نگاہوں سے دیکھتے ہیں بالخصوص سمر لوگ کہ وہ بالکل ہی نظر انکار رکھتے ہیں اور کسی طرح ان کو ماننا نہیں چاہتے۔ انکو بڑا تعجب یہ ہے کہ ہم نے بڑے بڑے عالم دیکھے اُن سے ہم نے کبھی یہ باتیں نہیں سنیں حالانکہ وہ عالم ایسی حالت میں گزر گئے کہ ان کو اُس علم میں

(بقیہ صفحہ گزشتہ) سے سلطنت اسلامی رہی اور ہندوستان میں بڑے بڑے عالم گزرے یہ نئی باتیں پہلے کبھی سننے میں نہین آئین اگر یہ لوگ ان تمام واقعات وتحقیقات کو جو ہم نے لکھین نظر غور وانصاف سے پڑہین تو ان کے یہ سارے شبہے وتعجب انشاء اللہ رفع ہو جائین ۱۲

۱؎ شاہ صاحب نے جہاں اپنے تحصیل علوم کا حال لکھا ہے اور لکھا ہے کہ فنون متعارفہ سے بحسب رسم ان دیار کے فراغت حاصل کی تو صرف مشکوٰۃ شریف اور بخاری تا کتاب الطہارت پڑھنا بتایا ہے اور اس سے بہت مدت کے بعد حرمین کے سفر کی نوبت آئی ۱۲

جسکی بدولت ان تحقیقات پر دسترس ہوئی ہے اسوقت تک اسکے شیوع نہ ہونے کی وجہ سے دخل نہ ہوا تھا۔ یا انہوں نے اس کو ایسی جدت کے زمانہ میں دیکھا کہ تعجب و اجنبیت نے اُن کو آگے قدم نہ رکھنے دیا۔ یا ان وجوہ میں سے کوئی وجہ پیش آئی جو ہم آگے لکھنے والے ہیں۔

ہندوستان میں شیوع حدیث کے بعد اہل علم کے مسلک میں ایک عظیم انقلاب وقوع میں آیا اور تمذہب تقلید پر قائم نہ رہے

بہر حال علم حدیث نے جب سے ہندوستان میں رواج پایا اور اس کا درس و تدریس جاری ہوا اکثر اہل علم کے مسلک و تحقیق میں ایک عظیم انقلاب واقع ہو گیا۔ اور اُنکی وہ حالت نہ رہی جو پہلے کے فقہاء مقلدین کی تھی اور جوں جوں وہ حدیث کے اثر سے متاثر ہوتے جاتے ہیں محدثین کے مسلک کو اختیار کرتے جاتے ہیں اور اپنے امام کے ان مسائل کو جن میں محدثین ان سے جدا ہیں چھوڑتے جاتے ہیں پس یہ تمام افراد اسی کی مثال ہیں جسکی مثالیں ہم یہاں ذکر کرنا چاہتے ہیں اور اسی بحث کی ایک مثال مولانا عبد الحی صاحب مرحوم لکھنوی ہیں جب انہوں نے علم حدیث میں مہارت حاصل کی تو انکو مسلک محدثین کے ساتھ موافقت اور اپنے امام سے بہت سے مسائل میں مخالفت کرنا پڑی جیسا کہ اُنکی مصنفات شاہد ہیں بعض نظیریں ہم بھی آگے ذکر کریں گے اور وہ خود صاف طور سے لکھ رہے ہیں[۲]۔ جو شخص نظر انصاف سے کام لے گا اور فقہ و اصول کے دریا میں غوطہ زنی

۱؎ کیونکہ ہندوستان کے جسقدر علماء اہل حدیث ہوئے یا ہیں وہ سب پہلے حنفی ہی تھے یا حنفی گھرانے کے۔ علم حدیث کے درس و تدریس اور اس کے اثر نے انکو ایسا بنا دیا۔ ہمارے شہر کے افضل مشائخ صوفیہ (فیما احسب) حضرت شاہ مولوی عبد الواجد خاں صاحب نقشبندی مجددی ادام اللہ فیوضہم جو ہمارے ہاں کے مسلمانوں میں اعلیٰ طبقہ کے رئیس بھی ہیں کیا خوب فرمایا کرتے ہیں جو حدیث پڑھے پڑھائے گا وہ کہاں تک وہابی نہ ہو گا۔ حقیقت میں حدیث کا یہی اثر ہے اور بعض طبائع میں باوجودیکہ وہ حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں جو یہ اثر نہیں پیدا ہوتا تو ظاہر ہے کہ مجرد فاعل کے وجود سے اثر کا تحقق ضرور نہیں جبتک کہ قابل میں قابلیت اور وجود شرائط و رفع موانع نہ ہو۔ بیت باران کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ٭ در باغ لالہ روید و در شورہ بوم خس ٭ ان شرائط و موانع کی شرح متفرق طور پر ہماری اس تحریر میں بھی بغور پڑھنے سے مل سکتی ہے باینہمہ گو وہ اہل حدیث کی مخالفت کرتے ہیں تاہم اہل حدیث کے ساتھ اس سختی کا برتاؤ نہیں برت سکتے جیسا کہ بالکل ناواقف برتتے ہیں۔ ہم بعض علماء دیوبند وغیرہم کو جانتے ہیں کہ گو وہ ایک حد تک اہل حدیث سے علیحدہ ہیں مگر وہ اہل حدیث کے ساتھ اسطرح نہیں پیش آتے جیسے اور لوگ پیش آتے ہیں۔ بلکہ وہ اہل حدیث کے پیچھے نماز پڑھنے سے بھی انکار نہیں رکھتے یہ ان کے علم و انصاف کا اثر ہے۔ کاش مسلمانوں کی خوش قسمتی سے عموماً مسلمانوں میں مسائل فرعیہ کے اختلافات کے موقعوں میں ایسی حالت پیدا ہو جائے کہ وہ اس قسم کے اختلافوں کو ویسا ہی سمجھیں جیسا کہ سلف کے بزرگوں میں تھا کہ باوجود باہم بکثرت اختلاف رکھنے کے الفت و محبت آپس میں ویسی ہی رکھتے تھے جیسے مسلمانوں کو باہم رکھنا چاہئے اگر ایسا ہو جائے تو کاہے کو یہ روز کے جھگڑے رگڑے ہوں

۲؎ دیکھو امام الکلام کی عبارت یہ ہے من نظر بنظر الانصاف وغاص فی بحار الفقہ والاصول متجنبا عن الاعتساف یعلم علما یقینیا ان اکثر المسائل الفرعیۃ والاصلیۃ التی اختلف العلماء فیہا فمذہب المحدثین فیہا اقوی من مذاہب غیرہم وانی کلما اسیر فی شعب الاختلاف اجد قول المحدثین فیہ قریبا من الانصاف فللہ درہم وعلیہ شکرہم کیف لا وہم ورثۃ النبی صلی اللہ

سے علیحدہ ہوکر غوطے لگائیگا وہ یقیناً جان لیگا۔ کہ اکثر مسائل فرعیہ فقہیہ و اصلیہ جن میں علما نے اختلاف کیا ہے تو محدثین ہی کا مذہب ان مسائل میں اُنکے غیر سے قوی تر ہے اور میں جب اختلاف کی گھاٹیوں میں سیر کرتا ہوں تو محدثین کا قول اختلافی بات میں انصاف سے قریب پاتا ہوں پس اللہ ہی کیلیے ہے خوبی اُنکی اور اسی کے ذمہ ہے قدر دانی اُنکی۔ کیوں نہو۔ حالانکہ وہی لوگ حقیقت میں نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وارث ہیں اور اسکی شریعت کے سچے نواب ہیں اللہ میرا حشر اُنکے ہی زمرہ میں کرے اور مجھ کو انکی محبت اور انکے طریقے پر دنیا سے اٹھائے انتہے چونکہ مولٰنا مرحوم صاحب نے حدیث سے واقفیت پیدا کی اور نظر اعتدال سے کام لیا ان کو اقرار کرنا پڑا کہ اہلحدیث ہی کا مذہب انکے فریق مقابل کے مقابلہ میں صحیح تر ہے اسی طرح اور محققین کا یہی حال ہے۔ غرض کہ ان مسائل میں جن میں اہلحدیث کو خلاف ہے واقفیت حاصل کرنیوالوں کو بجسب موافقت اسباب ضرور انہیں امام کے قول سے علیحدہ ہونا پڑا نظیر کے طور پر انہیں مسائل کو جن میں آجکل بہت کچھ جھگڑا کیا جاتا ہے اور انپر عمل کرنیوالوں کو سخت بُری بُری نگاہوں سے دیکھا جاتا ہے۔ دیکھو۔

رفع یدین وغیرہ اختلافی مسائل میں فریق مقابل کا مجبوراً اقرار کرنا

رفع البدین حنفی مذہب ہے کہ سوائے تکبیر تحریمہ کے رفع یدین نہ کیا جائے لیکن عصام[۱] بن یوسف بلخی جو طبقات حنفیہ میں شمار ہیں رفع الیدین کرتے تھے اس لیے کہ وہ حدیث سے واقف تھے۔ انکو اُسکا ثبوت ہوگیا تھا۔ اور شیخ عبد[۲] الحق محدث دہلوی لکھتے ہیں مارا ازیں چارہ نیست کہ اقرار نمیت ہر دو فعل کنیم انتہے۔ اور شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں[۳] حق میرے نزدیک اس قسم کے مواقع میں یہ ہے کہ سب طریقے سنت ہیں اسکی مثال وتر ہے ایک رکعت کے ساتھ اور تین رکعت کے ساتھ سب طرح درست ہے اور جو شخص رفع البدین کرتا ہے وہ مجھ کو زیادہ محبوب ہے اس شخص سے جو نہیں کرتا۔ کیونکہ رفع البدین کے ثبوت کی حدیثیں شمار میں اور قوت میں دونوں باتوں میں بڑھ کر ہیں انتہے اور جناب مولوی عبد الحی صاحب مرحوم لکھتے ہیں[۵] جسقدر

---

۱ امام طحاوی کا مذہب حنفی کی بکثرت مخالفت کرنا تم پہلے پڑھ چکے ہو ۱۲ ۲ دیکھو الفوائد البہیہ از طبقات قاری عبارت یہ ہے وکان صاحب حدیث یرفع یدیہ عند الرکوع وعند رفع الراس منہ انتہی یعنے رکوع کو جاتے وقت اور رکوع سے اٹھتے وقت رفع البدین کرتے تھے ۱۲ ۳ دیکھو شرح سفر السعادت ۴ حجۃ اللہ کی عبارت یہ ہے والحق عندی فی مثل ذلک ان الکل سنۃ ونظیرہ الوتر برکعۃ واحدۃ وبثلاث والذی یرفع احب الی ممن لا یرفع فان احادیث الرفع اکثر واثبت انتہی ص ۲۰۶ ۵ دیکھو تعلیق الممجد عبارت یہ ہے والقدر المتحقق فی ہذا الباب ہو ثبوت الرفع وترکہ کلیہما عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الا ان رواۃ الرفع من الصحابۃ جم غفیر ورواۃ الترک جماعۃ قلیلۃ مع عدم صحۃ الطرق عنہم الا عن ابن مسعود وکذلک ثبت الترک عن ابن مسعود واصحابہ فاذا نختار ان الرفع لیس بسنۃ مؤکدۃ یلام تارکہا الا ان ثبوتہ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اکثر وارجح ۱۲ انتہی

ان ہاں ہیں تحقیق سے ثابت ہوا وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے رفع الیدین کا ثبوت اور ترک دونوں ثابت ہیں۔ مگر رفع الیدین کے ثبوت کے روایت کرنے والے صحابہ ایک جماعت کثیرہ ہیں اور ترک کے روایت کرنیوالے جماعت قلیل اور باوجود اس قلت کے بجز ابن مسعود رضؓ کی روایت کے اور کی روایتوں کی سندیں بھی صحیح نہیں۔ اور خود ابن مسعود اور اُن کے شاگردوں سے بھی ترک معتبر سندوں سے ثابت نہیں لیس ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ رفع الیدین سنت تو ہے لیکن سنت مؤکدہ نہیں کہ جسکے ترک کرنے والے کو ملامت کی جائے۔ مگر پیغمبر صاحب سے رفع الیدین کا ثبوت زیادہ[1] تر اور راجح تر ہے انتہے **آمین بالجہر** حنفی مذہب ہے کہ زور سے آمین نہ کہی جائے بلکہ چپکے کہی جائے لیکن ابن الہمام حنفی فتح القدیر[2] شرح ہدایہ میں اسکی بحث لکھنے کے بعد جو اپنی تحقیق و رائے بتاتے ہیں وہ آمین بالجہر ہے۔ اور امیر ابن الحاج حلیہ شرح منیۃ المصلی میں لکھتے ہیں[3] ہمارے مشائخ حنفیہ نے جو اپنے مذہب آمین بالخفا کی دلیل کی ترجیح بیان کی وہ غور کرنے والے کے سامنے نقصان سے خالی نہیں انتہے اسکے بعد ابن الہمام کی ترجیح آمین بالجہر والے قول کو نقل کیا علامہ زیلعیؒ[4] نے بھی آمین بالخفار کی حدیث کی تضعیف کی اور آمین بالجہر کی حدیث کی تصحیح۔ اور شاہ عبد الحق دہلوی لمعات میں لکھتے ہیں[5] ظاہر یہ ہے کہ دونوں طور پر سمجھا جائے کبھی یہ کبھی وہ انتہے اور اشعۃ اللمعات میں لکھتے ہیں حدیث در جانب جہر بیشتر و صحیح تر آمدہ۔ انتہے اور علامہ لکھنوی مرحوم لکھتے ہیں[6] انصاف یہ ہے کہ دلیل کے رو سے زور سے آمین کہنا قوی ہے انتہے **قرأۃ فاتحۃ خلف الامام** حنفی مذہب ہے کہ امام کے پیچھے مقتدی کو قرآن پڑھنا منع ہے خواہ جہری نماز ہو خواہ سری۔ لیکن عینی حنفی شرح صحیح بخاری میں لکھتے ہیں[7] ہمارے بعض مشائخ اُسکو پیچھے امام کے سورہ فاتحہ پڑھ لینے کو احتیاطاً پسند کرتے ہیں۔ سب نمازوں میں اور بعض مشائخ صرف سری نمازوں میں۔ فقہاء حجاز و شام اسی پر ہیں انتہے

ف۱ علامہ مجد الدین فیروز آبادی صاحب قاموس۔ سفر سعادت میں لکھتے ہیں کہ رفع الیدین کے ثبوت میں ۴۰۰ روایتیں صحیح ثابت ہوئی ہیں انتہے اور جلال الدین سیوطی نے رفع الیدین کی حدیث کو متواتر حدیثوں میں داخل کیا۔ رفع الیدین کی روایت تمام عشرہ مبشرہ سے ثابت ہے ایسی دوسری کوئی روایت بہت کم ہو سکتی ہے اور بیہقی کی روایت میں تصریح موجود ہے کہ رفع الیدین پیغمبر صاحب نے اپنی وفات تک کیا لہٰذا منسوخ ہونے کا بھی احتمال نہیں رہا اس کے علاوہ مجرد دعوی نسخ سے نسخ ثابت نہیں ہو سکتا ۱۲ ف۲ دیکھو جلد اول صفحہ ۱۲۰ مطبوعہ مطبع نولکشور ۱۲۔

ف۳ عبارت یہ ہے ووجہ مشائخنا ما للمذہب بما لایعری عن شئ لمتأمل انتہی ف۴ دیکھو تخریج ہدایہ ۱۲ ف۵ عبارت یہ ہے والظاہر الحمل علی کلا العملین تارۃ فتارۃ انتہی ۱۲ ف۶ التعلیق الممجد۔ عبارت یہ ہے والانصاف ان الجہر اقوی من حیث الدلیل انتہی ۱۲ ف۷ عبارت یہ ہے وبعض مشائخنا یستحسنون ذلک علی سبیل الاحتیاط فی جمیع الصلوۃ وبعضہم فی السریۃ فقط وعلیہ فقہاء الحجاز والشام۔ انتہی ۱۲

اور ملا جیون تفسیر احمدی میں لکھتے ہیں[1] اگر تم گروہ صوفیہ اور مشائخ حنفیہ کو دیکھو تو پاؤ گے کہ وہ مقتدی کے لیے فاتحہ کا پڑھنا مستحسن رکھتے ہیں جیسا کہ امام محمد نے اس کو مستحسن رکھا ہے احتیاطاً انتہے شاہ ولی اللہ صاحب[2] بھی مقتدی کے لیے جواز قراۃ فاتحہ کے قائل ہوئے ہیں۔ خواہ نماز سری ہو یا جہری لیکن جہری میں سکتات امام کے وقت پڑھے[3] یہی مولوی عبدالحی صاحب مرحوم نے بھی اختیار فرمایا۔ حضرت[4] مرزا مظہر جان جاناں صاحب بھی سریہ میں قراۃ کو افضل فرماتے تھے وضع الایدی علی الصدر حنفی مذہب ہو نماز میں ناف سے نیچے ہاتھ باندھے جاویں لیکن حضرت مرزا مظہر جان جاناں صاحب سینہ پر ہاتھ باندھتے تھے چنانچہ معمولات مظہریہ میں ہے۔ ودست برابر سینہ می بستند وے فرمودند کہ این روایت ارجح است از روایات زیر ناف انتہے مولنٰنا عبدالحی صاحب مرحوم[5] نے پیغمبر صاحب کے ناف سے اوپر سینہ کے پاس ہاتھ باندھنے کے ثبوت کا اقرار کیا ہے یہ چار[6] مسئلے ہم نے صرف بطور مثال کے لکھے ورنہ مسائل اس قسم کے ہزاروں ہیں جن میں واقفیت حاصل کرنے والوں نے اپنے امام کے مذہب کے خلاف کی حقانیت کا اقرار کیا اور اس کو اختیار کیا ہے۔

کتب فقہ میں فقہا کا مسائل خلاف حدیث کی اصلاح کی طرف توجہ کرنا

لیکن افسوس ہے کہ اس سے اصل مذہب کو فائدہ نہ پہنچا۔ اگر اس قسم کے فقہاء کے اقوال اصل مذہب میں شامل کر لیے جاتے اور فقہ کی ان کتابوں میں جن پر مدار عمل ہے داخل ہو جاتے اور وہ مسائل جو خلاف حدیث ثابت ہوئے تھے خارج کر دیئے جاتے ....

.... تو ان مذاہب کی بہت کچھ اصلاح ہو گئی ہوتی۔ مگر ایسا نہ کیا گیا۔ انہیں مسائل کو دیکھو جن کو ہم نے نظیر کے طور پر پیش کیا ہے باوجودیکہ کیسے کیسے بزرگان قوم اور عالی پایہ فقہاء نے انکی صحت کا اقرار کیا لیکن عموماً مقلدین کا ان پر عمل کرنے سے جو انکار اور اُن پر عمل کرنے والوں سے جو نفرت ہے وہ پوشیدہ نہیں ہے یہ۔

---

[1] عبارت یہ ہے فان رایت الطائفة الصوفیة والمشائخین الحنفیة تراهم یستحسنون قراءة الفاتحة للمؤتم کما استحسنه محمد ایضا احتیاطا انتہی ۱۲

[2] حجۃ اللہ صفحہ ۔ ۲ صدیقی مطبع ۱۲ [3] دیکھو التعلیق الممجد وغیرہ ۱۲ [4] دیکھو معمولات مظہریہ ۱۲ [5] عمدۃ الرعایہ

[6] مولوی رشید احمد صاحب نے جو ان چاروں مسائل میں اپنے مذہب کے خلاف کے صحت وثبوت کا اقرار کیا ہے جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے اگر وہ اسی طرح ہے جیسا کہ ایک عالم بمقتضائے تحقیق اقرار کرتا ہے (نہ اس وجہ سے جو ہم پہلے ذکر کر چکے ہیں جس کے ثبوت میں ہمارے پاس کئی دلیلیں موجود ہیں) تو وہ بھی اس موقع پر ذکر کئے جانے کی ایک حد تک مناسبت رکھتا ہے اور اس صورت میں ہم اپنی مذکورہ بالا وجہ کو ہمارے پاس اس کا ثبوت سہی معذرت کے ساتھ واپس لیں گے ۱۲

حنفی مذہب کے متعلق اس کتاب میں زیادہ بحث ہونے کی وجہ

اَمثلہ ہم نے بالتخصیص حنفی مذہب کے متعلق اس وجہ سے بیان کیں کہ بیشتر ہمارا روئے سخن حنفیہ کیطرف ہے کیونکہ عموماً وہی ہمارے ہم ملک ہیں جن کو ساتھ ہم کو تخاطب ہے اور یہی وجہ دیگر مباحث میں بھی انہیں کے متعلق زیادہ کلام کرنیکی ہے ورنہ مثالیں ہمارے سامنے دوسرے مذاہب کی بھی موجود ہیں جنہیں انکے واقف کار علماء نے دلائل حدیثیہ کی وجہ سے اپنے اپنے مذہب سے علیحدگی کی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ اس قسم کے علماء بقدر حصہ رسدی بہ نسبت مقلد کہے جانے کے زیادہ مستحق ہیں کہ انکو اہلحدیث کہا جائے الحاصل فن حدیث کے مدون ہوجانے کے بعد فقہاء مقلدین کا ان مسائل پر قائم رہنا جو تحقیق سے حدیث کے خلاف ثابت ہوتے ہیں محل تعجب نہیں اس لیے کہ عموماً فقہاء بوجوہ چند در چند حدیث میں دخل تام پیدا کر سکے لہذا ان کے حق میں اُس کا

فقہا یا امام صاحب کی نسبت جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بنظر احقاق حق ہے نہ بہ نیت تنقیص

۱۵ اسلامی برکتوں میں سے ایک برکت یہ بھی ہے کہ اس میں بغرض حفظ دین و احقاق حق اصلی واقعات کے اظہار میں حرج نہیں سمجھا گیا اسیوجہ سے ہمیشہ بھلی بات ہو یا بری خواہ کسی بڑے کے متعلق ہو یا چھوٹے کے علماء اسلام صاف صاف ظاہر کرتے رہے فن رجال میں جس پر حدیث کا مدار ہے یہی بحث ہے۔ یہی وہ صفائی ہے جسنے باوجود بعد زمانے اور طرح طرح کے انقلابات کے اصل دین کو محفوظ رکھا۔ ہم نے جو حضرت امام صاحب یا فقہا کی بابت حدیث کے متعلق بحث لکھی وہ بھی اسیغرض سے اور اسیطور پر ہے ورنہ ظاہر ہے کہ ہماری فقہاء رحمہم اللہ سے نہ کوئی عداوت اور نہ کوئی اور ایسا تعلق ہے جس سے ہم ان کی عیب گیری کے درپے ہوں بلکہ علاوہ اس کے کہ وہ بزرگان کرام ہمارے پیشوا اور معزز گروہ اہل علم میں سے ہمارے پیشرو ہیں۔ ہم انکے احسانات سے سبکدوش نہیں۔ ہم انکے علم اور انکی تصانیف سے فائدے اُٹھاتے ہیں۔ اور حقیقت میں کبھی متاخر طبقہ متقدم طبقہ کے احسانات کو فراموش نہیں کر سکتا کیونکہ انہیں کے توسط سے اس نے دین پایا ہے اور انہیں کا طفیلی ہے۔ پھر کس منہ سے انکی توہین کر سکتا ہے اور بڑا بدنصیب ہے جو علماء سلف کیساتھ بے ادبی کرے۔ لہذا ہر مومن کو لازم ہے کہ تمام علماء کا ادب ملحوظ رکھے۔ اور کوئی شک نہیں کہ بے ادب کا اور علماء سابقین کی تعظیم ملحوظ نہ رکھنے والے اور ان کی بدگوئی کرنیوالے کا نور ایمان جاتا رہتا ہے۔ اور فرضاً اگر انہیں سے کسی میں کوئی ایسی بات ہو ہی جو نہ ہونا چاہیے تھی۔ تو ہمکو اس میں پڑنے کی کیا ضرورت۔ ان کا معاملہ ان کے اپنے رب کے ساتھ ہے فانہم قد افضوا الی ما قدموا اسکے علاوہ اگر غور کیا جائے تو ان سے صد ہا درجہ زائد ہم محل عیب ہیں۔ بہرحال حرام اور قطعی ناجائز ہے کہ کوئی شخص کسی عالم کی نسبت بلا اس خاص ضرورت و نیت کے جو ہم پہلے ذکر کر چکے کوئی بات منہ سے نکالے گو وہ بات واقعی ہو۔ اور اس خاص ضرورت میں بھی لائق نہیں کہ عیب گیری کے عنوان میں بیان کرے۔ الٰہٰی ہمارا اسپر بھی اس بحث کے لکھنے سے دل متنفر تھا اور اللہ تعالیٰ شاہد ہے ہم نے بعض اسکے متعلق بیانات جان کر چھوڑ دیئے۔ پھر بھی ہم ڈرتے ہیں کہ کوئی ناحق پسند اس محققانہ بحث کو نہ جھکر کہیں جوش تعصب میں ہمارا بدلہ پورا کرنے کے لیے محدثین کی عیب چینی کر کر اپنے آپکو گنہگار نہ بنائے مگر یاد رہے اگر وہ کسی محدث کی عیب چینی انکی درایت میں کرے تو ہم کب محدثین کو درایت میں معصوم قرار دیتے ہیں۔ اور اگر روایت کی رو سے انکی عیب چینی کر کے ان کو روایۃً بے اعتبار ثابت کرنا چاہیے تو وہ ہمکو نہیں ستائے گا بلکہ وہ اسلام کو ڈھانے کا قصد کرتا ہے اور اگر کسیکو ہمارا ہی دل دکھانا منظور ہے تو ہم خود اسکو گر بتائے دیتے ہیں۔ محدثین ہوں یا فقہاء جس کسیکی نسبت خواہ مدح کی ہو یا ذم کی وہ بات کہی جائے جو واقعی ہے اس سے کبھی ہمارا دل نہیں دکھنے کا اور نیز ان میں سے کسی صاحب کی بابت وہ بات کہی جائے جو واقعی نہیں اس سے ضرور ہمارا دل دکھے گا۔ لہذا اگر ان کو ہمارا ہی دل دکھانا منظور ہے بس خلاف واقع باتیں لکھیں اور ہم قسمیہ لکھتے ہیں کہ ہمارا ان بیانات سے ہرگز یہ مقصود نہیں کہ ہم ناحق کسیکا دل دکھائیں۔ اگر ہم ایسا کرتے ہیں تو خود گنہگار ہیں۔ ۱۲

مدون ہونا نہ ہونا یکساں ہے اور جنہوں نے محدثین کی طرح حدیث میں دخل پیدا کیا تو وہ لوگ ان مسائل پر دیگر مقلدین کی طرح قائم نہ رہے۔

فقہاء کے خلاف حدیث مسائل پر قائم رہنے کی وجوہ اور انکی چند مثالیں

ایک بات اور ہے اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ افراد انسانی طبائع کی وضع و انداز میں مختلف واقع ہوئے ہیں۔ بعض طبیعتیں توسط، سلامت روی انصاف پسندی کا حصہ وافر رکھتی ہیں اور بعض اس وصف و شان کی نہیں ہوتیں اسی طرح بعض مزاجوں میں ایک قسم کی سختی۔ جس مذہب میں پیدا ہوئے ہیں یا جس کیطرف منسوب ہیں، سکا پاس اور اس کی طرفداری مرکوز ہوتی ہے اور وہ اُسکے درست ثابت کرنے میں ایک حد تک ساعی رہتے ہیں۔ اور بعض ایسے نہیں ہوتے بلکہ وہ تحقیق کے سامنے ذرا بھی ان باتوں کا لحاظ نہیں کرتے اس وجہ سے بہت ایسا ہوتا ہے کہ ایک مسئلہ کے جسقدر دلایل ہوتے ہیں وہ سب فراہم و موجود ہوتے ہیں لیکن نتیجہ ان سے مختلف اخذ کیا جاتا ہے اور مختلف الطبائع اہل علم اس میں باہم مختلف رہتے ہیں حالانکہ فریقین اسکے تمام دلائل و وجوہات کو دیکھ رہے ہیں زمانہ مابعد میں آپس میں **خلاف قائم** رہنے کی ایک یہ بھی وجہ ہے ہم نہیں کہتے کہ ان فریقین میں سے کوئی فریق جان بوجھ کر حق سے انکار کرتا ہے یا عمداً صحیح بات کا رد کرتا ہے۔ بلکہ اُنکی طبیعت کا انداز ہے کہ اُن کو وہی صحیح بتاتا ہے جس پر وہ قائم ہیں۔ لیکن اس میں شک نہیں کہ نفس الامر میں حق پر ایک ہی ہوتا ہے اور بعض دوسری فریق پر تشدد برتنے یا متعصب ہونے وغیرہ کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ مثالاً بعض اصحاب کے نام یہاں پر بتاتے ہیں۔ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں[۱] کہ **ملک عیسی** بن سیف الدین حنفی المذہب تھے۔ اپنے مذہب میں متعصب تھے۔ طبقات ملا علی قاری حنفی میں ہے مذہب ابی حنیفہ کے اندر تعصب میں بڑے غالی تھے[۲] **محمد بن شجاع حنفی**۔ فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں[۳] علم کے دریاؤں میں سے تھے انکی تصنیفات تصحیح الآثار۔ کتاب النوادر وغیرہ ہے زکریا بن محمد ساجی کہتے ہیں محمد بن شجاع بڑے جھوٹے تھے امام ابو حنیفہ کے مذہب کی نصرت کے لیے حدیث رسول کے ابطال میں حیلے بناتے تھے

---

[۱] اس موقع پر ہم نے فواید بہیہ سے نقل کرنا اسوجہ سے زیادہ مناسب سمجھا کہ وہ مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم کی تالیف ہے جو خود اپنے آپکو حنفی لکھتے تھے اور اصل میں تھے بھی حنفی۔ انہوں نے حنفی مذہب سے جہاں جہاں تجاوز کیا تو جبھی کیا ہے کہ ان کی تحقیقات اور انکے علم ایسے قایم رہنے کی ذرا بھی ان کو گنجایش نہ دیتا تھا اور کچھ شک نہیں کہ حنفیہ کیلیئے ان کا وجود قابل فخر ہے ۱۲

[۲] عبارت یہ ہے کان حنفی المذہب متعصباً للمذہب وفی طبقات القاری کان منتہیا فی التعصب لمذہب ابی حنیفہ انتہی ۱۲ [۳] عبارت یہ ہے من بحور العلم له کتاب تصحیح الآثار وکتاب النوادر وغیرہ قال زکریا بن محمد الساجی کان محمد بن شجاع کذاباً احتال فی ابطال حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نصرة لابی حنیفة انتہی ملخصاً

انتہے شیخ الاسلام احمد بن محمد حنفی۔ فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں ذہبی نے سمعانی سے نقل کیا کہ آخر میں اُن کو مذہبی
تعصب بہت ہوگیا تھا۔ یہانتک اسکا نتیجہ پہنچا کہ علماء کو وحشت میں ڈالدیا اور قوموں میں عداوت پھیلا
دی۔ حتی کہ ممبروں پر بیٹھ کر لعنت کی نوبت پہنچی انتہے۔ امیر کاتب عمید فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں نہ
حنفیوں کے اندر سردار تھے لغت و فقہ میں پیش پیش تھے۔ اپنے آپ کو بہت بڑا جانتے تھے مخالفین
کے ساتھ سخت تعصب رکھتے تھے۔ چنانچہ انکے الفاظ جو انکی تصانیف مثل شرح منتخب حسامی اور شرح ہدایہ
میں واقع ہیں وہ اس پر دلالت کرتے ہیں اپنے مخالف کے ساتھ زبان درازی کرنے والے تھے شافعیہ
سے عداوت رکھتے تھے۔ اس میں انہوں نے بڑی کوشش کی رفع الیدین کرنے سے نماز کے فاسد ہو
جانے کا حکم لگا دیا تھا۔ آخر سبکی نے ان کا رد کیا تب انہوں نے اس مسئلہ سے رجوع کیا انتہے محمود
ابن احمد عینی حنفی فوائد بہیہ میں لکھتے ہیں اگر دین میں تعصب مذہبی کی بو نہ ہوتی تو یہ بہت اچھے آدمی تھے
انتہے ملا علی قاری مقدمۃ التعلیق الممجد علی مؤطا محمد میں ملا علی قاری کی تصانیف کی تعریف کرتے کے بعد لکھتے
ہیں انکی بعض تصانیف میں جو مذہبی تعصب کی بو ہے اگر وہ نہ ہوتی تو بہت اچھی ہوتیں انتہے اسی قسم کے
الفاظ امام طحاوی اور ابن الہمام کی نسبت بھی کہے گئے ہیں اس قسم اور اس وضع و انداز کے
لوگوں میں سے اگر کسی نے اپنے مذہب کے خلاف کسی مسئلہ کا اقرار کیا تو وہ بہت ہی قابل قدر
ہے لیکن جن مسائل میں جن میں فریق مقابل کے پاس قوی دلائل موجود ہیں انہوں نے ایسا نہیں
کیا۔ ایک منصف مزاج کے نزدیک اُن کا ایسا نہ کرنا گو وہ لوگ حدیث میں دخل رکھتے ہوں کوئی اثر
پیدا نہیں کر سکتا اور نہ اُن کی باوجود حدیث دانی کے اگر وہ حدیث دان تھے حدیث کے خلاف
کہتے رہنے پر کوئی تعجب ہے کیونکہ یہ اُن کی طبیعت کے خاص انداز کا اثر ہے پس نہ ہم اُن کو مخالفت
حدیث کا الزام دے سکتے ہیں اور نہ قابل تعجب کج فہمی یا بے فہمی کے عمل میں لانے کا اس خاص وضع انداز
کے سوا ایک بات اور بھی ہے بعض اوقات آدمی کسی مسئلہ کی بابت دلائل سنتا اور دیکھ لیتا ہے اور وجہ استدلال

---

١ عبارت یہ ہے قال الذہبی عن ابن السمعانی تعصب آخرا في المذهب حتى ادى الى ايحاش العلماء واغراء الطوائف حتى
لعنوا على المنابر انتہی ٢ كان راسا في الحنفية بارعا في الفقه واللغة كثير الاعجاب بنفسه شديد التعصب على من خالفه
يدل عليه كلماته الواقعة في تصانيفه كشرح المنتخب الحسامي وشرح الهداية بسيط اللسان على من خالفه معاديا للشافعية
واجتهد في ذلك حكم ببطلان الصلوة برفع اليدين فرد عليه السبكي فرجع انتہی ٣ ولو لم يكن فيه رائحة التعصب
المذهبي لكان اجود اجود انتہی ٤ ولولا ما في بعضها من رائحة التعصب المذهبي لكان اجود واجود انتہی
٥ چنانچہ اوپر مذکور ہو چکا دیکھو حاشیہ صفحہ ١٣٥

بھی اُس کو معلوم ہوجاتی ہو۔ لیکن ان دلائل سے اُس نتیجہ کی طرف کہ دوسرا اس کو صاف دیکھ رہا ہے اُسکا ذہن منتقل نہیں ہوتا۔ اور نہ وہ مسئلہ اس طور پر اُسکے ذہن میں سماتا ہے بلکہ بعض اوقات وہ اپنے فریق مقابل کے دلائل کا کوئی کافی جواب بھی نہیں دے سکتا اور نہ اُسکے مقابلہ میں کوئی قوی دلیل لا سکتا ہے لیکن اسکی بات کو اُس کی طبیعت قبول نہیں کرتی اور نہ اس کی عقل میں آتی ہے لہذا وہ اُس کو نہیں مانتا بلکہ اسکے خلاف پر قائم رہتا ہے صحابہؓ میں بھی ایسا پیش آیا ہے کہ باہم مناظرہ ہوا اور ہر ایک نے اپنے اپنے دلائل و وجوہ بیان کیے پھر بھی ہر ایک اپنی اپنی رائے پر قائم رہا۔ حالانکہ انکے پاکیزہ نفوس تعصب و سخن پروری و انکار حق وغیرہ ہر قسم کے عیب سے پاک تھے پھر کیوں نہ انہوں نے باہم فیصلہ کر لیا اور اختلاف کو اٹھا دیا۔ خود امام ابو حنیفہ صاحب کو دیکھو کہ وہ اور انکے شاگرد ایک وقت میں موجود تھے اور ہر ایک نے دوسرے کے دلائل جو انکے پاس تھے دیکھے اور سنے تاہم بکثرت ایسے مسائل ہیں جن میں ہر ایک اپنی اپنی رائے پر قائم رہا۔ اور ایک نے دوسری کی نمانی حالانکہ ان حضرات کی نسبت نہ انکار حق کا عمداً۔ اور نہ پاس سخن کا۔ اور نہ تعصب مذہبی کا۔ اور نا فہمی کا۔ اور نہ اس قسم کی اور کسی بات کا گمان کیا جا سکتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ انمیں اتفاق رائے نہ ہو گیا۔ اگر کسی اصولی مسئلہ پر بناء خلاف تھی تو اس اصولی مسئلہ کا تصفیہ کیوں نہ کر لیا۔ اسکا جواب بجز اسکے اور کیا ہو سکتا ہے کہ یہ ہر ایک کے انتقال ذہنی اور طبیعت کی خاص وضع کا اثر ہے جو ہر ایک کو وہی صحیح اور درست دکھاتا تھا جو انکے ذہن میں تھا۔ اور دوسری کی بات کو اُنکی عقل قبول نہ کرتی تھی۔ گو نفس الامر میں وہی حق ہو اور گو اُسکے ساری دلائل بھی سن لیے ہوں۔ پس کچھ ضرور نہیں کہ فن حدیث مدون ہو جانے اور دلائل حدیثیہ دیکھ لینے کے بعد بھی کسی شخص کا باعتبار نفس الامر کے کسی مسئلہ کے خلاف رہنا نا ممکن ہو۔ لہذا فقہاء کے ایسے مسائل پر قائم رہنے میں جن کو اہل حدیث دلائل کے ساتھ مخالف

لہ دیکھو مسئلہ ایتمام جنب وغیرہ ۱۲ ؏ ثانی امام صاحب کے بشرکت اپنے شاگردوں کے تدوین فقہ کی بابت لکھتے ہیں۔ تدوین کا طریقہ یہ تھا کہ کسی خاص باب کا کوئی مسئلہ پیش کیا جاتا۔ اگر اسکے جواب میں سب متفق الرائے ہوتے تو اسی وقت قلمبند کر لیا جاتا ورنہ نہایت آزادی سے بحثیں شروع ہوتیں کبھی کبھی بہت دیر تک بحث قائم رہتی امام صاحب غور و تحمل کے ساتھ سب کی تقریریں سنتے اور بالآخر ایسا جچا تلا فیصلہ کرتے کہ سب کو تسلیم کرنا پڑتا۔ کبھی ایسا ہوتا کہ امام صاحب کے فیصلہ کے بعد بھی لوگ اپنی اپنی رائے پر قائم رہتے۔ اس وقت وہ سب مختلف اقوال قلمبند کر لیے جاتے تھے صنا

چونکہ محققین کی تصریح سے ثابت ہے کہ صاحبین کا امام صاحب سے دو تہائی مذہب میں خلاف ہے اس سے ظاہر ہے کہ اختلاف والی اور اپنی اپنی رائے پر قائم رہنے والی صورت بکثرت واقع ہوئی ۱۲۔

حدیث ثابت کرتے ہیں کوئی تعجب یا استبعاد نہیں۔

فقہاء کا امام کے ساتھ فرط عقیدت کی وجہ سے بلا تحقیق مسائل میں تقلید نہ کیے جانا

وجہ دوم چونکہ تقلید کی بنا حسن ظن پر ہے۔ مقلدین جس کی تقلید کرتے ہیں اسکے ساتھ کمال عقیدت رکھتے ہیں اور اسی وجہ سے اس کی تقلید کرتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ جو کچھ ہمارے امام بتاتے ہیں وہ بالکل صحیح و درست اور وہی اللہ و رسول کا حکم ہے اور گو امکانی طور پر کہا جاتا ہے کہ مجتہد کے اجتہاد میں احتمال خطا ہے مگر وقوعی طور پر اور دل میں امام کے ساتھ کمال حسن عقیدت اور انکی وقت نظر اور بلاغ علمی اور وسعت معلومات اور عظمت شان پر نظر کرکے کبھی خیال نہیں جاتا کہ کوئی مسئلہ انکا خلاف قرآن و حدیث ہوگا۔ بلکہ جو کچھ انہوں نے ارشاد فرمایا ضروری العمل اور واجب التسلیم ہے۔ اسی واسطے کبھی اس بات کا قصد نہ کیا گیا کہ انکے ایک ایک مسئلہ کو لے کر حدیث سے مطابق کریں جو موافق ہو اس کو قائم رکھیں اور جو مخالف ہو اس کو چھوڑ دیں۔ بلکہ اگر کبھی کوئی حدیث اپنے مذہب کے مخالف نظر سے گذری بھی تو یہ خیال میں نہ جا کہ فی الواقع یہ حدیث ہمارے

---

۱ ممکن ہے کہ اثبات کو کوئی شخص اہل حدیث کی بابت پیش کرکے ہم پر اعتراض کرے لیکن اس جگہ ہم اسکی تفصیلی بحث کی گنجائش نہیں پاتے ہم کو تو صرف یہ ثابت کرنا ہے کہ فن حدیث مدون ہوجانیکے بعد فقہا کا گو ہم تسلیم کریں کہ وہ ان دلائل سے جو آج اہل حدیث پیش کرتے ہیں واقف ہوگئے تھے ان دلائل کے خلاف اپنے مذہب پر قائم رہنا اور اسی کا انکے ذہن میں سمانا نہ مخالف بات کا مستبعد نہیں پس حدیث مدون ہوجانیکے بعد فقہاء کے ایک مسئلہ پر قائم رہنے سے اسکے خلاف کے صحیح ہونے کو ناممکن یا تعجب خیز امر سمجھنا غیر صحیح ہے رہی یہ بات کہ اہل حدیث کا بھی اسیطرح کسی مسئلہ میں باوجود احادیث جاننے کے نفس الامر کے اعتبار سے غلطی پر قائم ہونا ممکن ہے تو ہم کو اس امکان سے کب انکار ہے ہم تو کہتے ہیں جو تم قرآن و حدیث سے ثابت کردو ہم تسلیم کرنے کو موجود ہیں ہم کبھی یہ نہ کہیں گے کہ یہ مسئلہ اگر یوں صحیح ہوتا تو فلاں صاحب کیسے اسکے قائل ہوتے باقی اسکی بابت اور بھی ہمیں کچھ کہنا ہے۔ جسکو تنگی مقام لکھنے کی اجازت نہیں دیتی ۱۲ **۲** وجہ اول میں جو تحقیقات ہمنے ذکر کی۔ اسکو اگر غور سے پڑھا جائے تو وہ ایک جواب نہیں بلکہ کئی جواب ہیں۔ ۱۲ **۳** نہ یہ کہ ان کے اقوال کو پرکھ کر پہلے دیکھا جائے جو قول موافق ہو وہ لیا جائے اور جو مخالف یا بلا دلیل ہو اسکو چھوڑ دیا جائے کیونکہ اگر ایسا کرتے تو مقلد ہی کیوں بنتے ۱۲

فقہاء حنفیہ کا فتوے دیتے وقت دلیل کی بجائے دوسری باتوں کو مد نظر رکھنا

۴ فقہاء حنفیہ نے جنکا حنفی مذہب میں دخل و اعتبار ہے جو کتنے مسائل میں امام صاحب کا قول چھوڑ کر صاحبین وغیرہم کے اقوال پر فتوی دیئے میں تو عموماً اسکی وجہ یہ نہیں ہے کہ ان لوگوں نے ان مسائل کو حدیث سے پرکھ کر انکو خلاف حدیث پاکر چھوڑ دیا بلکہ بیشتر اسکی وجہیں اور ہی ہیں مثلاً **دفع حرج و رفع ضرورت** مفقود کے مسئلہ میں اور ممتدۃ الطہر کے مسئلے میں امام مالک کے قول پر فتوی اسی واسطے دیا گیا دیکھو رد المحتار وغیرہ دفع حرج اور رفع ضرورت کے لئے مرجوح اور ضعیف قول پر فتوی دینا بھی جائز رکھا گیا۔ دیکھو رد المحتار۔ **دریافت میں سہولت ہونا** درہ کے مسئلہ پر فتوی اسی واسطے دیا گیا دیکھو عمدۃ الرعایہ و در مختار وغیرہ۔ حالانکہ وہ امام اعظم صاحب کا قول نہیں ہے **مفتی و مستفتی کے لئے آسان ہونا** مسائل حیض میں امام ابو یوسف کے قول پر و نیز مشایخ بخارا کے نزدیک مسائل ذوی الارحام میں امام ابو یوسف کے قول پر فتوی اسی واسطے دیا گیا دیکھو شرح وقایہ و شریفیہ وغیرہ اس قسم کے مسائل اور بہت ہیں۔ **کسی کا صاحب تجربہ ہونا** مسائل قضا و شہادت میں قاضی ابو یوسف کے قول پر اسی واسطے فتوی دیا گیا کہ وہ صاحب تجربہ تھے اور خود قاضی رہے تھے دیکھو رد المحتار وغیرہ۔ غرض حنفیہ نے جہاں امام صاحب کے قول کو چھوڑا ہے تو بیشتر اسی قسم کے وجوہ سے چھوڑا نہ یہ کہ یہ اخذ و ترک دلائل حدیثیہ کے تابع تھا

مذہب کے خلاف ہے اور ہمارے مذہب کا یہ مسئلہ صحیح نہیں بلکہ یہی خیال ہوا کہ دراصل اس حدیث کے کوئی
ایسے معنے ہیں جس سے ہمارے مذہب کا یہ مسئلہ غلط نہیں ہوسکتا اور گو بردست ہے ہماری سمجھ میں اس کا
کوئی جواب یا وہ معنے نہ آئیں مگر کوئی ضرور ایسی بات ہے جس سے ہمارے مذہب کو کوئی گزند نہیں آتا
بلکہ بالا طبقہ کے لوگ معتقدین کیلیے کوئی نہ کوئی معنے یا جواب ایسا بتادیتے تھے جس سے ان کو تسکین ہوجاتی
اور پھر انکو کوئی شبہ باقی نہ رہتا۔ ہم نہیں کہتے کہ ان کا ایسا کرنا ازراہ نفسانیت یا بغرض رد حدیث تھا۔
بلکہ غالباً وہ اسی طرح برحق الامر اور واقعی بات خیال کرتے تھے جس کی اصل وجہ وہی کمال عقیدت اور انتہی
امام کی بے انتہا عظمت کا دل میں سمایا ہونا ہے جسکے باعث سے مخالف پہلو خیال میں جگہ ہی نہیں پاتا تھا
اور صرف اسیقدر نہیں بلکہ یہ بھی خیال تھا کہ ہم کو نہ انکی سی وقت نظر نصیب ہے اور اس قدر علم ہے اور
ویسی فہم اور نہ ان سے خلاف کرنیکا منصب ہے بلکہ بعض کا تو یہاں تک خیال ہوا کہ قرآن وحدیث سمجھنا اور
اوس سے احکام کا استنباط کرنا انہیں معدودے چند افراد پر ختم ہو گیا اور ہم لوگ موافق ومخالف کو سمجھ ہی
نہیں سکتے بجز اسکے کہ انہیں کے قولوں پر چلے جائیں اور اسی واسطے انکی تقلید اختیار کی۔ پس جب یہہ
خیالات تھے تو کیسے ہوسکتا تھا کہ امام کے مسائل لیکر احادیث کے ساتھ پرکھے جاتے اور ایک ایک کو بطور خود
تحقیق کیا جاتا کہ انکا موافق ومخالف ہونا معلوم ہوتا۔ پس فقہاء مقلدین کے ان مسائل پر قائم رہنے پر
جو تحقیق سے مخالف حدیث ثابت ہوتے ہیں گو فن حدیث مدون ہوچکا تھا۔ کوئی تعجب نہیں اس لیے کہ انہوں
نے وہ طرز عمل ہی نہیں برتا جس سے مخالف ہونا معلوم ہوتا۔ بلکہ اگر کوئی مخالف نظر پڑا بھی تو اسکی بابت
حدیث کی کوئی نہ کوئی ایسی تاویل وغیرہ کردی جس سے یہ خرخشہ رفع ہوگیا۔ اس پر بھی کتنے فقہاء نے

۱؎ ہم کو خود بعض متشدد علماء سے بعض مسائل میں گفتگو کی نوبت پہنچی جب وہ گفتگو میں مغلوب ہوئے تو کہنے لگے ہم کو جواب نہیں آتا تو کیا ہمارے
ہم مذہب دوسرے عالم کوئی جواب کہتے ہونگے ۱۲ ۲؎ جیسا کہ انکی عقیدہ سے ظاہر ہے اور طبقات فقہاء کا بیان جو پہلے گذر چکا وہ بھی اسکا شاہد ہے ۱۲

فقہاء حنفیہ کا بعض صحابہ کے ساتھ حسن ظن کی بناپر رسول کی سنتوں کو منسوخ ٹھہرانا

۳؎ فقہاء کو انکے اپنے امام کے ساتھ حسن عقیدت اور انکے قول کی تصحیح اور انکے مذہب کی پاسداری نے بعض
اوقات ایسے ایسے جوابوں اور تاویلوں پر مجبور کیا جو صاحب تحقیق کے نزدیک نہایت ہی کمزور اور ضعیف
ہیں مثلاً طحاوی اور ابن الہمام اور عینی وغیرہم نے رفع الیدین کی نفی کیلیے اس کو منسوخ ٹھہرا دیا اور صرف اتنی بناپر کہ بعض صحابہؓ سے
رفع الیدین کرنا مروی نہیں مولانا عبدالحی صاحب کیا خوب لکھتے ہیں واما دعوی نسخہ کما صدر عن الطحاوی مغترا بحسن الظن بالصحابۃ
التارکین وابن الہمام والعینی وغیرہم من اصحابنا فلیس بمبرھن علیہ بما یشفی العلیل ویروی الغلیل انتہی اور طحاوی کا حنفی مذہب
کے بیجا طرفداری اور ضعف و قوت حدیث کو رائی کے ساتھ استدلال کرنا پہلے مذکور ہوچکا۔ اور شیخ ابراہیم حلبی نے کبیری شرح منیۃ المصلی میں آمین کے مسئلہ کی
بابت ابراہیم نخعی کے قول اور ایک ایسی روایت کو جس کی بنا وہم پر ہے صحیح حدیث رسول کے معارض و مقابل قرار دیکر آمین بالخفا کو ترجیح دی ۱۲

بہت سے مسائل میں اضطراراً اپنے خلاف کا اقرار کیا ہے[1] جیسا کہ پہلے تم پڑھ چکے۔

فقہاء کے خلاف حدیث مسائل پر قائم رہنے کی ایک اور وجہ

فقہاء نے جو کہیں کہیں مسائل کے دلائل سے بحث کی ہے اور اُنکی وجوہات و دلیلیں بیان کی ہیں اور مناظرات کیئے تو اول تو یہ بحث بیشتر دلائل حدیثیہ کے ساتھ بھی نہیں تھی[2] بلکہ دلائل عقلیہ وغیرہ کے ساتھ تھی۔ دوسرے وہ بحث غالباً شافعیہ و حنفیہ کے باہم نزاع کے متعلق ہے۔ جس سے بڑی غرض اپنے مذہب کے مسائل کی ارجحیت اور قوت اور دوسرے کے مسائل کی مرجوحیت اور ضعف کا ثابت کرنا تھا۔ ہر فریق اپنے امام کے ساتھ کمال حسن عقیدت رکھتا تھا اور اپنے مذہب کے مسائل صحیح تر اور ارجح سمجھتا تھا اور اسی کے اثبات میں بمقابلہ دوسرے کے مشغول تھا[3] ایک سمجھدار آدمی غور کر سکتا ہے کہ ایسی بحث سے مسائل کو حدیث کے ساتھ مطابقت کی بابت کس قدر نفع یا نقصان پہنچ سکتا ہے اور آئندہ نسلوں کے لیے اس سے کیا نتیجہ پیدا ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی صورت میں بجائے اسکے کہ مسائل کو حدیث کے تابع کیا جائے اور اُسکی کسوٹی پر رکھ کر کھرا کھوٹا علیحدہ کیا جائے ان احادیث کو جو اپنے خلاف ہونگی کھینچ کھینچ کر اپنے مسائل کے تابع کرنا ہوگا۔ اور کسی نہ کسی طرح سے انکے مسائل کو غیر مخالف یا موافق بنایا جائیگا۔ چنانچہ عموماً ایسا ہی ہوا اور آئندہ نسلوں کو اپنے متقدمین معتقد فیہم وہ منصبے دیکھ کر اور بھی استحکام ہوا بلکہ انہوں نے اپنی طرف سے اور تاویلات اضافہ کیں اور اس مضمون کو مزید براں ترقی دی اور ان کا فرض منصبی تھا کہ وہ ایسا ہی کرتے والی اللہ المشتکی۔ **وجہ سوم** قانون قدرت ہے کہ کسی نئے خیال کا حدوث اور پہلی حالت کا تغیر اور جاری شدہ بات کا پلٹنا قوی تحریک کے بغیر نہیں ہوتا۔ جب فقہاء میں خاص خاص اماموں کی تقلید اور تخصیص کے ساتھ انکے مسائل اور

---

[1] جن فقہاء نے جو بعض مسائل میں اپنے مذہب کے خلاف کی صحت کا اور اپنے ان مسائل کے ضعف کا اقرار کیا تو اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ انہوں نے اپنے مذہب کے تمام مسائل کو لیکر ایک ایک کو پرکھا اور پرتالا تھا اور ضعیف ان میں سے اسی قدر پائے جن میں ضعف کا اقرار کیا اور باقی کو قوی اور دلیل کے موافق دیکھا اور صحیح پایا اور نفس الامر میں باقی حدیث کے موافق و صحیح ہیں اس لئے کہ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ بعض مسائل میں بعض اتفاقات سے توجہ و تحریک کے اسباب پیدا ہو جاتے ہیں جنکی وجہ سے اندرونی رخنہ ہو جاتا ہے پس سب میں ایسا ہونا ضرور نہیں دوسرے اگر بعض میں ضعف کے اقرار کرنے سے باقی کا موافق دلیل و صحیح ہونا لازم ہو تو ایک فقیہ بعض مسائل کے ضعف کا اقرار کرتا ہے دوسرا فقیہ انکے سوا بعض دیگر مسائل کے ضعف اقرار کرتا ہے تو اگر اس فقیہ کے اقرار کردہ مسائل کے سوا کل صحیح تھے تو دوسرے فقیہ نے انکے سوا کے ضعف کا کیسے اقرار کیا وعلی ہذا القیاس و زیادہ تحقیق ہمارے بیانات میں خود موجود ہے۔ ۱۲

[2] چنانچہ شاہ صاحب کے کلام میں پہلے[عہ] اور ابھی امام غزالی کے کلام میں گزر چکا اور شاہ عبدالحق صاحب طریق مستقیم میں لکھتے ہیں کتاب ہدایہ کہ در دیار ما مشہور و معتبر ترین کتابہا است نیز در یں ہم انداختہ چہ مصنف وے در اکثر بنائے کار بر دلیل معقول نہادہ و اگر حدیث آوردہ نزد محدثین خالی از ضعفے نہ غالباً اشتغال آں استاد در علم حدیث کمتر بودہ است انتہی۔ اور علامہ منصور بن محمد تیس برس تک تائید مذہب حنفی میں علم حدیث کی طرف توجہ سے پہلے مناظرے کرتے رہے ظاہر ہے کہ وہ مناظرے دلائل حدیثیہ کے ساتھ نہ تھے ۱۲

[3] چنانچہ اوپر کئی جگہ گزر چکا ۱۲ عنہ

عہ مجملہ ان کے دیکھو صفحہ ۹۰ عہ دیکھو حاشیہ صفحہ ۹۲

اور اقوال پر عمل اور انہیں کے ساتھ استناد عام طور پر جاری ہو گیا۔ اور یہی کافی اور وافی سمجھا گیا اور عقیدت کے ساتھ نسلاً بعد نسلٍ مدتوں جاری رہا۔ پس ان مسائل سے ہٹنے یا ان میں سے کسی کا غلط ہونا خیال میں آنے کے لیے بڑی قوی تحریک کی ضرورت تھی۔ ورنہ ویسے بہت ایسا ہوتا ہے کہ آدمی ایک آیت یا حدیث کو بار بار پڑھتا اور دیکھتا ہے مگر اس سے وہ نتیجہ جو کسی تحریک سے بآسانی سمجھ میں آجاتا ہے اپنے آپ سے خیال میں نہیں آتا۔ جس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طرف نفس کی توجہ اور اسکی کوئی تحریک نہیں ہوتی اور اگر کوئی مخالف حدیث گو نظر سے گذری تو اسکی تاویل و جواب پر جس کو بباعث حسن عقیدت کے خود پیدا کیا یا پہلے سے پیدا کیا گیا تھا اطمینان کر لیا گیا۔ عام طور پر فریق مقابل کوئی ایسا موجود نہ تھا جو برملا ان کی ذہن نشین تاویلوں و معنوں کی غلطیاں محدثین کے طریقہ پر ان پر ظاہر کر کر انکو اس طرف متوجہ کرتا۔ انکے اپنے ذہن نشین خیالات کے خلاف کی بھنک بھی انکے کان تک نہ پہنچتی تھی۔ پھر انکو اپنے متوارث بات کے خلاف کی طرف توجہ اور اس کی تحقیق کا خیال ہوتا تو کیسے۔

توجہ دلائی جانے اور بحث مناظرہ کے بعد لوگوں کا اہل حدیث ہو جانا

چنانچہ جس کو یہ تحریک ہوئی۔ اور اس نے اس طرف توجہ کی اس کے خیالات میں انقلاب پیدا ہو گیا اور اس کو اپنی روش سے ہٹنا پڑا امیر کاتب عمید کی بابت تم پڑھ چکے ہو کہ جب سبکی نے انکار رد کیا تو انہوں نے متنبہ ہو کر اپنے قول سے رجوع کیا علامہ منصور بن محمد کا حال بھی تم دیکھ چکے ہو باوجودیکہ وہ حنفی مذہب کے ایسے دلدادہ تھے کہ تیس برس اسکی تائید میں مناظرے کرتے رہے جب انکو دوسری جانب تحریک و توجہ ہوئی تو حنفی مذہب سے دست بردار ہو گئے علامہ صالح مقبلی صنعانی محدث ہجرت کر کے جب مکہ معظمہ میں آکر رہنے لگے

فقہا کا حدیثوں کا آپس میں تقسیم کر لینا۔

لہ ہمارے ہندوستان میں تو سوائے حنفیہ کے کوئی اور فریق ظاہر تھا ہی نہیں عموماً سب یکخیال کے تھے (الا ماشاء اللہ) البتہ دوسرے ممالک میں شافعیہ وغیرہم تھے اور ان کے ساتھ رد و قدح بھی ہوتا تھا مگر اول تو اس رد و قدح کا طرز ہی دوسرا تھا جیسا کہ پہلے ظاہر ہو چکا دوسرے شافعیہ بھی آزادانہ بحث نہ کر سکتے تھے اس لیے کہ وہ خود بعض مسائل میں لازمی جوابوں کے مورد تھے جن مسائل میں وہ خود حدیث کے خلاف تھے اسکے علاوہ جب ہر فریق کو اپنے اپنے مذہب کے مجموعہ مسائل کا التزام تھا تو فرداً فرداً مسائل میں مناظرہ کا اور اس میں جو راجح ہو جائے اسی کا ہر شخص کو اختیار کرنے کا کوئی موقع نہ تھا اس پر مستزاد وہ بات ہے۔ جو کہ ان لوگوں سے سننے میں آئی (ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ خیال ان لوگوں میں کس زمانہ سے پیدا ہوا) جب وہ احادیث کو پڑھتے پڑھاتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں کہ فلاں حدیث شافعی مذہب کی ہے اور فلاں حدیث ہمارے مذہب کی ہے اور بعض کہتے ہیں یہ صحاح ستہ تو شافعیوں کی کتابیں ہیں انہوں نے اپنے مذہب کی حدیثیں لکھ دیں ہمارے مذہب کی نہیں ہیں جب انہوں نے احادیث کو تقسیم کر کے اس طرح فیصلہ کر لیا تھا تو پھر کس طرح ہو سکتا ہے کہ اپنے مخالف حدیث سے جسکو وہ شافعی مذہب کی ٹھہرا چکے تھے متاثر ہوتے کیونکہ اس سے اب ان کو کیا غرض رہی تھی وہ تو طے شدہ ہے کہ دوسرے مذہب کی ہے ۱۲

ؔ دیکھو البدر الطالع علامہ موصوف ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۱۰۸ھ میں وفات پائی ۱۲

وہاں کے بعض علماء نے انکو اپنے اسلاف کے مخالف اور طریقہ اہلحدیث پر ہونیکی وجہ سے مخالفت کی اور زندیقیہ کی تہمت لگا کر انکی شکایت سلطان روم تک پہنچائی سلطان معظم نے اپنے ہاں کے بعض علماء کو انکی تحقیقات کے لیے بھیجا۔ جب انہوں نے آکر انکو پرتالا اور دیکھا تو خود بھی انہیں کے ہم مسلک ہو گئے چونکہ مقبلی کی ملاقات انکے لیے محرک واقع ہوئی۔ اور انہوں نے اعتدالی نگاہ سے کام لیا جو کہ ایک تحقیقات کرنیوالے کا فرض منصبی ہے تو وہ بھی اہلحدیث ہو گئے۔ ممالک یمن میں تو بکثرت اس قسم کے لوگ ہوتے رہے ہیں جیسا کہ بدر طالع سے ظاہر ہے۔ سچ ہے الایمان یمان[1] ہماری ہندوستان میں بھی جب سے اس قسم کے بحث مباحثے ہوئے اور لوگوں کو اس طرف توجہ و تحریک ہوئی ہزارہا عالم اس طرف ہو گئے اور ہوتے چلے جاتے ہیں۔

بہت سے موانع کے باعث پہلے امام اہلحدیث کا مذہب ظاہراً اختیار نہ کر سکے

سابق زمانوں میں صرف یہی نہ تھا کہ اس تحریک کا سبب معدوم تھا بلکہ اسکے لیے قوی موانع بھی موجود تھے یہ تو تم پہلے پڑھ چکے ہو کہ عموماً سلاطین اسلام مقلد ہی ہوتے رہے اور حکومت کی باگ مذہب تقلید کے ہاتھ میں رہی۔ امن و عافیت عز و جاہ کل اسی رنگ میں حاصل تھا۔ قضاء و افتاء سب انہیں اہل مذاہب کے لیے مخصوص تھی۔ سلاطین جب کسی کو قاضی مقرر کرتے تو اس سے شرط کر لیتے کہ اسی مذہب کے موافق جسکے وہ مقلد کہلاتے تھے پابندی کر کے فیصلے کریں اور یہ جو اسکے پیشرو قاضی ہو چکے ہیں جنکی جگہ یہ مقرر ہوا کرتے تھے انکے قانون اور مسلک کی اتباع کرتے رہیں پس کوئی قاضی مذہب کے خلاف کیسے دم مار سکتا تھا۔ چنانچہ فقہاء مذہب نے قرار ہی[2] دے لیا کہ مقلد قاضی کوئی فیصلہ اپنے مذہب کے خلاف کرے تو وہ نافذ نہیں اور گو اذا صح الحدیث فھو مذھبی کا ایک جبلہ تھا۔ مگر کوئی کہاں تک کر سکتا تھا اور تمام فقہاء مذاہب کو کیسے سمجھاتا اور انکے شور و شغب کا کیونکر مقابلہ کرتا۔

حنفیہ کا اہلحدیث کے ساتھ تعصب و عناد

عموماً لوگوں کے اہلحدیث کے ساتھ عناد اور برتاؤ کا حال ذیل کے قصہ سے اندازہ ہو سکتا ہے ابو حفص[3] کے زمانے میں ایک شخص نے حنفی مذہب سے علیحدہ ہو کر رفع الیدین کی اور پیچھے امام کے فاتحہ پڑھنے لگا۔ شیخ ابو حفص کو اس کی خبر ہو گئی تو وہ سخت غضبناک ہوئے اور اسکے بارے میں سخت سست کہنے لگے۔ اور بادشاہ سے جا کر کہہ دیا بادشاہ نے جلاد کو حکم دیا کہ بر سر بازار اسکے درے لگائے۔ آخر کار کچھ لوگ رحم کھا کر شیخ موصوف کے پاس آئے اور اسکے بارے میں سعی سفارش کی

---

١ یعنے ایمان یمن والوں کا ہے حدیث کو صحیحین میں روایت کیا ہے ١٢ ٢ درمختار میں ہے واما المقلد فلا ینفذ قضاؤہ بخلاف مذہبہ اصلا کما فی القنیۃ قلت ولا سیما فی زماننا فان السلطان ینص فی منشورہ علی نہیہ عن القضاء بالاقوال الضعیفۃ فکیف بخلاف مذہبہ انتہی شامی لکھتے ہیں قد ذکر الحموی ان عادۃ سلاطین زماننا اذا تولی احدہم عرض علیہ قانون من قبلہ وامر باتباعہ انتہی ١٢ ٣ ابو حفص کبیر علماء حنفیہ میں بڑے مشہور و مستند شخص ہیں

اسکو لاکر انکے حضور میں حاضر کیا اور اس نے توبہ کی تو اس سے عہد و پیمان لیکر دگویا از سر نو مسلمان کرکے چھوڑا تب اسکی جان بچی۔ بیچارے حدیث پر عمل کرنیوالوں کی یہ قدریں کی جاتی تھیں اور کتنے قصے تم پہلے بھی پڑھ چکے ہو جن میں کیسے کیسے معزز اہل علم کے ساتھ اسی گناہ میں کیا کیا برتاؤ برتے گئے اور انکے ایسا کرنے سے انکو بدعتی ٹھہرایا جانا اور چھوڑ دیا جانا بھی معلوم کرچکے پھر ایک منصف مزاج خیال کرسکتا ہے کہ ایسی حالت میں کتنے آدمی ایسے نکل سکتے ہیں جو جان و آبرو پر کھیل کر سلطنت و دنیا کا مقابلہ کرکے مذہب کی پابندی کے خلاف حدیث کے مسئلہ پر اعلان کے ساتھ کاربند ہوتے۔

ایسے وقت میں وجوہ حق معلوم ہونے کے بعد چند حیلوں سے اپنے آپکو معذور سمجھنا

اسکے علاوہ ایسے موقعوں میں آدمی کچھ نہ کچھ حیلہ شرعی خیال کرکے اپنے آپکو معذور بھی خیال کرلیتا ہے اور اس قسم کے اظہار سے باز رہتا ہے شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ میں جہاں رفع الیدین کو ترجیح دی تو اسکے ساتھ ہی لکھتے ہیں لیکن ایسی صورتوں میں آدمی کو یہ لائق نہیں کہ اپنے اوپر شہر کے عوام کا فتنہ برپا کرے انتہے اور دلیل میں حدیث لولا حدثان قومک الحدیث پیش کی۔ کبھی خیال کرلیتا ہے یہ اختلافی مسائل ہیں اتفاقی نہیں جن کا خلاف سخت مذموم ہو۔ کبھی یہ خیال کرکے کہ اس طرف بھی بڑے بڑے آدمی ہیں انکی بھی کچھ نہ کچھ دلیل ضرور ہوگی یا یہ کہ جو ان کا حال ہے وہی ہمارا حال ہے اپنی جی کو سمجھا لیتا ہے۔ کبھی یہ سوچکر کہ اتفاقی مسائل و حسنات کیا کم ہیں جن کی پابندی نیل ثواب کے لیے بس کرتی ہے جو اختلافی امور میں پڑکر بے اطمینانی پیدا کی جائے جس سے وہ اتفاقی بھی چھوٹ جائیں۔ غرض اسی قسم کی وجہیں سوچکر اپنے دل کو سمجھا لیتا ہے۔ اور عوام اور اکثر کا خلاف کرکے اپنے آپکو مصیبت میں ڈال دینے سے روک لیتا ہے جس سے ظاہر میں لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ بھی ان ہی سب کا ہمخیال ہے حالانکہ دل میں وہ ان کا مخالف ہے اور کچھ اسباب اس قسم کے ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں بہر حال مشکل ہے

۱؎ عبارت یہ ہے ان رجلا نے تحول الشیخ ابی حفص الکبیر ترک مذھبہ وکان یقرأ خلف الامام ویرفع یدیہ عند الرکوع ونحو ذلک فاخبر الشیخ بذلک فغضب الشیخ وعنف وامر السلطان حتی امر الحد اد بان یضربہ بالسیاط عند الصیادفۃ حتی دخل ناس علی الشیخ فتشفعوا وتاب وادخلوا علیہ فعرض مایجب عرضہ من باب اللہ بن ثم خلی سبیلہ انتہے دیکھو فتاوی حمادیہ و تاتارخانیہ وغیرہ ۱۲

مخالف کو حق پر جاننے کے باوجود اپنے منسوب الیہ مذہب کی تائید میں گفتگو کرتے رہنا۔

۲؎ بعض صاحبوں سے تو یہاں تک ثابت ہو کہ وہ برابر اپنے مذہب کے مسائل کی تائید میں مجمعوں اور مجلسوں میں گفتگو کرتے تھے اور دل میں خود اُسکے معتقد نہ تھے لیکن اپنے منسوب الیہ مذہب کی پاسداری کے لیے ایسا کرتے تھے چنانچہ علامہ شوکانی صدیق ابن علی زبیدی حنفی کے حال میں لکھتے ہیں مجھے انسے مجمع کے اندر بعض مسائل میں گفتگو کی نوبت آئی میں نے مسائل فقہ حنفیہ پر اعتراض کیے اور اپنے دلائل بیان کیے اور وہ برابر اپنے مذہب کی تائید میں انکی تاویلیں کرتے رہے پھر میں انسے خلوت میں ملا اور میں نے انسے کہا سچ بتایئے کیا جو گفتگو کے وقت آپ کہہ رہے تھے دل سے آپ اسکے معتقد ہیں تو فرمایا جو مسئلے دلیل کے خلاف ہیں چاہے کوئی انکا قائل ہو میں قائل نہیں اور جو قول (بقیہ بصفحہ آئندہ)

کوئی عالم ایسے نکل سکیں جنکی بابت تعجب اور استبعاد کی گنجائش ہو۔

چند مراحل ایسے جنکا طے کرنا بجائے خود مشکل ہے

اس پہلو کہ اس سے قبل چند مراحل ہیں کہ جنکا طے کرنا بجائے خود مشکل ہے۔ اول کسی ایسے قوی محرک کا پیش آنا جس سے متوارث بات کی غلطی اور اُس کی تحقیق کی طرف توجہ ہو سکے۔ دوسرے درصورت مروج ومتوارث کے خلاف حق ثابت ہو جانے کے اظہار سے کوئی مانع ومزاحم کا پیش نہ آنا یا اگر آیا تو اس کی پروا نہ کرنا۔ تیسرے پھر کسی شرعی مصلحت یا کسی اور عذر کا خیال جو اظہار کو روکے نہ قائم ہونا۔ چوتھے اظہار کرنا کسی ایسے طریقے سے جو ہم تک نہ پہنچ سکے پس ان باتوں کے بعد یہ کہنا کہ یہ مسائل اگر صحیح وحق نہ ہوتے تو اسقدر علماء جو بعد تدوین حدیث کے گزرے وہ ان کی موافق کیوں ہوتے ایک ایسی بات ہے جس کو کوئی دقیق نظر واقعات روزگار سے خبردار پسند نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جن علماء کی بابت یہ استبعاد ہے نہیں معلوم وہ کس مرحلے میں رہے بوجہ عدم محرک کی تنبہ نہوا یا ہجوم مصائب نے روکدیا۔ یا کوئی شرعی مصلحت یا عذر اُنکو اپنے مناسب حال خیال میں جا جس نے اظہار سے باز رکھا۔ یا اظہار کیا۔ لیکن نہ اظہار عام۔ یا اظہار عام تھا لیکن ہم تک خبر نہ پہونچی۔ پس باوجود ان تمام احتمالات کے کسی ایسے مسئلہ کی بابت جو تحقیق سے خلاف حدیث ثابت ہوتا ہے یہ عذر پیش کرنا کسی طرح قابل پذیرائی نہیں۔

شبہ مذکور کا چوتھا جواب اور فن اصول فقہ

وجہ چہارم بذریعہ جن قواعد کے دلائل سے مسائل نکالے جاتے ہیں اُنکا نام ہے اُصول پہلے فن اصول جیسا کہ تم سابق معلوم کر چکے ہو مرتب ومدون نہ تھا۔ اس کی تحریر وترتیب کی ابتدا تو امام شافعی سے ہے۔ پھر جوں جوں زمانہ گذرتا گیا اسمیں ایجادیں اور تنقیحیں ہوتی گئیں اور روز بروز اسکے اندر ترقی واضافے ہوتے رہے آخر کار وہ ایک وسیع اور مہتم بالشان فن ہو

(بقیہ صفحہ گذشتہ) ابو حنیفہ اور انکے اصحاب کا حدیث کے خلاف پڑتا ہے میں اُسکو اختیار نہیں کرتا لیکن (گفتگو جو کرتا تھا تو اسکی وجہ یہ ہے کہ) آدمی اپنے مذہب کیطرف سے جوابدہی کرتا ہے انتہی دیکھو بدر طالع ہم بھی اپنے زمانے کے بعض علماء کو جانتے ہیں جو خلوت میں بعض مسائل میں اہل حدیث کی موافقت کرتے ہیں لیکن لوگوں کے سامنے پکے حنفی بنے رہتے ہیں۔ اصحاب تصنیف فقہا نے جو اپنے مذہب کے مسائل اور دلائل لکھے ممکن ہے کہ ان کا ایسا کرنا علامہ زبیدی کیطرح ہو اور گو ان کو تمام مسائل کے ساتھ اتفاق رائے نہو مگر بیان مذہب کیلئے انکو ذکر کیا اور پھر اُنکے وجوہ ودلائل بھی لکھدیئے تاکہ کوئی ناواقف یہ نہ جانے کہ بالکل بے اصل ہیں واللہ اعلم ۱۲۔

متعلق صفحہ ہذا ۱ نعمانی صاحب سیرۃ النعمان میں لکھتے ہیں غرضکہ مابعد میں اصول فقہ ایک نہایت وسیع فن بن گیا اور سینکڑوں مسائل ایسے ایجاد ہو گئے جن کا امام ابو حنیفہ کے زمانے میں اثر بھی نہ تھا انتہی صـ۲۱ ۱۲ ۲ فن اصول نہایت مہتم بالشان اور دقیق فن ہے اور استنباط مسائل کرنیوالے کیلئے گویا ہاتھ کا عصا ہے۔ اسکے قواعد مثل دیگر علوم آلیہ کے ہیں۔ علم نحو ومعانی ومنطق وغیرہ سے ملتے جلتے ہیں لیکن ضرورت ہے کہ آزادی کے ساتھ لغت ومحاورات عرب وعرف کے تابع قرار دیکر تو عدہ مرتب کیے جائیں متاخرین میں سے علامہ محمد بن علی شوکانی یمنی کی کتاب ارشاد الفحول اس فن میں نہایت عمدہ کتاب ہے انھوں نے مذاہب اربعہ ودیگر ائمہ کے اصول وقواعد اسمیں ذکر کرکے ہر ایک کے دلائل ووجوہات بھی لکھے ہیں اور پھر عرب کے محاورات وعرف وغیرہ کی رو سے محاکمہ کیا ہے ۱۲۔

ہوگیا۔ جس وقت فن اصول نے یہ اپنی خاص صورت نہیں پیدا کی تھی اس وقت تک علماء استنباط مسائل اور تطبیق نصوص اپنے ذاتی سلیقوں اور طبعی شہادتوں کی رہنمائی سے کرتے تھے یا کچھ قاعدے بھی ذہن میں ہوں مگر انکا ضبط و جمع نہ ہوا تھا اور نہ انکی کوئی تعبیر مقرر ہوئی تھی اور نہ انکی یہ اجتماعی ہیئت تھی اور نہ وہ بحث اور مناظروں میں استدلال کے وقت لائے جاتے تھے یہ ساری باتیں زمانہ مابعد کی ترقیوں اور موشگافیوں سے پیدا ہوئیں۔

مقلدین کا اصول فقہ کو اپنے مسائل کے تابع قائم کرنا

علماء مقلدین نے جو اس فن کو ترتیب دیا تو اسکے ایک حصہ میں یہ مصیبت پیش آئی کہ انہوں نے قواعد کو اپنے امام کے فرمودہ مسائل کے تابع قرار دیکر مرتب کیا اور انکا فرض منصبی تھا کہ وہ ایسا کرتے کیونکہ جب فن اصول کی غایت ہی دلائل سے مسائل کا استنباط۔ اور انکے مسائل وہ تھے جو انسے پہلے ہی انکے امام اُن کو تعلیم دے چکے۔ پس ضرور تھا کہ ایسے قواعد مرتب کئے جائیں جن کی رو سے ان دلائل سے جو انکے علم میں تھے اور جن کو وہ جانتے تھے یہی مسائل مستنبط ہوسکیں ورنہ ظاہر ہے کہ بلا اسکے اصول سے ان کو کیا حاصل تھا۔ لہذا انہوں نے قواعد کا وہ طرز رکھا کہ انکے ذریعے سے جو انکے مسائل تھے وہ قرآن و حدیث کے موافق ہو جائیں اور دلائل سے ٹھیک مستنبط ہوسکیں اور ہر مذہب کے مقلد نے اس طور پر اپنے مذہب کی خدمت کی اور اس کو گویا قواعد سے ثابت کردیا[1] اور پھر جو قواعد کہ بعض مسائل کے لحاظ سے ترتیب دیئے گئے اور بعض دیگر مسائل انکے مناقض ہوئے تو اس کی جوابدہی میں تکلفات سے کام لیا اسکے علاوہ انکے ایسا کرنے کی ایک وجہ اور بھی ہے وہ یہ کہ فروع میں تو اپنے اپنے امام کے فرمودہ مسائل میں تابع تھے ہی جب انہوں نے اپنے اماموں کے اصولی قواعد معلوم کرنا چاہے تو جن قواعد کی امام سے تصریح نہ تھی انکے معلوم کرنے کی بجز اس کے اور کوئی صورت نہ تھی کہ ان کے طرز استدلال سے اور اُن کے مسائل مستنبطہ کے لحاظ سے اصول قائم کیے جائیں لہذا انکے مسائل کے نقش قدم پر اصول قائم ہوئے اور جب اصول مرتب ہوگئے تو وہ اصول مسلمہ اور لازمی قواعد قرار پاگئے[2] شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ میں لکھتے ہیں[3]۔ منجملہ ان باتوں کے جن میں سمجھیں

---

[1] بالخصوص جبکہ حنفیوں اور شافعیوں کے مباحثوں کا اور ہر ایک کے اپنے مذہب کو ترجیح دینے کا بہت شور و زور تھا پس ایسے قواعد کی ضرورت تھی جنکے توسط سے اپنے مذہب کے مسائل بالکل مطابق ثابت ہوں اور دوسرے کے مخالف دکھائی دیں چنانچہ نور الانوار و توضیح وغیرہ کے مباحث و بیانات کو دیکھو ۱۲

[2] نعمانی صاحب جامع کبیر کے تذکرہ میں لکھتے ہیں۔ متاخرین حنفیہ نے اصول فقہ کے جو مسائل قائم کئے ہیں زیادہ تر اسی کتاب کے طرز استدلال و طریق استنباط سے کئے ہیں انتہی ۱۲

[3] عبارت۔ منہا داہیۃ اخری ضلت فی بوادیہا الافہام وزلت الاقدام انی وجدت بعضہم یزعم ان بناء الخلاف بین ابی حنیفۃ والشافعی علی ہذہ الاصول المذکورۃ فی کتاب البزدوی ونحوہ وانما الحق ان اکثرہا اصول مخرجۃ علی اقوالہم انتہی ۱۲

بھٹک گئیں اور قدم پھسل گئے یہ ہے کہ بعض لوگ سمجھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہ اور امام شافعی کے درمیان میں
بنائے خلاف اُن اصول پر ہے جو بزدوی[1] وغیرہ کتابوں میں مذکور ہیں حالانکہ حق یہ ہے کہ ان میں کے اکثر
قواعد وہ ہیں جو خود ہی ان اماموں کے اقوال پر تخریج کر کے نکالے گئے ہیں انتہے۔ پھر اسکے بعد
شاہ صاحب اصول کے چند قاعدوں کا بطور مثال جن کی بنا پر بہت سی احادیث غیر معمول بہ ٹھہرا دی
جاتی ہیں ذکر کر کے لکھتے ہیں[2] یہ قاعدے کلام ائمہ سے بطور تخریج کے جو خود محتمل خطا ہے نکالے گئے
ہیں اور انکا امام صاحب اور انکے دونوں شاگردوں سے مروی ہونا صحیح نہیں۔ اور یہ کہ ان قاعدوں کی
پابندی کرنا اور پھر متقدمین کے دوسرے طرز عمل و استنباطات سے جو انپر اعتراضات وارد ہوتے
ہیں انکے جواب میں تکلف کرنا جیساکہ بزدوی وغیرہ کرتے ہیں اسکے خلاف کی پابندی پر کوئی ترجیح
نہیں رکھتا انتہے۔ اسکے بعد شاہ صاحب نظیر کے طور پر ان قواعد کا منشار تخریج ہے یعنے[3] جن مسائل
کے طرز استدلال کو دیکھ کر وہ قواعد تخریج کیئے گئے ہیں اور پھر جو دوسرے مسائل اُن قواعد کے مناقض
ہیں۔ اور پھر فقہار کا انکے جواب میں تکلفات کرنا ذکر کر کے لکھتے ہیں۔ اس قسم کے قواعد اور بہت ہیں
جو تحقیق کرنے والے پر پوشیدہ نہیں ہیں انتہے۔ پھر اس قسم کے مسائل کے متاخرین کے نکالے
ہوئے ہونے پر نہ یہ کہ وہ متقدمین سے منقول ہیں۔ شاہ صاحب نے دو دلیلیں بھی بیان کیں۔ اور ایک دوسری
جگہ لکھتے ہیں[4]۔ اور بعض نے اصول فقہ میں قیل وقال کی کثرت کی اور ہر ایک نے اپنے اصحاب مذہب کے
لیئے جو جس کا مقلد ہے قواعد جدلیہ مستنبط کیے انتہے۔ اور عقد الجید میں فرماتے ہیں[5] خلاصہ یہ کہ اُن
میں اصول منضبط نہ تھے بلکہ انکے کچھ طرز عمل تھے جن کی طرف وہ اپنے پیدائشی سلیقہ کی مدد سے
رجوع کرتے تھے۔ پھر ایک قوم نے ارادہ کیا کہ اُنکے طرز عمل کو مسلسل بیان کریں خواہ اُنہوں
نے اس کو مفصل بیان کیا ہو یا اس کی طرف اشارہ کیا ہو یا انکے مسائل سے تخریج کر کے نکالا

---

[1] حنفیہ کے ہاں اصول کی اکثر متعارف کتابوں کا ماخذ و مشہور یہی بزدوی کی کتاب ہے ۱۲ [2] عبارت دعندی ان المسئلة القائلة الخ وامثال ذلک اصول مخرجة علی کلام الائمة وانها لا تصح بها روایة عن ابی حنیفة وصاحبیه وانه لیست المحافظة علیها والتکلف فی جواب ما یرد علیها من صنائع المتقدمین فی استنباطاتهم کما یفعل البزدوی وغیره احق من المحافظة علی خلافها والجواب عما یرد علیه انتہی ۱۲ [3] یعنی ممکن ہے کہ جن مسائل کی مخالفت سے انکے اصول مہدم پر اعتراض پڑتے ہیں ہم ان مسائل کے موافق اُن اصول کے خلاف دوسرے اصول قائم کریں اور پھر جن مسائل کے موافق انہوں نے اصول قائم کیئے ان مسائل کا ویسے ہی جواب دیں جیسے یہ دیتے ہیں پس کوئی وجہ نہیں کہ انہیں اصول کو جنکو انہوں نے اپنے اجتہاد کے موافق بتوسط بعض مسائل کے قائم کیا ہے پابندی کی جائے اور انہیں کو واجب الاعتماد سمجھا جائے ۱۲ [4] عبارت ومنهم من کثر القیل والقال فی اصول الفقه واستنبط کل لاصحابه قواعد جدلیة ۱۲ انتہی [5] عبارت بالجملة فکانت صنائعهم انما نعوا الیها بسلیقتهم المخلوقة فیهم فاراد قوم ان یسردوا صنائعهم التی ذکروها مفصلة فی کتبهم واشاروا الیها فی ضمن کلامهم اخرجت من مسائلهم وان لم یذکروها وتلقت عقول الخلف الاکثر صنائعهم بالقبول لما جبلوا علیه من السلیقة فمن ذلك صارت اصولهم فیما بعدهم انتہی ۱۲

گیا ہو۔ گو خود انہوں نے اس کو ذکر نہ کیا ہو۔ اور پچھلوں کی عقلوں نے اکثر انکے طرز عمل کو قبول کر لیا پھر وہ ان میں امور مسلمہ ٹھہر گئے انتہے ملخصا۔ الحاصل بہت سے اصول فقہ کے قواعد اپنے اپنے مذہب کے مسائل کے بالتبع مرتب کیے گئے اور پھر وہ لازمی اصول اور امور مسلمہ قرار پا گئے اور چونکہ یہی قواعد دلائل سے مسائل کے استخراج کا ذریعہ ہوتے ہیں اور انہیں کے مطابق نصوص میں تطبیق و توفیق عمل میں آتی ہے اور انہیں کی رو سے نصوص کا معمول بہ اور غیر معمول بہ ہونا معلوم ہوتا ہے اور ان قواعد کی رو سے اپنے مسائل تو موافق معلوم ہوتے ہی تھے اس لیے کہ انہیں کے تابع تو وہ قواعد تھے لہذا اپنے مسائل ان بنا ایسے قواعد کی جن میں تبدیل و تغیر کا وہم نہ تھا ہمیشہ قرآن و حدیث کے موافق اور اپنے سے خلاف مسائل مخالف معلوم ہوتے رہے اور انہیں قواعد کی بنا پر بہت سی احادیث متروک اور غیر معمول ٹھیرتی رہیں۔ پس اس قسم کے قواعد بھی فقہاء کے اپنے مسائل کی غلطی پر متنبہ ہونے کے سد راہ رہے لہذا فقہاء نے جان کر اپنی مخالف حدیثوں کو ترک نہیں کیا بلکہ یہہ اصول جن کی صحت انکے دلوں میں عقیدۃً ثابت تھی اسکے باعث پڑے۔ صرف یہی نہیں فن اصول کے متعلق کئی باتیں اور بھی ہیں جو اسکا باعث ہوئیں اول یہ کہ بعض وہ قواعد جو بعض ائمہ نے ابتداء زمانے میں قرار دیے تھے اور پھر زمانہ مابعد کی دوسرے ائمہ کی تحقیقات سے وہ ناقابل اعتماد ثابت ہوئے مثلاً مرسل و منقطع حدیث سے احتجاج جیسا کہ تم پہلے معلوم کر چکے ہو ان سابق الذکر ائمہ کے مقلدین نے ان قواعد کو ترک نہ کیا بلکہ وہ انہیں پر قائم رہے اس وجہ سے احادیث کا اخذ و ترک انمیں اسطور پر وقوع میں آیا کہ ویسا نہ ہو جاسکتا تھا

فقہاء کا دعوی اجماع دوسرے اجماع کی توسیع اور اس کو اس کی حد پر قائم نہ رکھنے نے غلطی میں ڈالدیا۔ فقہاء نے بسا اوقات جہاں انکے علم میں کسی مسئلہ کی بابت کسی کا خلاف نہ معلوم ہوا یا کوئی بات بخصوص

---

۵۱ جیسا کہ حدیث مصراۃ اور اسقاط سہم ذوی القربی میں کیا گیا۔ چنانچہ شاہ صاحب فرماتے ہیں یہ لایق نہیں کہ کسی حدیث کو یا کسی اثر کو جس پر قوم نے اتفاق کیا ہو کسی ایسے قاعدے کے سبب جسکو خود انہوں نے یا انکے اصحاب نے استخراج کیا ہے رد کردے مثل حدیث مصراۃ کے رد کرنے اور سہم ذوی القربی کے ساقط کردینے کے کیونکہ اپنے نکلے ہوئے قاعدے سے حدیث کی رعایت واجب تر ہے انتہی صہ۱۴۳ حجۃ اللہ ۱۲۔

۵۲ یہ بات اصل میں نفس اصول کی بابت نہیں ہے بلکہ اصول کی خلاف ورزی میں داخل ہے بلکہ کیقدر مناسبت کیوجہ سے یہاں پر لکھدی ۱۲

۵۳ جیسا کہ صاحب ہدایہ نے منع قرات مقتدی پر اجماع صحابہ کا دعوی کر دیا حالانکہ کتنے صحابہ مثل حضرت عمر وغیرہ سے منع تو درکنار حکم قرات فاتحہ کا منقول ہے اور رہا منع تو منع کی صحیح روایت بمشکل دو چار صحابہ سے ملسکتی ہے پھر اجماع کیسا ۱۲ ۵۴ اس قسم کا اجماع استدلال کے مواقع پر فقہاء کے کلام میں بہت دیکھا گیا مثلاً صاحب ہدایہ خیار رویۃ میں لکھتے ہیں کان ذلک بمحضر من الصحابۃ۔ محشی صاحب لکھتے ہیں ولم ینکر احد فکان اجماعا انتہی اور مثلاً زیجی کا قصہ طحاوی پیش کرکے لکھتے ہیں کان ذلک بمحضر من الصحابۃ ولم ینکر منہم احد صاحب لمعات نے اس سے اجماع کا دعوی کرکے حدیث قلتین کو رد کر دیا اور مثلاً حدیث فاطمہ بنت قیس کے غیر مقبول ٹھیرانے کو صاحب نور الانوار لکھتے ہیں قد قال ذلک عمر بمحضر من الصحابۃ فلم ینکر احد فکان اجماعا علی ان الحدیث مستنکر حالانکہ ایسی باتوں سے کہیں اجماع ثابت ہوتا ہے علامہ مقری اپنے قواعد میں کیا خوب لکھتے ہیں حذر الناصحون من احادیث الفقہاء واجماعات المقلدین انتہے یعنے نصیحت کرنیوالوں نے فقہا کی احادیث اور مقلدین کے اجماع کے اعتبار سے منع کیا ہے ۱۲۔

ایک جماعت صحابہ کے وقوع میں آئی اور ان میں کسی سے انکار منقول معلوم نہ ہوا۔ اجماع کا دعوے کر دیا اور جب انکے خیال میں اجماع قائم ہو گیا تو اُسکے مخالف نصوص کو کسی نہ کسی طریق سے ناقابل عمل ٹھہرا دیا حالانکہ اجماع کا معلوم ہونا ایک نہایت دشوار گزار امر ہے۔ امام احمد صاحب نے کیا خوب فرمایا جو شخص اجماع کا دعوی کرے وہ کاذب ہے لیکن فقہا نے اُس کو آسان خیال کر لیا اور کثرت سے اسکے وقوع کا دعوی کیا جہاں جہاں اس قسم کے مسائل میں انہوں نے اجماع کا دعوی کیا ان میں یا خود خلاف ثابت ہے یا وہ دعوی محض کسی ضعیف بنا پر ہے مگر انہوں نے اسپر اعتماد کر لیا۔ جس کے سبب سے آزاد تحقیق میں روک پیدا ہو گئی اور وہ بطریق راست مخالف دلائل کو نہ دیکھ سکے امور اس قسم کے اور بھی ہیں لیکن ہم بغرض اختصار اتنے ہی پر بس کرتے ہیں۔ غرض کتنے اسباب و وجوہ ایسے پیش آئے جن کے باعث سے فقہا ان مخالف مسائل میں جن احادیث کو خلاف ہیں صحیح ہو کر حدیث کو ساتھ کار بند ہونے سے معذور رہے۔

اس شبہ کا جواب کہ اگر یہ مسئلہ اس طرح ہوتا تو تمام فقہا ضرور اُسکے قائل ہوتے۔

پس کسی مسئلہ کی بابت جبکہ وہ ٹھیک طور پر دلائل سے ثابت ہو جائے یہ عذر پیش کرنا کہ اگر یہ مسئلہ اس طرح ہوتا تو یہ تمام فقہا ضرور اسکے قائل ہوتے کوئی وجہ وجیہ نہیں رکھتا اسکے علاوہ ایک مناظر اس شبہ کا جواب یوں بھی دے سکتا ہے کہ حنفیہ جو کہ بمقابلہ شافعیہ کے اپنے مسائل کو صحیح اور ارجح و موافق دلائل شرعیہ ثابت کرتے اور انکے مسائل کو مخالف و نادرست بتاتے ہیں اگر یہ صحیح ہو تو اس کی کیا وجہ ہے کہ شافعیہ میں اسقدر بڑے بڑے علما اور متبحر فقہا و محدثین گزرے انکو ان مسائل کا مخالف ہونا معلوم نہوا کیا وہ سب کے سب دین یا بالکل کج فہم یا جاہل تھے جو انہوں نے ان مخالف و نادرست مسائل کو چھوڑ نہ دیا فما هو جوابكم فهو جوابنا اسی طرح مثلاً حنفی مذہب کے اکابر فقہا جو ایک دوسرے کا بعض مسائل میں

---

[1] اس لئے کہ اجماع نام ہے تمام مجتہدین امت محمدیہ کا ایک وقت میں کسی امر دینی پر اتفاق کر لینے کا سو اگر ایک بھی خلاف ہوگا تو اجماع منعقد نہوگا دیکھو نور الانوار و توضیح تلویح اور امت محمدیہ اقطار و جوانب ہفت اقلیم میں منتشر ہے اُسکے ساری مجتہدوں کا اور پھر اُنکے کسی بات پر متفق ہونیکا علم ہونا محال عادی ہے امام احمد صاحب کا یہ قول کتب اصول میں مذکور ہے [2] مثل مسئلہ وجوب عشا در بلغار دیکھو کبیری وغیرہ بڑے بڑے نامور فقہا کا اسمیں باہم اختلاف ہے اور مثل مسئلہ فرضیۃ خروج بصنعہ علامہ بردعی و امام ابو منصور ماتریدی اور امام نسفی صاحب کنز اور شیخ الاسلام تمرتاشی صاحب تنویر اور صاحب شرح وقایہ اور علامہ شرنبلالی اور بہت سے دیگر اکابر حنفیہ خروج بصنعہ کو فرائض نماز سے کہتے ہیں اور علامہ کرخی اور زیلعی و صاحب درمختار اور صاحب ہدایہ اور بہت سے دیگر اکابر حنفیہ اسکی فرضیت کے قائل نہیں اور مثل مسئلہ نقض وضو بعصر قرحہ۔ صاحب ہدایہ اور صاحب شرح وقایہ وغیرہم اس سے وضو ٹوٹنے کے قائل نہیں اور صاحب نہایہ و صاحب غایۃ البیان اور صاحب فتح القدیر اور صاحب بزازیہ وضو ٹوٹ جانیکے قائل ہیں۔ اور مثل مسئلہ جواز وضو بمتقاطر از درخت۔ صاحب ہدایہ اور صاحب شرح وقایہ اور صاحب مجتبی وغیرہم جواز کے قائل ہیں اور صاحب بحر اور صاحب نہر اور صاحب غنیہ اور صاحب حلیہ وغیرہم عدم جواز کے۔ اس قسم کے مسائل فقہ میں صدہا ہیں نظیر کے طور پر یہ چند مسئلے ہم نے ذکر کر دیئے ۱۲۔

سخت خلاف کرتے اور دوسرے فریق کی بڑی روز کے ساتھ تغلیط کرتے ہیں تو فریق دوم کا کوئی شخص جبکہ اُسکے سامنے فریق اول اپنی دلائل ووجوہ اور دوسرے فریق کی غلطی کا اظہار کرے اگر کہے کہ ہمارے اصحاب بھی بڑے پایہ کے ذی علم اور بہت ہی دقیق النظر محقق تھے وہ ان دلائل ووجوہ کو خوب سمجھتے تھے اگر یہ صحیح ہوتے تو کبھی وہ اُن کا خلاف نکرتے تو اسکا کیا جواب ہوگا وہی جواب ان فقہا کی بابت بھی دیا جاسکتا ہے۔ الحاصل جن مسائل کو اہلحدیث مخالف حدیث بتاتے ہیں ان پر فقہا کے قائم رہنے سے ان مسائل کا مخالف حدیث نہونا ثابت نہیں ہوسکتا اور نہ یہ بات در اصل کچھ تعجب خیز ہے پس کسی امام کا کوئی مسئلہ جب حدیث رسول صلعم کے خلاف ثابت ہوجائے تو اس مسئلہ پر قائم رہنے اور حدیث رسول کے قبول نہ کرنے کی صحت کی کوئی ذراسی بھی وجہ نہیں بلکہ ایسا کرنا سخت غلطی ہے۔ یہ اول بات ہی جس میں اہلحدیث کو مقلدین سے خلاف ہے اور بڑا اصرار انکو اسی میں ہی۔

اختلافی مسائل میں تحقیق کی ضرورت | **دوسری بات** یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ یہ جائز نہیں کہ آدمی اختلافی مسائل میں آنکھ میچکر صرف اپنے امام کی رائے پر جسکی وہ تقلید کرتا ہے قانع ہوکر بیٹھ رہے اور دوسرے ائمہ کے اختلاف رائے اور اُن کے اقوال کی بالکل پرواہ نہ کرے بلکہ چاہیے کہ اپنی وسعت بھر تحقیق کرے اور کتاب وسنت پر پیش کر کے دیکھے جسکا قول قرین قیاس ہو اسی کو اختیار کرے تو صحیح اسکی یہ ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ مقصود بالذات تابعداری اللہ ورسول صلعم کی ہے اور کسی عالم کے قول کی پیروی مشروع ہونیکی کوئی وجہ ہے تو صرف یہ ہے کہ وہ اللہ تعالے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا حکم ہم کو بتاتے ہیں تو جب اللہ تعالے اور رسول اللہ صلعم کا حکم بتانے والوں میں بعض مسائل کی بابت ہوا اختلاف۔ ایک کہتا ہے کہ اللہ تعالے کا حکم یوں ہے دوسرا کہتا ہے یوں نہیں بلکہ یوں ہے اور مسلم ہے کہ اختلاف کی صورت میں حق عند اللہ ایک ہی ہوتا ہے

لہ اسیطرح علماء دیوبند جو کتنے امور کو شرک وبدعت بتاتے ہیں جنکے دیگر فریق کے بیشمار اور بڑے بڑے نامور علما جنمیں بہت سے علما جرکز بھی داخل ہیں عامل و مجوز ہیں تو یہ تمام علما رکیا بالکل جاہل و کند فہم ہیں جو انکو ان امور کا شرک وبدعت ہونا معلوم نہیں ہوتا یا بالکل بیدین ہیں کہ باوجود منع سمجھنے کے بھی نہیں چھوڑتے تھا ہو جوابکم فہو جوابنا۔ اسیطرح ہم فریق مقابل سے کہینگے کہ یہ تمام بڑے بڑے علماء دیوبند جو کتنے امور کو شرک وبدعت ٹھہراتے ہیں اور تم انکا شرک وبدعت ہونا تسلیم نہیں کرتے بلکہ انکو مستحب وسنن کہتے ہو اگر یہ صحیح ہے تو کیا یہ سب جاہل ہیں یا ایسے بددین ہیں کہ دینی امور کو شرک وبدعت ٹھہراتے ہیں اور ذرا بھی انکے جی میں اللہ کا ڈر نہیں فما ہو جوابکم فہو جوابنا ۱۲ **لہ** رد المحتار حاشیہ در مختار میں در مختار کے اس قول کے تحت میں کہ "مذہب ہمارا صواب محتمل خطا ہے" لکھتے ہیں اسلئے کہ اگر قطعاً اپنے مذہب کو صحیح کہدیا جائے تو یہ مسلہ منقول کہ ۱۱ مجتہد سے خطا بھی ہوجاتی ہے اور صواب بھی صحیح نرہیگا۔ پس ہم یقین نہیں کرسکتے کہ ہمارا مذہب (بمقابلہ مذہب امام شافعی وغیرہ کے) صواب ہی ہے اور نہ یہ کہ ہمارے مخالف کا مذہب خطا ہی ہے بنابر اس مختار کے کہ اللہ تعالے کا حکم ہر مسئلہ میں ایک ہی معین ہوتا ہے (نہ ہر دو) جسکی تلاش واجب ہے تو جو اسکو پہنچ گیا وہ مصیب ہے اور جو نہ پہنچا وہ مخطی ہے اھ (یہ بات خود) ائمہ اربعہ سے بھی منقول ہے انتہی۔ آگے جاکر لکھتے ہیں پر ممکن نہیں ہے کہ بیقین اعلان کردیا جائے کہ وہ صواب ہی پر ہے ہاں مقلد کو لازم ہے کہ یہ عقیدہ رکھے کہ جسطرف اس کا امام گیا ہے احتمال ہے کہ (بقیہ بصفحہ آئندہ)

پس نفس الامر میں صحیح بات ایک ہی کی ہو اور ایسا نہیں ہو کہ ایک عالم اور بے علم کا مقابلہ ہو کہ بے تامل ایک جانب حق کی تعیین کر لی جائے بلکہ وہ سب ہی کے سب بڑے بڑے مجتہد اور ہمارے پیشوا ہیں

بلا تحقیق ایک مجتہد کی تقلید کا التزام کر لینا اس کو نبی معصوم سمجھ لینا ہے

لیکن کوئی اجتہادی خطا کے احتمال سے معصوم نہیں ہو بلکہ ہر ایک کے قول میں خطا کا احتمال لگا ہوا ہے اور مانا گیا ہے کہ حق ان میں دائر ہی نہ یہ کہ کسی ایک کی بابت فیصلہ کر دیا گیا ہو کہ اسکے تمام اقوال بالکل صحیح اور درست ہیں پس ہم کو کسی طرح لائق نہیں کہ ہم آنکھ بند کر کے کسی ایک کے پیچھے ہو لیں۔ اور جہاں جہاں اور مجتہدوں نے جو اسی کے ہم پلہ یا اُس سے بڑھ کر ہیں خلاف کیا ہو ان اختلافی مسائل میں ارجح کی تلاش اور اللہ اور رسول کے کلام کے ساتھ مطابقت قول کی تحقیق کا قصد نہ کریں اگر ہم یہ تحقیق نہ کریں کا طرزِ عمل اختیار کریں تو گویا ہم نے اُن کو معصوم سمجھ لیا اور مجتہد نہیں بلکہ نبی قرار دے لیا۔ یا اپنے مقصودِ اصلی اللہ و رسول کے حکم کی اتباع کو چھوڑ دیا اور اس عالم کے اتباع کو مقصود بالذات ٹھہرا لیا۔ حالانکہ ایسا کرنا شرک میں داخل ہے۔ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ط

پس ضروری ہے کہ اپنی کوشش بھر اختلافی مسائل میں ارجح اقوال کی تلاش کرے اور تحقیق کو کام میں لائے اسکے بعد بھی اگر وہ ناکامیاب رہا اور ایسے قول پر قائم رہا جو نفس الامر میں راجح نہیں تو کوئی شبہ نہیں کہ وہ مقصودِ اصلی کی تلاش میں لگا رہا اور اپنے فرضِ منصبی کو ادا کر چکا لہٰذا وہ ملزم نہیں۔ بلکہ معذور ہے لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا

تحقیق راجح کے لیے زیادہ علم ضروری نہیں

اور یہ بھی ظاہر ہے کہ دو مختلف قولوں میں راجح معلوم کرنے کے لئے اس قدر علم درکار نہیں جس قدر اس شخص کے لیے ضروری ہے جو انہی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وہ حق ہو (نہ یہ کہ وہی حق ہے) انتہی صفحہ ۳۶ مقدمہ در مختار اور اسکی شرح رد محتار حنفیہ کے ہاں بڑی مستند کتابیں ہیں دیکھو جو جنہے لکھا اکابر حنفیہ اور ائمہ متبوعین کیسی صاف صاف اسکی تصریح کرتے ہیں باوجود ان سب باتوں کے تحقیق سے کنارہ کش ہو جانا اور صرف اپنے امام کے اقوال پر ہٹ کرنا کیسی بیجا بات ہے ۱۲ **۵۱** معصوم نہیں سمجھا تو صرف انہیں کی رائے پر اطمینان کر کے کیوں بیٹھ رہے ۱۲ **۵۲** کیونکہ اگر اللہ اور رسول ہی کے حکم کی تابعداری مقصودِ اصلی تھی تو اسکے حکم کے اور بتانے والوں سے کیوں اعراض کیا گیا اور صرف ایک ایسے شخص کے جملہ اقوال پر جسکی رہنمائی میں احتمال خطا بھی ہے کیوں حصر و قناعت کر لی گئی ۱۲ **۵۳** چنانچہ فقہاء متاخرین بلکہ امام صاحب اور اُن کے شاگردوں کے اقوال میں سے بعض قولوں کو بعض پر ترجیح دیتے ہیں۔ اور کسیکو صحیح اور کسیکو غیر صحیح اور کسیکو مفتیٰ اور کسیکو غیر مفتیٰ قرار دیتے ہیں حالانکہ اُن کو مسلم ہے کہ ہم ان کے برابر علم نہیں رکھتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ مرجح کیلئے اسقدر علم کی ضرورت نہیں جس قدر صاحب مذہب کے لئے اور یہ اس سے بھی ظاہر ہے کہ ایک معمولی فن شاعری میں واقفیت رکھنے والا دو بڑے ائمہ فن کے کلام میں سے بعض کو بعض پر ترجیح دیتا ہے گو خود وہ ایسا کلام موزون نہیں کر سکتا۔ اسی طرح ایک معمولی فن کتابت سے واقف دو بڑے خوشنویسوں کے خط میں ایک کو دوسرے سے بہتر اور خوشنما بتا سکتا ہے گو وہ خود ویسا نہ لکھ سکے۔ اسیطرح ایک شخص جسکو فن طب میں ایک حد تک دخل ہے۔ وہ اعلیٰ درجے کے طبیبوں کے قول میں سے جبکہ وہ کسی مریض کے مرض کی تشخیص میں اختلاف کریں دونوں کے وجوہ سننے کے بعد ایک کو ترجیح اور قرین قیاس کہتا ہے حالانکہ وہ ان کا سا علم نہیں رکھتا۔ الحاصل اس سے انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ دو مختلف قولوں میں سے ایک قول کو صحیح معلوم کرنے کے لئے کچھ بڑے درجے کا عالم ہونا کہ درجۂ اجتہادی کو پہنچا ہوا ہو ضروری نہیں۔ گو اسمیں شبہ نہیں کہ اگر مرجح فریقین سے علم ہو تو وہ ترجیح بہت ہی باوقعت و وزنی ہے مگر نفس ترجیح بغیر اسکے بھی حاصل ہو سکتی ہے واللہ اعلم ۱۲

اجتہاد خاص سے ایک مسئلہ پیدا کرے بلکہ ایک فی الجملہ لیاقت واستعداد کا آدمی بھی جانبین کے دلائل و وجوہات دیکھنے اور سننے اور تتبع اور تحقیق کرنیکے بعد ایک جانب کی ترجیح پر غلبۂ ظن حاصل کر لیتا ہے

یہ بات غلط ہے کہ جو آدمی آلات اجتہاد کو جامع نہ ہو وہ امام کا خلاف نہ کرے

شاہ صاحب عقد الجید میں اس قول کے رد میں کہ جو شخص آلات اجتہاد کا جامع نہ ہو اسکو اپنے مذہب کے خلاف حدیث پر عمل جائز نہیں کیونکہ وہ نہیں جانتا کہ وہ حدیث منسوخ یا ماؤل ہے یا محکم ہے جو اپنے ظاہر پر محمول ہے لکھتے ہیں یہ قول رد کر دیا گیا ہے اسوجہ سے کہ اگر یہ مطلب ہے کہ اُس کو ان احتمالات کے رفع کا تیقن حاصل نہیں ہوگا تو تیقن تو مجتہد کو بھی نہیں حاصل ہوتا بلکہ اسکا اکثر مدار کار اُس کا بھی صرف ظن غالب پر ہوتا ہے اور اگر یہ مطلب ہے کہ وہ اسباب کو غالب رائے کے ساتھ بھی نہیں معلوم کر سکتا۔ تو ہم اُس کو مبحوث عنہ صورت میں تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس لیے کہ جو مذہب میں ماہر ہے اور کتابوں کی تتبع کرتا رہتا ہے اور ایک معتد بہ مقدار حدیث وفقہ کو یاد رکھنے والا ہے بسا مرتبہ اس کو ظن غالب حاصل ہو جاتا ہے کہ فلاں حدیث نہ منسوخ ہے اور نہ کسی ضروری تاویل کے ساتھ ماؤل ہے اور بحث تو اسی صورت میں ہے کہ جب یہ ظن حاصل ہو جائے انتہیٰ۔

علم حدیث کا کمال کو پہنچ جانا یہ تو تم پہلے ہی سن چکے ہو کہ فن[۱] حدیث اپنے کمال کے اعلےٰ درجہ پر پہنچ کر تمام

اس بات کا جواب کہ ترجیح و تنقید مجتہد ہی کا کام ہے۔

[۱] اس سے اس شبہ کا جواب بھی سمجھ میں آسکتا ہے جو کہا گیا ہے کہ ترجیح و تنقید مجتہد ہی کا کام ہے کیونکہ ترجیح بلا احاطہ دلائل کے نہیں ہو سکتی اور احاطہ دلائل کا اور علم ناسخ و منسوخ وغیرہ کا مجتہد ہی کو ہوتا ہے کیونکہ جب ایک متوسط درجہ کے عالم نے فریقین کے بیان کردہ دلائل کو جو کہ تسلیم انکو دلائل کو محیط تھی دیکھ لیا تو اس مسئلہ میں جملہ دلائل کا اس کو علم ہو گیا اور مخالف در موافق کے دلائل کو جو فریقین نے اپنی اپنی معلومات کے زور سے اور تمام کوشش صرف کر کے پیش کیے تھے جان لیا اسکے علاوہ وسیع العلم محدثین محققین نے اپنی تصانیف میں اصول ادلہ حدیثیہ کو جمع کر دیا اور ایک ایک مسئلہ کو لیکر اسکے متعلق جو موافق اور مخالف حدیثیں ملسکیں ذکر کر دیں پس جس نے ان مجموعوں کو دیکھ لیا وہ گویا ان دلائل کے احاطے میں ان ہیں وسیع العلم ائمہ کی برابر واقفیت رکھنے والا ہو گیا۔ رہی باریک باریک استنباط اور لطیف استدلال تو وہ بھی جو پہلے علماء کو سوجھے متون اور شروح میں مذکور ہیں دوسرے وہ ہمیشہ افکار علماء باریک بین کے نتیجہ سے پیدا ہوتے رہتے ہیں انکا احاطہ کسی طرح مشروط نہیں ہو سکتا۔ علاوہ بریں احاطہ تو ان ائمہ کرام کو بھی نہ تھا جن کو اجتہاد ہے کسی کو بھی انکار نہیں جیسا کہ پہلے مذکور ہو چکا اور کچھ تحقیقات اسکے متعلق آگے بھی آتی ہے ۱۲ [۲] عبارت یہ ہے وفی المسئلۃ قول اٰخر وھو انہ اذا لم یجمع اٰلات الاجتہاد لا یحل لہ العمل علی الحدیث بخلاف مذھبہ لانہ لا یدری انہ منسوخ او ماول او محکم محمول علی ظاھرہ ورد بان عدم التیقن بنفی ھذہ الاحتمالات فالمجتہد ایضا لا یحصل لہ الیقین بذلک وانما یبنی امرہ علی غالب الظن وان اراد انہ لا یدری ذلک بغالب الرأی منعناہ فی صورۃ النزاع لان المتبحر فی المذھب المتتبع لکلام القوم والحافظ من الحدیث والفقہ بجملۃ صالحۃ کثیرا ما یحصل لہ غالب الظن بان الحدیث غیر منسوخ ولا ماول بتاویل یجب القول بہ وانما البحث فیما حصل لہ ذلک انتہی فتدبر ۱۲ [۳] چنانچہ درمختار اور رد المحتار کا قول پہلے ہم نقل کر چکے ہیں یہاں پر ہم عبارتیں نقل کرتے ہیں درمختار العلوم ثلاثۃ علم نضج وما احترق وعلم لا نضج ولا احترق وعلم نضج واحترق وھو علم الحدیث انتہی ملخصا رد المحتار المراد بنضج العلم تقرر قواعدہ وتفریع فروعھا وتوضیح مسائلہ والمراد باحتراقہ بلوغہ النہایۃ فی ذلک۔ قولہ علم الحدیث لانہ قد تم المراد منہ وذلک لان المحدثین جزاھم اللہ تعالیٰ خیرا وضعوا کتبا فی اسماء الرجال ونسبہم والقربیین اسمائہم ودبینوا اسمی الحفظ منہم وفاسد الروایۃ من صحیحہا ومنہم من حفظ المائۃ الف والثلثمائۃ وحصروا من روی عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم من الصحابۃ وبینوا الاحکام والمراد منہا فانکشف حقیقتہ طحطاوی۔ انتہی ۱۲

واضح اور روشن ہو گیا۔ اور علمائے محدثین نے اسکی تکمیل و تنقیح میں یہ یہ کوششیں کین کہ اسکی ہر شاخ اور ہر فن میں علیحدہ علیحدہ اور مستقل کتابیں لکھیں اور اسکے تمام متعلقات کو کھولکر ظاہر و صاف کر دیا۔ محدثین نے جب احادیث کی تدوین کی تو صرف یہی نہیں کیا کہ ان کو باحتیاط تمام لکھ دیا بلکہ ہر حدیث کے مع اسکے سلسلہ اسناد کے کہ جس سلسلہ سے انکو پہنچی تھی بشرح و تفصیل اسکے تمام راویوں کے لکھا اور راویونکی شناخت کرانے کے لیے انکا نام اور انکی کنیت اور انکے باپ کا نام اور انکا وطن اور قبیلہ سب کچھ بتایا پھر اسماء الرجال کا ایک فن علیحدہ مرتب کر کے اسمیں ہر ایک راوی کا پورا پورا حال لکھا اور اسکے استادوں اور اسکے شاگردونکی تفصیل اور اسکے سنہ ولادت و وفات وغیرہا اور اس کی صدق و امانت و دیانت وغیرہ کی اصلی کیفیت جہانتک انکو تحقیق کر ملی۔ درج کی۔ تاکہ ہر ایک راوی اور اسکی روایت کردہ حدیث کا درجہ اعتبار ہر ایک کو اندازہ ہو سکے اگرچہ ان تحقیقات اور نیز ان امور کی تفصیل کے بعد خیر احادیث کی تصحیح و تضعیف کی بناء سے احادیث معتبرہ و غیر معتبرہ کا جان لینا بہت آسان تھا لیکن انہوں نے اسی پر بس نہ کیا بلکہ اکابر محدثین نے عوام کے نفع اور انپر آسان کرنے کے لیے خود ہی احادیث کو ممتاز بھی کر دینے کی کوششیں کیں پس کسی نے اس التزام سے کتاب تالیف کی کہ اس میں وہی حدیثیں درج کریں گے جو معتبر اور صحیح ہوں۱؎ تاکہ ہر کوئی بیدھڑک انپر عمل کر سکے اور پھر اس تصحیح میں صرف اپنی ذاتی تحقیقات پر بھروسہ نہیں کیا بلکہ دیگر مبصرین سے بھی اتفاق رائی حاصل۲؎ کیا اور زمانہ مابعد کے مبصرین بھی برابر انکی تنقید کر کے انکے ساتھ متفق الرای ہوتے رہے اور کسی نے جب احادیث ذکر کیں تو وہیں پر انکی صحت و ضعف کا حال بھی لکھ۳؎ دیا اور کسی نے وہ احادیث جو دور زمانے میں پیدا ہو گئیں تھیں علیحدہ جمع کر دیں۴؎ تاکہ انکے اختلاط سے عوام کو اشتباہ نہ ہو بلکہ وہ ہر قسم کی احادیث کو آسانی کے ساتھ ممتاز پائیں کسی نے عوام کے واسطے عمل میں آسانی پیدا کرنے کی غرض سے احادیث احکام کا علیحدہ انتخاب کر دیا۵؎۔ اور انہی بحث کو انہیں احادیث

۱؎ مثل صحیح بخاری۔ صحیح مسلم۔ صحیح ابن خزیمہ۔ صحیح ابن حبان۔ مختارہ للحافظ ضیاء الدین المقدسی صحیح ابی عوانہ۔ صحیح ابن السکن۔ منتقی لابن الجارود وغیرہ ۱۲ ۲؎ امام بخاری کا قصہ اوپر لکھ چکے ۱۲ ۳؎ مثل جامع ترمذی۔ سنن دارقطنی مجمع الزوائد للحافظ الهیثمی بلوغ المرام لابن الحجر العسقلانی وغیرہ اور بعض کے اسامی آیندہ حواشی میں آتے ہیں ۱۲ ۴؎ مثل المقاصد الحسنۃ للسخاوی اللآلی المصنوعۃ للسیوطی موضوعات ملا علی قاری فوائد مجموعہ للشوکانی وغیرہ ۵؎ مثل سنن ابی داؤد۔ سنن نسائی۔ سنن ابن ماجہ۔ منتقی لشیخ الاسلام عبد السلام الحرانی۔ کتاب الاحکام للشیخ احمد بن عبد اللہ الطبری جامع الاحکام لابن عربی اور جو حاشیہ آیندہ میں آتے ہیں ۱۲

پر مقصور رکھا جو کہ احکام سے تعلق رکھتی ہیں اور[1] ہر ہر حدیث کو لیکر اسکی صحت و ضعف کی خصوصیت کے ساتھ تحقیقاتیں کیں اور حدیث کے ساتھ اسکے مؤید یا اسکے معنے حل کرنیوالی دوسری احادیث تھیں انکو بھی ذکر کر دیا اور پھر اگر کوئی اسکے معارض تھی تو اسکا بھی ذکر کرکے اور وجہ توفیق یا ترجیح بیان کر کے بات کو صاف کر دیا اور صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے فقہ حدیث سے خاص طور پر بحث کی۔ حدیثوں کو لیکر ترجمہ باب مقرر کیے اور ان سے مسائل مستفاد کر کے لوگوں کو انکے ساتھ تنبیہ کیا اور بعض ائمہ نے تو اس عالی مبحث میں بہت بڑا حصہ لیا اور فقہ حدیث میں[2] نہایت وسیع وسیع بحثیں لکھیں اور ایک ایک حدیث لیکر بیسیوں اور سیکڑوں مسئلے استنباط اور ثابت کر دیے اور لوگوں کے لیے ایک بے بہا نعمت تیار کر کے چھوڑ گئے اگرچہ اکثر ان کتابوں میں بھی حدیث منسوخ پر تنبیہ موجود تھی لیکن ایک گروہ[3] نے مزید تسکین اور اطمینان کے لیے منسوخ حدیثوں کی علیحدہ بحث کی اور انکے تمیز کرا دینے کے لیے اس میں مستقل کتابیں لکھیں پھر فہم معانی میں آسانی کر دینے کے واسطے نادر الفاظ کی تحقیق اور مشکل جملوں کی شرح میں علیحدہ کتابیں[5] مرتب

---

[1] مثل کتاب التحقیق لابن الجوزی۔ تنقیح التحقیق للامام عبد الهادی۔ کتاب الاحکام للحافظ عبد الحق الاشبیلی تخریج هدایه للحافظ الزیلعی تلخیص الحبیر لابن حجر العسقلانی۔ بلوغ المرام۔ دلائل الاحکام لابن شداد الحلبی وغیرہ اور بعض کا نام پہلے مذکور ہو چکا اور بعض کا اگلے حاشیہ میں آتا ہے ۱۲ [2] مثل کتاب الامام۔ کتاب الالمام کلاهما للامام ابن دقیق العید۔ استذکار شرح موطا۔ تمہید شرح موطا کلاهما للحافظ ابن عبد البر۔ کتاب الازهار شرح مصابیح للعلامة الاردبیلی فتح الباری شرح صحیح بخاری۔ نووی شرح صحیح مسلم۔ سبل السلام۔ نیل الاوطار وغیرہ [3] جن احادیث میں بظاہر تعارض تھا محدثین نے عوام کے رفع اشتباہ کے لیے انکی تطبیق میں مستقل کتابیں لکھی ہیں مثل اختلاف الحدیث للامام الشافعی۔ اختلاف الحدیث لابن قتیبہ وغیرہ ۱۲ [4] مثل امام محمد قرطبی۔ علامہ ابوبکر شیبانی۔ احمد بن اسحاق انباری۔ ابو جعفر النحاس۔ ابوبکر بن عربی۔ ابوداؤد سجستانی۔ ابوبکر محمد بن موسی حازمی۔ ابو القاسم بن هبة الله۔ ابو حفص بن شاهین بغدادی۔ امام قشیری محمد بن بحر اصفہانی امام ابن الجوزی وغیرہم۔ ان صاحبوں نے ناسخ و منسوخ حدیث میں مستقل کتابیں لکھیں۔ حازمی کی کتاب الاعتبار جو ابھی طبع ہو کر شائع ہوئی ہے بہت خوب کتاب ہے۔

[5] مثل غریب الحدیث للامام ابی عبید متوفی سنہ ۲۲۳ھ غریب الحدیث۔ ومشکل الحدیث لابن قتیبۃ الدینوری متوفی سنہ ۲۷۶ھ غریب الحدیث للعلامہ ابی بکر الانباری متوفی سنہ ۳۲۸ھ غریبین لابی عبید الهروی متوفی سنہ ۴۰۱ھ تہذیب غریب الحدیث للخطیب التبریزی متوفی سنہ ۵۰۲ھ الفائق للزمخشری متوفی سنہ ۵۳۸ھ مجمع الغرائب لعبد الغافر متوفی سنہ ۵۲۹ھ مجمع الغرائب لابی اسمعیل الفارسی متوفی سنہ ۵۲۹ھ مشارق الانوار للقاضی عیاض متوفی سنہ ۵۴۴ھ نہایہ لابن الاثیر الجزری متوفی سنہ ۶۰۶ھ جمل الغرائب للقاضی بیان الحق النیسابوری تبیہات مجمع البحار وغیرہ چونکہ تحقیق لغت وشرح محاورات مجرد سماع پر مبنی ہے اور اسکے لیے بالخصوص حدیث و قرآن کے بیان معنے میں قدیم زمانے کی زبان معتبر ہے اس وجہ سے ہم نے ان ائمہ کی تاریخ بتا دی تاکہ معلوم ہو جائے کہ ان الفاظ کی شرح بیان کرنے والے پرانے زمانے کے لوگ ہیں یا وہ جنہوں نے انہیں کتابوں سے اخذ کیا پرانے زمانے کے لوگوں نے جو محاورات وغیرہ بیان کیے بمزید احتیاط اسکے ساتھ انہوں نے اس کی سندیں بھی لکھی ہیں۔

غرض کہ محدثین نے فن حدیث کو روز روشن کی طرح صاف و ظاہر کردیا۔ اور پیغمبر صاحب کے اس ارشاد کو پوری طور پر دکھا دیا بالفعل تَرَكْتُكُمْ عَلٰی مِثْلِ الْبَيْضَاءِ لَيْلُهَا كَنَهَارِهَا لَا يَزِيغُ عَنْهَا إِلَّا هَالِكٌ[1] محدثین نے صرف اسیقدر اکتفا نہیں کیا بلکہ انہوں نے ہر قسم کے آدمی پر آسان کردینے کے لیے مطول کتابوں کو مختصر کیا۔ اور مبسوط بیانات کی تلخیص کی تاکہ جس کو خلاصہ بات معلوم کرنا ہو وہ مختصرات کو دیکھے اور جس کو مع وجوہ و شرح دیکھنا ہو وہ مبسوط کتابوں کی طرف رجوع کرے الحاصل انہوں نے کوئی عذر و حیلہ کسی کے لیے حدیث میں اشتباہ پیدا کرنے اور اسکے قبول نہ کرنے کا باقی نہ چھوڑا پس کسی طرح خیال نہیں کیا جاسکتا کہ اوسط درجہ کا علم والا جب وہ قرآن و حدیث کی رو سے کسی مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہے اس کو اس میں ظن غالب حاصل نہ ہوسکے۔

مقلدین کا یہ عذر کہ ہم حدیث نہیں سمجھ سکتے اور اسکا جواب

لیکن افسوس ہے کہ مقلدین کو اس پر بھی انکار ہے اور وہ اب بھی کہتے ہیں کہ ہم حدیث کو سمجھ نہیں سکتے حالانکہ وہ حدیث پڑھتے اور پڑھاتے ہیں اور حدیث کو اپنے امام کے موافق بنانے کے وقت اور انکے مسئلہ کو ثابت کرنے کے لیے بڑے سمجھدار ہوجاتے ہیں اور بڑی گرم جوشی کے ساتھ طرح طرح سے اس حدیث کے معنے جو مخالف ہو اپنے امام کے غیر مخالف بناتے ہیں لیکن اگر حدیث پر عمل کے لیے کہا جائے تو یہ عذر ہے کہ ہم سمجھ نہیں سکتے۔ علامہ محمد حیات مدنی کیا خوب فرماتے ہیں بہت سے ان میں کے جبکہ انسے کہا جاتا ہے کہ تم حدیث پر عمل کیوں نہیں کرتے تو وہ حدیث کے نہ سمجھنے کا دعویٰ کرنے لگتے ہیں حالانکہ وہ اپنی فضیلت کے مدعی ہیں اور حدیث پڑھتے پڑھاتے ہیں اور جس کی تقلید کرتے ہیں اسکے لیے استدلال کرتے ہیں اور یہ بڑی تعجب کی بات ہے انتہے[2] لیکن اگر وہ اپنے دل میں انصاف کریں اور ہم اللہ تعالے کو اس بارے میں حکم گردانتے ہیں تو کبھی اس سے انکار نہیں کرسکتے کہ جب وہ دو مختلف قول کے دلائل و وجوہات سنتے اور دیکھتے ہیں تو انکے ذہن میں ضرور ایک جانب کی ترجیح کی بابت ظن غالب قائم ہوجاتا ہے اور اگر وہ اس مذہب کی تخصیص سے جس کے نام لینے والوں میں وہ پیدا ہوئے ہیں قطع نظر کرکے نظر تحقیق سے احادیث کو دیکھیں تو ضرور وہ بہت سے مسائل میں اپنے مذہب کے خلاف رائے قائم کرسکتے ہیں وہ خود اللہ علیم و دانا کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنے جی میں اسکا فیصلہ کریں کہ آیا وہ اسکی سمجھ رکھتے ہیں یا نہیں اور فریقین کے دلائل دیکھنے اور تحقیق کرنے کے بعد انکے ذہن میں ایک بات کی ترجیح سمجھ میں آتی ہے یا نہیں بَلِ الْإِنْسَانُ عَلٰی نَفْسِہٖ بَصِیْرَۃٌ[3]

---

[1] اخرجہ ابن ابی عاصم فی کتاب السنۃ واسنادہ حسن یعنی بیشک میں نے تم کو چٹیل میدان کی طرح روشن و صاف دین پر ڈالکر چھوڑا ہے جسکی رات بھی دن کی طرح روشن ہے اب اس سے وہی بہکیگا جو تباہ کار ہوگا

[2] عبارتہ ہو وکثیر منہم من بلی بعدم فہم الحدیث اذا قیل لہم لا تعملون بالحدیث مع ادعائہ الفضیلۃ وتعلیمہ وتعلمہ واستدلالہ لمن قلدہ وھذا من اغرب الغرائب انتہی ما فی تحفۃ الانام ۱۲

[3] بلکہ انسان اپنے نفس پر خود شاہد ہے۔ گو اپنے عذر کیا کرے ۱۲ (سورۂ قیامۃ رکوع ۱)

لوائح معاذیرہ

اجتہاد اور اسکی آسانی بہرحال اسمیں شک نہیں کہ دو مختلف قولوں یا وجوہ و دلائل سننے کے بعد ایک کو ترجیح دینے کے لیے کسی متعسر الحصول اور بہت وسیع مقدار علم یا درجہ اجتہاد کے حاصل ہونیکی ضرورت نہیں۔ لیکن یہ خیال ہرگز صحیح نہیں کہ حدیث کا سمجھنا اور اُس سے دلیل پکڑنا یا اُسکے ذریعہ سے امام کے مسئلہ کو راجح یا غیر راجح معلوم کرنا یا کسی مسئلہ میں امام کا خلاف کرنا مجتہد کا کام ہے بغیر درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے کسی کو یہ منصب حاصل نہیں کیونکہ علاوہ اجتہاد بھی کوئی ایسا منصب نہیں ہے جو نبوت کی طرح ختم ہو گیا ہو جیسا کہ عوام الناس کے خیالات میں سمایا ہوا ہے کہ اب وہ کسی کو حاصل ہی نہیں ہو سکتا بلکہ کوئی شبہ نہیں کہ وہ پہلے زمانے کی نسبت زمانہ مابعد میں بہت سہل ہو گیا۔ اور اس کا حاصل ہونا نہایت آسان ہو گیا۔ اجتہاد[1] کے لیے جن علوم کی ضرورت ہے انکا ذکر تم پہلے سن چکے ہو۔ وہ علوم ساری کے ساری بعد کے زمانوں میں نہایت میسر الحصول ہو گئے اور محقق اور مدون ہو ہو کر اپنے وضاحت و تنقیح کے درجہ اعلیٰ پہنچ گئے قرآن مجید کی دس پانچ نہیں بلکہ صدہا تفسیریں مرتب ہو گئیں۔ حل معانی۔ بیان مشکل۔ استنباط مسائل توضیح۔ شان نزول۔ تحقیق ناسخ و منسوخ ہر قسم کے ضروری مسائل پر بلکہ ضرورت سے زائد بڑی بڑی مبسوط بحثیں اور تنقیحیں کی گئیں اور کرنیوالے یہ ساری علمی خزانے اپنی اپنی تصنیفات میں ودیعت رکھ کر پچھلوں کے لیے چھوڑ گئے اور صرف یہی نہیں بلکہ انہوں نے مزید تیسیر کے لیے آیات احکام کو علیحدہ کر کے جن سے مجتہد و مسائل کو تعلق ہے انکی مستقل تفسیریں[2] لکھ دیں۔ اسی طرح **احادیث**

---

[1] اجتہاد کے لیے جو علوم اور جو انکی مقدار ہم پہلے عقد الجید سے نقل کر چکے ہیں وہی اصول کی کتابوں میں بھی مذکور ہیں دیکھو تلویح و توضیح وغیرہ اور ہدایہ میں ہے وفی حد الاجتہاد کلام عرف فی اصول الفقہ حاصلہ ان یکون صاحب حدیث لہ معرفۃ بالفقہ لیعرف معانی الآثار او صاحب فقہ لہ معرفۃ بالحدیث لئلا یشتغل بالقیاس فی المنصوص علیہ انتہی یعنی اصول فقہ میں اجتہاد کی تعریف جو مذکور ہے اُس کا حاصل یہ ہے کہ مجتہد وہ ہے جو صاحب حدیث ہو اور فقہ سے آگاہی رکھتا ہو تاکہ روایات کے معنی جان سکے یا صاحب فقہ ہو اور حدیث سے آگاہی رکھتا ہو تاکہ منصوص میں قیاس نہ کر بیٹھے۔ اس سے ثابت ہوا کہ اجتہاد کے لئے فقہ میں مہارت اور حدیث میں فی الجملہ دخل یا حدیث میں مہارت اور فقہ میں فی الجملہ دخل کافی ہے اس سے تمکو ہمارے اُس بیان کے سمجھنے میں بھی مدد مل سکتی ہے جو پہلے لکھ چکے کہ اجتہاد کئی طریق کا ہوتا ہے اور عموماً کسی کے مجتہد ہونے سے اُس کا کثیر الحدیث ہونا یا فن حدیث میں ماہر ہونا ثابت نہیں ہو سکتا ۱۲

[2] جن اصحاب نے آیات احکام کی تفسیریں علیحدہ لکھیں یا احکام قرآن کو تالیف کیا انمیں سے بعض اصحاب کے نام نامی یہ ہیں۔ امام شافعی شیخ ابو الحسن۔ علی بن حجر سعدی۔ قاضی ابو اسمٰعیل بصری شیخ ابو الحسن قمی۔ امام محمودی شیخ ابو محمد قرطبی۔ شیخ ابو بکر جصاص رازی۔ کیا ہراسی بغدادی۔ قاضی ابو بکر ابن العربی۔ شیخ عبد المنعم غرناطی شیخ ابو محمد مکی۔ شیخ ابو بکر بیہقی۔ ملا جیون صاحب امیٹھوی لکھنوی۔ نواب صدیق حسن خانصاحب قنوجی رحمہم اللہ تعالیٰ ۱۲

کیساتھ بھی کیا گیا ایک ایک کتاب اس فن میں ایسی ایسی مفید اور جامع لکھی گئی کہ اسکی بابت کہا گیا کہ بس وہ مجتہد کے لیے کافی ہے۔ پھر محدثین نے ایک ایک حدیث کو لیکر اسکے ہر ہر پہلو کے متعلق بڑی [illegible]

محدثین کے کارنامے اور مشہور کتابوں کے مصنفین اور ان میں سے ایک ایک کتاب کا مجتہد کیلئے کافی ہونا ۔

ل اس موقع پر ہم شاہ صاحب کے اس کلام کے ترجمہ کو جو انہوں نے اہلحدیث اور انکے علمی کارناموں میں ذکر کیا ہے لکھتے ہیں اس سے انکو اسبات کی اور نیز جو پہلے مذکور ہوا اور بعض مضامین جو آگے آتے ہیں ان کی تصدیق ہو سکتی ہے۔ شاہ صاحب کہتے ہیں پھر (محدثین کے طبقۂ اولی کے بعد) اللہ تعالی نے ایک اور جماعت کو پیدا کیا تو انھوں نے اپنے اصحاب (طبقہ اولی) کو دیکھا کہ وہ جمع احادیث اور اہلحدیث کے طریقہ پر تمہید فقہ کی بوجھ کے لئے کافی ہو گئے (یعنے وہ اسکو انجام دے چکے) تو اب یہ لوگ دوسرے فنوں کے لئے فارغ ہو گئے۔ مثلاً ان احادیث صحیحہ کا تمیز کرنا جنپر اکابر محدثین مثل یزید بن ہارون اور یحیی بن سعید قطان اور احمد اور اسحاق وغیرہم کا اجماع ہوا اور مثلاً ان احادیث احکام کا جمع کرنا جن پر مختلف شہروں کے فقہاء (مجتہدین) اور علماء بلاد نے اپنے مذاہب کی بنا رکھی ہے اور ہر حدیث پر (صحت وضعف وغیرہ کا) جسکی وہ مستحق تھی حکم لگانا اور شاذ اور نادر اور اکا دکا احادیث کا جنکو اوائل نے روایت نہ کیا تھا جمع کرنا یا انکی ان سندوں کا جن سندوں سے اوائل نے روایت نکیا تھا فراہم کرنا جنمیں کچھ مطالب علیہ ہیں اس گروہ کے لوگ بخاری اور مسلم اور ابوداؤد اور عبد بن حمید اور دارمی اور ابن ماجہ اور ابو یعلی اور ترمذی اور نسائی اور دارقطنی اور حاکم اور بیہقی اور خطیب اور دیلمی اور ابن عبد البر وغیرہم ہیں اور میرے نزدیک ان سب میں وسیع تر علم کی رو سے اور نافع تر تصنیف میں اور مشہور تر نام میں چار شخص ہیں زمانے میں (بھی) قریب اور سب میں اول ابو عبد اللہ بخاری ہیں ان کی غرض تھی احادیث صحیحہ متصلہ کا جو بہت بہت سی سندوں سے مروی ہیں چن لینا اور پھر احکام اور پیغمبر صاحب کے حالات اور تفسیر (قرآن) کا ان سے استنباط کرنا۔ پس انھوں نے اپنی جامع صحیح (بخاری) کو تصنیف کیا اور جو شرط کی تھی اسکو پورا کر دیا اور ہمکو خبر پہنچی ہے کہ صالحین میں سے ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ آپ فرماتے ہیں تجھکو کیا ہو گیا کہ تو محمد بن ادریس (شافعی) کی فقہ میں مشغول ہے اور میری کتاب چھوڑ دی انھوں نے عرض کیا یا رسول اللہ آپکی کون کون کتاب ہے فرمایا صحیح بخاری (امام شافعی کے مذہب کی بابت صحیح بخاری کے مقابلے میں کہ جو صحیح بخاری کی احادیث کیساتھ بہ نسبت حنفی مذہب کے بہت زائد موافق ہے حتی کہ بخاری کو شافعی المذہب اور صحیح بخاری کو شافعی مذہب کی کتاب کہدیا گیا یہ ارشاد ہوا تو حنفی مذہب کی بابت اسی سے اندازہ ہو سکتا ہے) اور میں قسمیہ کہتا ہوں کہ صحیح بخاری شہرت اور قبول کے اس درجہ پر پہنچی کہ اس سے زائد ارادہ بھی نہیں کیا جا سکتا دوسرے مسلم نیشاپوری ہیں انھوں نے قصد کیا ان احادیث صحیحہ کی تجرید کر دینے کا جن کی صحت پر محدثین کا کا اتفاق ہوا اور مرفوع متصل ہوں جن سے مسائل شرعیہ استنباط کئے جاتے ہوں اور انہوں نے ان احادیث کا (سمجھنے میں بھی) ذہنوں سے قریب کر دینا اور استنباط مسائل کا ان سے سہل کر دینا چاہا۔ پس انھوں نے اسکو بہت خوبی سے ترتیب دیا اور ہر حدیث کی تمام روایات کو ایک جگہ جمع کر دیا تاکہ متون احادیث (میں اگر الفاظ) کا (کوئی) اختلاف (ہو تو وہ) اور اسنادوں کا شاخ در شاخ ہونا واضح تر طریقے سے ظاہر ہو جائے اور مختلفات کو جمع کیا پس عربی زبان جاننے والے کیلئے کوئی عذر حدیث سے کسی دوسری چیز کیطرف (مثل رائے و تقلید کے) رجوع کرنے کا نہ چھوڑا۔ تیسرے۔ ابوداؤد سجستانی ہیں انکا ارادہ ہوا ان احادیث کے جمع کرنے کا جنسے فقہاء نے استدلال کیا اور وہ ان میں متداول ہوئیں اور علماء بلاد نے ان پر بنائے احکام رکھی پس انھوں نے اپنی سنن (سنن ابی داؤد) تصنیف کی اور اسمیں حدیث صحیح اور حسن لین (ذرا ضعیف) اور قابل واسطے عمل کے جمع کیں ابوداؤد نے فرمایا میں نے اپنی کتاب میں کوئی ایسی حدیث ذکر نہیں کی جسکے ترک پر اجماع ہو اور جو ضعیف تھیں انکے ضعف کو ظاہر کر دیا اور جس میں کچھ علت تھی اسکی علت کو ایسے طریقے سے بیان کر دیا کہ اس فن میں سمجھنے والا پہچان جائے۔ اور ہر حدیث کیلئے وہ ترجمہ مقرر کیا جو کسی عالم نے اسکو اس حدیث سے استنباط کیا اور کسی مذہب والے نے اسکو اختیار کیا تھا اور اسیواسطے غزالی نے صاف کہدیا کہ ابوداؤد کی کتاب مجتہد کے لیے کافی ہے چوتھے ابو عیسی ترمذی ہیں اور گویا انھوں نے طریقہ شیخین کو بھی پسند کیا کہ انھوں نے ظاہر کر دیا اور مبہم نہیں چھوڑا اور طریقہ ابوداؤد کو بھی کہ ہر حدیث کو جسکی طرف کوئی گیا ہے جمع کر دیا تو ترمذی نے دونوں طریقوں کو ملا دیا اور بیان مذاہب صحابہ اور تابعین اور مجتہدین بلاد کو اس پر اور مزید کیا۔ پس ایک جامع کتاب جمع کر دی اور لطافت کیساتھ طرق حدیث کا اختصار کیا تو ایک طریق کو ذکر کرکے اور طرق کیطرف اشارہ کر دیا اور ہر حدیث کا حال بیان کر دیا کہ وہ صحیح ہے یا حسن ہے یا ضعیف ہے یا منکر ہے (بقیہ بصفحہ آئندہ)

بسیط شرحیں اور تحقیقیں لکھی ہیں جسقدر مسائل و احکام خود ان سے یا اُن کے پہلوؤں سے مستفاد ہو سکے انکو تفصیل وار علیحدہ علیحدہ بیان کر دیا اگر اس میں کوئی اشکال یا اشتباہ تھا اسکو بھی کھولدیا اور پھر جا بجا **مذاہب صحابہ** و تابعین و ائمۂ مجتہدین کے بھی بیان کر دیے اور ہر ایک کے دلائل اور وجوہ استنباط بھی بتا دیے جو بجائے خود حصول درجۂ اجتہاد کے لیے کافی ہیں غرض وہ ایک بے پایان انمول دولت کما کر آیندہ نسلوں کے بلا مشقت حاصل کر لینے کے لیے چھوڑ گئے اسی طرح **فن اصول** جو مجتہد کے لیئے دشوار گزار و تاریک منازل طے کرنے کے واسطے بمنزلۂ مشعل کے ہے وہ پچھلے زمانوں میں چھنکر کیسا منقح اور مکمل ہو گیا۔ اور اس میں **قیاس** و استنباطات کے تمام طریقے کھول کر واضح کر دیے اسی طرح **فنون عربیت** کی تہذیب و تنقیح میں کوئی دقیقہ باقی نہیں چھوڑا۔

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور وجہ ضعف کو بھی بیان کر دیا کہ طالب اپنے کام میں بصیرت کے ساتھ رہے پس تمیز کرلے اسکو جو اعتبار کے لائق ہے اور جو اُس سے کم ہے اور یہ بھی بیان کر دیا کہ یہ کثیر الاسناد ہے یا غریب ہے اور جسکے نام بتانے کی ضرورت تھی اُس کا نام بتا دیا اور جسکی کنیت کی ضرورت تھی اسکی کنیت بتائی اور جو افراد علم میں سے ہیں انکے لیئے کوئی پوشیدگی نہیں چھوڑی اسی واسطے کہا جاتا ہے کہ وہ مجتہد کیلئے کافی ہے۔ اور مقلد کو (تقلید سے) بے پروا کرتی ہے انتہے حجۃ اللہ صـ۱۵۶

حنفی مذہب کی بنا حدیث پر بہت کم ہے

شاہ صاحب کے اس قول سے چند باتیں معلوم ہوئیں اول یہ کہ تمام مشہور ائمہ اور اُن کے مذاہب کے دلائل جن پر اُن کی بنا ہے۔ جن میں ائمہ اربعہ بھی شامل ہیں انہیں کتب حدیث میں مذکور ہیں اور چونکہ کتب حدیث میں وہ احادیث جنپر حنفی مذہب کے اختلافی مسائل کی بنا ہے بہت کم ہیں یا غیر معتبر ذریعہ سے ثابت ہیں پس معلوم ہوا کہ حنفی مذہب کا مبنی بہ نسبت دوسرے مذاہب کے حدیث پر کم ہے جسکی بڑی وجہ بانی مذہب کا بہت سی احادیث پانے سے بوجوہ مذکورہ معذور رہنا ہے۔ دوسرے اُن کے جو کچھ دلائل ہیں وہ یہی ہیں جو ان کتابوں میں مذکور ہیں۔ پس کسی مخالف مسئلہ کے پیش ہونے پر یہ خیال کرنا کہ شاید کوئی اور حدیث ان کی دلیل ہوگی بجز ایک خیال خام کے اور کچھ نہیں۔ تیسرے اُن کتابوں میں کی ایک ایک کتاب ایسی ہے جو مجتہد کے لئے کافی ہے نہ کہ جب کئی ملجائیں پس اب اجتہاد میں بہت آسانی ہے۔ چوتھے محدثین کی ان کتابوں نے تقلید سے مستغنی کر دیا ہے ۱۲ **ف۲** دیکھو کتب شروح حدیث اور بعض کا نام ہم پہلے بھی بیان کر چکے اور بعض کا آگے آتا ہے ۱۲ (متعلق صفحہ ہذا)

بعض ان کتابوں کے نام جن میں تمام مشہور مذاہب اور اُن کے دلائل مذکور ہیں۔

ف۱ اس قسم کی کتابوں کے نام ایک جگہ ہم پہلے بتلا چکے ہیں ابھی شاہ صاحب کے کلام میں دو اس سے پہلے بھی مذکور ہوئے انکے علاوہ الاوسط۔ کتاب الاشراف۔ کلاہما للعلامۃ ابی بکر بن المنذر النیشاپوری۔ الایصال لابن حزم۔ اس میں تمام مشہور مذاہب اور ہر ایک کے دلائل لکھے ہیں۔ اور نفس مذاہب کے بیان میں رحمۃ الامۃ فی اختلاف الائمۃ بھی مشہور کتاب ہے۔ امام شعرانی نے ایک کتاب کشف الغمہ عن جمیع الامہ تالیف کی جس میں دعویٰ کیا کہ کوئی مذہب نہیں جس کی دلیل اس کتاب میں ذکر نہ کر دی ہو۔ گویا اُنھوں نے تمام مذاہب کا احاطہ کر دیا لیکن افسوس ہے کہ اس میں محققین کے طریقہ پر صحت اور ضعف سے تعرض نہ کیا بلکہ ہر قسم کی دلیل کو ایک رنگ میں بیان کر دیا جسکے عنوان سے تحقیق پسند راضی نہیں ہو سکتا۔ ۱۲-

پچھلوں کا پہلوں سے مقدار علم میں زیادہ ہونا اور پچھلے زمانہ میں علم کا آسان ہونا

غرضکہ اس سے انکار کی گنجائش نہیں کہ یہ تمام علوم جن پر مدار اجتہاد ہے وہ سابق کے زمانوں کی نسبت بعد کے زمانوں میں بیحد سہل الوصول اور آسان تر ہو گئے اور پہلے زمانے کے علماء جو بات بدقت تمام اور اپنی ذاتی کوششوں سے اور طویل زمانہ صرف کرنے کے بعد حاصل کر سکتے تھے اب پچھلے زمانے کے اہل علم وہ بات تیار شدہ بہت آسانی کے ساتھ بلا ضرورت صرف مدت زائد کے پا رہے ہیں۔ اور پھر ایک عالم کی کمائی نہیں بلکہ ہزارہا علماء کی عمر بھر کی نہایت مشقت ومحنت کے ساتھ حاصل کی ہوئی کمائی مفت لے رہے ہیں اور اپنی ذاتی تحقیقات علیحدہ۔ بلکہ ایک بعد والے کی ذاتی تحقیقات بھی ایک پہلے عالم کی ذاتی تحقیقات سے مقدار میں زیادہ ہونا چاہیئے اور ہو ہی گی اس لیے کہ ظاہر ہے کہ جسقدر اسباب و آلات کی فراہمی اور آسانی ہو گی اسیقدر ثمرے اور نتیجے کی کثرت اور زیادتی ہو گی اور اسباب و آلات کی فراہمی اور آسانی ابھی ثابت ہو چکی۔ لہذا پچھلے زمانے میں اوسط درجہ کی سعی کرنیوالے عالم کی معلومات کا پہلے زمانے کی بلند درجہ کی سعی کرنیوالے عالم کی معلومات بڑی مشکل سے مقابلہ کر سکتے ہیں گو اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ **فضل و شرف** میں پہلے ہی پیش پیش ہیں۔

اس بات کی غلطی کہ پچھلے زمانہ میں مجتہد نہیں ہوئے

مگر مقدار علم و فراہمی معلومات میں پچھلے بڑھ گئے۔ اور کبھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالے نے قرار دے لیا ہے کہ پہلے لوگوں کو جسقدر فہم و ذہن عنایت فرمایا تھا پچھلوں کو اسقدر عنایت نہ فرمائیگا جس سے سمجھا جائے کہ پچھلوں سے اجتہاد کی اہلیت مسلوب ہو گئی۔ اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ اجتہاد میں جدت کی بھی کوئی شرط نہیں پس کس طرح تسلیم کیا جا سکتا ہو کہ پچھلے زمانے کے یہ تمام بڑی بڑی علماء جو فنون حدیث وغیرہ میں بخوبی دخل و نظر تحقیقی رکھتے تھے مجتہد نہ تھے یا پچھلے زمانے میں کوئی درجۂ اجتہاد کو نہیں پہنچ سکتا۔ شاہ ولی اللہ صاحب عقد الجید میں

---

۵۱ بالخصوص جبسے مطابع ہوئے اور بھی آسانی ہو گئی جو کتابیں پہلے زمانے میں خاص خاص کتب خانوں میں ہوتی تھیں اور بمشکل کسیکو دیکھنے کو ملتی تھیں اب عام ہو رہی ہیں۔ چنانچہ جو کتابیں ہنوز طبع نہیں ہوئیں مثل صحیح ابن خزیمہ وغیرہ انکی کمیابی ظاہر ہے اور ان تک پہنچنا اور ان کا دیکھنا کیسا مشکل ہے ۱۲ ۵۲ جبکہ دونوں کوشش و فہم میں برابر ہوں ۱۲ ۵۳ چنانچہ پہلے زمانے کے ائمہ کا بمشکل قلیل حصہ حدیث کے پانیکا ذکر پہلے پڑھ چکے ہو ۱۲۔

پچھلے لوگوں کے مجتہد یا مجتہد مطلق مشہور نہ ہونے کی وجہ۔

۵۴ جب مذاہب اربعہ کی تقلید شخصی مروج ہو گئی تو اُس کا پاس لوگوں پر ایسا غالب ہوا کہ انہوں نے ہر شخص کو گو وہ اپنی تحقیق و علم کے لحاظ سے کیسے ہی عالی مرتبہ پر پہنچا ہوا ہو انھیں سلسلوں میں سے کسی سلسلہ میں محصور کرنا چاہا اور نہیں تو مجتہد منتسب ہی قرار دیدیا۔ چنانچہ اس انتساب کی کارروائی کو پہلے کے بعض ایسوں کی بابت بھی جاری کر دیا جنکی طرف سے ذرا بھی انتساب کا کوئی ثبوت نہیں ملتا۔ لیکن پچھلے زمانے کے تذکرے و طبقات لکھنے والے اپنی خیالات کے موافق ایسا کرتے رہی حالانکہ نفس الامر میں کوئی ضرورت نہیں ہے جو انکو انہیں میں سے کسی ایک کی طرف انتساب پر مجبور کرتی ہو۔ ایک متاخر زمانے کا متبحر عالم جسنے اُن علوم میں جو مجتہد مطلق مستقل کے لئے ضروری ہیں ذاتی اطمینان حاصل کیا ہے اور گو وہ اکثر مسائل میں زمانہ متقدم کے کسی مجتہد کے موافق ہے لیکن اسکا ذاتی تجربہ و تحقیقات اس درجہ کا ہے کہ وہ ان مسائل کا اس متقدم مجتہد کے بھروسہ پر قائل نہیں ہے بلکہ اگر وہ متقدم نہوتا تاہم وہ ان اصولی و فروعی مسائل تک پہنچ جاتا۔ کوئی وجہ نہیں ہے کہ باعتبار (بقیہ بصفحۂ آیندہ)

فرماتے ہیں اجتہاد کی حقیقت جو علماء کے کلام سے معلوم ہوتی ہے یہ ہے کہ شرعی احکام کو جو کہ
فرعی اعمال کے متعلق ہیں ان کو انکے دلائل سے جو کہ قرآن وحدیث واجماع وقیاس ہیں جانے
میں کوشش صرف کرنا۔ اجتہاد کی اس تعریف سے معلوم ہوا کہ وہ عام ہے خواہ یہ کوشش اس
حکم کے معلوم کرنے میں ہو جس میں پہلے علماء گفتگو کر چکے ہیں اور اسکو اسکی دلیل سے استخراج
کر چکے ہیں یا ایسا نہ ہو بلکہ کوئی نیا مسئلہ ہو اور خواہ یہ شخص پہلوں کی اگر وہ اس میں گفتگو کر
چکے ہیں موافقت کرے یا مخالفت۔ اور خواہ یہ اجتہاد دوسرے کی اعانت سے ہو۔ صورت
مسئلہ یا ماخذ دلیل پر تنبیہ کی بابت یا بلا دوسرے کی اعانت کے ہو۔ پس ایسے شخص کے
بارے میں جو اپنے استاد کے اکثر مسائل میں موافق ہے۔ لیکن وہ ہر حکم کی دلیل جانتا ہے اور
اس کا دل اس دلیل کے ساتھ مطمئن ہے۔ اور وہ بصیرت رکھتا ہے۔ یہ خیال کہ وہ مجتہد نہیں
خیال فاسد ہے۔ اور اسی طرح جو یہ گمان کیا جاتا ہے کہ ان زمانوں میں مجتہد نہیں پائے جاتے
اسی خیال کی بنا پر تو یہ فاسد کی بنا فاسد پر ہے اور بالکل ہی غلط ہے۔ انتہے۔ غرض کہ یہ خیال
غلط اور بالکل غلط ہے کہ پچھلے زمانے میں کوئی مجتہد نہیں ہو سکتا یا نہیں ہوا بلکہ یہ بھی ایک غلط
فہمی ہے منجملہ اور غلط فہمیوں کے جو عوام میں پھیل گئیں۔ اور اہل تحقیق برابر اسکا رد کرتے رہے اور بعض

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اسکے نفس علم کے اسکو مجتہد مطلق مستقل نہ کہا جائے (بالخصوص جبکہ وہ استقلال و عدم تقلید کا دعوی بھی کرے جیسا کہ
کتنے علماء سے ثابت ہوا یا بعض مسائل اصول و فروع میں رد و بدل بھی کرے) اس قسم کے علماء متاخرین میں بہت ہوئے ہیں۔ لیکن چونکہ
اصول و فروع کا معظم حصہ قرون اولی میں ممہد ہو چکا اور چند ائمہ مذاہب ان کے بانی ہونے کی اور تقدم اور پیشروی کی پوری شہرت حاصل کر
چکے۔ لہذا بعد کے آنے والے اکابر علماء گو وہ اپنے کمالات علمی اور لیاقت ذاتی میں اسی درجہ کو پہنچے جو ایک مجتہد مستقل کو ہونا چاہیے مگر وہ
عام طور پر مجتہد مستقل نہ تسلیم کئے گئے بلکہ اگر بہت کچھ قدر کی گئی تو مجتہد منتسب مانے گئے۔ جسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ وہی شرع تھی اور وہی
دلائل اور وہی مسائل اور رؤس مسائل پہلے ہی مرتب ہو چکے۔ پس پچھلے لوگ اگر اپنی ذاتی ہی لیاقت سے اصول و فروع کے مسائل مرتب
کریں تو اکثر وہی ہونگے۔ جو پہلے ہو چکے۔ لہذا وہ کوئی نمایاں جدت اور کارگزاری نہیں دکھا سکے بلکہ بیشتر پہلوں ہی کے ساتھ موافقت رکھے
تھے اسلئے مجتہد مستقل نہ مشہور ہو سکے بلکہ منتسب شمار ہوئے۔ ہمکو اصطلاح میں بحث نہیں ہے۔ یہ کچھ بھی مقرر کر لیجئے۔ لیکن باعتبار
نفس علم اور اسکے ثمرہ کے زمانہ مابعد میں بکثرت ایسے علماء ہوئے جو مجتہد مطلق مستقل کہے جا سکتے ہیں ۱۲ **حواشی صفحہ ہذا** ۱ عبارت
یہ ہے حقیقۃ الاجتهاد على ما يفهم من كلام العلماء استفراغ الجهد فی ادراک الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتها التفصیلیۃ الراجعۃ
کلیاتها الی اربعۃ اقسام الکتاب والسنۃ والاجماع والقیاس ویفهم من هذا انه اعم من ان یکون استفراغا فی ادراک ما سبق التکلم فیه
من العلماء السابقین اولا وافقهم فی ذلک او خالف ومن ان یکون ذلک باعانۃ البعض فی التنبیه علی صور المسائل والتنبیه علی ماخذ
الاحکام من الادلۃ التفصیلیۃ او بغیر اعانۃ منه فظن من کان موافقا لشیخه فی اکثر المسائل لکنه یعرف لکل حکم دلیله ویطمئن قلبه
بذلک الدلیل وهو علی بصیرۃ من امره انه لیس بمجتهد ظن فاسد وکذلک ما یظن من ان المجتهد لا یوجد فی هذه الازمنۃ اعتمادا علی
الظن کلام بناء فاسد علی فاسد انتهی ۱۲

نہ اس بارے میں مستقل تالیفیں کیں[۵۱] اور کتنے لوگ ہمارے[۵۲] پیش نظر ہیں جنہوں نے دعوی اجتہاد کیا اور وہ اہل تھے اس دعوے کے یا دوسروں نے ان کو مجتہد مطلق تسلیم کیا۔

زمانہ مابعد میں اجتہاد کا آسان ہو جانا

لیکن عوام کو سخت تعجب و انکار ہے[۵۳] کہ اُن چند بزرگوں کے بعد جنکو وہ مجتہد سمجھتے ہیں کسی اور کو مجتہد کہا جائے یا کسی اور کو درجۂ اجتہاد پر پونہچا ہوا سمجھا جائے یا کوئی عالم مجتہدوں کا سا طرز عمل برتے حالانکہ اگر نظر انصاف سے دیکھا جائے تو زمانۂ مابعد میں اجتہاد بہت ہی آسان اور سہل ہو گیا۔ اور مشکل تھا تو زمانۂ سابق میں تھا تو اُسکے تمام موقوف علیہ فنون منتشر اور غیر مدون تھے اور اُنکی تھوڑی مقدار پر بھی دسترس ہونا بہت دشوار تھا۔ بخلاف زمانہ مابعد کے کہ ہر طرح سے آسانی ہو گئی بلکہ ضرورت سے زائد تنقیحیں اور شرحیں کر دی گئیں اب صرف تھوڑی سی توجہ ہی کی ضرورت باقی رہی امام ابو شامہ فرماتے ہیں[۵۴] پہلے زمانے کے علماء اس حدیث کے چھوڑنے میں جس پر وہ واقف نہ ہوئے معذور تھے کیونکہ احادیث اُس زمانے میں مدون نہیں بلکہ علما کی زبان سے حاصل کیجاتی تھیں اور علما شہروں میں منتشر تھے اور اب اللہ کا شکر ہے کہ یہ عذر احادیث کے جمع ہو جانیکی وجہ سے جو کہ وہ کتابوں میں جمع ہو گئیں جاتا رہا کہ محدثین نے نہ صرف اُنکو جمع کر دیا بلکہ اُنکے علیحدہ علیحدہ باب مقرر کیے اور اُنکی الگ الگ قسمیں کیں اور اُن تک پونہچنے کے راستہ کو آسان کر دیا اور فقط یہی نہیں بلکہ بہت سی احادیث کا شرح وار صحت و ضعف بھی بیان کر دیا۔ اور انکے راویوں کی

---

[۵۱] مثل ارشاد النقاد الی تیسیر الاجتہاد وغیرہ ۱۲

[۵۲] مثل امام ابو ثور علامہ ابن جریر۔ داؤد ظاہری۔ علامہ ابن المنذر بقیہ بن مخلد قرطبی تاج الدین سبکی۔ تقی الدین سبکی۔ ابن دقیق العید۔ ابو شامہ جلال الدین سیوطی۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی وغیرہم ۱۲۔

زمانہ کا دستور ہے کہ اپنے ہمعصروں کی قدر نہیں کرتا اور گذری ہوؤں کو بہت بڑا سمجھتا ہے۔

[۵۳] زمانہ کا عجب دستور ہے کہ عموماً اپنے زمانہ کے صاحب کمال کو قدر و وقعت کی نگاہ سے نہیں دیکھا جاتا اور نہ اسکی بات کو نظر اعتبار سے بالخصوص گزشتہ زمانے والوں کے مقابل میں گو وہ علمی حیثیت سے بہ نسبت اُسکے کم ہوں سُنا جاتا ہے۔ اور پھر آدمی گزر کر جوں جوں پرانا ہوتا جاتا ہے اُسکا اعتبار بڑھتا جاتا ہے اور جو شخص بہت زمانوں سے مشہور ہو چکا ہے۔ وہ بہت زیادہ اعتبار اور واجب الاتباع ہے حالانکہ اصابت حق اور اطلاع علم میں پرانے کو کچھ دخل نہیں یہ بات بھی **اُس غلطی** کی جسمیں ہمارے فریق مقابل پڑے ہوئے ہیں ایک بڑی وجہ ہے صاحب تمنا مختار کیا خوب لکھتے ہیں قل لمن لم یر المعاصر شیئا و یری للاوائل التقدیما ان ذاک القدیم کان حدیثا و سیبقی ھذا الحدیث قدیما

[۵۴] عبارت یہ ہے قد کانت العلماء فی الصدر الاول معذورین فی ترک مالم یقفوا علیہ من الحدیث لکون الاحادیث لم تکن حینئذ فیما بینہم مدونۃ انما کانت تتلقی من افواہ العلماء وھم متفرقون فی البلدان وقد زال ذلک العذر وللہ الحمد بجمع الاحادیث المہمۃ بھا فی کتب بوبوھا وقسموھا وسہلوا الطریق الیہا وبینوا ضعف کثیر منہا وصحتہ وتکلموا فی عدالۃ الرجال وجرحہم وجرحہم ولی علل الاحادیث ولم یدعوا المستعمل ما یتعلق بہ وفسروا القرآن وتکلموا فی غریبہا وفقہہا وکل ما یتعلق بہا فی مصنفات جلیلۃ والآلات متہیاۃ لذی طلب صادق وفکر وفطانۃ وکذا اللغۃ وصناعۃ العربیۃ کل ذلک نقل حررہ اہلہ وحققوہ فالتوصل الی الاجتہاد بعد الجمع فی الکتب المعتمدۃ اذا رزق الانسان الحفظ والفہم ومعرفۃ اللسان اسہل منہ قبل ذلک انتہی ۱۲۔

عدالت میں اور جو مجروح تھے انکی جرح میں اور احادیث معلولہ کی علت میں گفتگو کی۔ غرضکہ انہوں نے کسی طالب کے لیے کوئی عذر باقی نہ چھوڑا۔ اور قرآن کی تفسیر کی۔ اور قرآن وحدیث کے مشکل لفظوں اور انکی فقہ مسائل مستخرجہ میں اور جو جو امور ان سے متعلق تھے سب کے بارے میں بڑی بڑی اور متعدد تصنیفوں میں بحثیں کیں۔ پس سمجھدار ذہین سچی طلب والے کے لیے سامان سب تیار ہے۔ اسی طرح لغت اور فن عربیت کو انکے جاننے والوں نے تحریر و تحقیق کردیا۔ پس کتب معتمدہ کے جمع کرنے اور انکے دیکھنے کے بعد جبکہ آدمی کو فہم وحافظہ اور معرفت زبان عربی کی حاصل ہو درجہ اجتہاد تک پونچنا پہلے زمانے کی بہ نسبت سہل تر ہے انتہے۔

انہی درسی کتب کے پڑھنے پڑھانے سے اجتہاد کا حاصل ہونا۔

غرضکہ علم اجتہادی کسی ایسے علم کا نام نہیں ہے جو ان درسی کتابوں سے بالاتر ہو جو آجکل پڑھی پڑھائی جاتی ہیں یا انکا ایک اوسط درجہ کے سمجھدار کے لئے جس نے اچھی طرح علوم آلیہ صرف ونحو وغیرہ فنون ادبیہ وعلم اصول اور تفسیر وحدیث وفقہ کو حاصل کیا ہے اور انہیں کتابوں کو سمجھ کر پڑھا پڑھایا ہے جو عموماً درس میں ہیں اور انکے لواحق کا مطالعہ کیا ہے حاصل ہونا کچھ مستبعد ہو بشرطیکہ وہ قصد کرے اور دلائل کیساتھ مسائل کی تطبیق میں فی الجملہ اطمینان حاصل کرے۔

علماء مقلدین پر تعجب ہے کہ ذی علم ہو کر جاہل بنتے ہیں

پس فریق مقابل کے ان علماء سے سخت تعجب ہے جن میں کوئی حالت منتظرہ بجز قصد وتوجہ کے باقی نہیں ہے لیکن وہ اپنے آپ کو کیسے خواہ مخواہ بے علم بتا کر مستحق تقلید ٹھیراتے ہیں[للعہ] باوجودیکہ وہ ذہانت وطباعی واستقلال رائے کا یہ حصہ رکھتے ہیں کہ اگر معقولات کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو فیثاغورس۔ وبقراط۔ وسقراط وارسطو۔ وافلاطون۔ وابوعلی بن سینا کے کلام میں بھی اصلاحیں دیتے ہیں اور منقولات کی طرف رخ کرتے ہیں تو اپنے مسلک اور اپنے مذہب کے اثبات اور اسکے لیے استدلال میں عجب عجب

للعہ چنانچہ انتصار الحق میں بھی جو کہ سرمایہ ناز مقلدین ہے لکھتے ہیں۔ جسکو دلیل حکم کی بلاریب واضح ہوجاوے اور وہ نہیں ہے مگر مجتہد غایۃ الامر یہی کہ بر تقدیر تجزی اجتہاد کے مجتہد فی بعض الاحکام ہوگا۔ لیکن مقلد من حیث المقلد کو دلیل بلاریب نہیں کھلتی ورنہ مقلد نہ رہیگا انتہے۔ اور لکھتے ہیں راقم الحروف کہتا ہے جو شخص کہ اسکو تتبع احادیث اور اقوال مخالفہ اور موافقہ مجتہدین کا اسقدر ہو کہ حدیث منسوخ وناسخ وغیرہ اور غیر منسوخ وغیرہ میں تمیز تام کرے اور معانی نصوص مع شرائط معتبرہ ومعرفت بخوبی پہچانے تو وہ شخص بھی زمرہ مجتہدین میں داخل ہے اگرچہ مجتہد مطلق نہو اسلیئے کہ مجتہد فی بعض المسائل کو جاننا متعلقات اس مسئلہ کا جس میں یہ مجتہد قرار پاوے واسطے تحقق اجتہاد کے کافی ہے۔ اور جامع ہونا جمیع شرائط اجتہاد کا ضروری نہیں انتہے صہ ۱۳۵

علماء مقلدین پر جو بحث مناظرے کرتے ہیں اعتراض اور انکے اس دعوی کی غلطی کہ ہمنے تحقیق کے بعد مذہب اختیار کیا ہے

جو لوگ اپنے ائمہ کے مسائل کے لئے استدلال کرتے اور ناسخ ومنسوخ ومعانی نصوص سے بحث کرتے ہیں اگر وہ اس ادراک کو نہیں پہنچتے تو پھر وہ کیوں ایسا کرتے ہیں اور اگر پونہچ گئے تو پھر اپنے لیے مدعی تقلید کیوں ہوتے ہیں اور پھر اس صورت میں انکو تقلید کی کیا ضرورت اور تنقید اقوال وترجیح مذاہب کیا عذر ہے۔ اگر وہ یہ دعوی کریں کہ ہم نے تنقید دلائل اور ترجیح کے بعد اختیار کیا اور اسی کو راجح پایا تو اول تو عموماً یہ بات خلاف (بقیہ بصفحہ آیندہ)

باریک بینیاں اور موشگافیاں دکھاتے اور ہر ہر مسئلے کی دلیل دینے کا دعویٰ کرتے ہیں اور اپنے مخالف فریق میں سے بڑے بڑے ائمہ مثل امام شافعی اور امام بخاری وغیرہم کے استدلالات واستنباطات میں طرح طرح سے غلطیاں نکالتے ہیں اور ایک ایک مسئلہ میں رسالے کے رسالے لکھ ڈالتے ہیں اور قرآن وحدیث وقیاس واستنباط سے ہر طور پر استدلال کرتے ہیں اور فریق مقابل کے ساتھ بحث و مناظرہ کو طیار ہوتے ہیں حالانکہ یہ کام خود علم اجتہادی کے ہیں پس کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیوں کر تسلیم کر لیا جائے کہ وہ بیچارے بے علم و معذور اور تقلید محض کے اہل ہیں۔ اور تحقیق حق اور تنقید دلائل کی لیاقت نہیں رکھتے۔

دلیل سے مسئلہ سمجھ لینا مجتہد پر ہی موقوف نہیں

اسکے سوا اہل اصول وغیرہم صاف لکھ رہے ہیں کہ ہر قسم کا استدلال یا دلیل سے مسئلہ کا سمجھ لینا مجتہد پر موقوف نہیں جو بات مجتہد کے ساتھ مختص ہے وہ صرف قیاس ہے اور بعض بہت خفی قسم کی دلالتیں نہ ہر قسم کی دلالت چنانچہ ابن الہمام تحریر الاصول میں تحریر فرماتے ہیں کہ دلالت النص بسا اوقات میں قیاس سے مغائر ہے کہ قیاس مجتہد کے ساتھ مختص ہے اور دلالت النص کو عوام بھی سمجھتے ہیں انتہے۔ اسی کے قریب قریب توضیح اور بعض دیگر کتب اصول میں بھی ہے۔

واقع ہے وہ خود جی میں انصاف کریں کہ آیا انھوں نے ایسا کیا ہے یا نہیں کفے باللہ شہیدا بینی وبینکم۔ بلکہ ابتدا ہی سے بحث و استدلال کا دروازہ کھولا تو اپنے مذہب کی جیپر پیدا ہوئے نصرت اور تائید اور دوسرے کی تغلیط سے بسم اللہ کی۔ اور جنہوں نے ایسا نہیں کیا اُن سے ہمکو بحث بھی نہیں۔ دوسرے اگر ہر ایک نے تحقیق وتنقید کے بعد اختیار کیا تو یہ بات کسیطرح یقین کرنے کے قابل نہیں ہے کہ جو لوگ حنفی گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں انکی تحقیق میں باوجودیکہ وہ آزادانہ تحقیق کرتے ہیں وہی مسائل حق وصحیح نظر آتے ہیں جو حنفی مذہب کے ہیں اور جو شافعی گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں انکو شافعی مذہب کے اور جو مالکی گھرانے میں پیدا ہوتے ہیں انکو مالکی مذہب کے۔ گو بعض مواقع پر انداز طبع وانتقال ذہن کا اثر بھی ہوتا ہے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے لیکن اسبات کو باور کرنیکی کوئی وجہ نہیں کہ ہر شخص وہی انداز طبع لیکر پیدا ہوتا ہے گو وہ کیسا ہی محققانہ طریقہ برتے جب اسکی تمام تحقیق کا نتیجہ وہی پیدا ہوتا ہے جو اس امام کا مذہب ہے جسکے نام لینے والوں میں پیدا ہوا اور اسکو اسی امام کے ساتھ توارث ہوگیا ہے جسکے مذہب کا نام اسکے باپ دادا لیتے رہے اور اگر کبھی وہ کسی ایسے خاندان میں پیدا ہوا ہوتا جو شافعی المذہب ہیں تو اسکی تمام تحقیقات کا وہ نتیجہ ہوتا جو شافعی مذہب ہے اور اصل میں یہ کچھ نہیں بلکہ عموماً جو جس مذہب والوں میں پیدا ہوئے ہیں وہ اسی کے دلدادہ ہیں اور اسیکی تائید وتصحیح میں اپنی لیاقتوں اور علمی طاقتوں کو خرچ کرتے ہیں نہ یہ کہ تمام ائمہ کرام کو علی السویہ اپنا رہنما اور مبلغ احکام شرعیہ سمجھتے اور سب کے اقوال کو کان لگا کر سنتے اور جب وہ ائمہ کسی مسئلہ میں آپس میں مختلف ہوتے تو ارجح اور اولیٰ کی تلاش عادلانہ نظر سے کرتے اور اگر کوئی ایسا کرتے ہیں تو ان سے ہم کو خلاف بھی نہیں وقلیل ماہم ۱۲ **متعلق صفحہ ہذا ۵۱** گو اندرونی حالت ان دلائل اور استدلال کی کیسی ہو۔ لیکن ظاہر ہے کہ ایک ضعیف یا غلط بات کے ثابت کرنیکے لیئے زیادہ ذہانت اور صرف علم کی ضرورت ہے۔ جب وہ یہ کر سکتے ہیں تو براہ راست استدلال اور صحیح طور پر مسئلے کو بہت اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں اگر اپنے مذہب کی پاسداری خالی الذہن ہوکر حق کو دیکھنا چاہیں ۱۲

قبیح مناظرہ کرنا مقلد کا کام نہیں۔

۵۲ امام غزالی قبیح مناظرہ کی علامات میں لکھتے ہیں الثالثۃ ان یکون المناظر مجتہدا یفتی برایہ لا بمذہب ابی حنیفۃ والشافعی وانتہی فاتحۃ العلم۔ اس سے معلوم ہوا مناظرہ کرنا مجتہد کا کام ہے نہ مقلد کا ۱۲۔

۵۳ عبارت ان دلالۃ النص یخالف القیاس فی ان القیاس یختص بالمجتہد ودلالۃ النص یفہمہا العوام انتہی ۱۲۔

اس سے معلوم ہوا کہ دلالت النص کا سمجھنا مجتہد کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ عوام بھی اس کو سمجھتے ہیں جب دلالت النص کا یہ حال ہے تو اشارۃ النص اور عبارۃ النص کو جو اس سے بھی ظاہر تر ہیں بدرجۂ اولیٰ عوام سمجھ سکتے ہیں پس نص کا سمجھنا اور اس سے دلیل پکڑنا مجتہد کے ساتھ مخصوص نہ رہا۔ علامہ شہاب الدین مرجانی ایک مقلد کے رد میں کیا خوب لکھتے ہیں[۱] اور وہ بات جو ہمارا مخاطب بناوٹ کرتا اور اللہ تعالیٰ پر جھوٹھ جوڑتا ہے یہ ہو کہ وہ گمان کرتا ہے کہ دلیلوں کے ساتھ تمسک کرنا صرف مجتہد ہی کا کام ہے اور اجتہاد ایک ایسا دشوار گذار رتبہ ہے جسکے اہل گزر گئے اور اُسکا زمانہ نکل گیا" انتہے۔

عامی کے لیے عمل بالحدیث کا ثبوت

غرضکہ نہ اجتہاد ختم ہو گیا اور نہ دلائل کا سمجھنا اور استدلال کرنا مجتہد کے ساتھ مخصوص ہے۔ نہ عموماً عمل بالحدیث اجتہاد پر موقوف ہے دراسات اللبیب میں لکھتے ہیں علامہ ولی الدین عراقی نے فرمایا[۲] دلیل تو عامی کے لیے بھی عمل بالحدیث کے جواز کا

---

[۱] عبارت یہ ہے والذی یتقوّلہ المخاطب ویفتری بہ الکذب علی اللہ انہ یزعم ان التمسک بالادلۃ انما ھو فی وظیفۃ المجتھد والاجتھاد ملکۃ راسخۃ وبصیرۃ شریفۃ ورتبۃ عظیمۃ صعبۃ المرتقی واھلہ قد انقرض وزمانہ قد مضی ۱۲

[۲] عبارت یہ ہے قال العلامۃ ولی الدین العراقی الدلیل یعطی الجواز یعنی العمل بالامر لما تقرر ان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم ما کان کلھم فقھاء علی اصطلاح العلماء فان فیھم القروی والبدوی ومن سمع منہ صلی اللہ علیہ وسلم حدیثا واحدا وصحبہ مرۃ ولا شک ان من سمع منھم حدیثا عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم او اخذ من الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کان یعمل بہ حسب فہمہ فقیھا کان اولا ولم یعرف انہ غیر الفقیہ منھم کلف بالرجوع الی الفقیہ فیما سمعہ من الحدیث لا فی زمانہ صلی اللہ علیہ وسلم ولا بعدہ فی زمان الصحابۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہم وھذا تقریر منہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لجواز العمل بالحدیث لغیر الفقیہ واجماع من الصحابۃ علیہ ولولا ذلک لامر الخلفاء الراشدون رضی اللہ تعالیٰ عنہم غیر الفقہاء من الصحابۃ سیما اھل البوادی ان لا یعملوا بما اخذوا عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مشافھۃ او بواسطۃ حتی یعرضوا علی الفقہاء منھم ولم یروا من ھذا عین ولا اثر وھذا ھو ظاھر قولہ تعالیٰ ما اتٰکم الرسول فخذوہ وما نھٰکم عنہ فانتھوا ونحوہ من الآیات حیث لم تقید باخذ ذلک علی فہم الفقہاء ومن ھھنا عرفت انہ لا یتوقف العمل بعد وصول الحدیث الصحیح علی معرفۃ عدم الناسخ وعدم الاجماع علی خلافہ او عدم المعارض بل ینبغی العمل بہ الی ان یظھر شیء من الموانع فینظر فی ذلک ویکفی فی العمل کون الاصل عدم ھذہ العوارض المانعۃ عن العمل وقد بنی الفقہاء علی اعتبار اصل الشیء احکاما کثیرۃ فی الماء ونحوہ لا یخفی علی المتتبع لکتبھم ومعلوم ان من اھل البوادی والقری لبعید من کان یجیء عندہ صلی اللہ علیہ وسلم مرۃ او مرتین ویسمع شیئا ثم یرجع الی بلادہ ویعمل بہ والوقت کان وقت نسخ وتبدیل ولم یعرف انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم امر احدا من ھؤلاء بالمراجعۃ لیعرف الناسخ من المنسوخ بل انہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قرر من قال لا ازید علی ھذا ولا انقص علی ما قال ولم ینکر علیہ بانہ یحتمل النسخ بل قال دخل الجنۃ ان صدق او کما قال وکذلک ما امر الصحابۃ اھل البوادی وغیرھم بالعرض علی فقیہ لتمییز الناسخ والمحکم بلو غیرہ لا وجود دلیل علی ان المعتبر البلوغ لا الوجود ان المکلف مامور بالعمل علی وفق المنسوخ ما لم یظھر عندہ الناسخ فاذا ظھر لا یعید ما عمل علی وفق المنسوخ کحدیث نسخ القبلۃ الی الکعبۃ المشرفۃ فان خبرہ وصل الی اطراف المدینۃ المنورۃ کاھل قباء وغیرھم بعد ما صلوا علی وفق القبلۃ المنسوخۃ فمنھم من وصلہ الخبر فی اثناء الصلوۃ ومنھم من وصلہ بعد ان صلی صلوات والنبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قررھم علی ذلک ولم یامر احدا منھم بالاعادۃ فلا عبرۃ لما قیل لا یجوز العمل قبل البحث عن المعارض والمخصص ان ادعی علیہ الاجماع فانہ لو سلم فاجماع الصحابۃ وتقریر النبی صلی اللہ علیہ وسلم مقدم علی اجماع من بعدھم ۱۲—

حکم دیتی ہے کیونکہ یہ بات ثابت ہو کہ صحابہ کُل کے کُل اصطلاح علماء کے مطابق فقیہ مجتہد نہ تھے بلکہ گاؤں کے اور جنگل کے رہنے والے ہر قسم کے لوگ تھے اور وہ کہ جنہوں نے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کل ایک ہی حدیث سنی یا آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت ایک ہی مرتبہ اُٹھائی اور اسمیں شک نہیں ہو کہ صحابہ میں ہر جو شخص آنحضرت صلعم سے کوئی حدیث سنتا تھا یا دوسرے صحابہ سے لیتا تھا وہ اپنی فہم کے موافق اسپر عمل کرتا تھا خواہ وہ فقیہ ہوتا ہو یا نہ ہوتا ہو اور یہ بات ثابت نہیں ہوئی کہ غیر فقیہ کو جو وہ حدیث سنے اُسکی بابت کسی فقیہ کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہو کہ اُس سے دریافت کرنے کے بعد اسپر عمل کرے نہ پیغمبر صاحب کے زمانے میں اور نہ پیغمبر صاحب کے بعد زمانۂ صحابہ میں۔ اور یہ بات غیر فقیہ کے لیے عمل بالحدیث پر آنحضرت صلعم کی طرف سے تقریر ہے اور صحابہ کا اجماع یعنے عامی کے لیے حدیث پر عمل کرنا بلا مجتہد کی طرف رجوع کیے ہوئے حدیث تقریری اور اجماع صحابہ سے ثابت ہوگیا اور اگر یہ بات نہ ہوتی تو ضرور خلفاء راشدین صحابہ میں سے غیر فقہاء کو حکم دیتے خصوصًا دیہات والوں کو کہ وہ اُن احادیث پر جو انہوں نے بلا واسطہ پیغمبر صاحب سے یا بواسطہ سنی ہیں عمل نہ کریں جبتک کہ اُنکو فقہاء صحابہ پر پیش کرکے تحقیق نہ کرلیں۔ حالانکہ اُس کا کوئی ذکر یا نشان مروی نہیں ہوا اور یہی بات اللہ تعالے کے کلام وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ وَمَا نَهٰکُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا[1] اور اس کی مثل جو اور آیتیں ہیں ان سے بھی ظاہر ہے کیونکہ اس میں یہ قید نہیں بتائی گئی کہ حدیث رسول پر عمل مجتہدین کی فہم پر موقوف ہے

حدیث پہنچنے کے بعد اسکے منسوخ یا مخصوص ہونیکا شبہ کرنا غلطی ہے

اور اسی سے تم کو یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حدیث صحیح پہنچنے کے بعد کسی کو لیئے اسپر عمل اس بات پر موقوف نہیں ہو کہ اُسکا منسوخ نہ ہونا یا اسکے مخالف کا نہ ہونا یا کسی اور نص کا اسکے معارض نہ ہونا بھی معلوم کر لیا جائے۔ بلکہ جب تک کوئی مانع (و مزاحم اس شخص پر) ظاہر نہ ہو۔ اس حدیث پر اس کو عمل کرنا چاہیے جب ظاہر ہو اس وقت اس میں غور کیا جاوے۔ اور عمل کے لیے یہی بات کافی ہے کہ اصل ان عوارض کا جو مانع عمل ہیں نہ ہونا ہے۔ اور فقہاء نے اصل کے اعتبار پر پانی وغیرہ کے بہت سے احکام کی بنا رکھی ہے۔ جو تلاش کرنے والے کے لیے مخفی نہیں۔ اور یہ بات معلوم ہے کہ جنگل اور دور کے دیہاتوں میں سے ایسے ایسے لوگ تھے کہ جو حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں ایک ہی بار یا دو ہی بار آتے اور کچھ سن لیتے۔ پھر اپنے بلاد کی طرف واپس جاتے اور اس پر جو سن جاتے عمل کرتے رہتے۔ حالانکہ وہ زمانہ نسخ و تبدیل کا زمانہ

[1] یعنے جو رسول تمہیں (تعلیم) دین اُسے لیلو (اور اسپر عمل کرو) اور جس سے منع کریں اُس سے باز رہو ۱۲۔

تھا اور یہ نہیں ثابت ہوا کہ پیغمبر صاحب نے ان لوگوں میں سے کسی کو لوٹ کر آنے کا حکم دیا ہو تاکہ ناسخ و منسوخ میں آکر تمیز کرے بلکہ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے تو اس شخص کو بھی جس نے کچھ احکام سن کر کہا کہ اس پر نہ زیادہ کروں گا نہ کم ثابت رکھا اور اس کی بات کا انکار نہ کیا کہ احتمال نسخ بھی تو ہے بلکہ اور کہہ دیا کہ اگر یہ سچ کہتا ہے تو جنت میں داخل ہوگا۔ اسی طرح صحابہ نے بھی دیہات والوں وغیرہم کو حکم نہیں دیا کہ وہ حدیث کو کسی فقیہ پر پیش کیا کریں تاکہ وہ انکے واسطے ناسخ و منسوخ کی تمیز کردیں نسخ کے بابیں ناسخ کا پہنچنا حجت ہے نہ اُس کا فی الواقع موجود ہونا۔ اور اسبات پر کہ اعتبار ناسخ کے پہنچنے اور معلوم ہونے کا ہے نہ نفس الامر میں اسکے موجود ہونے کا یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ مکلف کو حکم دیا گیا کہ جب تک اُس کو ناسخ ظاہر نہ ہو وہ منسوخ پر عمل کرتا رہے اور جب ناسخ ظاہر ہو جائے تو جو اُسنے منسوخ پر عمل کیا تھا اس کا اعادہ نہ کرے مثلاً دیکھو حدیث منسوخ ہونے قبلہ بیت المقدس کی طرف بیت اللہ شریف کے کیونکہ اُس کی خبر اطراف مدینہ منورہ کو مثل اہل قبا و غیرہم کے اس وقت پہنچی جب کہ انہوں نے قبلہ منسوخہ کی طرف نماز پڑھ لی تھی تو کسی کو تو حالت نماز میں خبر پہنچی اور کسی کو بعد کئی نمازیں پڑھنے کے پہنچی اور پیغمبر صاحب نے ان کو اسی پر قائم رکھا اور کسیکو نماز لوٹانے کا حکم نہ دیا۔ پس جو کہا گیا ہے کہ جب تک معارض و مخصص سے بحث نہ کر لی جائے حدیث پر عمل جائز نہیں۔ یہ کچھ بھی قابل اعتبار بات نہیں ہے اور گو اس پر اجماع کا دعوے بھی کیا جائے۔ کیونکہ اگر یہ اجماع تسلیم بھی کر لیا جائے تو اجماع صحابہ کا اور نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسپر حدیث تقریری اوروں کے اجماع پر مقدم ہے انتہے غرضکہ حدیث رسول میں بلا وجہ نسخ و تاویل و تخصیص کے شبہہ پیدا کرا اور اس وسوسہ میں پڑ کر

لہ علامہ بہار الدین مرجانی کیا خوب لکھتے ہیں وو لیکن (حدیث کے اندر) احتمال نسخ کا اور تاویل کا اور تقیید کا (جو پیدا کیا جاتا ہے) تو اگر ناسخ یا مخصص یا مقید یا موجب تاویل ظاہر ہو جاوے تو اُن میں جو بھی ہو اسکے حکم کے ثبوت میں کلام نہیں والا (یا) ثبوت کے احتمال پیدا کرنیکی کوئی وجہ نہیں جو نص کہ احتمال نسخ اور تاویل اور تقلید کا رکھتی ہی نہیں وہ تو محکم کے نام کے ساتھ مخصوص ہے اور جو احتمال نسخ کا رکھتی ہے وہ مفسر کہلاتی ہے اور جو ان سب کا احتمال رکھتی ہے وہ ظاہر کہلاتی ہی اور ہر ایک ان میں سے حکم (مسئلہ شرعی) کو یقیناً ثابت کرتی ہے (جیسا کہ یہ تمام باتیں فن اصول میں ثابت ہوئی ہیں) اور اُن میں فرق تو آپس میں مقابلہ کے وقت ظاہر ہوتا ہے (نہ یہ کہ مسئلہ شرعی مستنبط ہونے میں کوئی محل احتمال ہے) اور عمل ان میں سے کسی پر ترک کر دینا محض احتمال سے جائز نہیں انتہے پھر علامہ موصوف لکھتے ہیں علماء نے اس بات پر اتفاق کیا ہے کہ جبتک ناسخ نہ معلوم ہو منسوخ پر عمل جائز ہے اور ناسخ کا حکم اُسکے معلوم ہونے کے بعد ثابت ہوتا ہے اور ان لوگوں نے دلیل پکڑی ہے تحویل قبلہ کے مسئلہ سے اور شافعی صاحب نے فرمایا مسلمانوں کا اسبات پر اجماع ہی کہ جس شخص کو حدیث رسول ظاہر ہو جاوے ہرگز اُسکو جائز نہیں ہے کہ وہ کسی کے قول سے اُسکو چھوڑ دے اور ابن عبد البر نے کہا ہر اس شخص پر جسکو حدیث میں سے کچھ بھی پہنچ جائے واجب ہے کہ وہ اُسکو اُسکے عموم پر جاری رکھے جبتک کہ اسکو اُس کا مخصص یا ناسخ ثابت نہ ہو انتہے۔ عبارت یہ ہے۔ واما احتمال النسخ والتاویل والتخصیص

بقیہ صفحہ آیندہ

اسپر عمل کرنے سے محروم رہنا یا اسپر عمل کو اجتہاد پر موقوف سمجھنا سخت غلطی ہے۔

عامی کے لیے عمل بالحدیث کا امام صاحب سے ثبوت

خود حضرت امام اعظم صاحب ؒ اور ان کے بعض شاگردوں ہی ایسی عامی کی بابت

بقیہ صفحہ ۲۰۸ فان ظهر الناسخ وموجب التخصيص والتقييد والتاويل فلا كلام فى ثبوت مقتضاه من التفصيل والا فما لا يحتمل النسخ والتاويل والتقييد فهو القسم المخصص باسم المحكم من اقسام النظم والذى يحتمل النسخ هو المفسر والذى يحتملها هو الظاهر وكل ذلك يوجب الحكم قطعا وانما يظهر التفاوت عند المعارضة ولا يجوز ترك العمل بمجرد الاحتمال واتفقوا على ان العمل بالمنسوخ جائز الى ان يظهر ناسخه وان الناسخ لا يلزم حكمه الا بعد العلم به واستدلوا بتحويل القبلة وقال الشافعى اجمع المسلمون على ان من استبانت له سنة رسول الله صلى الله عليه وسلم لم يحل له ان يدعها لقول احد وقال ابن عبد البر يجب على كل من بلغه شئ من الحديث ان يستعمله على عمومه حتى يثبت عنده ما يخصصه او ينسخه انتهى

متعلق صفحۂ هذا اسکے چنانچہ حجۃ اللہ البالغہ البحر الرائق سے نقل کرتے ہیں ولكن بلغه العامى الخبر وهو قوله صلى الله عليه وسلم افطر الحاجم والمحجوم وقوله عليه السلام الغيبة تفطر الصائم ولم يعرف النسخ ولا تاويله لا كفارة عليه عندهما ابى حنيفة ومحمد لان ظاهر الحديث واجب العمل به خلافا لابى يوسف لانه ليس للعامى العمل بالحديث لعدم علمه بالناسخ والمنسوخ انتهى یہ اسی عامی کی بابت کلام ہے جو بالکل بے علم ہو چنانچہ عقد الجید صـ۹ میں فقہ کی کتاب خزانۃ الروایات سے نقل کرتے ہیں محمول على العامى الصرف الجاهل الذى لا يعرف معنى الاحاديث وتاويلها لانه لشاد اليه بقوله لعدم الاهتداء اى فى حقه الى معرفة الاحاديث وكذا قوله وان عرف تاويله وليشير الى ان المراد من العامى غير العالم انتهى پس ایسے بالکل بے علم عامی کے لیے بھی حضرت امام اعظم صاحب عمل بالحدیث کا حکم دیتے ہیں۔ اسی سے اس بات کی غلطی بھی ظاہر ہوتی ہے

انکے اقوال کو مجتہد کیلئے مخصوص کرنے کی غلطی۔

جو بعض لوگ کہتے ہیں کہ امام صاحب نے جو اتکو اقول بخبر الرسول فرمایا تو اپنے خاص شاگردوں کو اور انکو جو درجہ اجتہاد کو پہنچے ہوئے ہوں فرمایا۔ اسلیئے کہ ثابت ہوگیا کہ عمل بالحدیث اور حدیث کا سمجھنا اور اس سے استدلال کرنا اجتہاد پر موقوف نہیں نیز امام صاحب کیطرح یہ خیال نہ کرسکتے تھے کہ میرے اقوال صریح احادیث کے خلاف نہیں ہو سکتے بلکہ احادیث کے منتشر اور غیر فراہم ہونیکی وجہ سے اسکا توی احتمال تھا اور اسی واسطے یہ فرمایا پس وہ اپنے اس قول میں مجتہد کی تخصیص کیسے کرسکتے تھے۔ کیونکہ صریح احادیث میں اجتہاد کو کیا تعلق اسکے علاوہ جو اس درجے کے لوگ ہیں انکو اس کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے وہ تو تقلید ہی کے محل نہیں اور وہ پہلے ہی سے انکے قول کو چھوڑے ہوئے ہیں کیونکہ وہ کسی کے مقلد نہیں۔ پھر انکی بابت ایسا کہنے کا کیا موقع۔

اس بات کی غلطی کہ ترک تقلید شخصی علماء کو جائز ہے نہ عوام کو۔

اس تحقیقات سے یہ بھی ثابت ہوگیا کہ بعض لوگ جو گویا بڑے حق پرست بنکر یہ کہتے ہیں کہ اجو بڑے امام ہیں مثل مولوی نذیر حسین صاحب وغیرہ کے ان پر ہمکو اعتراض نہیں لیکن عوام کو تقلید شخصی چھوڑنا یا امام کے خلاف کرنا ہرگز نہیں چاہئے وہ کوئی وجہ صحت کی نہیں رکھتا۔ اس لیئے کہ حدیث رسول پر عمل کرنے کیلئے بڑے عالم کا ہونا ضرور نہیں جیسا کہ ثابت ہوچکا۔ دوسرے ہم کہتے ہیں کوئی عامی مولوی نذیر حسین صاحب سے شرعی مسئلہ دریافت کرنے آئے تو انکو وہ بتانا چاہئے جو انکو حق ثابت ہوا اور جسکو حدیث رسول بتاتی ہے یا اسکے خلاف بتانا چاہئے۔ شق ثانی صریح باطل ہے۔ بر تقدیر اول جب وہ مسئلہ مثلاً حنفی مذہب کے خلاف ہے تو ایک عامی کا خلاف مذہب عمل کرنا متحقق ہوگیا۔ اگر کہا جائے کہ انکو فتویٰ دینا ہی نہیں چاہیئے یا کسیکو ان سے فتوی لینا نہیں چاہیئے تو یہ دعوی بے دلیل ہے اسکی کوئی دلیل نہیں۔ دوسرے امام صاحب کو حماد کے اور ابراہیم نخعی کے بعد بعض مسائل میں انکے خلاف اور امام شافعی کو امام صاحب کے بعد اور امام احمد صاحب کو ان سب کے بعد کیسے جائز ہوا۔ اور جو کتنے فقہاء حنفیہ نے امام صاحب کے بعد انکے خلاف فتوے دیئے اور لوگوں نے انسے لیئے یہ کیسے جائز ہوئے۔

عوام کو تحقیق حق سے معذور ٹھرانے کی غلطی۔

اسکے علاوہ عموماً عوام کو تحقیق حق و تلاش صواب سے معذور ٹھرانا بھی صحیح نہیں ورنہ العوام شیعہ و خوارج و معتزلہ وغیرہا اور دیگر عوام مشرک و بدعتیوں پر الزام اور انکے بد کہے جانیکی کیا وجہ ہے۔ دوسرے جب وہ کسی مسئلہ میں اختلاف سنتے ہیں اور ظاہر ہے کہ اختلاف میں عند اللہ حق ایک ہی ہوتا ہے اور یہ بھی ضرور نہیں کہ جسکے ساتھ سب سے زیادہ ہمکو عقیدت ہے وہی ہمیشہ اپنے مخالف کے مقابلہ میں صواب پر ہو اسلیئے کہ اول تو یہی ضرور نہیں کہ جسکو ہم افضل و اعلم سمجھتے ہیں نفس الامر میں (بقیہ آئندہ)

بھی جو محض بے علم ہے منقول ہے کہ کوئی حدیث جو وہ کسی سے سن پاوے اسپر وہ حدیث واجب العمل ہو گو وہ حدیث اصل میں منسوخ یا ماوّل تھی لیکن اسکو اس کا منسوخ ہونا یا کوئی دوسرے معنی رکھنا معلوم نہوا تو اسکے لیے وہی ظاہر حدیث واجب العمل ہے۔

ہر مسلمان پر لازم ہے کہ حدیث سننے کے بعد اسپر عمل کرے

الحاصل صریح احادیث پر عمل کرنے میں خواص و عوام سب برابر ہیں ہر مسلمان کو لازم ہے کہ جب کبھی وہ کوئی حدیث رسول سنے فوراً اسپر عامل ہو جاوے اور گو وہ حدیث نفس الامر میں منسوخ یا ماوّل ہو لیکن جب تک اس کو اُسکے منسوخ و ماوّل ہونا ظاہر نہ ہوا اس وقت تک اُس پر کوئی ملامت نہیں۔ البتہ اگر کسی طور سے اُس کو اسکے منسوخ یا ماوّل وغیرہ ہونے کا شبہ پیدا ہوا اُس وقت چاہیے کہ وہ اسکی تحقیق میں مصروف ہو۔ اگر ذاتی لیاقت رکھتا ہے تو بطور خود اسکی تحقیق کرے ورنہ دوسرے اہل علم یا انکی کتابوں کی طرف رجوع کرے ورنہ بغیر اسکے کسی صریح حدیث رسول کے بعد اس کی بابت کسی فقیہ و مجتہد کی طرف رجوع کی ضرورت نہیں۔

عوام کو کن مسائل میں مجتہد کی ضرورت ہے

پس عموماً عمل بالحدیث کے لیے نہ خود اجتہاد کی ضرورت ہے نہ کسی مجتہد کی طرف رجوع کی۔ عوام کو جو مجتہد کی ضرورت ہے تو صرف اجتہادی امور میں ہے نہ اُن مسائل میں جو صریح احادیث سے ثابت ہیں جن میں اجتہاد کو کچھ دخل نہیں پیغمبر صلعم جو

(بقیہ صفحہ گزشتہ) وہی افضل اور سارے مسائل میں دوسروں سے اعلم ہو دوسرے یہ بھی ضرور نہیں کہ جو افضل و اعلم ہے ہر موقعہ پر مصیب بھی وہی ہو بلکہ بہت ایسا ہوتا ہے کہ کسی بات میں بڑے کی سمجھ نہیں پہنچتی اور چھوٹے کے خیال میں وہ آجاتی ہے دیکھو فقہا نے باوجود افضل کے تقلید مفضول (اس سے چھوٹے) کی جائز رکھی ہے۔ نہ کہ جب چاروں امام حق اور ایک مرتبہ کے مانے گئے ہیں اور تسلیم کیا گیا ہے کہ حق انہیں دائر ہے یعنے اختلاف میں ان میں سے کسی ایک کی بات حق اور دوسرے کی خطا اجتہادی ہے پس ایک متدین اور رسول کے حکم کی تلاش کرنے والا اور ان کے اتباع کا قصد رکھنے والا کبھی اس سے بری نہیں ہو سکتا کہ وہ اختلافی مسائل میں اپنی قدرت بھر تحقیق نہ کرے۔ کیا تم یہ خیال نہیں کرتے کہ بالکل گنوار اور عوام الناس بھی جب اپنے کسی دنیاوی معاملہ میں دو اہل الرائے کی رائے مثلاً کسی قانونی بات میں دو وکیلوں کی یا کسی مرض میں دو طبیبوں کی مختلف پاتے ہیں تو اور لوگوں سے پوچھ پاچھ کر اپنا اطمینان حاصل کرتے اور پھر اُس پر عمل کرتے ہیں افسوس کہ مال و جان کی حفاظت میں تو یہ سرگرمی مگر ایمان کی حفاظت میں یہ سستی کہ ہم بے علم و معذور ہیں پس چاہیے کہ مختلف علماء سے دریافت کرکے وہ اطمینان حاصل کریں اور جو راجح ثابت ہو اسپر قائم ہو جائیں اور یا پھر تمام علماء کے اقوال کو یکساں سمجھیں یہ کہ ایک معین کا اپنی طرف سے التزام کرکے اسی کے اقوال کی جملہ امور میں پابندی اپنے اوپر لازم کریں اور دوسرے کے قول پر چلنا خروج عن المذہب خیال کریں ۱۲۔

(متعلق صفحہ ہذا) ؎۱ افسوس ہے کہ امام تو حدیث کی یہ قدر کریں اور ان کے مقلد ایسی بیقدری ۱۲۔

اس بات کی غلطی کہ جو مجتہد نہیں وہ مقلد ہی ہوگا۔

؎۲ اسی سے یہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے کہ یہ خیال کہ اجتہاد و تقلید میں کوئی واسطہ نہیں جو مجتہد نہیں وہ مقلد ہی ہوگا صحیح نہیں اس لیئے کہ ایک عامل بالحدیث غیر مجتہد جن احادیث پر عمل کرتا ہے وہ کسیکا مقلد نہیں۔ جن رواۃ یا جس امام سے اسکو حدیث پہنچی اُن کا تو اس واسطے مقلد نہیں کہ وہ عالم یا راوی محض ناقل ہیں وہ انکا ذاتی قول نہیں جیسا کہ صاحب ہدایہ وغیرہ امام صاحب کے قول کے ناقل ہیں اسپر عمل کرنیوالا صاحب ہدایہ کا مقلد نہیں کہلاتا اور محکی عنہ چونکہ خود شارع ہے لہذا محکی عنہ کے اعتبار سے بھی اطلاق تقلید کا نہیں ہو سکتا ۱۲۔

مبعوث ہوئے تھے تو اسی لیے مبعوث ہوئے تھے کہ تمام بندوں کے امور معاش و معاد کی اصلاح کریں ہو اور انکے افعال و اعمال اور معاملات اور جملہ واقعات کی بابت وہ حکم جو کہ اللہ تعالےٰ کی رضامندی کا باعث ہو بیان فرماویں۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا اور تمام ان حوادث اور افعال مکلفین کے جو قیامت تک ہو سکتے ہیں احکام بتائے مگر چونکہ تمام ان احکام کا تفصیلاً بتادینا۔ اور ہر جزئیہ کا علیحدہ علیحدہ سمجھا دینا ممکن نہ تھا۔ اور اگر آپ بتلاتے بھی تو ان سب کا ضبط و حفظ امکان بشری سے خارج تھا لہٰذا جہاں تک ہو سکا اپنے احکام کی تفصیل کی اور ان کو قولاً اور فعلاً اور تقریراً کسی نہ کسی طور سے واضح کیا تاکہ عوام اور خواص سب ان احکام پر عمل کر سکیں اور باقی احکام کو اجمالی حالت پر چھوڑا جنکی تفصیل اور قوت سے فعل میں لانیکے لیے مجتہدین کی ضرورت ہوئی مجتہدین نے انکو اپنی فہم کے مطابق ظاہر کیا۔ پس مجتہدین کو جن مسائل سے اصلی تعلق ہے وہ وہی ہیں جن کی تصریح شارع سے ثابت نہیں ہوئی یا ان نصوص کے معانی کا بیان جن کے اشکال کا رفع اجتہادی علم ہی پر موقوف ہے لہٰذا ایک غیر مجتہد کو کسی مجتہد کیطرف رجوع کی ضرورت ہے تو ایسے ہی موقعوں پر ہے نہ ان مسائل میں جن کو شارع نے صراحۃً ذکر کر دیا چنانچہ بہت بڑا حصہ احکام شرعی کا بالخصوص وہ جن سے بیشتر اور روزمرہ عبادات و معاملات میں کام پڑتا ہے اسی قسم کا ہے۔

مسلمانوں کو کوئی مسئلہ پیش آنے پر کیا کرنا چاہیے

پس ہر مسلمان پر فرض ہے کہ جب کبھی اُس کو کوئی مسئلہ پیش آئے تو اول وہ نص شارع کو تلاش کرے اگر صریح کلام شارع سے پتہ نہ چلے تب کسی مجتہد کے اجتہاد کی طرف رجوع کرے نہ یہ کہ اول ہی سے جب اُسے کوئی مسئلہ پیش آئے کسی ایک خاص مجتہد کے مذہب اور اُسی کے عندیے کی تلاش کیا کرے اور احادیث رسول کو بالائے طاق رکھدے جیسا کہ مقلدین کا عموماً طرز عمل ہے۔ افسوس کہ شرع کا کس طرح قلب موضوع کیا گیا۔

عمل بالحدیث کے لیے تقلید و اجتہاد کی ضرورت نہیں

اس لطیف تحقیق سے جیسا کہ ثابت ہوا کہ عموماً عمل بالحدیث میں نہ اجتہاد کی ضرورت ہے نہ کسی کی تقلید کی۔ اسی طرح یہ بھی ثابت ہوا کہ اجتہاد فی الشرع کسی وقت بھی ختم نہیں ہو سکتا اور کسی زمانے میں مجتہدوں سے استغنا نہیں اس لیے کہ ظاہر ہو چکا کہ غیر مصرح واقعات کے لیے مجتہد کی ضرورت ہے اور واقعات ایسے غیر محدود ہیں کہ کسی وقت میں ختم ہونیوالے نہیں اور ہر زمانہ کا مجتہد آیندہ زمانے کے واقعات کی بابت تفصیلی جزئیات قائم نہیں کر سکتا۔ پس ہر زمانے کے نئے واقعات کے لیے مجتہد کی ضرورت ہو اور اگر کوئی پہلے مجتہد کے اجتہادیات پر تخریج کر کے کارروائی کرنا چاہے تو پہلے ثابت ہو چکا کہ ایسے تخریجی مسائل کی نسبت

صواب کے خطا کے زیادہ محتمل ہیں۔ پس معتبر وہی اجتہاد ہو سکتا ہے کہ بر اور است غیر مصرح مسائل کو قرآن و حدیث سے استنباط کیا جاوے رہیں صریح احادیث جو تاویل و اشکال سے پاک ہیں انہیں مجتہد کی وساطت درکار نہیں۔ پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم جسقدر احکام فرماتے تھے۔ آخر وہ بھی تو شرعی فتوے تھے۔ جو وقتاً فوقتاً آپ عوام الناس کو تعلیم فرمایا کرتے تھے۔

افسوس ہے ان مسلمانوں پر جو رسول کے فتووں پر اعتبار نہیں کرتے

پس کوئی وجہ نہیں کہ اوروں کے فتوے تو قابل اعتماد ہوں اور پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتوے قابل اعتماد نہ ہوں حالانکہ جسقدر احتمالات و شکوک پیغمبر صاحب کے فتووں میں پیدا کیے جاتے ہیں اتنے ہی یا ان سے زائد اوروں کے فتووں میں موجود ہیں جیسا کہ تم پہلے سن چکے ہو۔ لیکن ان مسلمانوں کی حالت رو دینے کے قابل ہے کہ وہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے فتوے کا اعتبار کرنا نہیں چاہتے۔ جبتک کہ انکے امام کی مہر اس پر نہ ہو۔ اور اگر کوئی حدیث رسول سنتے ہیں تو اُن کو اس پر عمل میں یہ تامل ہوتا ہے کہ ہمارے امام کے خلاف تو نہیں ہے اور اپنے امام کا قول سنتے ہیں تو یہ خیال نہیں کرتے کہ یہ قول اُنکا کہیں حدیث رسول کے خلاف نہو۔ حالانکہ کتنے اقوال انکے ایسے بھی ہیں جو صریح احادیث رسول کے خلاف ہیں کیونکہ انکو چند اسباب ایسے درپیش تھے جن کی وجہ سے انسے ایسا ہونا ذرا بھی مستبعد نہیں جیسا کہ تم پہلے معلوم کر چکے ہو۔ پس اس صورت میں اُنکے اقوال کسی طرح اس قابل نہیں کہ انکی تحقیق نکی جاوے اور آنکھ میچ کر انکے پیچھے ہو لیا جاوے بالخصوص جبکہ دوسرے انکے ہمپایہ ائمہ یا انسے بھی عالی پایہ ائمہ انکے خلاف ہوں پس ایسی حالت میں تحقیق و تفتیش نہ کرنا تو کسی طرح نہیں پوہنچتا لیکن افسوس ہے کہ مقلدین[۱] اسکی پرواہ نہیں کرتے۔ یہ جو کچھ مذکور ہوا وہ دوسری بات ہے جس میں اہلحدیث کو مقلدین سے خلاف ہے۔

بحث کے وقت اسبات کے کہنے کی غلطی کہ ہر کوئی اپنے دلائل بیان کرتا ہے۔

[۱] بعض کو دیکھا گیا کہ جب انکے سامنے انکے مخالف کسی بات کے دلائل بیان کئے جاتے ہیں اور اسکی وجہ ترجیح ظاہر کی جاتی تو وہ ٹالنے کے واسطے یہ کہنے لگتے ہیں کہ ہر کوئی ایسے ہی اپنے اپنے دلائل بیان کرتا ہے حالانکہ کسی مختلف فیہ بات کی ترجیح کے موقعہ میں یہ بات کہدینا یا اُسپر اطمینان کر لینا کسی طرح صحیح نہیں۔ ورنہ کسی باطل مذہب والے کو سمجھانے اور اسکو ہدایت کرنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے اس لئے کہ جب اُسکے سامنے حق مذہب کے دلائل اور اسکے مذہب کے نقائص بیان کئے جائیں تو وہ بھی یہی کہکر جیپ کر سکتا ہے کہ ہر کوئی ایسے ہی اپنے اپنے مذہب کے دلائل بیان کرتا ہے تو پھر اس کا کیا جواب ہوگا۔ اسکے علاوہ یہ جو علماء مذاہب برابر اپنے اپنے مختار مذاہب کی وجوہ و دلائل بیان کرتے رہے اگر ایک دلیل لانے والے کے سامنے یہی کہدینا کافی ہے تو ان کی یہ ساری محنتیں بیکار ہیں۔

یہ بات غلط ہے کہ احادیث میں ضعف نیچے جاکر طاری ہوا۔ اور امام کو بسند صحیح پہنچی تھیں۔

بعض چونکہ اپنے مذہب کی دلیل بجز ضعیف حدیث کے اور نہیں پاتے ہیں تو یوں بات بناتے ہیں کہ ان احادیث میں ضعف نیچے جاکر طاری ہوا اور امام کو بسند صحیح پہنچی تھیں اُن تک اُن کے راوی سب معتبر تھے ان سے نیچے کے راوی ضعیف ہیں۔ امام صاحب تک (بقیہ حاشیہ صفحہ آئندہ)

اسلام میں تقلید شخصی کا کہیں حکم نہیں تیسری بات جس میں اہلحدیث کو مقلدین سے خلاف ہے یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ شرع شریف میں اسبات کا کوئی ثبوت نہیں ہے کہ جملہ مسائل میں کسی عالم یا مجتہد کی تقلید شخصی کا التزام کیا جائے یا کسی امام کے نام کے مذہب کی پابندی اپنے ذمے لازم ٹھیرائی

(بقیہ صفحہ گزشتہ) واسطے کم ہوتے تھے انکی احادیث ہرگز ضعاف نہیں۔ مقلدین میں کے بعض مولوی[عہ] بڑے فخر کے ساتھ اس بات کو بیان کرتے اور اس پر بہت زور دیتے ہیں حالانکہ یہ بات محض ایک ملمع کاری ہے کیونکہ یہ اسیوقت تسلیم کیا جا سکتا ہے کہ پہلے یہ ثابت ہو جائے کہ یہ حدیث امام صاحب کو صحیح سند سے پہونچی تھی۔ مثلاً یہ کہ انکی کوئی کتاب ہوتی اور اس میں وہ حدیث بسند صحیح مذکور ہوتی یا کسی مسند نے امام صاحب سے بسند معتبر و متصل انکا اسکو بسند صحیح روایت کرنا بیان کیا ہوتا اور پھر اس میں نیچے کے طبقہ کے کسی راوی ضعیف کا روایت میں داخل ہونا پایا جاتا تو کہا جا سکتا تھا کہ ضعف نیچے طاری ہو گیا اور امام کو بسند صحیح پہنچی تھی پس حدیث قابل حجت ہو ورنہ بلا ایسے ان خانہ ساز باتوں سے کچھ کام نہیں چل سکتا اور اسکا بھی تو کوئی ثبوت نہیں کہ امام صاحب نے اسی حدیث سے استدلال کیا تھا بلکہ متاخرین اپنی دوڑ کے مطابق اسکو حجت لاتے ہیں اگر یہی ثابت ہوتا کہ امام صاحب نے اسی حدیث کو استدلال کیا اور پھر یہ بھی ثابت ہوتا کہ امام صاحب ضعیف حدیث سے استدلال نہیں کرتے تھے اور پھر یہ بھی تحقق ہوتا کہ انکے صحت و ضعف کے حکم لگانے کا جو معیار تھا وہ بھی قابل اعتماد ہے تاہم کچھ کام چلسکتا حالانکہ ان میں سے ایک کا بھی ثبوت ملنا مشکل ہے۔ یا ہے ہی نہیں بلکہ اور خلاف کا ثبوت موجود ہے جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا اور کم واسطے ہونے سے ضعف کے احتمال کی نفی کرنا بڑی غلطی ہے۔ مجروح راوی طبقہ تابعین میں کیا نہ تھے دوسرے ارسال و انقطاع وغیرہ بھی اسباب ضعف کے موجود تھے انکے علاوہ خود مشاہدہ موجود ہے کہ امام صاحب کی بہتیری روایتیں ضعیف موجود ہیں جو اُن کے شاگردوں نے روایت کرتے ہیں چنانچہ اوپر مذکور ہوا۔ پھر امام صاحب کی روایتوں کے ضعیف نہونے کے کیا معنے۔

اس شبہ کا جواب کہ غیر مقلد اپنی سب حدیثیں صحیح بتاتے ہیں اور ہماری ضعیف۔ **بعض** کہتے ہیں اپنی ساری حدیثوں کو تو یہ لوگ صحیح کہتے ہیں اور جو حدیث ہماری دلیل ہوتی ہے اسکو ضعیف بتا دیتے ہیں حالانکہ جن مسائل حدیثیہ میں اہل حدیث کو اُن سے خلاف ہے اُن میں ایسا ہی ہونا قرین قیاس ہے اس لیئے کہ اگر اس جانب حدیث صحیح اور ان کی دلیل ضعیف نہوتی تو اہل حدیث خلاف ہی کیوں کرتے اور حقیقت میں اختلافی موقعوں پر اہل حدیث کے مسلک کو قوت ہونا ہی چاہیئے اس لئے کہ انکا مذہب تابع دلیل ہے جس بات کی دلیل قوی ہے وہی انکا مذہب ہے بخلاف مقلدین کے کہ انکا مذہب انکے امام کا قول ہے اور چونکہ وہ قبل فراہمی دلائل گزر گئے۔ اسوجہ سے انکے اقوال ہر قسم کے ہیں صحیح بھی ہیں جو دلائل حدیثیہ کے موافق ہیں اور ضعیف بھی ہیں جو حدیث نہ پانے وغیرہ کی وجہ سے وہ انکے قائل ہوئے تھے پس انکے اقوال کی مثال گدڑی کے مال کی سی ہے کھرا کھوٹا ہر قسم کا ملا ہوا ہے اور اہل حدیث کے مسائل کی مثال ایسی ہے کہ کوئی خوب دیکھ بھال اور پرکھ کر چن لے کہ وہ کھرا ہی کھرا ہے۔ اگر مقلدین بھی اپنے مسائل کو تابع حدیث کے کر دیں تو انکی بھی یہی حالت ہو جائے لیکن ہم زمانے کا جو عموماً رنگ دیکھتے ہیں وہ یہ ہے کہ وہاں تو حدیثوں کو پڑھتے پڑھاتے وقت پھیر پھار کر اپنے موافق کیا جاتا ہے اور جو شخص اپنی طلاقت لسانی سے تاویلیں کرنے پر خوب قادر ہو وہ بڑا استاد ہے اور کتنی مشہور درسگاہوں میں دیکھا گیا کہ حدیث کی کتابیں خصوصاً صحیحین بڑی فراٹے سے طے کرا دی جاتی ہیں اور ان کو کرنا بھی ایسا ہی چاہیئے اس لیئے کہ انکو اسپر عمل کرنا تو ہے ہی کہ وہ ہر حدیث کو بغور دیکھیں اور انکے مطالب و اشارات پر غور کریں اور اسکو یاد رکھیں جیسا کہ اہل حدیث کرتے ہیں کیونکہ وہ ایسا کریں تو کام کیسے چلے ان کو تو اسپر عمل کرنا ہے اور اسی وجہ سے عموماً اہل حدیث بہ نسبت اہل تقلید کے حدیث سے زیادہ واقف ہوتے ہیں۔ ایک اہل حدیث اقسام حدیث اور صحیح و ضعیف کی تفصیل سے جیسا واقف ہوتا ہے مقلد نہیں ہوتا۔ ہمنے کتنے مقلد مولویوں کو جنکو اہل حدیث سے بحث کرنیکا اور اپنے علم کا دعوی بھی ہے ایسی ایسی مشہور احادیث سے جو ان معمولی درسی کتابوں میں ہیں عدم واقفیت ظاہر کرتے پایا جس سے سخت تعجب ہوا اور[عہ] بقیہ صفحہ آئندہ

[عہ] دیکھو سبیل الرشاد مولوی رشید احمد صفحہ ۱۲

جائے پس ایسا کرنا اپنی طرف سے نئی شرع قائم کرنا ہے **توضیح** اس کی یہ ہے۔ کہ اسلام کی تعلیم اور اس کے اندر جو کچھ ہم سے ذمہ داری لی گئی ہے۔ اس کو جہاں تک اول سے لے کر تا آخر دیکھا گیا کہیں اسبات کا کوئی پتہ و نشان نہیں ملتا کہ ہم کو کسی خاص مجتہد کے مذہب کی تقلید بھی کرنا چاہیے۔ اسلام کے ابتدائی عہد نامہ کو دیکھو کہ جو اسلامی تعلیم کا گویا لب لباب ہے تو اس میں صرف اللہ وحدہ لاشریک[1] کی توحید اور اسکے رسول کی رسالت کا اقرار ہے اور ان کی ہی تابعداری کا اس کے ساتھ کسی مجتہد و امام کی امامت کا اقرار نہیں لگایا گیا۔ اسی طرح آخری دن کی باز پرس کو دیکھو۔ جبکہ منکر و نکیر سوال کریں گے اس میں رب اور رسول (صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم) اور دین کی بابت سوال کا ذکر ہے۔ لیکن کہیں اس سوال کا ذکر نہیں ہے کہ تم کس امام کے مذہب پر تھے اور کہیں غیر مقلد تو نہیں تھے۔ غرضکہ جہانتک اسلامی تعلیموں کو دیکھو اسلام نے ہم کو بجز اسبات کے اور کسی بات کا مکلف نہیں کیا کہ اللہ تعالے اور رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کی تابعداری کی جائے۔ اللہ تعالے اور رسول اللہ صلعم کے حکم کا علم اپنے آپ کو حاصل ہو۔ تو اپنے علم کے موافق چلے اپنے آپکو علم نہ ہو تو کسی عالم سے دریافت کرلے۔ اسمیں کوئی اور قید و تخصیص نہیں بتائی گئی کہ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) ساقط اور غیر معتبر روایت کا تقریراً اور تحریراً حجت میں لانا اور تمیز نہ کرسکنا تو معمولی باتیں ہیں اور اصلی بات وہی ہے کہ اُن کو اس سے چنداں غرض ہی نہیں ایک ثواب کا خیال تھا تو اُنکے بزرگوں نے یہ کہکر کہ فقیہ کا ثواب محدث سے کم نہیں (دیکھو درمختار) اس سے بھی بے غم کر دیا۔ ان وجوہ سے فقہاء عموماً فن حدیث سے بے خبر ہے پس متاخرین نے بھی مسائل کو درست نکیا اور زیادہ تفصیل اوپر گزر چکی۔ لہذا وہ جو پڑھتے پڑھاتے ہیں تو ایک رسم ہے جسکو وہ پورا کرتے ہیں۔

اس بات کا جواب کہ اہلحدیث کو امام ابو حنیفہ رح اور حنفی مذہب سے عداوت ہے۔

بعض کہتے ہیں ان لوگوں کو امام ابو حنیفہ اور حنفی مذہب سے عداوت ہے کیونکہ یہ حنفی مذہب کا ہی خلاف کرتے ہیں حالانکہ یہ بات بالکل غلط ہے اہلحدیث کو عداوت کسی سے بھی نہیں اور نہ عداوت کی کوئی وجہ ہے۔ اور بعض تحریروں میں جو بعض الفاظ نظر پڑتے ہیں تو چونکہ مقلدین اہل حدیث کے ساتھ بہت سخت کلامی کیا کرتے ہیں جیساکہ بہت سی اُن کی تالیفوں میں موجود ہے اور ابتدا انہیں کیطرف سے ہوئی ہے اگر اہلحدیث مقلدین کی بابت کوئی لفظ لکھیں (گو ہم بہتر یہی سمجھتے ہیں کہ ایسا بھی نہ کریں) تو وہ بحکم والذین اذا اصابھم البغی ھم ینتصرون کے معذور ہیں۔ اور جو امام صاحب کی بابت حدیث کا خلاف کرنا کہا گیا ہے اس سے یہ لوگ بہت ناخوش ہوتے ہیں تو اصل میں یہ ایک معمولی بات ہے اور سلف کے کلام میں بھی اس قسم کا اطلاق پایا گیا مگر چونکہ یہ لفظ اُن کے منشاء کے بالکل خلاف ہے اسوجہ سے اُنکو بہت ناگوار ہوتا ہے اور کہنے لگتے ہیں کہ دیکھو امام صاحب کو بُرا کہتے ہیں حالانکہ یہ کلام منظر احقاق حق ہے۔ البتہ جو بنظر تشنیع کہے وہ بے شبہہ ماخوذ ہے۔ اور مسائل میں خلاف کرنا حنفی مذہب کے ساتھ مختص نہیں بلکہ مسائل ہمارے پیش نظر ہیں جنمیں اہلحدیث شافعی کے خلاف اور امام صاحب کے ساتھ موافق ہیں۔ انکو کسی خاص امام کی موافقت و مخالفت سے غرض نہیں بلکہ اتباع دلیل مدنظر ہے جس کے بھی موافق ہو ۱۲ (متعلق صفحہ ہذا)

[1] یعنی لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔

ایک عالم یا امام کو مقرر کر کے اُسی کی یا اُسکے مذہب کی جملہ مسائل میں پیروی کرے یا جس نے جس امام یا
مجتہد کے قول پر عمل کیا اُس کو پھر اسی کے مذہب پر چلنا چاہیے۔ یا مسلمانوں کو خاص خاص
مجتہد مقرر کر کے اُنکی تقلید کرنا چاہیے۔ اور جس امام کا مقلد ہے اسکو اسکے مذہب کے سوا کسی اور امام
کے قول پر عمل نہ کرنا چاہیے۔

تقلید شخصی اور حنفی شافعی وغیرہ نسبت کا بدعت ہونا

پس اپنی طرف سے کسی عالم یا مجتہد کے مذہب کا التزام کرنا اور اپنے ذمے اُسی کے
اتباع کو ضروری ٹھہرانا اور یہ جی میں قرار دے لینا کہ ہمارے امام فلاں
مجتہد ہیں چنانچہ جو انکا مذہب معلوم ہو اس پر عمل کرنا اور اس وجہ سے اپنے آپ کو انہیں کیطرف
منسوب کرنا اور انکے اقوال کو اپنا مذہب قرار دینا۔ اور اور مجتہدوں کے اقوال کو غیر مذہب ٹھہرانا
اور اپنے ذمہ کو انہیں کی تقلید میں مشغول سمجھنا۔ اور جب کسی مسئلہ کی ضرورت پیش آئے تو
انہیں کے عندیئے اور مذہب کی تلاش کرنا اور انکے مذہب سے بلا کسی خاص ضرورت کے
علیحدہ نہونا اور کسی دوسرے امام و مجتہد کے قول پر عمل سے انکار رکھنا یا تنگدل ہونا اور جو اس پابندی
کو ملحوظ نہ رکھے اسے برا سمجھنا اپنی طرف سے نئی شرع قائم کرنا ہے جو کہ اللہ جل شانہ کے کلام پاک شَرَعُوا [illegible]
لَهُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا لَمْ يَأْذَنْ بِهِ اللهُ ۲ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مَنْ اَحْدَثَ فِيْ اَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ
رَدٌّ ۳ کا مصداق ہے چنانچہ مولنا عبد العلی بحر العلوم شرح مسلم میں تحریر فرماتے ہیں کوئی چیز واجب نہیں بجز
اسکے جس کو اللہ نے واجب کیا اور اسی کا حکم ہے اور اللہ نے کسی پر واجب نہیں کیا کہ اماموں میں سے کسی
ایک امام کے مذہب کو اپنا مذہب ٹھہرائے پس اسکا واجب کرنا اپنی طرف سے شرع قائم کرنا ہے انتہے ۴ اور شرح

ف۱ جیسا کہ عموماً مقلدین کا طرز عمل ہے۔ چنانچہ مشاہدہ موجود ہے (اور جو ایسے نہیں اُن پر ہم کو یہ اعتراض بھی نہیں) اور بعض قول
بھی ہم پہلے نقل کر چکے ہیں مفقود کے مسئلہ میں جو بعض اصحاب نے اسکے خلاف جو امام صاحب سے مفقود کے بارے میں منقول ہے بعض
دیگر دلیلوں اور ایک حدیث سے استدلال کر کے اختیار کیا تو صاحب ردالمختار اس موقعہ پر بحر رائق کا قول نقل کرتے ہیں والعجب
کیف یختارون خلاف ظاهر المذهب مع انه واجب الاتباع علی مقلدی ابی حنیفة یعنے مقلدین ابی حنیفہ پر تو انکے مذہب کی
ظاہر روایت واجب الاتباع ہے پس تعجب ہے کہ یہ لوگ اسکے خلاف کیسے اختیار کرتے ہیں (گو وہ کوئی حجت اُن کے خلاف کیوں نہ رکھتے ہوں)
انتہی ۱۲ ف۲ یعنے راہ ڈالی اُنکے واسطے دین کی جسکا اللہ تعالی نے حکم نہیں دیا۔ شوری رکوع ۳۔ یعنی تقلید شخصی کا یہ طریقہ اسی دین کا مصداق
ہے جس کا اللہ نے حکم نہیں دیا ۱۲ ف۳ اخرجه البخاری و مسلم و فی لفظ لمسلم من عمل عملا لیس علیه امرنا فهو رد یعنی ایسا کام کرے جسکی بابت
ہمارا حکم نہیں ہے تو وہ کام مردود ہے اور پہلے لفظ کے معنے یہ ہیں جو ہمارے دین میں ایسی بات پیدا کرے جو اس میں نہیں بتائی گئی ہو
تو وہ مردود ہے ۱۲

ف۴ عبارت یہ ہے۔ اذ لا واجب الا ما اوجبه الله تعالی والحکم له ولم یوجب علی احد ان یتمذهب بمذهب رجل من الائمة
فایجابه تشریع جدید انتہی دوسری عبارت یہ ہے اعلم انك قد علمت ان التکلیف من الشارع لیس الا العمل بفتوی مجتهد
علی التخییر و تخصیص العمل بفتوی مجتهد دون مجتهد تحکم لا یلتفت الیه بل هو تغییر لحکم الشارع من دون برهان و حجة

تحریر میں فرماتے ہیں یہ تو تم جان چکے ہو کہ شارع کی طرف سے تکلیف بس اسیقدر رہے کہ علی التخییر کسی مجتہد کے فتوے پر عمل کر لیا جائے اور تخصیص کسی ایک مجتہد کی ایک بے دلیل بات ہے جو قابل التفات نہیں بلکہ وہ بغیر کسی حجت کے شارع کا حکم بدل دینا ہے اور اللہ کی رحمت واسعہ کا بند کر دینا ہے۔

تقلید شخصی میں کوئی خوبی یا مصلحت نکال کر مشروع ٹھہرانے کا جواب

اس سے معلوم ہوا کہ تقلید شخصی کا التزام اور کسی امام کے مذہب کی اپنے لیے تعیین کر لینا نہ صرف نئی شرع قائم کرنا بلکہ شرع الٰہی کو بدل دینا ہے۔

اور گو اس تعیین و تخصیص میں کچھ خوبیاں یا مصلحتیں بتائی جائیں یا اس تقلید کو کسی عموم شرعی میں داخل ٹھہرایا جائے اور ایسا کر کے اس کو مستحسن شرعی یا مامور دینی قرار دیا جائے لیکن یاد رہے کہ ایسا ہی اور ساری بدعتوں میں کہا جا سکتا ہے دین میں کوئی بدعت نہیں ہے جس میں بادی النظر میں کوئی شرعی خوبی یا مصلحت نہ نکل سکے یا بظاہر وہ کسی عام میں داخل نہ ٹھہرائی جا سکے۔ کیونکہ بدعت[1] کہتے ہی اس کو ہیں جو دین میں مخالفت کے طور پر نہیں بلکہ اشتباہ کے طور پر نکالی گئی ہو۔ اور اس میں دینی کام ہو جانے کا دھوکا ہو۔ پس وہ کام کہ صریح خلاف شرع[2] نظر آتا ہو۔ اور اس میں دینی امر ہونے کا اشتباہ ہی نہ ہو تو اس کو بدعت کہا ہی نہیں جا سکتا۔ بدعت وہی ہے جو بظاہر دینی امر اور نیک کام معلوم ہو لیکن دراصل وہ تعلیم شارع سے باہر اور اپنی خاص وضع اور ہیئت اور نئی صورت نوعیہ کی وجہ سے صحیح طور پر کسی شرعی حکم کے مصداق ہونے کی لیاقت نہ رکھتا ہو۔

چند مثالیں ان امور کی جن کو فریق مقابل بدعت تسلیم کرتے ہیں حالانکہ ان میں اور تقلید شخصی میں کچھ فرق نہیں

چنانچہ تم ان مراسم کو دیکھو جن کو بحیثیت دینی برتا جاتا ہے اور فریق مقابل کے کل یا اکثر افراد انکا بدعت و ممنوع ہونا تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً محفل میلاد، تیجہ۔ دسواں وغیرہ۔ عرس۔ فاتحہ مرجہ۔ مصافحہ بعد العصر، صلوٰۃ الرغائب[3] وغیرہ کہ انمیں کوئی فعل ایسا نہیں ہے جس میں کوئی نہ کوئی خوبی نظر نہ آتی ہو یا وہ کسی عموم شرعی مثل تجدید ایمان دفع کرا

---

[1] در مختار میں بدعت کی تعریف میں لکھتے ہیں ما اعتقاد خلاف المعروف عن الرسول لا بمعاندة بل بنوع شبهة انتہی اور رد المحتار میں شمنی سے نقل کرتے ہیں ما احدث خلاف الحق المتلقی عن رسول الله صلی الله علیه وآله وسلم من علم او عمل او حال بنوع شبهة واستحسان وجعل دینا قویما انتہی ١٢

[2] مثل عام گناہوں وغیرہ کے جنکی شرع میں صریح ممانعت آئی ہے بدعت کے بارے میں جو نصوص وارد ہیں اس میں بدعت کی بابت ایسے ہی الفاظ وارد ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ بدعت وہ ہے جسکا حکم نہیں دیا گیا چنانچہ ابھی جو آیت و حدیث مذکور ہوئی اس میں تمنے دیکھ ہی لیا۔ یہ نہیں کہا گیا کہ ایسی بات کرنا جس سے منع کیا گیا۔ پس کسی ایسے امر کی بات جسکو بدعت کہا جائے یہ کہنا کہ اس میں کیا حرج ہے شرع نے کہیں اسکو منع نہیں کیا یا یہ کوئی گناہ کی بات نہیں۔ ایک نادانی کی بات ہے ١٢

[3] رجب کے مہینے میں جو اول جمعہ ہوتا ہے اس کی شب میں نفلیں پڑھنا پانچویں صدی میں مروج ہو گیا تھا اور بکثرت مختلف شہروں میں جاری ہو گیا۔ چونکہ بالخصوص اس میں کوئی شرعی نص وارد نہیں لہذا علماء نے اس سے منع کیا اور بدعت ٹھیرایا دیکھو شامی وغیرہ ١٢

وصدقہ وغیرہ میں داخل نہ معلوم ہوتے ہوں لیکن اُنکی خاص صورت نوعیہ اور ہیئت کذائیہ کا بحیثیت دینی یا اس طور پر کہ ایک امر دینی پر التزام کیا جاتا ہے التزام کرلیا گیا جس کی وجہ سے وہ تعلیم شارح پر مستزاد ٹھہرے اور بدعت قرار پائے اسی طرح یہ تقلید شخصی اور خاص خاص مذہبوں کا التزام اور اُنکی قید و تخصیص بھی ہے جس کا مقلدین نے التزام کرلیا اور وہ اُس پابندی کو ملحوظ رکھتے ہیں حالانکہ اس کا شارح نے حکم نہیں دیا اور جیسا کہ بدعات مذکورہ کے مرتکبین انکے صحیح بنانے کے لیۓ کوئی نہ کوئی بات بناتے ہیں۔ اسی طرح تقلید شخصی کے پابند اسکے وجوب اور اسکے مشروع ہونے کو ثابت کرنے کے لیئے طرح طرح سے باتیں بناتے ہیں لیکن انمیں سے کوئی بات ایسی نہیں ہے جو دراصل قابل قبول ہو اور اس کو بدعت ہونے سے نکالدے۔

مولانا محمد اسمعیل صاحب شہید ایضاح الحق الصریح میں تحریر فرماتے ہیں "استحسانات اکثر متاخرین از فقہاء و صوفیہ کہ محض بنا بر ظن حصول بعضے منافع دینیہ و مصالح شرعیہ بدون تمسک بدلیلی از دلائل شرعیہ اصلے از اصول عبادات یا معاملات اختراع می نمائند تحدید اصلی از اصول دینیہ بحدود خاصہ احداث می کنند یا ترویج امریکہ خامل در قرون سابقہ بود برروے کار می آرند یا اخمال امریکہ دراں ازمنہ مروج بود بعمل مے آرند مثل نماز معکوس و **وجوب تقلید شخصی معین** از ائمہ مجتہدین و مثل تحدید ذکر کلمہ تہلیل باوضاع مخصوصہ از اعداد و ضربات و جلسات و تحدید مارکثیر بعشر فی العشر و ترویج مسائل قیاسیہ و کشفیہ و استغراق بجمیع ہمت خود دراں و اخمال ظاہر کتاب و سنت کہ بطریق تبرک و تیمن ہمہ از قبیلہ بدعات حقیقیہ است و آنچہ در مقام عذر آن میگویند ہر چند کہ این امر محدث است اما مشتمبر مصلحتے از مصالح دینیہ است یا اصل آن در شرع ثابت است اگرچہ خصوصیت مذکورہ محدث باشد پس مجرد این عذر امور مذکورہ را از حد بدعات خارج نمے گرداند لنتفے تخصصًا۔

اور ایک دوسری جگہ فرماتے ہیں "اما تخریجات متاخرین فقہاء مثل تحدید مارکثیر بعشر فی العشر بنا بر قیاس بر زمین منعدمہ چاہ و مثل حکم بوجوب تقلید مجتہدے معین از مجتہدین سابقین و حکم بالتزام بیعت شخصے معین از شیوخ طریقت بنا بر قیاس بر اطاعت امام وقت والتزام بیعت او و امثال آن از تخریجات غیر محصورہ کہ منقول از متاخرین فقہاء و صوفیہ است و کتب فقہ و سلوک بآن مملو و مشحون ست و اکثر اتباع ایشاں ہمیں تخریجات محدثہ را احکام شریعت و اسرار طریقت می انگارند ہمہ از قبیل بدعات ست و دلائل ایشان ہمہ از قبیل لطائف شعریہ و نکات مخیلہ است کہ ہرگز احکام مذکورہ را از بدعت خارج نمے گرداند۔ و در دائرہ شریعت ایمانیہ و

طریقہ احسانیہ داخل نمی کنند" انتہے بقدر الحاجۃ۔ ان بیانات سے بخوبی واضح ہوگیا کہ مذاہب مجتہدین میں سے کسی مجتہد کے مذہب کے التزام اور اس کی تقلید شخصی کی شریعت میں کوئی اصلیت نہیں بلکہ وہ ایک بدعت ہے جو شریعت میں پیدا ہوگئی اور اس میں دراصل کوئی ایسی وجہ نہیں ہے جو اُس کو بدعت ہونے سے نکالکر مقبول شریعت قرار دے بلکہ وہ وجہیں بالکل کچی اور خانہ ساز باتیں ہیں جو قابل قبول نہیں۔ اور اس میں خوبیاں اور مصلحتیں جو بتائی جاتی ہیں وہ درحقیقت نکات بعد الوقوع کے قبیل سے ہیں نہ یہ کہ دراصل تقلید شخصی ان وجوہ سے اختیار کی گئی بلکہ وہ اتفاقات روزگار اور دور زمانہ سے نکل کر جاری ہوگئی تو جن لوگوں میں وہ جاری ہوئی اُنکو اس کے رواج کے پردے نے اس کے صحیح بنانے کے لیے ان باتوں پر مجبور کیا۔ اور اسی قبیل سے اس کو کسی عموم شرعی میں داخل کر کے مشروع ٹھہرانا بھی ہے چنانچہ بعض لوگ بڑی کوشش کر کے اُس کو اس شرعی عموم میں جس میں مبتلیم کو عالم سے دریافت کرنے کا حکم دیا گیا ہے داخل قرار دیتے ہیں اور یوں بات بنا کر اس کو مامور شرعی و واجب کہتے ہیں۔ حالانکہ تقلید شخصی کو جو کہ معمول بہ اور زیر بحث ہے اس عموم میں داخل بنا کر مشروع یا مامور قرار دینا سخت غلطی ہے شارع کا بے علم کے لیے جہاں تک ارشاد ہے وہ صرف یہ ہے کہ جب کبھی جو بات معلوم نہ ہو کسی علم والے سے دریافت کرے جس پر عمل کی بس یہی صورت ہے کہ اسی عموم و اطلاق کے ساتھ جس کو جس سے موقع ملے دریافت کرے گو بحسب اتفاق کوئی شخص مدت العمر ایک ہی عالم سے دریافت کرتا رہے اب اپنی طرف سے کسی امام و مجتہد کی تخصیص کرنا اور تمام مسائل میں اسی کے مذہب کی پیروی کا قصد رکھنا۔ اور جب ضرورت پڑے خصوصیت کے ساتھ اسی کے عندیے کی تلاش کرنا اور اسی کی تقلید کا التزام کرنا اور اپنے ذمہ کو اسی کی تقلید میں مشغول سمجھنا اور اس التزام کو ضروری و واجب ٹھہرا لینا جیسا کہ عموماً مقلدین کا طرز عمل ہے۔ اور صرف یہی نہیں بلکہ طرہ اس پر یہ ہے کہ باوجود علم کے اور صریح احادیث رسول دیکھنے کے انکی طرف التفات نہ کرنا۔ بلکہ خاص خاص اماموں کے اقوال کے ساتھ جو جس کا نام لیوا ہے پابند رہنا ارشاد شارع پر اپنی طرف سے اضافہ کرنا اور اس پر قیود بڑھانا۔ نہیں بلکہ اس کا بدل دینا اور اس کا مقابلہ کرنا ہے اور عموم و اطلاق شارع کو باطل کرنا۔ پس یہ تقلید شخصی اس عموم میں کیونکر داخل ٹھہرائی جا سکتی ہے اور اس پر کار بند ہونے والا ارشاد شارع پر کس طرح عامل

سلہ ضمیمہ فتح مبین میں لکھتے ہیں اسی واسطے تقلید امام واحد کی واجب ہوئی۔ انتہی۔ اور لکھتے ہیں تقلید مذہب معین کی واجب ہے اور یہی مذہب علماء ہے انتہے اور بعض عبارتیں اس قسم کی پہلے مذکور ہو چکیں ۱۲ عہ مولوی رشید احمد گنگوہی وغیرہ ۱۲۔

قرار دیا جاسکتا ہے اور اگر یہ تقلید شخصی عموم حکم مذکور میں داخل اور اس وجہ سے وہ مشروع ہو تو پھر ہم نہیں کہہ سکتے کہ یہ تمام امور جن کو بدعت کہا جاتا ہے وہ بدعت کیسے ٹھہر سکتے ہیں کیونکہ اسی طرح وہ بھی عمومات شرعیہ میں شامل ہیں۔ اور ان پر عمل کرنے والا بھی انہی عمومات کی ایک فرد پر عمل کرتا ہے پھر وہ بدعت کیسے ٹھہرائے گئے انکے بدعت ہونے کی یہی وجہ بتائی جاتی ہے کہ ان میں خاص خاص قیدیں اور اپنی طرف سے تخصیصیں بڑھائی گئیں اور لازم ٹھہرائی گئیں اس وجہ سے وہ مشروع نہ رہے اور امر شرعی میں داخل ٹھہرے۔ بس یہی وجہ اس تقلید شخصی میں بھی موجود ہے۔

تقلید شخصی کی مشروعیت تسلیم کرنے کے بعد بھی مقلدین پر اعتراض

بالآخر ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اگر ہم تسلیم کرلیں کہ تقلید شخصی کی یہ صورت جو معمول ہے عموم حکم مذکور میں داخل اور اس کا ایک فرد مشروع بھی ہے تاہم تقلید شخصی کا التزام اور اسی پر جمار ہنا صحیح نہیں۔ اس لیئے ایک مسلمہ قاعدہ ہے کہ مامور مخیر میں کسی تخصیص کے ساتھ ایک ہی شق کو اختیار کرلینا اور امر شرعی کو اس کی حد پر نہ قائم رکھنا ممنوع اور نادرست ہے۔ پس جبکہ ارشاد شارع شخصی وغیر شخصی دونوں کو شامل ہے اور دونوں کی تعلیم دیتا ہے تو پھر شخصی ہی کو اختیار کرلینا اور اسی کو واجب کہنا اور غیر شخصی سے انکار رکھنا اور اس پر عمل کرنے والے کو برا سمجھنا جیسا کہ عموماً مقلدین کا حال ہے کس طرح صحیح ہوسکتا ہے غرض کہ اس تقلید شخصی کے بدعت و نادرست ہونے میں تردد کی کوئی وجہ نہیں۔ اور اگر کسی وجہ سے تردد ہو بھی تب بھی اسکے ساتھ کاربند نہ ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ مسلمہ ہے کہ جس چیز کے بدعت

ف۱ خلاصہ یہ کہ جو صورت کہ عموم حکم شرعی میں داخل ہے یعنے بحسب اتفاق جملہ مسائل میں کسی ایک کی طرف بلا لحاظ تخصیص و بلا قید التزام کے رجوع کرنا وہ معمول بہ و زیر بحث نہیں اور جو معمول بہ اور زیر بحث ہے وہ داخل فرد مشروع نہیں۔ یہ جو تحقیقات ذکر کی گئی اس سے مولوی رشید احمد صاحب کی اس تقریر کا بھی جو انھوں نے اثبات تقلید شخصی کے لیے **سبیل الرشاد** میں اور ایک ڈیڑھ ورقی مضمون میں جو **ہدایت المعتدی** کے اخیر میں طبع ہوا ہے لکھی ہے جواب ظاہر ہوگیا اس ڈیڑھ ورقی مضمون کا ایک جواب مولانا محمد سعید صاحب بنارسی نے نور الابصار کے اخیر میں طبع فرمادیا ہے ۱۲ **ف۲** چنانچہ نماز کے بعد داہنی و بائیں دونوں طرف پھرنا جائز اور دونوں فعل رسول صلے اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں لیکن عبداللہ بن مسعود داہنی طرف کی تخصیص کرلینے کو حصہ شیطان کا لکھتے ہیں دیکھو صحیح بخاری۔ علامہ طیبی لکھتے ہیں ایک مستحب فعل پر اصرار کرنے اور اسکو ضروری کرلینے کی یہ برائی ہے تو ایک ناجائز اور بدعت پر اصرار کا کیا حال ہوگا انتہے۔

نفلی روزہ ہفتے کے سارے دنوں میں جائز اور باعث اجر ہے۔ اسی طرح قیام لیل ہر رات میں مشروع اور مسنون ہے لیکن تخصیص جمعہ کو کہ جسکی تخصیص کرلیئے جانے کا اسکی فضیلت کی وجہ سے احتمال تھا پیغمبر صاحب نے پہلے ہی سے صاف صاف منع فرمادیا دیکھو صحیح مسلم۔ ✣

نماز میں الحمد کے بعد جو سورہ چاہے پڑھے سب جائز و مشروع ہے لیکن فقہا کسی سورت کی تخصیص کو منع کرتے ہیں۔ دیکھو در مختار و رد المحتار۔ اسی طرح جب مسلم ہے کہ تقلید دونوں طرح جائز و مشروع ہے تو ایک قسم کی تخصیص کرلینا کیسے جائز ہوگا ۱۲

وسنت ہونے میں تردد ہو اس کو ترک ہی کرنا چاہیئے[1] اسلیئے کہ ایک سنت پر عمل سے ترک بدعت زیادہ اہم ہے۔

بدعت کی برائی بدعت چھوڑنے اور خالص سنی اور محمدی بننے کی ترغیب

اور واقع میں بدعت ایسی بری بلا ہے کہ جس بات میں بدعت ہونے کا شبہ بھی ہو اس کو کوسوں بھاگنا چاہیئے۔ شرک کے بعد بدعت سے بدتر کوئی گناہ نہیں۔ بدعت سے اللہ تعالےٰ کو ایسی نفرت ہے کہ مبتدع[2] کا نہ فرض قبول ہے نہ نفل۔ بدعت کی شومی سے مبتدع کی کوئی عبادت مقبول نہیں بھلا اس سے بڑھ کر اور کیا چیز بری ہو سکتی ہے۔ لوگو اللہ پاک وبے نیاز سے جس نے تم کو صرف اسی لیے پیدا کیا ہے کہ تم اسکی صحیح صحیح طور پر عبادت کرو اور اسکے سچے دین پر چلو ڈرو اور اس تقلید شخصی کو جو کہ بدعت حقیقیہ یا حکمیہ ہے یا اس میں مشابہت مبتدعین کی ہے یا تردد بدعت ہونے کا ہے چھوڑ کر خالص سنی ومحمدی ہو جاؤ اور اسلام کے رنگ اصلی کو جو کہ سلف صالحہ کا طریقہ تھا اختیار کرو شاہ اسمٰعیل صاحب ایضاح الحق میں تحریر فرماتے ہیں" بالجملہ غرض ازیں کلام آنکہ اشتغال بہ تفتیش ظاہر کتاب وسنت تعلم وتعلیم آن خواہ بخواندن باشد خواہ باستماع مضامین آن وسعی در اشاعت آن از جنس اکل وشرب ولباس است کہ مدار زندگانی بر آنست واشتغال باحکام فقہیہ معتبرہ واشغال صوفیہ نافعہ از قبیل ادویہ ومعالجہ است کہ عند الضرورت بقدر حاجت بعمل آرند وبعد ازاں بکار اصلی خود مشغول باشند وعنوان شعار خود محمدیہ خالصہ وسنن قدیم باید داشت نہ تمذہب بمذہب خاص وانسلاک در طریقہ مخصوصہ بلکہ مذاہب وطرق را مثل دکاکین عطارین باید شمرد وخود را از منسلکان جند محمدی محمدیہ خالصہ را شعار خود

---

[1] ابن الہمام فتح القدیر میں لکھتے ہیں ماتردد بین السنۃ والبدعۃ فترکہ لازم لان ترک البدعۃ لازم واداء السنۃ غیر لازم انتہی تقلید شخصی کے مشروع وبدعت ہونے میں تردد ہے اور دوسری صورت بلا تردد مامور ومشروع ہے تو پھر ایسی صورت کو جس پر بدعت ہونیکا احتمال ہو ضرور ترک کرنا چاہیئے۔ اس لیئے کہ اگر اُسکے ساتھ پابند رہے اور کبھی عند اللہ وہ بدعت ہی نکلی تو سارے عمل بیکار گیئے بخلاف اس صورت کے کہ اُسکے ساتھ پابند نہوں اور دوسرے طریقے پر جو بلا خلاف مشروع ہے عمل کرتے رہیں تو اگر وہ عند اللہ بدعت نہ نکلی تاہم ہمارا کچھہ حرج نہوا۔ اس لیئے کہ اتباع حق اس میں محصور نہ تھا اور ہم ایک دوسرے مشروع طریقے پر قائم تھے اور اگر وہ بدعت نکلی تاہم ہمارا کچھہ نہ بگڑا اسلیئے کہ ہم اس سے محفوظ اور کنارہ کش تھے۔ پس اگر اُسکے بدعت ہونیکا یقین نہیں تب بھی اُس سے علیحدہ ہی ہونا چاہیئے دع ما یریبک الی ما لا یریبک ۱۲ [2] انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالےٰ نے ہر صاحب بدعت کی توبہ کو (قبول کرنیسے) روک رکھا ہے جبتک وہ اپنی بدعت نہ چھوڑے۔ اسکو طبرانی نے بسند حسن روایت کیا۔ اور ابن عباسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالےٰ نے ابا کیا ہے اس سے انکار کیا ہے کہ صاحب بدعت کا عمل قبول کرے جبتک وہ اپنی بدعت نہ چھوڑے۔ اسکو ابن ماجہ اور ابن ابی عاصم نے روایت کیا اور حذیفہ رضی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ صاحب بدعت کا اللہ تعالےٰ نہ روزہ قبول کرتا ہے نہ نماز نہ حج نہ عمرہ نہ جہاد نہ فرض نہ نفل۔ اسکو ابن ماجہ نے روایت کیا ۱۲ منہ مولوی رشید احمد صاحب نے تقلید غیر شخصی کو مشروع ومامور اور تقلید شخصی کا سبیل الرشاد اور ذریعہ دقیق مضمون دوران

باید کرد و افادات ظاہر سنت را کار و بار خود باید داشت و احکام فقہیہ را و اشغال صوفیہ معتبرہ را کہ خالی از شوب فساد و بدعت باشد بقدر حاجت استعمال باید کرد و ز اندازہ حاجت آن توغل نباید کرد۔ انتہے

خلاصہ یہ ہے کہ آدمی ہر واقعہ اور ہر محل میں قرآن و حدیث کے حکم کی تلاش رکھے اپنے آپ کو علم ہو اپنے طور پر معلوم کرے ورنہ کسی ذی علم سے معلوم کرلے اگر صریح قرآن و حدیث سے مسئلہ نہ ملے اور اپنے آپ کو اس درجہ کا علم نہ ہو کہ بطور قیاس و استنباط کے مسئلہ نکال سکے کسی مجتہد مسلم الاجتہاد کے بتائے ہوئے مسئلے کو لے مجتہدین سابقین مسلم الاجتہاد جسقدر گزرے ہیں سب اہل حق اور پیشوا ہیں اور ایک عامی محض کے لیے سب نسبت مساوی رکھتے ہیں اُس کو جس مجتہد سے اتفاق پڑے یا جس کا فتوے ملجائے ان پر عمل کرلینا چاہیے اسکے کسی امام کے مذہب مقرر کرنے یا کسی مجتہد کے مذہب کے التزام کرنے کے کوئی معنے نہیں۔

عامی کا کوئی مذہب نہیں | رد المحتار شرح درمختار میں ہی عامی کا کوئی مذہب نہیں اسکا مذہب وہی ہے جو بروقت مفتی اسکو فتوی دے انتہے۔ آگے چلکر بحر سے یہ بھی نقل کیا کہ ایک عامی محض جو اپنے آپکو حنفی یا شافعی کہے تو اس سے حنفی شافعی نہیں ہو جاتا انتہے ابن الہمام شرح ہدایہ میں لکھتے ہیں عامی کو اس بات کا لینا جائز ہے کہ اسکے دل میں صواب معلوم ہو بہتر ہے پس اگر وہ کسی مسئلہ میں دو مجتہدوں سے فتوے طلب کرے اور وہ اختلاف

آدمی کے خیالات پر رواج کا عجیب اثر ہوتا ہے | ۵؎ عوام کو بطور خود نہ امام کا فرمودہ مسئلہ معلوم ہے نہ حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تک کہ وہ کسی عالم سے نہ دریافت کریں تو جسطرح وہ کسی مقلد عالم کو دریافت کرکے امام کا فرمودہ مسئلہ معلوم کرتے ہیں اسیطرح کسی عالم اہلحدیث سے حدیث رسول صلے اللہ علیہ وسلم معلوم کرسکتے ہیں جب کسی مسئلہ میں حدیث رسول کا کوئی پتہ نہ چلے یا کوئی اور اشکال پیش ہو تو کسی صحابی کے قول و فعل یا کسی اور مستند عالم کے قول پر عمل کرلے جیسا کہ سلف کا دستور تھا۔ نہ یہ کہ جب مسئلہ کی ضرورت ہو تو اسی امام کا مذہب دریافت کریں جسکی تقلید اپنے اوپر لازم کرلی اور اسی سے دریافت کریں جو انہیں کا مقلد ہو۔ ایسا نہ کرنے میں جو استبعاد نظر آتے ہیں کہ اگر تعیین مذہب واحد کی نہ کی جائے تو انتظام نہیں بن سکتا۔ یا ہر کوئی اپنی سی کہتا ہے کس کی بات مانی جائے۔ یا مذاہب میں بکثرت اختلاف ہے کسکے قول پر چلا جائے وغیرہ وغیرہ یہ سارے استبعاد اور اشکال صرف اسوجہ سے معلوم ہوتے ہیں کہ یہ طرز عمل انکے رواج کے خلاف ہے اسوجہ سے انکو وہ خلاف عقل معلوم ہوتا ہے اور انکے ذہن میں طرح طرح کے شکوک پیدا کرتے ہیں۔ اگر انکے رواج کے موافق ہوتا تو پھر کوئی اشکال نہیں انکو نہ معلوم ہوتا۔ رواج کو بھی عجیب دخل ہے لیئے رواج کے خلاف ایک معقول بات بھی خلاف عقل معلوم ہوتی ہے چنانچہ اس سے کوئی ہوشمند انکار نہیں کرسکتا۔ آخر پہلے تین چار برس جبتک تقلید شخصی نے عام رواج نہیں پایا تھا انتظام کیونکر بنتا تھا۔ جن میں آجکل کیطرح ہر قسم کے لوگ ہوتے تھے اور ایک ایک مذہب میں جو علماء مذہب کا بکثرت مسائل میں اختلاف ہے کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ چنانچہ فقہ سے جو واقف ہیں انپر ظاہر ہے ان میں عوام کیسے فیصلہ کرلیتے ہیں غرض اشکال کچھ بھی نہیں ہے مگر اُنکے رواج اور ان کی طبیعت کے خلاف ہو ایہ سب کچھ کہلاتا ہے ۱۲ ۵؎ عبارت یہ ہے العامی لا مذہب لہ بل مذہبہ مذہب مفتیہ انتہے ۱۲ ۵؎ عبارت یہ ہو اما غیرہ ممن قال انا حنفی او شافعی لم یصر کذلک بمجرد القول کقولہ انا فقیہ او نحوی انتہے ۱۲ ۵؎ عبارت یہ ہے ان یاخذ العامی بما یقع فی قلبہ انہ اصوب و لی علی ہذا اذا استفتی مجتہدین فاختلفا علیہ الاولی ان یاخذ بما یمیل الیہ قلبہ منہما

کریں تو بہتر یہ ہے کہ وہ اس کو لے جسطرف اس کا دل مائل ہو یعنے جس بات کے زیادہ صحیح ہونے پر اسکا دل گواہی دے اور یہ بری رائے ہیں اگر وہ اسکے قول کو لے گا جسکی طرف اسکا دل مائل نہیں تب بھی جائز ہے کیونکہ اسکا مائل ہونا اور نہ ہونا برابر ہے اسپر واجب تو کسی مجتہد کی تقلید ہے اور وہ ائمہ نے انہیں سے کسی کا بھی قول ہو لیکر کر لی انتہے۔

فقہاء کے قول کے موافق کسی مذہب معین کے التزام سے اسکا لازم ہو جانا

ابن الہمام کے اس قول کو شامی نے بھی ذکر کیا۔ شامی نے تحریر اور اس کی شرح سے یہ بھی نقل کیا ہے کہ اگر کوئی کسی مذہب معین مثل مذہب ابی حنیفہ رحمہ اللہ یا شافعی رحمہ اللہ کا التزام کرلے تو اصح یہ ہے کہ ایسا کرنے سے اس پر وہ لازم نہیں ہوتا انتہے اور ایک دوسرے مقام پر اسی کے متعلق لکھتے ہیں۔[۲]

محقق ابن امیر حاج شارح نے تحریر فرمایا بلکہ دلیل شرعی فَاسْئَلُوْٓا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ نے اُس مسئلہ میں کہ مجتہد کی طرف ضرورت ہو بلا قید تعیین کے مجتہد کے قول پر عمل اور اُس کی تقلید کو چاہا ہے۔ اور سوال جس کا آیت میں حکم ہے اسی وقت پایا جائے گا جبکہ کسی حادثہ معینہ کا حکم معلوم کرنا مطلوب ہو تو اس وقت اُس کو جس مجتہد کا قول معلوم ہو جائے اسپر عمل واجب ہے رہا التزام تو اسکا اعتبار دلیل سے ثابت نہیں ہوا انتہے۔ یعنے آیت سے تو صرف اسیقدر ثابت ہوتا ہے کہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو جس وقت ضرورت پڑے کسی مجتہد سے دریافت کرلے اور کسی مجتہد کی تعیین اور جب ضرورت پڑے اسی یا اسی کے مذہب کے دریافت کرنے کا التزام تو یہ کسی دلیل شرعی سے ثابت نہیں اور جب دلیل شرعی نے لازم نہیں کیا تو کسی کے اپنے اوپر لازم کیئے سے لازم کیسے ہو سکتا ہے غرضکہ کسی خاص مجتہد کے مذہب کے التزام اور تقلید شخصی اختیار کرنے کی نہ عالم کے لیئے کوئی وجہ ہے اور نہ عامی کے لیئے[۳]

---

۱ عبارت یہ ہے وقد ذکروا انہ لو التزم مذہبا معینا کابی حنیفۃ والشافعی فقیل یلزم وقیل لا وھو الاصح انتہی ۲ عبارت یہ ہے قال الشارح المحقق ابن امیر الحاج بل الدلیل الشرعی اقتضی العمل بقول المجتہد وتقلیدہ فیہ فیما احتاج الیہ وھو فاسئلوا اہل الذکر والسؤال انما یتحقق عند طلب حکم الحادثۃ المعینۃ فاذا ثبت عندہ قول المجتہد وجب عملہ بہ واما التزامہ فلم یثبت من السمع اعتبارہ ملزما انتہی ۳ جناب مولوی اسمعیل صاحب شہید تنویر العینین میں کیا خوب فرماتے ہیں ولیت شعری کیف یجوز التزام تقلید شخص معین مع تمکن الرجوع الی الروایات المنقولۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الصریحۃ الدالۃ علی خلاف قول الامام المقلد فان لم یترک قول امامہ ففیہ شائبۃ من الشرک کما یدل علیہ حدیث الترمذی عن عدی انتہی یعنی میں نہیں جانتا ایک شخص معین (کے مذہب) کا التزام کر لینا کیسے جائز ہو سکتا ہے باوجود احادیث رسول کی طرف رجوع کی قدرت کے کہ جو امام کے قول کے خلاف بر جسکی تقلید کی جاتی ہے صریح دلالت کرتی ہیں پس اگر کوئی امام کے قول کو نہ چھوڑے تو اس میں شرک کا شائبہ ہے جیسے حدیث ترمذی جو عدی سے مروی ہے اسپر دلالت کرتی ہے انتہے اس سے قبل یہ بھی لکھا کہ لوگوں نے تقلید میں زیادتی کی اور شخص معین کی تقلید کے التزام میں سختی برتی۔ حتی کہ اجتہاد کو اور بعض جابجا میں دوسرے امام کی تقلید کو منع کرنے لگے اور یہ وہ سخت بیماری ہے جسنے شیعوں کو ہلاک کیا اور یہ لوگ بھی ہلاکت کے کنارے پر ہوگئے۔ مگر شیعوں نے مبالغہ کیا پس نصوص سے درگزر ہی کر دیا اور ان لوگوں نے انکو لیکر اپنے امام کے قول کیطرف پھیر ڈالا حالانکہ لازم تھا قول امام کو نص کیطرف پھیرنا یا چھوڑ دینا اثبات کا رد کر ہم حنفی اسواسطے ہوئے کہ ہمکو امام ابوحنیفہ سے زیادہ عقیدت ہے۔

۴ اور یہ کہنا کہ ہم مثلاً امام ابوحنیفہ کے مذہب کی تخصیص اسواسطے کرتے ہیں کہ ہمکو انہیں کے ساتھ عقیدت ہے محض ایک بے اصل حیلہ ہے اسلئے کہ ایک عامی کو امام صاحب سے عقیدت (بقیہ صفحہ آئندہ)

اس خیال کی غلطی کہ ہم حنفی ہیں ہم کو امام ابو حنیفہ کے قول پر چلنا چاہیے

پس مثلاً یہ خیال کرنا کہ ہم حنفی ہیں ہم کو اسی مسئلہ پر چلنا چاہیے جو امام ابو حنیفہ کا مذہب ہو اور جب کسی مسئلہ کی ضرورت ہو انہیں کا مذہب تلاش کرنا اور ان کے ہی مذہب کو دریافت کرتے پھرنا۔ پھر انکے مذہب کا مسئلہ معلوم ہو تو بے تامل اس پر کاربند ہو جانا اور اگر کسی دوسرے امام کا بتایا ہوا معلوم ہو تو اس سے کوئی غرض نہ رکھنا گویا انکے حق میں شرع محمدی بس وہی ہے جو حنفی مذہب ہے اور جب کوئی حدیث رسول معلوم ہو تو اگر حنفی مذہب کے موافق ہو اس کو تو لے لینا۔ اور جو معلوم ہو جائے کہ امام ابو حنیفہ کا مذہب یہ نہیں ہے تو اس سے رک جانا یا اس میں کوئی تاویل کر دینا۔ اور اپنے ذمہ کو انکی ہی پیروی و تقلید میں مشغول سمجھنا اور اس وجہ سے اپنے کو انکے ساتھ نامزد اور منسوب کرنا جیسا کہ عموماً مقلدین کا حال ہے۔ ایک غلطی ہے جو دور زمانہ اور اتفاقات روزگار سے پیدا ہو کر مروج ہو گئی جس کا نہ اللہ نے حکم دیا۔ اور نہ اسکے رسول نے لیکن اسکے رواج نے بہتوں کو غلط فہمی میں ڈالدیا۔

اہلحدیث کے ساتھ عناد کی کوئی وجہ نہیں

سوائے لوگو! حق کے طالبو۔ دل سے اپنے رب کی مرضی چاہنے والو۔ اسکے پسندیدہ راستے کی تلاش کرنے والو۔ ذرا تم سوچو۔ اور تھوڑی دیر کو تو خالی الذہن ہو کر دیکھو اور کچھ تو منصفانہ نظر سے علیحدہ بیٹھ کر غور کرو۔ کیا اہلحدیث کے مذہب میں کوئی ایسی بات ہے جو اسلام سے انکو خارج کرتی ہو یا وہ ان اکابر کے کلام سے جن کو تم تسلیم کرتے ہو ثابت نہ ہو جتنی باتیں جن میں اہلحدیث کو نزاع ہے تم [illegible] الخ

(بقیہ صفحہ گزشتہ) اور دیگر ائمہ مثل امام شافعی یا امام احمد یا امام بخاری سے بدعقیدتی یا کم عقیدتی کی کیا وجہ ہو سکتی ہے وہ بیچارہ منازل اہل علم کو کیا پہچانے بجز اسکے کہ چونکہ انکے باپ دادا وغیرہ انہیں کے مقلد رہے ہیں اور یہ ان کے منہ سے واقعی یا مبالغہ آمیز خصائل سنتے ہیں اور ہمیشہ انھیں کا نام نامی گوش زد ہوتا رہا ہے لہذا انکے دل انکی عظمت سے پُر ہو رہے ہیں۔ لیکن اس قسم کی عقیدت ترجیح کی وجہ نہیں ٹھہر سکتی۔ اس قسم کی ترجیح تو ہر مشرب و ملت کے لوگوں کو اپنے علماء کے ساتھ حاصل ہی ہے شیعہ۔ معتزلہ وغیرہم کے عوام بھی اپنے مقتدا علماء کی پیروی کرنے اور انھیں کی بات ماننے کی یہ وجہ بتا سکتے ہیں اور اسکے متعلق ہم پہلے بھی کچھ لکھ چکے ہیں۔ بہر حال التزام مذہب کی یہ وجہ قرار دینا کہ ہمکو انھیں کے ساتھ عقیدت ہے کوئی موجہ وجہ نہیں اور حقیقت میں یہ بھی ایک زبانی حیلہ ہے اور اصل بات یہ ہے چونکہ بحسب اتفاق انکی تقلید شائع ہو گئی اور یہ انکے مقلدین میں پیدا ہوئے تو اب اس التزام کی اور کوئی وجہ نہیں بنتی تو عقیدت کا بہانہ کر دیا۔ جو جس امام کے مقلدین کے گھر میں پیدا ہوتا ہے بس وہ انھیں کا معتقد بن جاتا ہے بجز اسکے اس خصوصیت عقیدت کی اور کوئی وجہ نہیں۔ اگر وجہ عقیدت کی کچھ مناقب پیش کریں تو دیگر ائمہ کے بھی مناقب دیکھیں۔ ایک سے ایک بڑھ کر ہے۔ چنانچہ پہلے گزر چکا۔

اسکے علاوہ فقہاء نے اپنے مذہب کے ساتھ بمقابلہ دوسرے مذاہب کے اس قسم کی عقیدت رکھنے کو خود ہی رد کر دیا ہے۔ اور عامی کے میلان قلب کو بھی غیر معتبر بتایا ہے چنانچہ مذکور ہو چکا علاوہ بریں تقلید مفضول کو بھی جائز قرار دیا ہے۔ دیکھو شامی وغیرہ۔ اور اگر اسی قسم کی عقیدت سے کام لینا ہے تو جو مشہور و مستند امام متاخر ہے وہ زیادہ قابل عقیدت ہے اس لیے کہ وہ پہلوں کی معلومات و دلائل سے بھی واقف ہے اور اس کا اپنا تبحر علیحدہ ۱۲۔

میں سے کوئی ایسی نہیں ہے جس سے کسی وجہ در کو انکار ہو سکے چارہ ہو پس اگر تم کو بھی انکار ہے۔ تو چشم ما روشن دل ماشاد پھر کیا نزاع ہے اور اس صورت میں جبکہ تم تحقیق کے تابع ہو نہ تقلید کے اگر بعض مسائل جزئیہ میں اختلاف بھی رہے تاہم وہ اسباب کو نہیں چاہتا کہ ان بیچارے غربا اسلام کے ساتھ اس شقاق و خلاف کا برتاؤ برتا جائے جیسا کہ عموماً انکے ساتھ برتا جاتا ہے اس لئے کہ مسائل کا اختلاف لہ سلف میں بھی تھا اور خود حنفیہ میں آپس میں بکثرت عہ مسائل میں اختلاف ہے پھر جب اصل مذہب تسلیم ہے تو مسائل جزئیہ کے اختلاف پر اسقدر عناد کیوں ہے۔ اور اگر تسلیم نہیں تو ہم نہیں جانتے کہ ایسے صریح حق سے جو عین تعلیم اسلام ہے۔ اختلاف کی کیا وجہ ہے۔ اگر تم انصاف کرو تو ضرور پاؤ گے کہ مذہب اہلحدیث عین منشا اسلام ہے جس سے کسی مسلمان کو اختلاف کرنے کی گنجائش نہیں۔ لیکن ذرا غور و تامل کی ضرورت ہے اور سمجھ کی بات۔ بھائیو! انصاف سے کام لو اور اللہ وحدہ لاشریک لہ سے کہ جس کے پاس تم کو حساب دینے کو جانا ہے ڈرو ایسا نہ ہو کہ سچی بات اختیار کرنے سے تم کو لوگوں سے شرم یا کسی کے برا کہنے کا خیال یا کسی کا ڈر یا اپنے آباؤ اجداد کے رسم و رواج کی پابندی یا کسی دنیاوی نفع یا نقصان کا خیال روکے۔ اسی قسم کی باتیں اکثر ان لوگوں کو جن کو تم بھی ناحق جانتے ہو حق قبول کرنے سے روکتی ہیں اگر ہم بھی ایسا ہی کریں تو پھر ہم میں اور ان میں کیا فرق ہے۔

سلف کا باوجود اختلاف کے آپس میں میل جول رکھنا اور ایک دوسرے کے پیچھے نماز ادا کرنا۔

لہ شاہ صاحب حجۃ اللہ میں لکھتے ہیں صحابہ اور تابعین اور انکے بعد والوں میں بعض وہ تھے جو (نماز میں) بسم اللہ پڑھتے تھے اور بعض نہیں پڑھتے تھے اور کوئی اسکو جہر سے پڑھتا تھا اور کوئی بلا جہر اور بعض نماز فجر میں قنوت پڑھتے تھے اور بعض نہیں اور کوئی پچھنے لگانے اور نکسیر اور قے سے وضو کرتا تھا اور کوئی نہیں اور کوئی مس ذکر اور عورت کو بشہوت چھونے سے وضو کرتا تھا اور کوئی نہیں اور بعض آگ پر پکی ہوئی چیز کھانے سے وضو کرتے تھے اور بعض نہیں اور بعض اونٹ کا گوشت کھانے سے وضو کرتے تھے اور بعض نہیں (یعنے ان چیزوں کو بعض ناقض وضو سمجھتے تھے اور بعض نہیں سمجھتے تھے) اور باوجود اسکے ایک دوسرے کے پیچھے نماز پڑھتے تھے۔ چنانچہ (امام) ابوحنیفہ اور انکے شاگرد اور (امام) شافعی وغیرہم مدینہ کے اماموں کے پیچھے نماز پڑھتے تھے کہ جو امام مالک کے مذہب کے موافق بسم اللہ پڑھتے ہی نہ تھے (حالانکہ یہ سب صاحب بسم اللہ پڑھنے کے قائل تھے) اور ہارون رشید کو امام مالک نے پچھنے لگانے سے وضو نہ ٹوٹنے کا فتویٰ دیا تھا تو ہارون رشید نے پچھنے لگاکر نماز پڑھائی اور (امام) ابویوسف نے انکے پیچھے نماز پڑھی (حالانکہ ابویوسف وضو ٹوٹنے کے قائل تھے) اور امام احمد بن حنبل نکسیر اور پچھنوں سے وضو ٹوٹنے کے قائل تھے ان سے کسی نے کہا کہ اگر نماز میں کوئی شخص ایسا امام ہو جسکے خون نکلا ہو اور پھر اسنے وضو نکیا ہو کیا آپ اسکے پیچھے نماز پڑھ لینگے تو فرمایا کہ امام مالک یا سعید بن المسیب کے پیچھے (جو وضو نہ ٹوٹنے کے قائل تھے) میں کیونکر نماز نہ پڑھوں اور منقول ہے کہ ابویوسف اور محمد رحمہما اللہ عیدین میں ابن عباس کی (روایت کے موافق بارہ) تکبیریں کہتے تھے کیونکہ ہارون رشید اسکو پسند کرتے تھے (حالانکہ ان دونوں کا یہ مذہب نہ تھا) اور بزازیہ میں ہے۔ کہ ابویوسف نے حمام میں نہاکر جمعہ کی نماز پڑھائی بعد کو خبر ملی کہ حمام کے کنوئیں میں مرا ہوا چوہا نکلا تو کہنے لگے اسوقت ہم اپنے بھائیوں اہل مدینہ کے قول کو کہ قلتین پانی ہو تو ناپاک نہیں ہوتا لیتے ہیں نبذے ملخصاً صـ۲۲۳ و صـ۱۲۵ ۱۲ عہ چنانچہ کتب فقہ کو جسنے دیکھا ہے وہ خوب جانتا ہے اور بعض مثالیں ہم پہلے بھی ذکر کر چکے ہیں ۱۲

مذہب اہلحدیث کی سچائی کی ایک بڑی دلیل

مذہب اہلحدیث کی سچائی کے لیے کم سے کم یہی بات کافی ہے کہ جو اہل حدیث کا مذہب ہے وہی مذہب اسوقت تھا جبکہ اسلام اپنی تر و تازگی پر تھا اور ظاہر ہے کہ اسوقت کے مسلک و مذہب کی بابت متغیر اور ناحق ہونے کا ذرا بھی گمان نہیں کیا جاسکتا۔ اور یہی مسلک و مذہب[51] اُن لوگوں میں رائج تھا جن کی بہتری اور خوبی کی شہادت خود پیغمبر صاحب نے دی برخلاف مذہب تقلید کے کہ ان خیر و خوبی کے زمانوں کے بعد نکلا اور جاری ہوا۔ اور ایسے زمانوں میں پھیلا جس کی پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم نے مذمت کی جو کہ زمانہ ظہور بدعات[52] وغیرہ کا ہے

لوگوں کے اہلحدیث کی بابت غلط خیالی کی وجہ

اور پھر جسقدر زمانہ خیر و صلاح کا دور ہوتا گیا۔ اور متاخر زمانہ آتا گیا اسی قدر وہ پھیلتا اور شائع ہوتا گیا۔ حتی کہ وہ ایسا عام و شائع ہو گیا کہ لوگ اس پہلے مسلک کو بھول گئے اور اس سے ناآشنا ہو گئے اور جس پر وہ تھے اسی کو اصلی مسلک سمجھنے لگے اور جو اصلی ہے اس کو ناحق خیال کرنے لگے اور ذرا دیر کو خالی الذہن ہو کر تامل صادق سے کام نہ لیا بس یہی بڑی وجہ ہوئی عموماً لوگوں کی اس سخت غلطی میں پڑ جانے کی فَاِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اے اللہ تو ہی ہدایت کر اور سچی بات کے سمجھنے کی توفیق دے وَمَا ذٰلِکَ عَلَیْکَ بِعَزِیْزٍ۔

اہلحدیث کی حقانیت کی ایک اور دلیل اہلحدیث کا حضرت صلعم کے زمانہ سے لیکر بعد کے تمام زمانوں میں موجود رہنا

لیکن اس سے یہ نہ سمجھ لینا چاہیے کہ ان مابعد کے زمانوں میں اس پہلے مسلک پر کوئی نہ رہا اور سب کے سب تقلیدی ہو گئے۔ اس لیے کہ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ مخبر صادق نے خود پیشین گوئی فرمائی ہے کہ میری اُمت کا ایک گروہ حقانی ہمیشہ قائم رہے گا۔ اسکا مصداق وہی گروہ ہو سکتا ہے جو اُس وقت موجود تھا۔ نہ وہ کہ ایک مدت دراز کے بعد پیدا ہوا اور اس وقت اس کا وجود نہ تھا۔ پس بحسب آپکی پیشین گوئی کے وہی ہمیشہ باقی رہیگا۔ چنانچہ وہ برابر ہر زمانے میں موجود رہا یہ ایک مستقل دلیل ہے اہلحدیث کے گروہ حقانی ہونیکی ابتداء اسلام سے چوتھی صدی تک اہلحدیث کے ہونے سے تو کوئی انکار کر ہی نہیں سکتا۔ اور پہلے ہم ابو طالب مکی اور شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی وغیرہم کے اقوال ذکر بھی کر چکے ہیں اور علامہ ذہبی کے کلام کا سلسلہ ابتدائے ظہور تقلید کے زمانے سے تم پڑھ چکے۔ اب ہم اسی سلسلہ کو زمانہ مابعد کے متعلق بھی لکھتے ہیں اس سے تم کو زمانہ مابعد میں اہلحدیث کا رہنا اور بطور نمونہ کے بعض کے نام بھی معلوم ہو جائیں گے

---

۵۱ یعنے اصحاب خیر القرون جو کہ صحابہ اور تابعین اور تبع تابعین ہیں ۱۲ ۵۲ اسکے متعلق کچھ بیان پہلے ہو چکا دیکھو حاشیہ ۴۷

۵۳ الفاظ حدیث یہ ہیں لا تزال طائفۃ من امتی ظاہرین علی الحق لا یضرہم من خذلہم حتی یاتی امر اللہ الحدیث اخرجہ مسلم وغیرہ علی بن المدینی استاذ امام بخاری فرماتے ہیں هم اصحاب الحدیث امام احمد صاحب نے فرمایا ان لم یکونوا اهل الحدیث فمن هم انتہی یعنے اسکے مصداق اہل حدیث نہیں تو اور کون ہیں ۱۲۔

چند علماء اہلحدیث کے تراجم جو مختلف زمانوں میں گزرے

ذہبی نے طبقہ تاسعہ کے بعد طبقہ عاشرہ کو لکھا اس طبقہ میں ائمہ حدیث نبوی میں سے نناوے امام ذکر کیے جن میں سے بقیہ بن مخلد قرطبی کو ذکر کرکے لکھتے ہیں امام. مشہور. پیشوا مجتہد تھے. کسی کی تقلید نہ کرتے تھے. سنت کے زندہ کرنے والے تھے انکے مذہب اہلحدیث کو ظاہر کرنے کی وجہ سے لوگوں نے ان سے تعصب کیا. لیکن امیر اندلس نے لوگوں کے ہاتھ سے انکو بچا لیا ۲۷۶ھ میں انہوں نے انتقال فرمایا اور حافظ کبیر احمد بن عاصم کو ذکر کرکے لکھتے ہیں انکا مذہب ظاہر قرآن وحدیث تھا. قیاس نہیں کرتے تھے حافظ ابو نعیم نے کہا ظاہری المذہب تھے ۲۸۷ھ میں انتقال کیا اور قاسم ابن محمد اندلسی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں کسی کی تقلید نہ کرتے تھے. کتاب الایضاح جو مقلدین کے رد میں ہے اسکے مصنف یہی ہیں انکا مذہب استدلال اور حجت تھا دلیل کے ساتھ بصیرت رکھنے کی بابت اندلس میں کوئی انکا نظیر نہ تھا ۲۷۶ھ میں انتقال کیا اور حافظ ابن خزیمہ صاحب صحیح کو ذکر کرکے انکا قول لکھتے ہیں رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جب صحیح حدیث مل جائے تو اسکے سامنے پھر کسی کا قول نہیں ۳۱۱ھ میں انتقال کیا اور علامہ ابن المنذر کے کہ جن کی بے نظیر تصانیف مشہور ہیں ترجمہ میں لکھتے ہیں کسی کی تقلید نہ کرتے تھے اختلاف اور دلائل کا علم انتہا درجے کا رکھتے تھے ۳۱۸ھ میں انتقال کیا. اور حافظ حسین بن محمد سنجی کے ترجمہ میں لکھتے ہیں خراسان میں ان سے بڑھ کر کوئی حدیث دان نہ تھا. اہل الرائے کو حدیث نہیں پڑھاتے تھے مگر بڑی مشکل سے اور حافظ امام ابو یعلے کے ترجمہ میں لکھتے ہیں علماء ظاہریہ میں سے تھے حدیث کی بحث وتلاش بہت کرتے تھے. اہل قیاس کا رد کیا کرتے تھے عابد اور متبع سنت تھے ۳۴۶ھ میں انتقال کیا حافظ مستغفری کہتے ہیں ہم انکے جنازہ میں شریک تھے تو انکے ساتھ ایسا شور دیکھا کہ گویا فوج شاہی آرہی ہے جب نماز کو کھڑے ہوئے تو وہ شور تھم گیا. پھر میں نے خواب میں دیکھا کہ کوئی آدمی ابو یعلے کے سرھانے کھڑا کہہ رہا ہے اے لوگو جس کو سیدھا راستہ اختیار کرنا ہو وہ ابو یعلے کے طریقہ کو اختیار کرے اور حافظ حسن بن سعید قرطبی کے تذکرے میں لکھتے ہیں مجتہد تھے کسی کی تقلید نہ کرتے تھے اور محدث العراق ابن شاہین کے ترجمہ میں لکھتے ہیں انکے سامنے جب کسی کے مذہب کا ذکر آتا تھا تو کہتے تھے میں محمدی المذہب ہوں ۳۸۵ھ میں انتقال کیا. طبقہ عاشرہ کے بعد طبقہ حادی عشرہ یعنے گیارہویں طبقہ کو اور اسمیں کچھ اوپر

لہ نقد یہ ہے لا یقلد احدا انتہی

ستر ائمہ کو اور بارہویں طبقہ کو اور اس میں تیس اماموں کو اور انکے حدیث میں توغل وغیرہ کو بیان کیا اور اسی میں حافظ محمد بن علی ساحلی متوفی سنہ ۴۱۲ھ کو اور انکے حرص حدیث اور اس کی خدمت کو ذکر کر کے انکے چند اشعار بھی ذکر کیے جو انہوں نے حدیث سے خلاف کرنیوالوں کی مذمت میں لکھے ہیں اسمیں امام حمیدی صاحب الجمع بین الصحیحین متوفی سنہ ۴۸۸ھ کو جو کہ ظاہر کتاب و سنت پر چلتے تھے ذکر کیا اور اسی میں حافظ محمد بن طاہر مقدسی اور امام عبدری متوفی سنہ ۵۲۴ھ کو اور ان دونوں کے حدیث کو لازم پکڑے ہوئے ہونے اور ظاہر کتاب و سنت پر چلنے کو بھی ذکر کیا پھر تیرھویں طبقہ کو اور اسمیں حافظ امام کوتاہ اصفہانی کو ذکر کر کے انکا یہ قول بھی ذکر کیا کہ میں اس شخص کے طریق سے بڑھ کر کوئی طریق جنت کو پونہچانے والا نہیں جانتا کہ جو حدیث پر چلے۔ انہوں نے سنہ ۵۵۳ھ میں انتقال فرمایا۔ پھر چودھویں طبقہ کو اور اس میں چوبیس حفاظ حدیث کو بیان کیا جو اثری المذہب عامل بالحدیث تھے پھر پندرھویں طبقہ کو اور اس میں کتنے عاملین بالحدیث کو جو کسی کے مقلد نہ تھے بیان کیا۔ اسی میں حافظ ابن الرومیہ اندلسی متوفی سنہ ۶۳۷ھ کو بھی ذکر کیا جو پہلے مالکی تھے۔ پھر عامل بالحدیث ہوگئے تھے پھر سولہویں طبقہ کو اور اسی طرح اکیسویں طبقہ تک برابر سب طبقات کو بیان کیا اور ہر طبقہ میں ایک جماعت علماء عاملین بالحدیث کی جو کسی کے مقلد نہ تھے بیان کی جن میں سے شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ کو ذکر کر کے انکی بہت کچھ تعریف کی۔ ابن تیمیہ نے سنہ ۷۲۸ھ میں انتقال کیا۔ اور امام ذہبی نے بھی سنہ ۷۴۸ھ میں انتقال فرمایا امام ذہبی بھی عامل بالحدیث تھے اور کسی کے مقلد نہ تھے چنانچہ خود انکے اقوال جو ہم نے ذکر کیے اس پر دلالت کر رہے ہیں یہاں تک کے بیان سے ابتداء سے لے کر آٹھویں صدی کے وسط تک سلسلہ وار اہلحدیث کا ہونا ثابت ہوگیا۔ شاہ ولی اللہ صاحب عقد الجید میں فرماتے ہیں کہ شیخ عبدالوہاب شعرانی رح نے اصحاب مذاہب کے زمانہ سے لے کر اپنے وقت تک کی ایک جماعت عظیم علماء مذاہب سے نقل کیا کہ وہ بلا التزام مذہب معین کے فتوے دیتے اور عمل کرتے تھے انتہے شیخ عبدالوہاب شعرانی دسویں صدی میں تھے اس سے دسویں صدی تک ایسے لوگوں کا ہونا جو تقلید شخصی کے پابند نہ تھے ثابت ہوگیا۔ علامہ شوکانی نے بدر طالع میں اپنے زمانے کے قریب زمانوں میں ممالک یمن میں خلافت

لہ علامہ ذہبی فرماتے ہیں شعر العلم قال اللہ قال رسولہ ان صح والاجماع فاجھد فیہ واحذر من نصب الخلاف جہالۃ بین الرسول وبین رای فقیہ ۱۲ ؎۲ شیخ موصوف نے سنہ ۹۷۳ھ میں وفات پائی ۱۲ ؎۳ عبارت یہ ہے ثم نقل عن جماعۃ عظیمۃ من علماء المذاهب انہم کانوا یعملون ویفتون بالمذاهب من غیر التزام مذهب معین من زمن اصحاب المذاهب الی زمانہ انتہی ۱۲ ص ۹۶ ۱۲

دیگر ممالک کے بکثرت علماء اہلحدیث کے ہونے پر جو قرآن و حدیث پر عامل تھے اور کسی کی تقلید نہ کرتے تھے۔ فخر کیا ہے علامۂ موصوف ۱۱۷۳ھ میں پیدا ہوئے تھے چنانچہ علامہ شوکانی سے کچھ زمانوں پہلے سے ممالک یمن میں علماء اہلحدیث کا پتہ کتب تراجم میں ملتا ہے خود بدر طالع میں بھی بہتوں کا ذکر موجود ہے اور یہ تقویم جو ہم نے ذکر کیا یہ علامہ محمد بن ابراہیم بن الوزیر کے ترجمہ میں جو بڑے پکے اہلحدیث تھے شوکانی نے ذکر کیا۔ اور علامۂ موصوف ۷۷۵ھ میں پیدا ہوئے تھے پس ثابت ہوا کہ ممالک یمن میں شوکانی سے پہلے دسویں وگیارہویں صدیوں وغیرہ میں اہلحدیث ہوتے رہے اور قاضی شوکانی کے وقت میں اور اُنکے بعد سے اس وقت تک تو خود ہندوستان میں بکثرت اہلحدیث کا ہونا ظاہر ہے۔ پس ان تمام بیانات سے پیغمبر صاحب کے وقت سے لے کر اس وقت تک برابر ایسے لوگوں کا ہونا جو عامل بالحدیث تھے اور اور تقلید شخصی کے پابند نہ تھے ثابت ہو گیا۔ اب ہم کو زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں لیکن مزید اطمینان کے لیے مختلف زمانوں کے کچھ لوگوں کو تفصیل نام بطور مثال کے اور ذکر کیے دیتے ہیں۔ علامہ علی بن حزم ظاہری[1] پہلے شافعی المذہب تھے۔ ترک تقلید کر کے ظاہر قرآن و حدیث پر عامل ہو گئے[2] ان کا کچھ تذکرہ ضمناً ان کلمات پہلے بھی ہو چکا ہے ۳۸۴ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۴۵۶ھ میں انتقال کیا۔ شیخ ابن عربی فتوحات مکیہ میں لکھتے ہیں۔ میں نے نبی صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا کہ حضور نے ابن حزم سے معانقہ کیا۔ اور ایک دوسرے میں غائب ہو گئے اور صرف رسول اللہ

---

۱ محدثین میں کے بعض لوگوں نے انکار قیاس اور اتباع ظاہر میں ایک حد تک تشدد کیا وہ ظاہری کہلاتے ہیں لیکن یہ جو کہا جاتا ہے کہ ظاہر قرآن و حدیث پر چلتے تھے اسکے ہر جگہ یہی معنی نہیں ہیں بلکہ اسکے معنے یہ ہیں کہ مقلدین کیطرح اپنے امام کے موافق بنانے کے لیے نصوص شرعیہ میں تاویل نہیں کرتے تھے بلکہ جو صریح مقتضی نصوص شرعی کا ہوتا تھا اُسکے پابند تھے ۱۲

۲ بعض لوگوں نے ان کی زبان درازی اور علماء پر اعتراض کی شکایت کی ہے۔ لیکن انکے دیگر حالات دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر یہ صحیح ہے تو انکا ایسا کرنا بوجہ جوش دینی و بغرض حمایت حق تھا نہ بغرض عیب گیری والعلم عند اللہ۔ وقد مضی الی ما قدم اور اگر فی الواقع ہی کسی میں کوئی بات نامناسب ہو تو ہمکو اس سے کیا مطلب ہمارا تو مذہب خذ ما صفی ودع ما کدر رہے ۱۲۔

جناب مولانا نذیر حسین صاحب محدث دہلوی کی بابت ایک خواب

۳ اسی کے قریب وہ خواب ہے جو میرے والد ماجد کو جو ہمیشہ سے ایک عجیب زاہد درویش آدمی ہیں حضرت مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلوی مدظلہ العالی کی نسبت نظر آیا۔ جب والد ماجد تمام فنون درسیہ سے فارغ ہو گئے اور حدیث کی تحصیل کا عزم کیا تو چونکہ جناب میاں صاحب اس فن میں نہ صرف کمال کے ساتھ بلکہ اپنے زمانہ میں تقریباً تفرد کے ساتھ مشہور ہیں لہذا انہیں کی خدمت میں حاضری کا قصد کیا اور دہلی پہنچے۔ دہلی پہنچنے کے بعد بعض انکے پرانے احباب اس بات پر مصر ہوئے کہ میاں صاحب سے نہ پڑھیں اس لیے کہ کہیں بگڑ نہ جائیں اور بعض دیگر مولویوں کے پاس جانے کی تحریص کی ہے سنکے انکے ارادے میں بھی تزلزل ہوا۔ اور وہ خود بھی میاں صاحب کے پہلے سے ہم مسلک نہ تھے۔ خواب میں کیا دیکھتے ہیں کہ ایک مقام پر جناب رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم تشریف رکھتے ہیں۔ پھر حضور پر نور کی بجائے میاں صاحب نظر آنے لگے۔ اور اب اسی جگہ پر میاں صاحب بیٹھے ہوئے ہیں اس خواب کے بعد انھوں نے انہیں سے استفادہ پر کمر بستہ کی اور انہیں سے تحصیل حدیث سے فراغت حاصل کی یہ انکو میانصاحب کا کمال اتباع اور سچی جانشینی دکھائی گئی۔ اللہم وفقنا لذلک ۱۲

حضرت مولانا مولوی کفایت اللہ صاحب مدظلہ العالی ۱۲

صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی نظر آتے تھے یہ غایت درجہ کا وصل و اتحاد ہے انتہے یہ انکے اتباع حدیث کا طفیل تھا **شیخ الاسلام ابو اسمٰعیل** ہروی انصاری۔ یہ حفظ حدیث میں مشہور تھے انکی تصنیف سے کئی کتابیں ہیں۔ صاحب مجاہدات تھے انکے ہاتھ پر کتنی بار کرامتیں بھی واقع ہوئیں اشاعت سنت میں انہوں نے بڑی بڑی تکالیف اٹھائیں۔ اظہار حق میں بڑے پکے تھے خود انکا بیان ہے کہ پانچ مرتبہ میرے اوپر تلوار صرف اسی بات پر لائی گئی کہ مجھ سے کہا جاتا تھا کہ سکوت اختیار کرو کسی سے کچھ مت کہو میں نے کہا کہنا نہیں چھوڑونگا۔ ایک مرتبہ علمار شافعیہ وحنفیہ نے بحضور سلطان وقت ان سے مناظرہ چاہا انہوں نے کہا کہ میں مستعد ہوں لیکن جو میرے پاس موجود ہے اس کے ساتھ مناظرہ کروں گا۔ ان لوگوں نے کہا تمہارے پاس کیا ہے کہا کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ صلعم چنانچہ قرآن شریف اور صحیحین اُنکے پاس موجود تھیں سلطان نے ان لوگوں کی طرف اشارہ کیا کہ کیا کہتے ہو پھر کسی نے مناظرہ کا ارادہ نہ کیا۔ عقائد میں جیسا کہ عموماً اہل حدیث کا حال ہے امام احمد کا سا مذہب رکھتے تھے۔ اور اس پر بہت متشدد تھے۔ علم کلام کی مذمت میں بھی ایک کتاب لکھی ہے۔ علامہ ابن تیمیہ اجوبہ مصریہ میں لکھتے ہیں حدیث اور تفسیر اور تصوف میں امام تھے اور فقہ میں اہل حدیث کے مذہب پر تھے ان پر اتباع حدیث غالب تھا انتہے۔ لوگوں نے ان کو انکے وطن سے نکال بھی دیا تھا۔ نکالے جانے کے بعد جب مرو میں پونچے تو علامہ بغوی اُن سے ملے اور کہا آپ میں اللہ نے ساری فضائل جمع کر دیئے تھے ایک سنت رسول وطن سے نکالا جانا باقی تھی اس کو بھی پورا کر دیا ۳۹۶ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۴۸۱ھ میں انتقال کیا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رح کا اہلحدیث ہونا اور انکا یہ قول کہ اہل بدعت کی علامت اہلحدیث کی بدگوئی کرنا ہے۔

شیخ المشائخ حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ گو حنبلی مشہور ہیں لیکن دراصل وہ کسی کے[1] مقلد نہ تھے چنانچہ امام شعرانی کے قول میں گزر چکا اور بہجۃ الاسرار میں ہے کہ امام شافعی اور امام احمد کے مذہب پر فتوی دیا کرتے تھے[2] تو معلوم ہوا بلا پابندی کسی ایک مذہب کے جس بات کو قوی پاتے تھے اسی پر فتوی دیتے تھے اور فتوح الغیب میں فرماتے ہیں قرآن وحدیث کو اپنے پیش نظر رکھو اور انکو غور وتامل کے ساتھ دیکھو اور کسی کے قول سے دھوکا نہ کھانا انتہے اور غنیۃ الطالبین میں تحریر فرماتے ہیں اہل بدعت کی کتنی علامتیں ہیں جن سے پہچان لیے جاتے ہیں ایک علامت انکی اہلحدیث کی بدگوئی کرنا ہے انتہے شیخ موصوف کا صاحب کرامات ہونا

---

[1] لیکن انکو امام احمد صاحب سے ایک خاص عقیدت ضرور تھی چنانچہ انکا یہ بھی قول ہے کہ کوئی اللہ کا ولی نہیں ہو سکتا جبتک امام احمد کے عقائد پر نہوے۔ امام احمد صاحب کے ساتھ عقیدت کچھ انھیں کے ساتھ مخصوص نہیں ہے بلکہ عموماً اہلحدیث کو انکے ساتھ خصوصیت کی ساتھ عقیدت ہے اور ہیں بھی وہ اکابر گروہ علمار اہلحدیث سے ۱۲ [2] عبارت یہ ہے انہ کان یفتی علے مذہب الشافعی واحمد بن حنبل

ہماری بیان کا محتاج نہیں۔ سنہ ۴۷۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۵۶۱ھ میں انتقال فرمایا حسن بن مسلم رح انہوں نے حضرت پیران پیر صاحب کی صحبت اٹھائی تھی۔ صاحب کرامات تھے۔ امام ابوشامہ فرماتے ہیں یہ ابدال میں سے تھے اور سلف کے مسلک عمل بالحدیث کو پکڑے ہوئے تھے انتہے۔ درندوں کا بھی انکے تابع ہونا بیان کیا گیا ہے سنہ ۵۰۰ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۵۹۴ھ میں انتقال فرمایا۔ حافظ الحدیث تقی الدین عبد الغنی مقدسی ایک لاکھ سے بھی زائد حدیثیں انکو حفظ تھیں تلاش حدیث کا شغل رکھتے تھے۔ رقیق القلب تھے حدیث پڑھاتے وقت رویا کرتے تھے اور لوگ بھی انکے اثر سے رونے لگتے تھے۔ عابد آدمی تھے اپنے وقت کو ضائع نہ ہونے دیتے تھے۔ صاحب کرامات تھے انکی کئی مقبول اور نہایت مفید تصانیف ہیں ابن النجار اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں۔ پرہیزگار تھے سلف کی طریق پر حدیث کے ساتھ تمسک کرتے تھے انتہے۔ نہی عن المنکر میں بڑے مضبوط تھے۔ کچھ تذکرہ انکا ہم پہلے بھی کر چکے ہیں۔

خفیہ کا تشدد اور ایک فقیہ کا اہلحدیث کے بارہ میں خواب

اہل بدعت سے انکو بہت تکلیفیں پہنچیں خود انکا بیان ہو کہ موصل میں ہم کتاب الجرح والتعدیل عقیلی کی پڑھا رہے تھے چونکہ اس میں امام ابوحنیفہ کا بھی ذکر تھا۔ اہل موصل ہمارے اوپر چڑھ آئے اور مجھ کو پکڑ کے لے گئے اور میرے مار ڈالنے کے لیے مجھ کو ایک گھر میں بند کر دیا۔ ایک فقیہ کہ ان سے بغض رکھتا تھا اس نے خواب میں دیکھا کہ پیغمبر صاحب کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے مسجد میں ٹہل رہے ہیں اور پیغمبر صاحب کو حدیثیں سنا سنا کر دریافت کر رہے ہیں جب وہ خواب سے جاگا تو اس نے اپنی عداوت سے توبہ کی ایک اور صاحب نے خواب میں دیکھا کہ یہ پیغمبر صاحب کے دربار میں حاضر ہوئے۔ پیغمبر صاحب نے انکو پاس بٹھالیا تو یہ رو کر حضور سے لوگوں کے برتاؤ کا ذکر کرنے لگے اور کہنے لگے کہ فلاں فلاں لوگ حدیث میں مجھ کو جھٹلاتے ہیں یعنی مانتے نہیں تو حضور فرماتے ہیں عبد الغنی تو سچا ہی اصحاب تراجم نے انکے بارے میں اور بھی بہت سے خواب ذکر کیئے ہیں تقریباً سنہ ۵۴۱ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۶۰۰ھ میں وفات پائی محمد بن احمد بن قدامہ مقدسی بڑے عابد و زاہد تھے بعض بزرگوں کا مقولہ ہے انکے وقت میں اگر کوئی نبی ہونیوالا ہوتا تو یہ ہوتے۔ حافظ ضیاء مقدسی لکھتے ہیں جو حدیث پاتے اسپر ضرور عمل کر لیتے تھے ابو المظفر کہتے ہیں سلف صالح کے مذہب پر تھے کتاب و سنت و آثار مرویہ کے ساتھ تمسک کرنیوالے تھے۔ کسی کو برا نہ کہتے تھے اور نہ کسی پر طعن کرتے تھے انتہے۔ عمل میں مضبوط تھے ہر کار

ل[1] لیکن شیخ موصوف کی احادیث کا جو انھوں نے اپنی کتابوں میں ذکر کیں محدثین اعتبار نہیں کرتے۔ حدیث میں انکے اس تساہل کی وجہ غالباً انکا زیادہ تر تصوف کیطرف متوجہ رہنا ہے۔ اس قسم کا تساہل درعباد اور صوفیہ کو بھی پیش آیا ہے۔ صوفیہ کی تنقید احادیث میں سستی کرنے کی ایک وجہ ان کا فرط حسن ظن بھی ہے ۱۲۔

خیر کے لیے مستعد رہتے تھے نور بیٹے پر سویا کرتے تھے مستجاب الدعوات اور صاحب کرامات تھے ۵۲۰ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۶۰۰ھ میں انتقال کیا۔ اس روز سخت دھوپ اور گرمی تھی مگر اُنکے جنازے پر ایک ابر کا ٹکڑا برابر سایہ کیے رہا۔ اور جنازے میں تقریباً بیس ہزار آدمی جمع ہوئے **امیر المومنین منصور یعقوب بن امیر یوسف بن امیر عبدالمومن سلطان مراکو** یہ بڑے پکے اہلحدیث تھے باوجود سلطنت کے بڑے زہد کے ساتھ رہتے تھے اور اپنے عیش و آرام کی پرواہ نہ تھی علامہ ذہبی تاریخ الاسلام میں لکھتے ہیں بعد بادشاہ ہوجانے کے انہوں نے زہد اور کھانے پینے وغیرہ میں بھی تنگی اور کمی کو اختیار کیا اور انکے وقت میں عباد اور صالحین اور اہلحدیث کا آوازہ بلند ہوگیا اور فقہ کے فروعات اٹھ گئے انہوں نے فقہ کے شغل اور اس میں انہماک کے ترک کی لوگوں کو تاکید کی اور محدثین کو کتب احادیث سے لے کر حدیث کا مجموعہ تیار کرنے کا حکم دیا جو اس مجموعہ کو حفظ کر لیتا تھا اس کو انعام دیتے تھے خلاصہ یہ کہ ان کا قصد تھا ممالک مغرب سے امام مالک کے مذہب کی تقلید کو اٹھا دینے کا اور لوگوں کو ظاہر قرآن و حدیث پر عمل کرنے پر آمادہ کرنے کا اور یہی قصد انکے باپ اور انکے دادا کا بھی تھا لیکن وہ ظاہر نہ کرنے پائے۔ اور انہوں نے ظاہر کر دیا۔ حافظ قرآن و حافظ متون حدیث تھے۔ امام ابوشامہ کہتے ہیں انہوں نے کلمہ توحید کو پھیلایا اور جہاد کا جھنڈا بلند کیا امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر عامل ہوئے۔ حدود شرع اپنے اقرباء اور غیروں سب پر جاری کرتے تھے۔ سخی و جوانمرد و منصف تھے علما کے اکرام کرنے والے اور شرع پر عمل کرنے والے تھے۔ پانچوں نمازیں جماعت سے پڑھتے تھے اور صوف پہنتے تھے اور عورت اور کمزور کی حاجت سننے کو کھڑے ہوجاتے تھے۔ فروع فقہ کے چھوڑ دینے کا حکم دیا تھا۔ اور یہ کہ علما صرف قرآن و حدیث سے فتوے دیں انتہے۔ ملخصاً من تاریخ الاسلام۔ اور علامہ دمیری حیوۃ الحیوان میں لکھتے ہیں حدود شرعی اپنے اہل بیت میں بھی قائم کرتے تھے جیسے اور تمام لوگوں میں قائم کرتے تھے۔ حکم دیا کہ فقہا صرف قرآن و حدیث سے فتوی دیں اور کسی کی تقلید نہ کریں انتہے۔ اس کے بعد یہ بھی لکھا کہ اسی طریقہ دعمل بالحدیث پر چلنے والی بلاد مغرب سے ایک جماعت اکرام سے ملی جن میں **شیخ محی الدین ابن عربی** صاحب فتوحات مکیہ کو بھی بتایا۔ امیر یعقوب نے ۵۹۵ھ یا ۵۹۶ھ ہجری میں انتقال کیا اور شیخ موصوف ۵۶۰ھ میں پیدا

---

۵۱ تاریخ الاسلام للذہبی۔ ہمارے پاس نہیں ہے لیکن اس موقعہ کی عبارت ہمکو محرر علوم حدیثیہ حضرت مولانا مولوی شمس الحق صاحب مدظلہ بہاری سے جنکو اشاعت سنت کا ایک خاص ذوق ہے ملگئی۔ اسکے سوا جو ہمنے اس موقعہ پر تراجم لکھے بیشتر حصہ انکا التاج المکلل سے ماخوذ ہے اور التاج المکلل کا ماخذ ہم پہلے بتا چکے ۱۲۔

ہوئے تھے اور ۶۳۸ھ میں انتقال کیا۔ شیخ موصوف تھے تو ظاہری المذہب لیکن انکو صوفیت میں بیحد انہماک تھا۔ اسی کے متعلق انکے بعض کلام انکی تصانیف میں ایسے[۱] ہیں جو بظاہر تسلیم کے قابل نہیں۔ انکی وجہ سے علماء انکی بابت مختلف ہیں کوئی تو انکی تکفیر[۲] کرتا ہے۔ اور کوئی توقف کرتا ہے اور بہت سے بے حد معتقد[۳] ہیں۔ والعلم عند اللہ۔ **احمد بن ابراہیم واسطی خرامی** عارف وزاہد ومحدث تھے۔ ابتداء میں فقہاء شافعیہ اور بعض فقراء سے ملے مگر دل کو تسکین نہ ہوئی۔ پھر اسکندریہ میں شاذلیوں سے ملے ان میں آثار محبت الٰہی اور معرفت اور سلوک کے پاکر ان سے منتفع ہوئے۔ پھر دمشق پونچے۔ تو شیخ تقی الدین ابن تیمیہ سے ملے اور انکی صحبت میں رہے۔ انہوں نے سیرت محمدیہ کے مطالعہ کی ہدایت کی پس یہ کتب حدیث کے مطالعہ میں مشغول ہوئے۔ اور تمام طریقوں اور ذوقوں کو چھوڑ کر احادیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور جو آپ کی چال ڈھال کتب احادیث میں مروی ہوئی ہے اسکے تابع ہو گئے۔ اصول و فروع ہر دو میں حدیث کے ہو رہے۔ جو حدیث میں پاتے اس پر عمل کرتے۔ اور طوائف مبتدعہ مثل اتحادیوں وغیرہ کا رد کیا کرتے امام احمد صاحب کا مذہب عقائد میں اختیار کر لیا۔ طریقت اور فقر محمدی اور حدیث کے موافق سلوک کی بیان میں متعدد کتابیں لکھیں جن سے صوفیہ اہلحدیث نے بہت فائدہ اٹھایا ۶۵۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۷۱۱ھ میں انتقال کیا **علامہ ابن المقریزی احمد بن علی** تاریخ میں بڑے متبحر تھے پہلے حنفی تھے فقہ حنفی حاصل کی پھر شافعی ہو گئے علامہ سخاوی کہتے ہیں۔ لیکن وہ ظاہریت کی طرف مائل تھے ابن حجر لکھتے ہیں وہ حدیث سے محبت رکھتے تھے اس وجہ سے اس پر قائم رہتے تھے حتی کہ ابن حزم کے مذہب کیطرف متہم کیے جاتے تھے ۷۶۰ھ کے بعد پیدا ہوئے اور ۸۴۵ھ میں انتقال کیا **علامہ ابن حجر عسقلانی** انکی تبحر اور دلائل سے مسائل آزادانہ بحث اور جو مسئلہ من حیث الدلیل راجح ہو اسکے ترجیح دینے پر خواہ وہ کسی امام کا ہو انکی تصانیف شاہد ہیں اور بالتصریح بھی وہ مقلدین کا رد کرتے ہیں چنانچہ وہ فتح الباری میں ایک مقام پر لکھتے ہیں[۴] اس سے ثابت ہوا کہ وقائع خاصہ کبھی بڑوں سے مخفی رہتے ہیں۔

---

[۱] منجملہ انکے شیخ ابراہیم حلبی ہیں ۱۲ [۲] جنمیں ابن الزملکانی شیخ عبد الوہاب شعرانی شیخ مجد الدین فیروز آبادی۔ شیخ عز الدین بن عبد السلام۔ سعد الدین حموی۔ قاضی احمد حوبی۔ جلال الدین سیوطی۔ علامہ مقری۔ نعمان آفندی۔ بحر العلوم لکھنوی۔ شیخ عبد الغنی نابلسی ابن کمال پاشا صاحب درمختار شیخ ابن عابدین صاحب رد المحتار وغیرہم ہیں یہ سب ان کے بہت معتقد اور مداح ہیں ۱۲ [۳] عبارت یہ ہے فیہ ان الوقائع قد تخفی علی الاکابر ویعلمہا من دونہم وفی ذلک رد علی المقلد اذا استدل علیہ بخبر یخالفہ فیجیب لو کان صحیحا لعلمہ فلان مثلا انتہی ۱۲۔ [۴] لیکن درمختار میں لکھتے ہیں کہ یقیناً وہ کلمات بعض یہود نے شیخ قدس سرہ کی نسبت نقوب دیئے ہیں انتہی۔ وہ در اصل لکھے ہیں ۱۲۔

ہیں اور چھوٹوں کو اسکی خبر ہو جاتی ہے اور اس سے ظاہر ہو گیا مقلد کا کہ جب اسکے سامنے ایسی حدیث
دلیل میں لائی جاتی ہے جو اسکے خلاف ہو تو کہنے لگتا ہے کہ اگر یہ حدیث صحیح ہوتی تو اس کو مثلاً فلان
عالم جو اسکا امام و مقتدا ہے ضرور جانتا ہوتا۔ انتہی۔ اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں[1] اس سے معلوم ہوا کہ
پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ و آلہ وسلم کا جب حکم ثابت ہو جائے تو کسی کو اسکے خلاف کرنے کی مجال نہیں اور
نہ یہ کہ اسکے خلاف کے لیے حیلے نکالے بلکہ اس کو اصل قرار دیکر اسکے خلاف کو اس کی طرف پھیرے نہ یہ کہ
برعکس کرے جیسا کہ بعض مقلدین کرتے ہیں اور اللہ تعالے کے قول فَلْيَحْذَرِ الَّذِينَ يُخَالِفُونَ عَنْ أَمْرِهِ الآية
سے غافل رہتے ہیں انتہی۔ **شیخ شہاب الدین بن محمد منزلاوی** امام شعرانی طبقات کبری
میں انکی بابت لکھتے ہیں۔ صالح۔ سنی۔ محمدی۔ قرآن و حدیث پر عمل کو لازم پکڑے ہوئے تھے میں
نے شیخ محمد بن عثمان کے بعد ان سے بڑھ کر کوئی حدیث کو نگاہ رکھنے والا نہیں دیکھا شیخ موصوف
فرمایا کرتے تھے جس کو حدیث یاد رکھنا منظور ہو تو بس اس پر عمل کرنے لگے وہ اس کی قید میں آجائیگی
اور پھر وہ نہ بھولے گا۔ درس بھی دیا کرتے تھے۔ مسافروں کی مہمانداری کیا کرتے تھے میں انکی صحبت
میں قریب چالیس برس کے رہا۔ میں نے نہیں دیکھا کہ وہ کسی بات میں سنت سے ہٹے ہوں انتہی
امام شعرانی نے یہ بھی لکھا کتاب و سنت کے اتباع میں انکی مثال دی جاتی تھی ۹۵۱ھ میں انتقال
کیا۔ **علامہ سید یحیی بن حسین** احادیث پر عمل کیطرف مائل تھے۔ نصوص صحیحہ کے خلاف
جس کا قول ہوتا تھا رد کرتے تھے۔ جیسا کہ بدر طالع میں مذکور ہے۔ صاحب تصانیف ہیں اہل زمانہ سے
ان کو مصائب بھی پہونچے۔ تقریباً ۱۰۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۰۸۰ھ میں انتقال کیا۔
علامہ صالح بن مہدی مقبلی صنعانی بدر طالع میں لکھتے ہیں علوم کتاب و سنت و اصول
وغیرہ میں بڑے ماہر تھے۔ تقلید نہ کرتے تھے۔ دلیل پر چلتے تھے علماء صنعاء سے ان سے مناظرے
بھی ہوئے۔ بلکہ مکہ معظمہ کو ہجرت کر گئے وہاں بھی مشقتیں جھیلتے رہے۔ صاحب تصانیف ہیں
انکی تصانیف مقبول ہیں۔ بڑے فصیح البیان ہیں انکا کلام اگر کوئی بغور دیکھے تو کبھی تقلید پر قائم
نہیں رہ سکتا۔ معتزلہ کا بہت رد کیا ہے۔ اتحاف نامی ایک کتاب لکھی جس میں کشاف پر اعتراض
کیے۔ اشعریہ اور صوفیہ اور فقہاء کا بھی جو مسائل انکے خلاف قرآن و حدیث پائے رد کیا۔ بعض

---

[1] عبارت یہ ہے وبینہ فاد من ذلک ان امرہ صلی اللہ علیہ وسلم اذا ثبت لم یکن لاحد ان یخالفہ ولا یتحیل فی مخالفتہ بل یجعلہ الاصل الذی یرد الیہ ما یخالفہ لا بالعکس کما یفعل بعض المقلدین ویغفل عن قولہ تعالی فلیحذر الذین یخالفون عن امرہ الآیۃ انتہی
یعنے پس چاہیے کہ ڈریں وہ لوگ جو خلاف کرتے ہیں حکم رسول کا اس سے کہ پہونچے انکو کوئی بلا یا عذاب دردناک ۱۲

محدثین کے غلو پر بھی اعتراض کیا سنہ ۱۰۴۷ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۱۰۸ھ میں انتقال کیا انتہے علامہ عبد القادر بن علی بدری علامہ مقبلی کے شاگرد ہیں دلیل کے تابع تھے انکے چند رسائل بھی ہیں جن میں طریقۂ اجتہاد پر چلے کچھ دنوں تک مدینہ میں عہدہ قضا پر بھی مامور رہے سنہ ۱۱۰۱ میں پیدا ہوئے تھے اور سنہ ۱۱۶۰ھ میں انتقال کیا کذا فے البدر الطالع علامہ سید محمد بن اسمٰعیل امیر صنعانی بدر طالع میں ہے مجتہد مطلق تھے علماء حرمین سے علوم تحصیل کیے۔ تمام فنون میں فائق ہوگئے۔ دلیل پر عامل تھے۔ تقلید سے نفرت رکھتے تھے ان کو انکے معاصرین نے اذیتیں دیں مگر اللہ تعالے ہمیشہ انکا محافظ رہا۔ چونکہ یہ کتب حدیث اور صحاح ستہ پر جھکے ہوئے تھے اور انہیں پر عمل کرتے تھے اس وجہ سے عوام الناس انکو اپنے خلاف پاکر ناصبی ہونے کی تہمت لگاتے تھے۔

عامل بالسنہ پر تہمتیں لگنے کا عام دستور اور فقہ کے خلاف کسی مسئلہ کے قائل ہونے پر بیجا تعجب۔	عوام کا دستور ہے کہ جو ایسا کرے بالخصوص جبکہ سنن صلوۃ مثل رفع الیدین وغیرہ پر عمل کرے تو اس پر ایسی تہمتیں لگاتے ہیں کیونکہ وہ اس سے نفرت رکھتے ہیں۔ اور پھر اس سے عداوت رکھنے لگتے اور اس کو

بالکل بے حقیقت سمجھتے ہیں۔ لیکن اسبات کی عوام سے کوئی شکایت نہیں شکایت تو اُن سے ہے جنہوں نے فقہ کی کچھ کتابیں پڑھ لیں اور اپنے قصور نظر سے سمجھنے لگے کہ اس میں ہے کسی بات کی مخالفت کرنا نقض شریعت اور قطعی حکم کا انکار کرنا ہے حالانکہ وہ خود ان کتابوں میں اور ان کتابوں کے مصنفوں کے مذہب کے خلاف بڑے وچھوٹے ائمہ کو خلاف کرتا ہوا پڑھتے ہیں پس اگر ان فقہی مسائل کا خلاف ایسا مذموم ہوتا تو یہ ائمہ کیوں خلاف کرتے انتہے شوکانی نے اس مضمون کو کسی قدر تفصیل سے لکھا ہے۔ لیکن چونکہ ہمارے زمانہ کی بھی یہی حالت ہے اس وجہ سے اُسکا خلاصہ ذکر کرنا یہاں ہم نے مناسب خیال کیا علامہ موصوف سنہ ۱۰۹۹ھ میں پیدا ہوئے تھے اور سنہ ۱۱۸۲ھ میں انتقال کیا سید عبد القادر بن احمد کوکبانی علامہ سید محمد بن اسمٰعیل امیر اور علامہ محمد حیات سندی مدنی وغیرہ سے انہوں نے علوم تحصیل کیے۔ بدر طالع میں لکھتے ہیں دیار یمن میں مجموعہ علوم میں آخر میں انکا کوئی نظیر نہ تھا بڑے محدث تھے بدر طالع میں انکو مجتہد مطلق بھی کہا ہے۔ انہوں نے بہت سے مسائل صحیحیہ مقلدین کو منوائے تھے سنہ ۱۱۳۵ھ میں پیدا ہوئے اور سنہ ۱۲۰۷ھ میں انتقال کیا علامہ سید یحیٰے بن عمر بن مقبول اہدل متوفی سنہ ۱۱۴۷ھ اور انکے خلف الصدق علامہ سید سلیمان اور انکے فرزند رشید علامہ سید عبد الرحمن متوفی سنہ ۱۲۵۰ھ یہ سب کے سب عامل بالحدیث

اور تارک تقلید تھے اور بڑے عابد و زاہد و مقبول و معتقد لوگ تھے انکے مناقب میں کتابیں لکھی گئی ہیں امام محمد بن علی یمنی شوکانی متاخرین اہلحدیث میں عالم بھی ایک بے مثل جامع و ماہر جمیع فنون اصول و فروع معقول و منقول اور مجتہد مطلق گزرے ہیں انکی تصانیف انکے کمالات کی شاہد موجود ہیں۔ احکام احادیث میں انکی کئی مبسوط اور تحقیقات سے پر کتابیں ہیں مثل نیل الاوطار۔ اور السیل الجرار وغیرہ۔ اور ایک تفسیر بسیط فتح القدیر ہے۔ اور اصول میں ایک بے مثل کتاب ارشاد الفحول ہے۔ انکا ایک رسالہ القول المفید فی رد التقلید بھی ہے انکے فیض سے ہزارہا لوگ اہلحدیث ہوئے۔ کتنے اکابر علماء نے انکے مناقب تصانیف میں جمع کیے۔ کثرت تلامذہ اور وفور تصانیف اور تبحر اصناف علوم میں مشہور تھے ہندوستان سے بھی تحصیل حدیث کے لیے لوگ انکے پاس گئے ۱۱۷۳ھ میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۲۵۰ھ میں انتقال کیا۔ یہاں پر ہم نے جن اصحاب کا ذکر کیا انکے سوا اور بھی کتنے اشخاص کا ہم پہلے متفرق ذکر کر چکے ہیں۔

عوام و خواص ہر قسم کے لوگوں کا مختلف زمانوں میں اہلحدیث کے طریقہ پر ہونا۔

یہ علماء جن کا ہم نے ذکر کیا یہ کوئی پوشیدہ اور کم درجے کے لوگ نہ تھے۔ بلکہ بڑے بڑے مستند اور مقتدیٰ لوگ تھے پس ایک صحیح الرائے کبھی اس سے انکار نہیں کر سکتا کہ جب انکا یہ مسلک و مشرب تھا تو انکے زمانے میں اور انکے بعد انسے نیچے کے طبقے کے عوام و خواص انکی بات کے ماننے والے اور انکے طریقے پر چلنے والے ضرور موجود تھے جو مذاہب اربعہ میں سے کسی مذہب کی تقلید شخصی کے پابند نہ تھے اور بعض کے تراجم میں توصراحتاً بہت لوگوں کا انکے ہم مسلک ہونا مذکور ہے۔ پس ان زمانوں میں نہ صرف خواص کا بلکہ عوام و خواص ہر قسم کے لوگوں کا ترک تقلید شخصی اور عمل بالحدیث پر ہونا ظاہر ہے

استمرار اہلحدیث کا ایک اور ثبوت

اسکے علاوہ ان تمام زمانوں میں ترک تقلید و عمل بالحدیث کے طریقہ کے موجود رہنے کا ایک ثبوت یہ بھی ہے کہ عموماً صوفیہ صافیہ کا طریقہ ترک تقلید و عمل بالحدیث تھا چنانچہ عنقریب آتا ہے اور کچھ گذر بھی چکا۔ اور ظاہر ہے کہ گروہ صوفیہ ان تمام زمانوں میں موجود رہا۔ غرضکہ کوئی زمانہ تارکین تقلید و عاملین بالحدیث سے خالی نہیں رہا۔

ان متداول کتابوں میں مذاہب اربعہ کے سوا اہلحدیث کا مذہب علیحدہ مذکور ہونا اور عوام کی اس کو نیا مذہب سمجھنے کی غلطی۔

لیکن ہمارے فریق مخالف اپنی لاعلمی کی وجہ سے سمجھتے ہیں کہ غیر مقلدین کا فرقہ ابھی نیا نکلا ہے اور پہلے کوئی اس مذہب کا نہ تھا اور جو ہمارا طریقہ ہے وہی قدیمی مسلک ہے اور مذہب بس یہی چار ہیں اور ان کے سوا محدثین یا اہلحدیث کا کوئی خاص مذہب نہیں حالانکہ اگر وہ انہیں کتابوں کو

جو بکثرت متداول ہیں کھول کر دیکھیں تاہم وہ پائیں گے کہ اہلحدیث کا مذہب مذاہب اربعہ سے علیحدہ بتایا جاتا ہے۔ حالانکہ یہ کتابیں تمام مذاہب کی بیان کی متکفل نہیں بلکہ ان میں بیشتر انہیں اقوال کا ذکر ہے جن سے زیادہ تر کام پڑتا ہے بلکہ ان فقہی کتابوں میں امام احمدؒ کے مذہب کا بھی بہت کم نام لیا جاتا ہے۔ اسی طرح امام مالک کا بھی مذہب بہت کمی کے ساتھ بیان کیا جاتا ہے اس پر بھی اہلحدیث کے مذہب کو کہیں کہیں اور مذاہب سے ممتاز کر کے لکھا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ یہ مذہب قدیم سے چلا آتا ہے اور مختلف زمانوں کے مصنفین کی توجہ اس

لہ چنانچہ تلویح میں بحث اجماع میں ایک مسئلہ کی بابت لکھتے ہیں و علیہ عامۃ اہل الحدیث دیکھو صفحہ ۳۵ مطبوعہ نولکشوری اور فتح القدیر شرح ہدایہ میں قنوت نازلہ کی مشروعیت میں لکھتے ہیں و بہ قال جماعۃ من اہل الحدیث انتہے دیکھو صفحہ ۱۸۹ نولکشوری جلد اول اور نیز فتح القدیر مسئلہ فساد صوم بالحجامۃ میں لکھتے ہیں کما ہو قول الحنابلۃ و بعض اہل الحدیث انتہے صفحہ ۲۱۱ اور البحر الرائق میں اور اس سے نقل کر کے رد المختار میں بھی قنوت نازلہ کی بابت اہل حدیث کا مذہب لکھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں و عزاہ فی البحر الی جمہور اہل الحدیث انتہی رد المحتار صفحہ ۴۹۶ جلد اول مطبوعہ مصر اور تاتارخانیہ میں اور اس سے نقل کر کے رد المحتار میں لکھتے ہیں ان رجلا من اصحاب ابی حنیفۃ خطب الی رجل من اصحاب الحدیث انتہی رد المحتار صفحہ ۲۰ جلد سوم اور ملا علی قاری شرح فقہ اکبر میں علم کلام کی مذمت میں لکھتے ہیں و الی التحریم ذہب الشافعی و مالک و احمد و سفیان و جمیع ائمۃ الحدیث انتہی اور شاہ صاحب حجۃ اللہ میں المحدیث کے صفات الٰہی کی بابت مذہب کے بیان میں لکھتے ہیں و استطال ہولاء الخائضون علی معشر اہل الحدیث و سموہم مجسمۃ و مشبہۃ انتہے صفحہ ۱۴۲ اور شاہ صاحب ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں و کان صاحب الحدیث ایضا قد ینسب الی احد المذاہب لکثرۃ موافقتہ بہ انتہے صفحہ ۱۵۸ و اسی کے قریب لکھتے ہیں و کان اہل الحدیث منہم الخ انتہے۔

اور زرقانی شرح موطا میں رفع الیدین کے بیان میں لکھتے ہیں و بہ قال الاوزاعی و الشافعی و احمد و اسحاق و الطبری و جماعۃ اہل الحدیث انتہے صفحہ ۱۴۳ جلد اول۔ اور فتح الباری میں فرض نماز مغرب کے قبل دو رکعتوں کے مستحب ہونے کے بابت لکھتے ہیں و الی استحبابہا ذہب احمد و اسحاق و اصحاب الحدیث انتہے پارہ ۳ صفحہ ۳۴۸ انصاری اور مسئلہ جمع بین الصلوتین میں لکھتے ہیں و حکاہ الخطابی عن جماعۃ من اصحاب الحدیث پارہ ۳ صفحہ ۳۰۰ اور محلی میں قلتین کے مسئلہ میں لکھتے ہیں و بہ قال اسحاق و ابو عبید و جماعۃ من اہل الحدیث منہم ابن خزیمۃ انتہی اور علامہ ابن عبد البر خمر کے بیان میں لکھتے ہیں قال اہل المدینۃ و سائر الحجازیین و اہل الحدیث کلہم کل مسکر خمر انتہی۔ اور حاشیہ نور الانوار میں خبر واحد کے مسئلہ میں لکھتے ہیں و ہذا ہو مذہب بعض اہل الحدیث انتہی صفحہ ۱۸۵ اور حاشیہ نخبہ میں مرسل کے بیان میں لکھتے ہیں اختیار مذہب اہل الحدیث انتہی اور نووی شرح صحیح مسلم میں منی کے مسئلہ میں لکھتے ہیں ہو مذہب الشافعی و اصحاب الحدیث انتہی صفحہ ۱۴۰ تنبیہ یہ مسئلہ متفقہ اہل حدیث کا نہیں ہے دیکھو نیل الاوطار) اور نووی مسئلہ ذبح بالعظم کے بیان میں لکھتے ہیں لا یجوز الذکوۃ بہ و قد قال الشافعی و اصحابہ و بہذا قال النخعی و الحسن بن صالح و اللیث و احمد و فقہاء الحدیث انتہے جلد ۲ صفحہ ۱۵۶۔ اور شاہ صاحب عقد الجید میں لکھتے ہیں فہذہ طریقۃ المحققین من فقہاء المحدثین و قلیل ما ہم و ہم غیر الظاہریۃ من اہل الحدیث الذین لا یقولون بالقیاس و الاجماع و غیر المتقدمین من اصحاب الحدیث ممن لم یلتفتوا الی اقوال المجتہدین اصلا و لکنہم اشبہ الناس باصحاب الحدیث انتہی صفحہ ۲۴ اور مولوی عبد الحی صاحب کے قول میں مذہب محدثین کے علیحدہ ہونے کا بیان پہلے ہو چکا۔ اس قسم کی نظیریں ہمارے پاس اور بھی بہت سی موجود ہیں۔ لیکن طول کی وجہ سے نہیں لکھ سکے ۱۲

طرف ہوتی رہی اور وہ انکی نظروں میں ایک معتد بہ اور قابل ذکر مذہب تھا جس کو انہوں نے مختلف مواقع میں[1] ذکر کیا۔ بس یہی مذہب تو اُن لوگوں کا ہے جن کا دوسرا نام غیر مقلد یالامذہب لیا جاتا ہے جن کو ہمارے زمانے کے لوگ کیسا برا سمجھتے ہیں۔ اور طرح طرح کی بدگمانیاں انکی طرف کرتے ہیں۔ حالانکہ سچ پوچھو تو وہی اصل مذہب ہے اور عین طریقۂ اسلام۔

مذہب اہلحدیث سے انکار اور اس کے سمجھ میں نہ آنے کی وجہ۔

لیکن ان لوگوں کو چونکہ ناواقفیت ہے اور جس طریقہ پر وہ ہیں اس کے رواج کا جس کو وہ اپنے آباؤ اجداد سے دیکھتے چلے آتے ہیں ایک گاڑھا پردہ پڑا ہوا ہے اور اس مذہب سے اجنبیت ہے اس وجہ سے وہ کسی طرح اُنکی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور طرح طرح کے اشکال اس میں اُنکو معلوم ہوتے ہیں اور وہ ایک ٹیڑھی چال نظر آتی ہے اور اپنا طریقہ ایک نہایت صاف اور سیدھا دکھائی دیتا ہے جس میں کوئی عیب سجھائی نہیں پڑتا۔ حالانکہ بڑا دخل اس میں رسم ورواج کو ہے۔ رسم ورواج کو اس بارے میں ایک ایسا اثر ہے جس سے کوئی عاقل انکار نہیں کر سکتا جیسا کہ ہم پہلے ذکر کر چکے جب آدمی کوئی نیا مسئلہ سنتا ہے جس کے خلاف اسکے ذہن میں مرکوز ہو تو قطع نظر اُسکے دلائل ووجوہ کے اول حکم اس کی رائے کا اس کی بابت یہ ہوتا ہے کہ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا اسی خیال کی وجہ سے مخالف قول کے جسقدر دلائل سنتا ہے اس کا ذہن اس کو رد و واپس کر دیتا ہے۔ اور اپنے ہاں اس کو جگہ نہیں دیتا۔ الا ماشاء اللہ۔ یہی حالت مذہب تقلید کی ہے چونکہ اس کا رواج عام ہو رہا ہے اور لوگوں کے وہ ذہن نشین ہے لہذا وہ بہت قرین قیاس اور صحیح معلوم ہوتا ہے اور اس کے خلاف طریقہ اہل حدیث میں بہت دقتیں اور طرح طرح کے نقصان نظر آتے ہیں۔

اس اعتراض کا جواب کہ مذہب اہلحدیث نیچریت کی سیڑھی ہے اور اُس میں آزادی ہے اور آدمی خود بین کر علماء سے غیر معتقد ہو جاتا ہے۔

کوئی کہتا ہے غیر مقلدی ایک آزادی کا مذہب اور نیچریت کی سیڑھی ہے۔ اس مذہب میں آدمی آزاد ہو جاتا ہے۔ کسی بات کا پابند نہیں رہتا۔ بزرگوں اور علماء کی وقعت اسکے جی میں نہیں رہتی۔ آدمی خود بین اور خود رائے ہو جاتا ہے۔ لیکن یہ اعتراض بالکل غلط فہمی اور

---

[1] اور اس عنوان سے نہیں ذکر کیا جیسا کہ ایک باطل مذہب بغرض رد یا بطور انکار کے ذکر کیا جاتا ہے بلکہ ایسا ہی ذکر کیا جیسا کہ دیگر ائمہ مثل امام شافعی وغیرہ کا خلاف لکھتے ہیں۔ اور خلاصہ کیدانی والے نے جو بطور انکار و استخفاف ذکر کیا تو اس پر دوسرے فقہاء حنفیہ نے بہت کچھ لے دے کی اور اسکو بہت برا بھلا کہا بلکہ اسکی نسبت خوف کفر کا بھی اظہار کیا۔
دیکھو کلام ملا علی قاری اور مولوی عبدالحی صاحب لکھنوی۔

بے خبری پر مبنی ہے۔ اہلحدیث کے مذہب میں تو بالکل آزادی نہیں ہے بلکہ انکے مذہب میں اُس بات کی سخت پابندی ہے جو قرآن و حدیث سے ثابت ہو جائے اور پھر اسکے خلاف کوئی کچھ ہو اس کا قول ہرگز نہیں لیا جا سکتا۔ آزادی تو اس وقت ہوتی جب اُن کا مذہب ہوتا انتقال از مذہب بمذہب مثلاً حنفی سے شافعی بنجانا۔ اور شافعی سے حنفی جب جس مذہب کی طرف دل چاہا منتقل ہو گئے۔ یا تتبع رخص اور ہر مذہب سے چھانٹ کر آسان آسان باتوں کو لے لینا حالانکہ اہل حدیث کو اس سے غرض نہیں۔ اور نہ اُن کا یہ مذہب یا طرز عمل ہے پس اُن پر آزادی کا الزام کیسے قائم ہو سکتا ہے۔ اور اگر ان میں اس قسم کی آزادی ہوتی بھی تو یہ التزام خود فقہا پر بھی قائم ہے جنہوں نے انتقال مذہب اور تتبع رخص کو جائز قرار دیا ہے۔ پس آزادی تو فقہا دے رہے ہیں اور اہلحدیث پر الزام ہے اسی طرح اہلحدیث کے مذہب کو نیچریت وغیرہ کی سیڑھی قرار دینا سخت غلطی ہے۔ ہندوستان میں جسقدر نیچری نظر آتے ہیں یا مختلف ممالک میں بعض مسلمان دہریئے یا عیسائی ہو گئے وہ بیشتر حنفی و مقلد تھے جو نیچری یا عیسائی ہو گئے۔ اہل حدیث میں سے اگر کسی کا ہونا ثابت بھی ہو گا تو وہ کہیں شاذ و نادر نکلیں گے جو الشاذ کالمعدوم کی مثال ہیں اور حنفی ہزاروں بلکہ بے شمار موجود ہیں جو ایسے ہو گئے۔ پس حنفیت و تقلید نیچریت وغیرہ کی سیڑھی ہوئی۔ نہ مذہب اہلحدیث اور بزرگوں کی وقعت انکے جی میں نہ ہونا یا خود رائے ہونا بھی محض اتہام ہے بلکہ ایسا مقلدین کی بابت کہا جائے تو بجا ہے کیونکہ انہوں نے محض اپنی رائے سے تمام علماء امت و مجتہدین کو چھوڑ کر ایک کی تخصیص کر لی۔ اور باقی سب ائمہ اور انکے مذہب کو ساقط الاعتبار کر دیا

۵۱ بخلاف مقلدین کے کہ انکے ہاں کہیں امام صاحب کا قول لیا جاتا ہے اور کہیں صاحبین کا۔ ایک کا یا دونوں کا اور کہیں انکے سوا دیگر شاگردوں کا اور کہیں انمیں سے کسی کا نہیں بلکہ پیچھے طبقے والوں کا اور کہیں ان سب سے باہر۔ اور کوئی کسی پر فتویٰ دے رہا ہے اور کوئی کسی پر اور ضرورت کیوقت کسی کا قول ہو اس پر فتویٰ دیدیا جاتا ہے اسیطرح بغرض آسانی دوسروں کے قول لیئے جاتے ہیں جیسا کہ کتب فقہ پر واقف کو معلوم ہے اور پہلے بھی گزر چکا۔ پس آزادی مقلدوں کیلئے ہے نہ اہل حدیث کے لیئے ۱۲ ۵۲ علامہ ابن القیم اعلام الموقعین میں لکھتے ہیں ولکن لیس لہ ان یتبع رخص المذاهب واخذ غرضه من ای مذهب وجده بل علیه اتباع الحق بحسب الامکان جلد دوم صـ۳۷۳ یعنی آدمی کو یہ جائز نہیں کہ مذاہب کی رخصتوں کو ڈھونڈے اپنے مطلب کی جس مذہب سے ملے لے بلکہ اسپر لازم جہانتک امکان میں ہو حق کی تابعداری ہے۔ اہل حدیث کا ہرگز یہ مذہب نہیں ہے کہ آزاد بنجائے اور جس قول پر چاہے عمل کرنے لگے اور انتقال مذہب یا تتبع رخص کا جو بیان اہلحدیث کی تحریروں میں ہے تو فقہا کے مسلمات کے موافق ہے اور تقلید شخصی پر اصرار کرنیوالوں کو الزام دینے کیلئے ۱۲ ۵۳ علیگڈھ کالج جو نیچریت کا مرکز اور منبع ہے وہاں دیکھا جاوے سنو میں کئے طلبہ حنفی داخل ہوتے ہیں اور کتنے اہلحدیث مشکل سے کسی سینکڑے میں کوئی ایک اہلحدیث مسلک کا نکلے تو نکلے باقی عموماً حنفی ہوتے ہیں پھر ان میں سنو میں سے غالباً اسی نیچری خیال کے ہو جاتے ہیں تو اب نیچری حنفی بنتے ہیں یا اہلحدیث اور بعض نیچریوں سے جو نیچری ہو جانیکے بعد اہل حدیث کیطرف بہ نسبت حنفیوں کے زیادہ موافقت ظہور میں آئی تو یہ اُن کی آزادانہ تحقیق کا اثر ہے کہ انھوں نے تعلیم اسلام کیطرف عند التحقیق بہ نسبت مذہب تقلید کے مذہب اہلحدیث کو موافق تر پایا لہذا انھوں نے

اور انکی کچھ بھی وقعت نہ کی۔

اہلحدیث کا طرز عمل اور انکے مذہب کا آزادی سے پاک ہونا اور اُن لوگوں کا رد جو آزاد بنتے ہیں اور باوجود کم علمی کے علمار کی نہیں سنتے

برخلاف اہلحدیث کے کہ سارے علمار امت کو مانتے اور اپنا پیشوا سمجھتے ہیں اور جہان انکا اختلاف ہو وہ کسی کے قول سے بے پرواہی نہیں کرتے۔ بلکہ ان میں راجح اور قوی کی تلاش کرتے اور سب کو لیتے اور تحقیق کرتے ہیں۔ جسکا قول حدیث رسول کے مطابق ہوتا ہے بس اسی کے پابند ہوجاتے ہیں جب حدیث رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نہیں ملتی تو پیشوائے امت صحابۂ رسول اور دیگر ائمہ مجتہدین کے اقوال کو جس کا بھی قول اقرب قرآن وحدیث سے معلوم ہو یا جس سے اتفاق پڑجائے لے لیتے ہیں۔ انکو خود بینی یا خود رائے ہونے سے کیا تعلق۔ اور اگر فرضاً کوئی ایسا ہے جو علمار کی علو قدر مراتب وقعت نہیں کرتا یا باوجود بے علم ہونے کے مجتہد بنتا اور اپنی رائے کو دخل دیتا اور مجتہدین امت کی بات کو نہیں مانتا تو یہ اس کی بدبختی اور ذاتی شقاوت ہے جس کا الزام مذہب[1] پر نہیں آسکتا۔ بلکہ یہ اس کی کم ظرفی ہے سارے اللہ تو اس کو ہدایت کر۔

اس شبہ کا جواب کہ اگر مذہب مقلدین حق نہ ہوتا تو اس میں اسقدر اولیاء اللہ کیسے ہوتے

کوئی کہتا ہے مذہب تقلید اور مقلدین کے مسائل حق نہ ہوتے تو اس مذہب میں اسقدر اولیاء اللہ کیسے ہوتے پس ثابت ہوا کہ یہی مذہب حق ہے اور غیر مقلدین غلطی پر ہیں۔ لیکن یہ حجت بھی ناواقفیت پر مبنی ہے اولیاء اللہ جسقدر گذرے ہیں مقلدان میں کوئی نہ تھا۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی میزان کبرے میں لکھتے ہیں جب کسی کا قدم ولایت محمدیہ پر ٹھہرا وہ احکام شرع کو وہیں سے لیتا ہے جہان سے مجتہد[2] لیتے

---

[1] مشہور ہے کہ اسلام کا اثر ہی کہ وہ آدمی کے دل میں اسکی اصلی حالت سے زائد شجاعت پیدا کر دیتا ہے اب اگر کوئی کسیکو اسلام لانے سے اسواسطے روکے کہ اسلام کے اثر سے آدمی دلیر ہوجاتا ہے اور دلیر ہونے کی وجہ سے ظلم کرنے اور دوسروں کے ستانے میں اُسکو باک نہیں ہوتا تو یہ بات کسقدر غلط ہو اس لیئے کہ اگر کسی میں یہ اثر ہو تو یہ اسکی کم ظرفی ہے اسلام کا ہرگز یہ نشا نہیں بلکہ وہ تو اور تواضع اور عدل اور حفظ حقوق اور رعایت زیردستوں کا حکم دیتا ہے۔ اسیطرح جو عوام میں مشہور ہے کہ جو حج کرآتا ہی وہ بخیل اور کنجوس ہوجاتا ہے پس اگر کوئی کسیکو حج سے اسوجہ سے روکے اور حج میں یہ عیب پیدا کرے تو کیسی اسکی غلطی ہے اگر کسی میں یہ بات پیدا بھی ہوجائے تو یہ اسکی کم ظرفی ہے حج کا کوئی قصور نہی طرح اگر اہل حدیث میں سے کسی میں کوئی ایسی بات پائی جائے جو نہونا چاہیئے مثلاً علمار حقانی کے مراتب کو ملحوظ نہ رکھنا یا باوجود بے علم ہونیکے اپنی رائے کو دخل دینا یا اہل علم کے مذاہب کی وقعت نہ کرنا تو یہ اسکی ذاتی بدبختی اور نالائقی اور کم ظرفی ہے اس میں مذہب اہل حدیث کا کوئی قصور نہیں ١٢۔

[2] عبارت یہ ہے ما شرا حد حتی لہ قدم الولایۃ المحمدیۃ الا وتصیر یاخذ احکام شرعہ من حیث اخذھا المجتہدون وینفک عن التقلید لجمیع العلماء الا لرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ثم ان نقل عن احد من الاولیاء انہ کان شافعیا او حنفیا او مثلاً فذلک قبل ان یصل الی مقام الکمال انتہی ١٢ ص ١٨-١٩

لیا اور تمام علمار کی تقلید سے علیحدہ ہو جاتا ہے تو اگر کسی ولی سے منقول ہو کہ وہ شافعی تھا یا حنفی مثلاً تو یہ مقام کمال پر پہنچنے سے پہلے کا ذکر ہوگا انتہے۔ اس مضمون کا ایک قول شیخ موصوف کا پہلے بھی گذر چکا۔ اور علامہ شیخ کردی اپنے رسالے میں تحریر فرماتے ہیں[ل] طریقہ مشائخ صوفیہ کا عموماً اور اکابر نقشبندیہ کا خصوصاً اتباع سنت نبویہ ہے نہ مذہب معین کا۔ مقلد ہو رہنا اور کسی بڑے عالم کی بات پر جم جانا کہ جو اسکا مذہب ہو اسی پر عمل کریں مذہب معین پر تعصب کرنا اس قوم کا طریقہ ہی نہیں انتہے۔ اور ملا جیون تفسیر احمدی میں ایک کلام کے ضمن میں لکھتے ہیں بلکہ جائز ہو[ل۲] مقلد کو یہ کہ عمل کرے ایک مذہب پر۔ پھر دوسرے کی طرف منتقل ہو جائے جیسا کہ بہت سے اولیا سے منقول ہوا ہے اور جائز ہو کہ ایک مسئلہ میں ایک مذہب پر عمل کرے اور دوسرے مسئلہ میں دوسرے مذہب پر جیسا کہ صوفیا کا مذہب ہے انتہے۔ اور شیخ عبدالحق دہلوی تحصیل التعرف[ل۳] میں لکھتے ہیں۔ مذہب صوفیہ کا احکام میں تابع فقہار کے ہے۔ اصول میں اور فروع میں کیونکہ انہوں نے احکام کو لکھا اور تتبع کیا۔ مگر صوفی لوگ مذاہب میں سے کسی کا مذہب ہو وہ مسائل اختیار کرتے ہیں جو حدیث کے موافق ہوں انتہے۔ اس سے واضح ہو گیا کہ اولیار کرام اور صوفیہ عظام کا مذہب تقلید شخصی نہ تھا۔ بلکہ بیشتر اُنکا رنگ اہلحدیث کے مسلک کے موافق تھا۔ پس یہ حجت جو مقلدین نے بیان کی ہے تو خود اُنکے اوپر حجت ہے۔ **دوسرے** فرضاً اگر ہم تسلیم کرلیں کہ کوئی ولی مقلد گذرا ہے تو ولی کے واسطے یہ ضرور نہیں کہ وہ خطا سے معصوم ہو اور جس مسئلہ پر عامل اور جس مسلک پر ہو وہ بالکل صحیح صحیح ہو۔ ان ائمہ سے بڑھ کر کون ولی ہوگا جب اُن سے خطا اجتہادی ہونا اور کسی مسئلہ پر خطا پر رہنا جائز ہے تو اور ولیوں کے حق میں کیوں نہ جائز ہوگا۔ صحابہ کے اکمل الاولیار ہونے سے کون ناواقف ہے اُن میں آپس میں بعض بعض مسائل میں اختلاف تھا۔ ضرور ایک حق پر تھا اور ایک خطا پر مگر اس سے انکی بزرگی اور ولایت میں فرق نہیں آسکتا۔ نیت بخیر چاہیئے ہاں جان بوجھ کر اگر غلط مسلک پر قائم رہے

ل عبارت یہ ہے ان طریقۃ المشائخ الصوفیۃ عموماً وطریقۃ الاکابر النقشبندیۃ خصوصاً اتباع السنۃ النبویۃ وعدم التقلید بمذہب معین او قول عالم صار تحقیق لیس التعصب بمذہب معین من آداب القوم واخلاقہم انتہی ۱۲ ل۲ عبارت یہ ہے بل یجوز لہ ان یعمل بمذہب ثم ینتقل الی آخر کما نقل عن کثیر من الاولیاء و یجوز لہ ان یعمل فی مسئلۃ علی مذہب وفی اخری علی آخر کما ہو مذہب الصوفیۃ انتہی ۱۲ ل۳ عبارت یہ ہے ومذہبہم الصوفیۃ فی الاحکام تابع للفقہاء فی الفروع والاصول لانہم الذین حرروا الاحکام وتتبعوہا فی الفصول غیر انہم یاخذون من المذاہب بما یوافق الحدیث انتہی ۱۲۔

اور ہٹ دھرمی کو کام میں لائے وہ ولی نہیں ہو سکتا۔ اس واسطے پہلے زمانے کے لوگوں کی عموماً معذوری کی وجہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں تنبیہ ۔ یہ بنا بر تسلیم مذکور ظاہر ہے کہ جسقدر اولیاء اللہ اور بندگان کاملین اور خیر القرون اور چوتھی صدی تک غیر مقلدین گزرے مقلدین میں ہرگز اس قدر نہیں ہوئے تو اگر کسی مسلک کا اس میں ولی گزرنے سے اس کا حق ہونا اور اس کے خلاف کا حق نہ ہونا ثابت ہوتا ہے تو اہلحدیث کا مذہب خود اس دلیل سے حقانیت کے ثبوت کا پایہ اپنے مخالف کی نسبت زیادہ قوی رکھتا ہے **چوتھے** ولایت ایک ایسا امر ہے کہ سوائے اللہ تعالے کے کسیکو معلوم نہیں کہ اس کا کون ولی ہے اور اسکے نزدیک کس مرتبے پر پہنچا ہوا ہے پس اپنے خیال کے موافق کسیکو ولی قرار دے کر اس کے قول و فعل سے حجت پکڑنا صحیح نہیں ہو سکتا۔ بلکہ حق و باطل کے دریافت کا معیار صرف کتاب و سنت ہے۔

اس شبہ کا جواب کہ بڑی جماعت مقلدین کی ہی اور انہی کی سلطنت ہے

کوئی کہتا ہے کثرت سے مقلدین ہی ہیں اور انہیں کی جماعت عظیم ہے اور سلطنت بھی انہیں کی ہے اور پہلے بھی رہی اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حق پر وہی ہیں ورنہ اللہ تعالے اپنے اسقدر بندوں کو اس پر کاہے کو رکھتا اور کیوں انکو سلطنت دیتا۔ **لیکن** یہ دلیل محض ایک شبہ ہی شبہ ہے اللہ تعالے نے کثرت کو حقانیت کے پہچاننے کا معیار کہیں نہیں قرار دیا۔ اور نہ کہیں بتایا کہ جو زیادہ ہوں وہی حق پر ہیں بلکہ اہل حق اور قلت کے لفظ سے تعبیر کیے گئے إِلَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَقَلِيلٌ مَّا هُمْ [1]۔ وَقَلِيلٌ مِّنْ عِبَادِيَ الشَّكُورُ [2]۔ وَإِن تُطِعْ أَكْثَرَ مَن فِي الْأَرْضِ يُضِلُّوكَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ [3] وَمَا يُؤْمِنُ أَكْثَرُهُم بِاللَّهِ إِلَّا وَهُم مُّشْرِكُونَ [4] اور پیغمبر صاحب صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بھی اپنی امت میں سے ایک طائفہ ہی کو حق پر قائم رہنا ہوا فرمایا اس کے سوا تم اپنے زمانے میں مردم شماری کے لحاظ سے دیکھو۔ مردم شماری میں مسلمان بہ نسبت کفار کے کس قدر کم ہیں۔ اور پھر ان میں سے شیعہ خارجی وغیرہ کو علیحدہ کر کے صرف اُن کو جو اہل سنت کہلاتے ہیں دیکھو تو اور کم رہ جائیں گے اور پھر مقلدین میں جو آپس میں اختلاف ہے۔ مثلاً کوئی دیوبندی المذہب میں ہے کہ وہ دوسرے مقلدوں کو بدعتی اور مشرک اور گمراہ بتاتے ہیں اور کوئی معمولی حنفی جوان کو وہابی اور گمراہ کہتے ہیں اُن میں ہر فرقہ

[1] یعنے ایمان والے اور نیک کار لوگ بہت کم ہیں انتہے سورہ ص رکوع ۲-۱۲ [2] اور تھوڑے ہیں میرے بندوں میں حق ماننے والے انتہے ترجمہ شاہ عبد القادر صاحب۔ سورہ سبا۔ رکوع ۲-۱۲ [3] یعنے اگر تو کہا مانے اکثر لوگوں کا جو دنیا میں ہیں تو تجھ کو گمراہ کر دیں۔ سورہ انعام رکوع ۱۴-۱۲ [4] یعنے اکثر مومن (باوجود دعوی ایمان کے شرک میں مبتلا ہیں۔ سورہ یوسف رکوع ۱۲۔ معلوم ہوا اہل حق قلیل ہی ہوتے ہیں اور ایمان کے دعوے رکھنے والوں میں سچے موحد کم ہی ہوتے ہیں ۱۲۔

اگر اپنی جماعت کو چھانٹ کر دیکھے جن کو راہ راست پر خیال کرتا ہے اور باقی سب کو گمراہ تو وہ بہ نسبت تمام آدمیوں کے کس قدر کم بیٹھیں گے۔ پس کوئی زیادتی کو علامت حقانیت اور کمی کو دلیل ناحق ہونے کی کیسے کہہ سکتا ہے اسی طرح سلطنت کا حال ہے دیکھو آج دنیا میں خود مختار حکمران سلطنتیں کفار کی کتنی ہیں۔ اور مسلمانوں کی کتنے۔ اور پھر جو مسلمانوں کی ایک دو ہیں تو وہ ایک سلطنت شوکت وقوت و دولتمندی و دنیاوی ترقیوں کے لحاظ سے کفار کی سلطنتوں میں سے کسی ایک بڑی سلطنت کا بڑی مشکل سے مقابلہ کر سکتی ہے یا کر ہی نہیں سکتی۔ پس سلطنت کو دلیل حقانیت کیسے ٹھہرایا جاسکتا ہے اور آخران زمانوں میں جب کہ اسلام اپنی شادابی پر تھا اور ایمان اور عمل صالح کا باغ سرسبز تھا۔ عنان حکومت جن لوگوں کے ہاتھ میں دی گئی وہ اہل حدیث ہی تھے اور اللہ تعالیٰ کا سچا وعدہ[ف] خلیفہ کرنے کا ان کے حق میں پورا ہو گیا۔ اس بیان سے ناظرین خوب سمجھ گئے ہونگے کہ بعض لوگ جو اِتَّبِعُوا السَّوَادَ الْاَعْظَمَ سے دلیل لاتے ہیں۔ وہ کیسی غلطی[ف] پر ہیں اسکے علاوہ اس حدیث کے ثبوت میں بھی کلام ہے۔

اس شبہ کا جواب کہ اگر مذہب غیر مقلدین حق ہے تو اسقدر علماء انکی مخالف کیوں ہیں اور وہ کیوں تسلیم نہیں کرتے۔

کوئی کہتا ہے اگر غیر مقلدوں کا مذہب بالکل صحیح ہے اور اس میں کوئی بات قابل انکار نہیں تو یہ بہت سے علماء جو انکے خلاف ہیں وہ انکے مذہب کو کیوں نہیں تسلیم کر لیتے اور یہ باتیں انکے ذہن میں کیوں نہیں سماتیں **لیکن** یہ ایک ایسی بات ہے جو کسی مناظرے میں یا تحقیق حق کے موقعہ پر کسی طرح پیش کرنے کے لائق نہیں ورنہ اگر ہم کسی ہندو یا عیسائی کو بین دلائل کے ساتھ اسلام کی حقانیت اور اسکے مذہب کا ابطال ثابت کر دیں اور اس وقت وہ لاجواب ہو کر کہنے لگے کہ اگر یہ تمہارے دلائل اور باتیں صحیح ہوتیں تو ہمارے مذہب میں جو بڑے بڑے پنڈت یا پادری ہیں کہ جو بڑے بڑے ذی علم اور خدا ترس اور دیندار ہیں انکے ذہن میں یہ باتیں کیوں نہیں سماتیں اور وہ اس مذہب کو کیوں نہیں تسلیم کر لیتے یا مثلاً کسی شیعی یا خارجی یا معتزلی یا نیچری یا کسی مبتدع کو کافی دلائل کے ساتھ لاجواب کر دیں۔ اور حق بات سمجھا دیں اور پھر اس

بقیہ صفحہ گذشتہ [ف۴] یعنی اکثر مین باوجود دعوے ایمان کے شرک میں مبتلا ہیں۔ سورہ یوسف رکوع ۱۲۔ معلوم ہوا اہل حق قلیل ہی ہوتے ہیں۔ اور ایمان کے دعوے رکھنے والوں میں سچے موحد کم ہی ہوتے ہیں ۱۲

حواشی صفحہ ہذا [ف۱] یعنی وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ الآیتہ ۱۲ [ف۲] کیوں کہ وہ جو اسکے معنے بنا کر اپنی دلیل لاتے ہیں وہ معنے نصوص قرآنیہ اور واقعات کے بالکل خلاف ہیں۔ پس وہ معنے کیونکر صحیح ہو سکتے ہیں

وقت وہی شبہ اپنے علماء اور اہل الرائے کے مخالف ہونے کا پیش کرے تب ہم اس کو کیا جواب دے سکتے ہیں اور کیا اس وقت ہمارا یہ کہہ دینا کہ تمہارے عالم سب کج فہم یا بے ایمان ہیں جو اللہ تعالے کا ڈر اپنے جی میں نہیں رکھتے۔ اور جان بوجھ کر حق چھپاتے ہیں کافی ہوگا ہرگز نہیں۔ پس یہ حجت کسی حق کے ثابت ہو جانے کے بعد کس طرح پیش کی جاسکتی ہے **دوسرے** ہم اسکے معارضے میں یہ کہیں گے کہ اگر ہمارا یہ مذہب اور اس کے دلائل صحیح نہ ہوتے تو یسقدر علماء اور یہ بڑے بڑے سمجھدار دیندار لوگ کیوں اسکے قائل ہوتے فما ھو جوابکم فھو جوابنا **تیسرے** بہت سے وہ وجوہ جو فقہا کے نسبت جو شبہ تھا اس کی بابت ہم لکھ چکے ہیں وہ اس کے جواب کیلئے بھی کافی ہیں اُن میں نہ ایک جواب نہیں بلکہ کئی جواب اس شبہ کے بھی معلوم ہو جاتے ہیں۔ ان وجوہ کے سوا ایک وجہ ان علماء کی موافقت اہل حدیث نہ کرنے کی یہ بھی ہے کہ رسم و رواج کا پردہ اور اپنے پُرانے خیالات کا ذہن میں مرکوز ہونا اس کے قبول سے بڑا حاجب و مانع ہے جیسا کہ ہم متعدد مقام پر بیان کر چکے

اس شبہ کا جواب کہ جو غیر مقلد ہیں وہ بھی کسی نہ کسی کی تقلید کرتے ہیں

کوئی کہتا ہے غیر مقلد جو تقلید سے منکر ہیں وہ بھی تو آخر کسی نہ کسی کی تقلید کرتے ہیں۔ کیونکہ جو ذی علم ہیں وہ بخاری و مسلم وغیرہ حدیث شریف کی کتابوں والوں کی جن سے حدیث لیتے ہیں مقلد ہیں۔ اور جو بے پڑھے ہیں وہ اس زمانے کے مولویوں کے جن سے مسئلہ دریافت کر کے عمل کرتے ہیں مقلد ہیں۔ غرض تقلید سے کوئی خالی نہیں۔ بلکہ عوام غیر مقلد بہ نسبت عوام مقلدین کے ایک اور غلطی کرتے ہیں کہ بڑوں کو چھوڑ کر چھوٹوں کی تقلید کرتے ہیں۔

تقلید کی تحقیق

لیکن یہ شبہ بھی محض ایک غلطی پر مبنی ہے۔ جو بات کوئی شخص بطور نقل و حکایات کے بیان کرے اُس بات کے ماننے کو اُس کی تقلید نہیں کہا جا سکتا۔ تقلید اسی وقت ہو سکتی ہے کہ کوئی شخص کوئی بات اپنے طور پر کہے۔ اور بلا اس کی دلیل معلوم کیے ہوئے اسکے بھروسے پر اُس کو تسلیم کر لیا جائے اور جو شخص کسی بات کا نقل کرنے والا ہو اور دوسرے سے اس کو روایت کرے تو وہ محض ایک واسطہ ہوتا ہے اور اس بات کا ماننے والا اس کا مقلد نہیں کہلاتا۔ بلکہ منقول عنہ کا جس سے وہ بات منقول ہے اعتبار ہوتا ہے۔ چنانچہ دیکھو وہ مسائل جو ان فقہ کی کتابوں ... . مثل درمختار، وہدایہ وشرح وقایہ وعالمگیری وغیرہ میں مذکور ہیں اور علماء حنفیہ ان کتابوں سے اُن مسائل کو لیتے اور عمل کرتے ہیں۔ باوجود اسکے وہ ان کتابوں والوں کے مقلد نہیں کہلاتے بلکہ وہ امام ابوحنیفہ رح صاحب ہی کے مقلد کہلاتے ہیں جس کی وجہ یہی ہے کہ یہ مسائل

دراصل امام ابوحنیفہ صاحب کے مقولے اور انکے بتلائے ہوئے ہیں اور یہ کتابوں والے محض ایک واسطہ ہیں۔ اسی طرح عوام مقلدین جو اپنے ہمعصر علمار حنفیہ سے مسائل دریافت کرکے عمل کرتے ہیں تو یہ انکے مقلد نہیں کہلاتے۔ بلکہ امام ابوحنیفہ کے مقلد کہلاتے ہیں جس کا سبب یس یہی ہے کہ یہ علمار اُن مسائل کو اپنے طور پر نہیں کہتے بلکہ امام ابوحنیفہ صاحب کے قول کی حکایت و روایت کرتے ہیں۔

اہلحدیث کسی کے مقلد نہیں ۲ پس اسی طرح محدثین نے جو احادیث جمع کیں اور لکھیں ان احادیث کا ان سے لینے والا ان کا مقلد نہیں کہا جا سکتا۔ اس لیے کہ وہ ان کا قول نہیں ہے بلکہ وہ احادیث رسول ہیں۔ جن کو وہ روایت کرتے ہیں اور وہ محدثین اور دیگر رواتِ حدیث محض ایک واسطہ ہیں جیسا کہ کتب فقہ کے مؤلفین اور دیگر حنفی مولوی امام ابوحنیفہ کے قول کے نقل کے لیے محض ایک واسطہ ہیں اور ان سے لینے والے انکے مقلد نہیں کہلاتے۔ اسکے علاوہ اگر نقل و حکایت کرنے والے کی حکایت کردہ بات کو ماننے والا نقل کرنے والے کا مقلد کہلائے تو ماننا پڑیگا کہ ائمہ اربعہ بھی مقلد ٹھیریں۔ اس لیے کہ انہوں نے بھی تو احادیث آخر رواتِ حدیث اور محدثین ہی سے اخذ کیں اور لیں۔ خود پیغمبر صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زبان سے نہیں سنیں حالانکہ انکا مقلد ہونا تسلیم نہیں کیا جاتا۔ پس اہلحدیث محدثین کی احادیث لینے سے انکے مقلد کیسے ٹھیرائے جا سکتے ہیں۔ اسی طرح محدثین نے جو رواتِ حدیث کی جرح و تعدیل کی تو بیشتر انکے حالات مشاہدہ وغیرہ کے ذریعے سے حکایت کیئے جیسا کہ شاہد کسی بات کی حکایت کرتا اور شہادت دیتا ہے تو جیسا کہ شاہد کی بات کا ماننا تقلید میں داخل نہیں ہے۔ اسی طرح جرح و تعدیل کا ماننا تقلید میں شامل نہیں کیا جا سکتا اگر کسی حکایت کرنے والے کی بات کو ماننا تقلید ٹھیری تو لازم آئے گا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی نعوذ باللہ بعض افراد امت کے مقلد ٹھیریں اس لیے کہ کتنے واقعات ہیں جو آپ نے افراد امت سے سن کر ان کو باور کیا۔ بلکہ بعض کو اور دوسروں کے سامنے حکایت بھی کیا۔ اسی طرح محدثین نے جن احادیث کی تصحیح اور تضعیف کی عموماً اسکے ساتھ ہی اُسکی وجوہ اور دلائل بھی بیان کردیئے صفات رواۃ کے لحاظ سے اگر یہ بحث تھی تو اسکو کھولدیا اور اگر علل خفیہ کی بنا پر بھی تو (مختصر) جو کچھ انکو کھٹکا تھا بیان کردیا انہوں نے کسیکو اپنی تحقیقات کو مجرد انپر بھروسہ کرکے قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا۔ بلکہ دعوے کو دلیل کے ساتھ بیان کیا۔ پس[ص] اسکا ماننا بھی تقلید نہیں۔ کیونکہ تقلید بات

ع۵ اگر کسی مختصر و ملخص کتاب میں مذکور نہیں تو دوسری مبسوط و مفصل کتاب میں ضرور موجود ہے۔

کے بے دلیل مان لینے کا نام ہے۔ الحاصل علمار اہلحدیث محدثین ہیں جو احادیث لیتے ہیں وہ کسی کے مقلد نہیں کیونکہ محدثین اور رواۃ حدیث تو محض واسطہ ہیں اور منقول عنہ پیغمبر صلعم ہیں جن کے قول و فعل و تقریر کے ماننے کا نام تقلید ہے ہی نہیں۔ رہے عوام اہلحدیث تو انکی حالت یہ ہے کہ جب کوئی عامی کسی اہل حدیث سے کوئی مسئلہ دریافت کرتا ہے اور وہ اس کے جواب میں وہ حدیث جو اس بارے میں آئی ہے دیدیتا یا دے کر دیتا اور سمجھا دیتا ہے (چنانچہ اہلحدیث میں عموماً یہی دستور ہے) تو ظاہر ہے کہ وہ عامی کسی کا مقلد نہیں ہوا یہ بتلانے والا ایک راوی ہے جس نے قول شارع کو روایت کر دیا۔ اور روایت کا تسلیم کرنا داخل تقلید نہیں ہے نہیں جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا۔ اور اگر وہ مسئلہ جو عامی اہلحدیث نے دریافت کیا کسی صریح آیت یا حدیث میں نہیں وارد ہوا یا اس بتانے والے عالم کو اس مسئلہ کی بابت صریح حدیث معلوم نہ تھی اور اس نے استنباط کر کے بتا یا۔ اور وجہ استنباط بھی بیان کر دی خواہ وہ استنباط اسی کا ہو یا پہلے کسی مجتہد کا تب بھی وہ عامی اس عالم کا مقلد نہیں کہلائے گا۔ اس لیے کہ اس نے اپنا عندیہ یا کسی دوسرے کا بلا بیان دلیل نہیں تسلیم کرایا علمار اہلحدیث کا مسائل بتانے میں اکثر یہی طریقہ ہے کہ دلیل بھی ساتھ بیان کر دیتے ہیں اور سلف کے مذاہب بھی۔ اور چونکہ بیشتر عامۃ الورود مسائل ایسے ہی ہیں کہ جن میں علمار سلف اور ائمہ مشہورین کلام کر چکے ہیں لہذا اکثر مسائل ایسے ہی ہوتے ہیں جن میں وہ کسی مشہور اور مقتدا امام کا موافق ہوتا ہے لہذا یہ خیال بھی غلط ہے کہ بڑوں کی تقلید چھوڑ کر چھوٹوں کی تقلید کرتے ہیں۔ اس لیے کہ اول تو تقلید ہی نہیں اور اگر ہو بھی تو انہیں بڑوں میں سے کسی کی ہوئی اور یہ شخص اس بڑے مجتہد کے قول کا حکایت کرنے والا ہے اس کے علاوہ عموماً متاخرین کا باعتبار معلومات کے متقدمین سے کم درجہ ہونا بھی تسلیم نہیں جیسا کہ اوپر مفصل گزر چکا۔

اس خیال کی غلطی کہ اہلحدیث نے بڑوں کو چھوڑ کر چھوٹوں کی تقلید اختیار کی

بہر حال اہلحدیث پر الزام تقلید سے خالی نہ ہونے کا یا بڑوں کو چھوڑ کر چھوٹوں کے مقلد ہونے کا محض ایک غلطی ہے۔ اور اگر کوئی صورت ایسی بھی پیدا ہو جس سے کسی اہلحدیث کے عمل پر کسی مسئلہ میں تقلید صادق آسکے تاہم انکی تقلید ان مقلدین کی سی تقلید نہیں۔ انکو اس عالم کا جس سے وہ دریافت کرتے ہیں رائے و عندیہ دریافت طلب نہیں ہوتا۔ چنانچہ وہ اسی کے قول و عندیہ کی ہر وقت و ہر موقع پر تلاش نہیں رکھتے ان کا مقصود تو صرف قرآن و حدیث کی تلاش ہے جس عالم سے مل جائے اور پھر جس عالم سے دریافت کیا اگر کوئی دوسرا مستند عالم اسکے خلاف قرآن و حدیث سے ثابت کر دے تو اسکے قبول میں ان کو کوئی عذر نہیں۔

مقلدین کو اپنے ہی امام کی عندیہ اور مذہب کی تلاش رہتی ہے اور وہ اپنے مذہب کی صحت کی کوئی وجہ نہیں بتا سکتے۔

برخلاف مقلدین کے کہ انکو اپنے ہی امام کے عندیہ اور مذہب کی تلاش رہتی ہے جب کسی مسئلہ کی ضرورت ہو یہی جستجو ہوتی ہے کہ ہمارے امام کا اس میں کیا مذہب ہے۔ پھر جو انکا مذہب معلوم ہو جائے اسی پر اصرار ہے۔ دوسرے ائمہ امت کے اقوال اسکے مقابلے میں ہیچ اور ناقابلِ التفات ہیں۔ حالانکہ کوئی وجہ اس کی نہیں بتا سکتے کہ ہر شخص کے لیے اُس امام کا مذہب جس کو اس نے خود یا اُس کے باپ دادا نے مقرر کیا ہے کیسے شرع محمدی قرار پا گیا۔ فتاوے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم اور دوسرے مجتہدین امت محمدیہ کے اس کے حق میں کیوں مہمل اور بیکار ٹھہر گئے۔

مقلدین نے شرع محمدی کو تقسیم کر لیا

اللہ ایک۔ رسول ایک اور ان کا دین ایک۔ لیکن لوگوں نے اسکے چار حصے کر دیئے۔ اور دین کو چار حصوں پر بانٹ لیا۔ اور ہر مسلمان کے ذمہ لازم ٹھہرا دیا کہ وہ انہیں چار حصوں میں سے کسی ایک حصہ کو خصوصیت کے ساتھ پکڑے اور پھر ہر ایک دوسرے کے مسائل کا رد بھی کرتے رہتے ہیں۔

مقلدین کے طرز عمل پر سخت اعتراض

اگر ہر ایک مذہب کے جملہ مسائل حق ہیں تو رد و کد کیوں ہے اور اگر جملہ حق نہیں ہیں بلکہ حق دائر ہے اور اصل میں حق ایک ہی ہے تو کسی ایک کی آنکھ میچ کر جملہ مسائل میں تابع ہو رہنے کی اور باوجود قدرتِ تحقیق کے تحقیق نہ کرنے کی کیا وجہ ہے۔ اور جو بے چارہ اللہ و رسول صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حکم کا متلاشی ہو اور اختلاف میں راجح کی جستجو کرے یا انکی اپنی طرف سے خانہ ساز تعیین مذہبی و تقلید شخصی کا التزام نہ کرے تو وہ مردود و گمراہ کیوں بنایا جاتا ہے

اہلحدیث سے بیجا عداوت

افسوس! غربا اسلام کو جو اسلام کی عین تعلیم کے پیرو اور اُس کے اصلی رنگ کے ساتھ رنگین ہیں انکو کیسا ذلیل و خوار سمجھا جاتا ہے حالانکہ ان کا کچھ قصور نہیں ہے بجز اسکے کہ وہ خالص اللہ اور اس کے رسول ہی کی تابعداری کرنا چاہتے ہیں۔ اور اسی کے واسطے طرح طرح کی زحمتیں اور مخالفین کی تہمتیں سہتے ہیں اے اللہ تو ان کو اور مضبوطی دے اور اتباع حق کی اور بھی زیادہ توفیق عنایت فرما۔ سو اے لوگو ذرا غور اور انصاف سے کام لو یہ دین کا معاملہ ہے ایک دن ضرور یہ تمہارا سارا معاملہ اللہ تعالے کے پیش ہونا ہے ذرا اس سے ڈرو وَاتَّقُوا يَوْمًا تُرْجَعُونَ فِيهِ إِلَى اللّٰهِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ ۝ وَآخِرُ دَعْوَانَا أَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِينَ

ترجمہ یعنے ڈرو اس دن سے جس میں تم اللہ کی طرف لوٹا جاؤ گے پھر پورا پورا بدلہ دیا جائے گا

ہر شخص جو کمایا اس نے اور ان پر ظلم نہ کیا جاوے گا۔ ابن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ سب سے آخر یہی آیت اُتری ہے اس کے نازل ہونے کے نو دن بعد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے وفات پائی۔ بعض روایات میں نو دن کے بجائے دوسرے عدد بھی بتائے گئے ہیں۔ دیکھو تفسیر ابن کثیر۔ وفتح الباری بشرح صحیح بخاری رحمہم اللہ تعالےٰ۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً ومصلیاً

ناظرین کتاب ہذا کی خدمت میں چند ضروری التماس

(۱) ہم کسی صاحب کو رائے نہیں دیتے کہ وہ اس کتاب کے متفرق مقامات دیکھ کر چھوڑ دیں اور اول سے آخر تک اسکو مع متن و حاشیہ کے نہ دیکھیں اسلئے ایسا کرنے میں ہم کو خوف ہے کہ وہ بجائے فائدہ اٹھانے کے کتاب کے اصلی مدعا کے سمجھنے میں کہیں غلطی میں نہ پڑ جائیں۔ ٹھیک ٹھیک اس کتاب کے اغراض و مقاصد کو وہی سمجھ سکتا ہے جو کل کتاب کو ذرا غور کے ساتھ پڑھے۔ لہذا مناسب نہیں ہے کہ کوئی صاحب بلا کل کتاب ملاحظہ فرمائے ہوئے موافق یا مخالف رائے قائم کریں۔

(۲) صحیح بات کے قبول کرنے میں کسی آدمی کو دریغ نہ چاہئے اور حق کے مقابلے میں کسی طرح لائق نہیں ہے کہ کوئی اپنی بات پر ہٹ یا سخن پروری کو کام میں لائے چونکہ یہ کتاب دینی مباحث میں لکھی گئی ہے اسواسطے اس میں اس بات کا خیال رکھنے کی اور زیادہ ضرورت ہے۔ ہم اپنے ناظرین کی خدمت میں بہت الحاح کے ساتھ عرض کرتے ہیں کہ وہ اگر کسی بات میں ہماری غلطی دیکھیں تو خاص طور پر ہم کو اطلاع دیں ہم بہت خوشی کے ساتھ حق بات قبول کرنے کو تیار ہیں اور طبع دوم میں یا اس سے قبل بذریعہ کسی اعلان کے انشاء اللہ بشکریہ کیساتھ اس کی اصلاح کر دینگے

(۳) ہم نے جو جا بجا اہل علم کے اقوال نقل کیے تو گو ہم بخوف طول ہر جگہ عبارات نہیں نقل کر سکے لیکن ترجمہ میں ضرور خیال رکھا کہ اسکے اصل مطلب سے کوئی بات نہ بڑھنے پائے اور اگر کہیں کوئی لفظ ایضاح مطلب کی غرض سے بڑھا لکھا تو خطوط ہلالی کے درمیان میں لکھا کہ ممتاز رہے اور جب قول ختم ہوا تو لفظ انتہی کا اسکے ختم کی علامت لکھدیا پس لفظ انتہی سے پہلے جو عبارت ہے وہ اسی کی ہے جس کا نام لیکر لکھی گئی اور بیشتر عبارات حاشیہ پر نقل بھی کر دیں۔ اور جہاں بخوف طول وغیرہ نقل نہ کرسکے حوالہ دیدیا جس کو شک ہو اصل کیطرف رجوع کرلے

(۴) تاریخی امور مثل موالید و وفیات کے متعلق جو ہم نے سنین بیان کیے ممکن ہے کہ کسی صاحب کو تاریخ کی کتاب میں اس سے کسیقدر تقدم یا تاخر کے ساتھ نظر پڑیں اس لیے کہ اس قسم کے اوقات کے بیان میں مؤرخین کا اختلاف بھی ہے اور ہم یہ بھی نہیں کہتے کہ جو قول ہم نے اختیار کیا وہ سب سے اصح ہے اس لیے کہ اسکی تحقیق میں زائد وقت صرف کرنیکو ہم نے اپنے موضوع بحث کے لیے زیادہ ضروری نہیں پایا۔ کیونکہ اگر دو ایک برس پہلے ہو تو کیا اور پیچھے ہو تو کیا۔

(۵) جو باتیں اس کتاب میں ہم نے الزاماً اور فریق مقابل کی مسلمات سے نقل کی ہیں انکا ہم کو ثابت کرنا یا ہم کو مسلم ہونا ضروری نہیں۔

(۶) اس کتاب کے متعلق جن اصحاب کو جو کچھ خط و کتابت کرنا ہو وہ ہم سے پتہ ذیل پر کر سکتے ہیں۔

امام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی مندرجہ ذیل تصانیف کے اردو ترجمے چھپکر تیار ہیں

تفسیر سورۂ اخلاص اس سورۃ کی تفسیر میں قرآن و سنت کے سیکڑوں نئے نئے نکات اور معارف کا انکشاف ہے گویا علمی مضامین کا بحر ذخار ہے جسکے تلاطم خیز امواج کے سامنے فرقہائے ضالہ مثلاً قدریہ جہمیہ معطلہ۔ رافضیہ وغیرہ وغیرہ خس و خاشاک کی طرح بہتے نظر آتے ہیں۔ اس تفسیر میں خالص اسلامی توحید جلوہ گر ہے۔ عیسائیت اور دیگر باطل مذاہب کی پوری پوری تردید ہے۔ الغرض قابل دید کتاب ہے۔ حجم ۲۱۶ صفحات۔ تقطیع ۲۰×۲۶ قیمت دو روپے آٹھ آنے .... عہ/

الفرقان بین اولیاء الرحمٰن و اولیاء الشیطٰن اردو ترجمہ مع متن عربی۔ اس کتاب میں کتاب و سنت کے حوالجات پیش کر کے صادق اور کاذب اصلی اور نقلی اولیاء و مشائخ میں تمیز کر دی گئی ہے۔ جعلی مکاروں شعبدہ بازوں اور اصلی واصلین حق کی کرامات میں فرق بتلا دیا گیا ہے۔ باخلاص اولیاء اللہ حضرت جنید رح حضرت بایزید بسطامی رح حضرت سلیمان دارانی رح وغیرہ کی تعریف کی گئی ہے۔ کتاب اسم بامسمیٰ اور قابل دید ہے۔ حجم ۲۰۸ صفحات کاغذ سفید۔ دیدہ زیب قیمت ایک روپیہ آٹھ آنے ..... عیر

تفسیر سورۂ فلق و الناس اردو مع متن عربی یہ تفسیر عجیب دلچسپ پیرایہ میں لکھی گئی ہے من الجنۃ والناس کی تفسیر کرتے ہوئے شیاطین الانس والجن کے مکروہ وساوس پر نہایت جامع و معقول بحث کی گئی ہے خوبی کا اندازہ دیکھنے پر منحصر ہے قیمت ۹/

زیارۃ القبور اردو مع متن عربی۔ مضمون نام سے ظاہر ہے اس کتاب میں قرآن و حدیث کے دلائل سے بتلایا گیا ہے کہ زیارۃ قبور کا مسنون طریق کیا ہے اور اہل بدعت جو جو خرافات عمل میں لائے ہیں انکی پوری تردید ہے قبر پرستی کی بیخ کنی کے لیے اس سے بہتر مدلل کتاب ملنی مشکل ہے قیمت ۹/

الوصیۃ الکبریٰ اردو مع متن ۸/ دربارۂ عقائد اہل سنت والجماعۃ الوصیۃ الصغریٰ اردو مع متن عربی لم رتقوی کسے کہتے ہیں

درجات یقین علم الیقین عین الیقین حق الیقین کی تشریح قیمت دو آنے ۲/ (فی نسخہ)

قولی ۶/ کتاب الوسیلہ عہ حسین و یزید ۵/ آیت کریمہ کی تفسیر ۱۲/ حالات اصحاب صفہ ۱۲/

مناظرہ امام ابن تیمیہ رح ۵/ اثبات التوحید۔ یہ کتاب تقویۃ الایمان کی حمایت میں لکھی گئی ہے قیمت عہ

انکے علاوہ اور ہر قسم کی کتابیں ارزاں قیمت پر مل سکتی ہیں۔

پتہ حسب ذیل ہے

المشتہر

حافظ محمد حسن تاجر کتب امام جامع المبارک (بیرون) اندرون ۔۔۔ لاہور

کتب خانہ ثنائی امرتسر کی مختصر فہرست کتب

متعلقہ آریہ مشن

حق پرکاش۔ بجواب ستیارتھ پرکاش ۱۲/
ترک اسلام۔ دھرم پال کے ترک کا جواب ... ۹/
الہامی کتاب۔ قرآن کے الہامی ہونے کا ثبوت عہ/
بحث تناسخ۔ تناسخ پر مکمل بحث ۳/
ثمرات تناسخ تناسخ کے نتائج ۵/
حدوث وید۔ وید کی قدامت کا رد اور حدوث کا ثبوت ۲/
الہام۔ الہام پر بحث ۱/
شادی بیوگان اور نیوگ ۱/
اصول آریہ۔ روح مادہ اور سلسلۂ کائنات کی قدامت کا ابطال ۲/
القرآن العظیم قرآن اور وید کا مقابلہ ۲/
جہاد وید ویدوں سے جہاد کا ثبوت ۴/
مقدس رسول۔ آریوں کے زہریلے رنگیلہ رسالہ کا مدلل و معقول جواب ۸/
نکاح آریہ اس رسالہ میں آریہ دھرم کے احکام متعلقہ نکاح کے مقابلہ میں اسلامی نکاح کی خوبی و فضیلت کو ثابت کیا ہے ۴/
حضرت محمد رشی۔ اس میں حضرت صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نبوت کا ثبوت توریت انجیل اور وید سے ایسے صاف و صریح حوالجات سے دیا ہے کہ متعصب مخالف کو بھی انکار کی گنجائش نہیں رہتی ۳/
ثبوت قربانی گائے اس میں قرآن و حدیث اور ہندوں و آریوں کے وید شاستر۔ رامائن مہابھارت اور توریت و انجیل سے گائے کی قربانی کا ثبوت دیا گیا ہے ہر دو حصہ ۶/

تثلیث وید آریوں کا دعوے ہے کہ آریہ وید دھرم توحید پرستی میں سب سے افضل ہے اس رسالہ میں انکے دعوے کو غلط ثابت کیا گیا ہے قیمت دو آنے ۲/

قادیانی مشن

شہادۃ القرآن۔ اثبات حیات مسیح میں بے نظیر کتاب حصہ اول عہ دوم صہ۔ کل .... عا/
الہامات مرزا۔ الہاموں کی کافی تردید ۹/
مرقع قادیانی مرزا صاحب قادیانی کی تردید ۴/
تاریخ مرزا۔ ۶/ فتح ربانی ۶/
نکاح مرزا۔ آسمانی نکاح مرزا کی تفصیل ۲/
شاہ انگلستان اور مرزا قادیان ۱/
فاتح قادیاں مرزا صاحب کے آخری فیصلہ پر مفصل انعامی مباحثہ لودھیانہ ۴/
فسخ نکاح مرزائیاں متفقہ فتوی علماء اسلام ۱/
عقائد مرزا۔ مفید رسالہ ۱
نکات مرزا۔ قرآنی معارف و نکات مرزائیہ۔ اور چکڑالویہ کا دلچسپ و معنے خیز مقابلہ ۴
شہادات مرزا۔ مرزائی تردید ۳
الخبر الصحیح قبر مسیح کی تحقیق ۱/

متعلقہ عام اہل اسلام

تعلیم القرآن بالاجمال قرآن شریف کی تعلیم کا بیان ۱/
قرآن اور دیگر کتب مقابلہ دکھایا گیا ہے ... ۱/
خصائل النبی۔ ترجمہ شمائل ترمذی ۱/